فضائل سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث کی روشنی میں
الاحادیث الراویۃ
لمدح الامیر معاویۃ
ظہور احمد فیضی کی کتاب الاحادیث الموضوعہ کا
تحقیقی و تنقیدی جائزہ
مصنف
علامہ ظفر القادری بکھروی

نام کتاب: الاحادیث الراویۃ لِمدح الامیر معاویۃ

سالِ اشاعت: مارچ 2019

تالیف: علامہ ظفر القادری بکھروی

تصحیح: علامہ فرحان قادری، جناب ارسلان احمد اصمعی

کمپوزنگ: اشفاق کمپوزر، کراچی

ناشر: مکتبہ اہل سنت، حیدر آباد، سندھ

ڈسٹری بیوٹرز

پرو گریسو بکس۔اردو بازار، لاہور	042-37352795
مکتبہ دارالسلام، بھاٹی گیٹ، لاہور	0321-9425765
مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5551167
اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی	051-5536111
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن	0091-9502314649

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

اپنی امی جان کے نام

انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔
جن کی تربیتِ صالحہ کے نتیجہ میں
راقم کو مسلکِ اہل سنت کی خدمت کی توفیق ملی۔

گر قول افتد زہے عزو شرف
خادم اہلِ سنت وجماعت

سببِ تالیف

تحقیق کے میدان میں اہمیت اصول اور مسلمہ حوالہ جات کی ہوتی ہے نہ کہ ذاتی خام وخیال کی۔چند دنوں قبل ہی ایک دوست نے جناب ظہور احمد فیضی صاحب کی کتاب "الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل معاویۃ "کا تذکرہ کیا۔کتاب کے نام سے ایسا لگا ہے کہ شاید اس موضوع پر کوئی تحقیقی یا علمی کتاب ہو گی، مگر مطالعہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جناب فیضی صاحب کو تو اصول حدیث اور اسماء الرجال کی ابتدائی ابحاث کا بھی نہیں معلوم اور جناب نے ساری کتاب غیرِ اہل سنت کی کتاب سے بطور سرقہ لکھی ہے۔اگر ریسرچ اسکالر صاحب کو اس پر اعتراض ہو تو موصوف کی خدمت میں وہ تحریر پیش کردی جائے گی جس سے سرقہ کیا گیا ہے۔

جناب موصوف اپنی دیگر کتابوں میں اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے الگ اصول پیش کرتے ہیں جبکہ مخالفین کے دلائل پر مختلف اصول پیش کرتے ہیں۔موصوف نے دعوتِ اسلامی کی طرف سے شائع شدہ کتاب "فیضان امیر معاویہ" کو ہدف کا نشانہ بناتے ہوئے حضرت معاویہؓ پر طعن و تشنیع کا ایک انبار لگا دیا، جس کی حقیقت کتاب میں ملاحظہ کیجئے گا۔

جناب فیضی کی کتاب کا جواب لکھنا دعوتِ اسلامی کا حق ہے۔مگر اس کتاب کے لکھنے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ موصوف فیضی صاحب کو مخالفین مسلک اہل سنت وجماعت بریلوی گمان کرتے ہیں، یا اس مسلک سے تعلق کا تاثر دیا جاتا ہے۔مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔اور موصوف خود حضرت مولانا راشد رضوی صاحب کے ساتھ مناظرہ میں اس کا اظہار کر چکے ہیں۔جناب ظہور احمد فیضی صاحب کی عبارات اور تحریر، اہل سنت وجماعت پر حجت نہیں ہیں۔

موصوف نے تحقیق کے نام پر اصول کی جو دھجیاں اُڑائی ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔مگر ان تمام اعتراضات سے نہ تو صحابیِ رسول ﷺ کی شان میں فرق پڑا اور نہ ہی دعوتِ اسلامی کے امیر حضرت مولانا الیاس قادری صاحب کی ذات پر حرف آیا۔اگر کسی کتاب میں اِکا دُکا روایات پر کچھ اعتراض تھے بھی تو اس کو بیان کرنے سے ناصبی ہونے کا فتویٰ انتہائی قابل مذمت ہے۔اس مقام پر یہ بحث بھی اہم ہے کہ کسی پر ناصبی کا فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟

موصوف نے حضرت الیاس قادری صاحب پر فیضان امیر معاویہ، مسجد امیر معاویہ، لنگر معاویہ کے حق میں بولنے پر ناصبیت کا فتوی لگایا۔ایسے فتوی پر اگرچہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر نام نہاد ریسرچ اسکالر کا یہ طرہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ مخالفین پر فتوی بازی کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس مقام پر عوام الناس کے لیے امام ابن المدینی کا قول پیش خدمت ہے۔

محدث علی بن المدینی فرماتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ عُمَرَ ,أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَدَّادُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو طَلْحَةَ ,قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ يَقُولُ:

"......وَمَنْ قَالَ: فُلَانٌ نَاصِبِيٌّ عَلِمْنَا أَنَّهُ رَافِضِيٌّ "

جب کوئی کہے کہ فلاں ناصبی ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ رافضی ہے۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، 166/1 اور اسی معنی میں امام ابوزرعہ اور ابوحاتم سے بھی اسی کتاب میں یہ قول ملتا ہے۔ اور امام البربھاری نے بھی شرح السنۃ صفحہ 52 میں نقل کیا اور اس کی تفصیل لسان المیزان جلد 5 صفحہ 268 میں مل سکتی ہے۔)

محدث علی بن المدینی کے اس قول کے بعد کسی طرح کے تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کا صوابدیدی اختیار ہے۔

جناب فیضی صاحب کے تضادات اتنے زیادہ ہیں کہ اس پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مگر اس کتاب میں جناب کے تضادات کو صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کے دلائل کا تحقیقی جائزہ اور ان کے اعتراضات کا علمی محاسبہ پیش خدمت ہے۔

موصوف معترض نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی اپنی ناکام کوشش ضرور کی ہے مگر ان دلائل کی حقیقت اصول کی روشنی میں قارئین کے سامنے پیش کر دی گئی ہے اور وہ خود نتیجہ اخذ کریں کہ حق کیا ہے؟ موصوف معترض اگر اپنی کتابوں میں موضوع اور متروک روایات پر کام کر لیتے تو بہت بہتر تھا۔

موصوف فیضی نے اپنی کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حضرت معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین کے بارے میں اور مشاجرات صحابہ کرام کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اس لیے کتاب میں ان موضوعات کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا و گرنہ مشاجرات صحابہ کرام کے بارے میں کثیر حوالہ جات موجود ہیں، انشاء اللہ اس موضوع پر الگ سے کتاب ترتیب دی جائے گی۔ حضرت معاویہؓ کا اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت اور ان کی عظمت کا اقرار کتاب میں بحوالہ ثابت کیا گیا ہے جس کا اقرار خود جناب فیضی صاحب نے بھی اپنی کتاب شرح خصائص علی میں کیا ہے۔ جس سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ حضرت معاویہؓ پر دُشمن خانوادہِ رسول ﷺ اور بغضِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا طعنہ اور الزام غلط ہے۔

اس مقام پر ایک اہم بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کتاب میں حضرت معاویہؓ کے فضائل اور دفاع ہے اس لیے فتوی باز مفتی یا نام نہاد ریسرچ اسکالر یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مخالفت کرنے والے یا معاویہ والوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔

اس لیے اپنا عقیدہ اور دعوی پیش خدمت ہے تاکہ کسی کے مجال نہ ہو کہ ہمیں ناصبی یا مخالفِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا الزام دے سکے۔

عقیدہ:

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ علیہ اپنا عقیدہ کچھ یوں لکھتے ہیں۔

بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پُر نور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا و مولٰنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے کہ فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجّار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و نسبت بارگاہِ حضرت رسالت بُھلادے وہ شیعی زیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالےٰ ہم اہلِ توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ (فتاوی رضویہ 201/10)

اعلی حضرت ایک دوسرے مقام پر اپنے عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن کا درجہ ان سب کے بعد ہے۔اور حضرت مولیٰ علی (مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی) کے مقام رفیع (مراتب بلند وبالا) و شانِ منیع (عظمت ومنزلتِ محکم واعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبار فتار(ہوا سے بات کرنے والے، تیزرو، تیز گام) تھک رہیں اور قطع(مسافت) نہ کرسکیں۔

مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے۔(جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولٰی علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا۔صاحب ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ) ہم تو بحمداللہ سرکار اہلبیت(کرام) کے غلامانِ خانہ زاد ہیں(اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار)ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری(اور امرِ حق مین ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا(خصوصاً) الزام بد گویاں(اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے۔(فتاوی رضویہ 376/29)

مسلک اہل سنت کے اس عقیدہ کے بیان کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اگر کسی کے ذہن میں کوئی وسوسہ ہے تو اُسے ضرور نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19-18 پر لکھتے ہیں۔

امیر شام کے بارے میں خاص احتیاط

مدنی چینل پر ''بے خطاو بے گناہ حضرت معاویہ'' وغیرہ بیانات کے بعد بعض لوگ اپنی تقریر وتحریر میں اور سوشل میڈیا پر امیر شام کے خلاف بھڑاس نکال رہے ہیں۔ بعض اُنہیں معاذ اللہ غیر مسلم کہہ رہے ہیں (۱) اور بعض اس سے بھی آگے بڑھ رہے ہیں، لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دامنِ احتیاط کو مضبوطی سے تھامے رکھیے اور شرعی حدود سے تجاوز مت کیجئے۔ بلاشبہ اُن کی خطائیں اور زیادتیاں وغیرہ ہمارے اسلاف کرام نے بھی بیان کی ہیں لیکن اُنہیں غیر مسلم کہنے اور اُن پر لعن سے منع کیا ہے، لہٰذا آپ بھی شرعی حدود سے تجاوز مت کیجئے، ورنہ عنداللہ مواخذہ ضرور ہوگا۔

تبصرہ:

عرض یہ ہے کہ موصوف نے جو حضرت معاویہؓ کے بارے میں خاص احتیاط کی تدبیر بتائی ہے وہ مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں بیان کر کے ان کی ذات گرامی پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔ جناب موصوف نے حضرت معاویہؓ کو غیر مسلم اور لعن کرنے سے منع کا درس بھی دے رہے ہیں۔ فیضی صاحب کی خدمت میں لغت سے لعن کا مطلب بیان کر دیا جائے تا کہ موصوف کو یہ تو معلوم ہو کہ انہوں نے لفظ لعن جو لکھا ہے اس کا مطب کیا ہے؟

"لعن" کا معنی:

لغت میں "لعن " کے ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں۔

(فعل) -طنز کرنا۔ عزت کو داغ دار کرنا، عزت پر حملہ کرنا۔ -رائے یا فیصلہ کی کمزوری یا نقص ثابت کرنا۔

(فعل) -کسی بات کا طعنہ دینا عیب نکالنا، کوئی برائی بیان کرنا، اعتراض کرنا، تنقید کرنا، الزام لگانا، ردو قدح کرنا، چھینٹے دینا، فقرے کسنا۔

جناب فیضی صاحب نے لعن کے منع کا تو درس دیا مگر لعن کے معنی کے ایک ایک لفظ پر خود عمل بھی کیا۔ انہوں حضرت معاویہؓ پر طنز کیا، طعنہ دیا، عیب جوئی کی، اعتراض کیا، اور فقرے کسے۔ جس پر جناب فیضی صاحب کی پوری کتاب الاحادیث الموضوعہ اور دیگر کتب بطور شواہد موجود ہیں۔ اب عنداللہ مواخذہ والی تحریر کس پر لاگو ہوتی ہے، اس کا جواب قارئین کرام اپنی ذہنی صلاحیت کو استعمال کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

شرح مقاصد کی عبارت کا جائزہ:

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19 پر لکھتے ہیں۔

کیا بغاوت وخروج باعث لعن ہے؟

یقیناً ہمارے اسلاف کرام نے ضرورتاً اُن کے بارے میں باغی، طاغی، ظالم، جائر اور متعدی وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ اِس سے آگے نہیں بڑھے۔ مثلاً ہمارے مدارسِ اہلِ سنت میں پڑھی پڑھائی جانے والی بعض مشہور کتب میں ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلىٰ مُعَاوِيَةَ وَأَحْزَابِهِ، لِأَنَّ غَايَةَ أَمْرِهِمُ الْبَغْيُ وَالْخُرُوْجُ عَلَى الْإِمَامِ، وَهُوَ لَا يُوْجِبُ اللَّعْنَ.

"خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف مجتہدین اور علماء صالحین سے معاویہ اور اُس کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ہے، کیونکہ اُن کا انتہائی معاملہ امام کے خلاف خروج اور بغاوت ہے اور وہ لعنت کو ثابت نہیں کرتا"۔

(شرح العقائد ص ۳۴۲، ۳۴۳ مکتبۃ المدینۃ، کراچی، وط: مکتبۃ الحسن مع النبراس ص ۳۳۰، وط: مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ ص ۵۵۰)

تبصرہ:

گذارش ہے کہ شرح العقائد کی عبارت پیش کر کے یہ استدلال کرنا کہ صرف لعن نہیں کرنا چاہیے، غلط ہے۔ کیونکہ علامہ تفتازانی اس مقام پر ان فرقوں کا رد کر رہے ہیں جو امام برحق کے خلاف ناحق خروج اور بغاوت کرنے والے شخص پر لعنت کرنے کو واجب کہتے ہیں۔ اس مقام پر بحث لعن کرنے اور نہ کرنے کی بحث ہے۔

جناب فیضی صاحب نے جو لکھا ہے کہ "ہمارے اسلاف کرام نے ضرورتاً اُن کے بارے میں باغی، طاغی، ظالم، جائر اور متعدی وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھے" میں لفظ "ضرورتاً" بہت اہم ہے۔ جناب فیضی صاحب قارئین کرام کے سامنے اس لفظ "ضرورتاً" کی توضیح تو پیش کریں، تا کہ معاملہ واضح ہو سکے۔ اور موصوف نے جو الفاظ حضرت معاویہؓ کے بارے میں استعمال کیے، کیا وہ ضرورتاً ہیں؟

ملا علی قاری کی عبارت کا جائزہ:

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19 پر لکھتے ہیں۔

ایسے ہی مشہور حنفی فقیہ اور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی طرف خطاء، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کو تو جائز رکھا ہے مگر لعنت کو نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

أَمَّا مُعَاوِيَةُ وَأَتْبَاعُهُ فَيَجُوزُ نِسْبَتُهُمْ إِلَى الْخَطَأِ وَالْبَغْيِ وَالْخُرُوجِ وَالْفَسَادِ ، وَأَمَّا لَعْنُهُمْ فَلَا يَجُوزُ أَصْلاً.

''معاویہ اور اُن کے متبعین کی طرف خطاء، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کرنا تو جائز ہے، البتہ اُن پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں''۔

(شرح الشفا للقاري ج۲ ص۵۵٦)

تبصرہ:

جناب فیضی صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت جو پیش کی ہے اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ کی طرف خطا، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کو جائز لکھا مگر لعنت کو نہیں۔ اس عبارت میں اہل سنت کے راجح مسلک کا تذکرہ نہیں، اور نہ یہ ملا علی قاری کا راجح موقف ہے۔ موصوف نے جو ملا علی قاری کی تحریر کا ایک پہلو پیش کیا ہے وہ تحقیق کے میدان میں مردود عمل ہے۔

فیضی صاحب کو ملا علی قاری کی عبارت سے اتفاق ہے تو اس سے متصل اگلی لائن بھی لکھ دیتے۔ اور یہ بھی بتا دیتے کہ کیا وہ اس بھی متفق ہیں یا نہیں؟ اور کیا ایمان والدین پر بھی موصوف ملا علی قاری کی عبارت سے متفق ہیں یا کہ نہیں؟

موصوف فیضی صاحب اپنی دوسری کتاب شرح اسنی المطالب ص560 پر ملا علی قاری کے تحریر کے بارے میں کیا روش اختیار کرتے ہیں؟ ذرا ملاحظہ کیجئے۔

ملا علی قاری کی تردید اُنہیں کے کلام سے

سیدنا علی ﷺ نے اس ارشاد سے اپنے فہم کی غیر معمولی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، بلاشبہ یہ فہم اس قدر عظیم الشان نعمت تھی کہ اس کی بدولت قرآنی الفاظ کے ظاہری ترجمہ کے پیچھے جو مخفی معانی ہوتے ہیں سیدنا علی ﷺ کی مبارک بصیرت اُن معانی کو بھی تاڑ لیتی تھی، اسی لیے علامہ ابن قیم اور دوسرے علماء کرام اس فہم کو علم لدنی

٥٦٠

خیر جب موصوف اس کا جواب دینے کی ہمت کریں گے تو اس کا تفصیل سے جواب دیا جائے گا۔ مگر سرِ دست کسی تبصرہ کے بغیر ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش خدمت ہے، جس کو پڑھنے کے بعد نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کا حق ہے۔

افضلیتِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

شرح السنہ میں ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے، کہ ہمارے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں، اور ان میں بھی ترتیب خلافت کا اعتبار ہے، یعنی سب سے افضل حضرت صدیق اکبر ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین، خلفاء اربعہ کے بعد پھر سب سے افضل وہ تمام صحابہ ہیں، جن کو عشرہ مشرہ کہا جاتا ہے، ان کے بعد اصحاب بدر ہیں، ان کے بعد اصحاب اُحد، ان کے بعد بیعت رضوان میں شریک صحابہ ہیں، ان کے بعد وہ انصار صحابہ جنہوں نے دونوں مرتبہ بیعت العقبۃ الاولی اور بیعۃ الاعقبۃ الثانیہ کے موقع پر مکہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

اسی طرح وہ صحابہ جن کو سابقون الاولون کہا جاتا ہے۔ اور جن کو دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا موقع ملا، ان صحابہ سے افضل ہیں، جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خدیجہؓ کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں: کہ کون دوسری سے افضل ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہؓ کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت معاویہؓ عدول، اہل فضل اور خیار صحابہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں کوئی بھی برا خیال رکھنا یا ان کی شان میں کوئی بھی ایسی بات کہنا جو مرتبہ صحابیت کے منافی ہو، اسی طرح ممنوع ہے، جس طرح دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ممنوع ہے۔

رہی یہ بات کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو باہمی نزاع ہوا، یا باہمی جنگ وجدال کی نوبت آئی، تو اس پر بحث وتمحیص کرنا اور اس سے کوئی نتیجہ نکال کر کسی کی تنقیص کرنا ہمارا مقام نہیں۔

وہ سارے معاملات ان کے اپنے اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحابی ایسا نہیں تھا جس نے ان معاملات میں نفسانی تقاضوں، یا دنیاوی اعراض کے تحت شرکت کی ہو۔ وہ سب صحابہ اپنے اپنے موقف کے درست اور جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے، اور اپنی باہمی لڑائیوں وتنازعات کی تاویل کرتے تھے، چونکہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو مجتہدانہ مقام ومرتبہ حاصل تھا، اور مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھنے کا حق رکھتے تھے، اس لئے ان کے ان تنازعات کی بناء پر ان میں سے کوئی عدول کے مرتبہ سے خارج نہیں ہوگا، اور نہ اس کی حیثیت ومقام میں کوئی نقص آئے گا۔ کیونکہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو مجتہدانہ مقام ومرتبہ حاصل تھا جیسا کہ ان کے بعد آئمہ مجتہدین کو مسائل میں مجتہدانہ مرتبہ حاصل رہا۔ اہل سنت والجماع کا مسلک یہ ہے کہ ان کے بارے میں زبان کھولتے وقت محتاط رہا جائے، ان کے حق میں منہ سے وہی بات نکالی جائے جو تعریف اور بھلائی کی ہو۔

ملا علی قاری کی پوری عبارت ملاحظہ کیجئے اور فیصلہ کریں کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں "صرف" تعریف اور بھلائی کی بات کون سی ہے؟ اور ان کی شان میں برائی کیا ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت کا جائزہ:

جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 19 پر لکھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر شاہ عبدالعزیز نے اُنہیں اُموی تعصب کا شکار، مرتکب کبیرہ، باغی اور فاسق تک کہا ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اُن پر لعنت جائز نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے، اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان ﷺ کے معاملہ میں جو تعصب امویہ اور قریشیہ میں تھا اسی کی وجہ سے یہ حرکات حضرت امیر معاویہ سے وقوع میں آئے، جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیے جائیں۔ وَالْفَاسِقُ لَیْسَ بِأَهْلِ اللَّعْنِ. ترجمہ: فاسق قابل لعن نہیں"۔

(فتاوی عزیزی کامل ص ٤١٣)

تبصرہ:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ عزیزی میں الحاقات اور تحریفات موجود ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ میں الحاقات کی شکایت اُنھی کے زمانے میں لوگوں نے شاہ عبدالعزیزؒ سے کی تھی جسکا تذکرہ خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے ایک خط میں کیا ہے۔ لہذا وہ لکھتے ہیں۔

وتعریضات در باب معاویہؓ ازین فقیر واقع نہ شد اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواہد بود کہ بنا بر فتنہ انگیزی و کید و مکر کہ بنائے ایشاں یعنی گروہ رافضہ از قدیم بر ہمیں امور است این کار کردہ باشد چنانچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند۔ اللہ خیر حافظا۔ و ایں تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد۔ (مکتوبات شاہ عبدالعزیز نمبر سوم ص ٢٦٥-٢٦٦)

راقم سے حضرت معاویہؓ کے بارے میں کسی بھی قسم کی تعریضات صادر نہیں ہوئیں۔ اگر تحفہ اثناء عشریہ کے نسخوں میں کوئی تعریض پائی جائے تو وہ کسی کی الحاقی ہو گی، کیونکہ روافض کا یہ قدیم دستور چلا آرہا ہے کہ یہ لوگ

فتنہ انگیزی اور کید و مکر کی بناء پر یہ کام کرتے ہیں، چناچہ راقم کے سننے میں آیا ہے کہ ان لوگوں نے الحاق شروع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالی بہترین محافظ ہے اور معتبر نسخوں میں یہ تعریضات نہیں پائی جاتیں۔

کیا فتاوی عزیزی معتبر ہے؟

جناب فیضی صاحب نے کثرت سے اپنی کتاب میں دیوبندی علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اسلیے ان کے ذوقِ طبع کے لیے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

- دیوبندیوں کے مسلمہ شخصیت اشرف علی تھانوی فتاویٰ عزیزی کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں۔

مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

"اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز کا ہے بھی ؟ مجھ کو تو قوی شک ہے"۔

(امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص۳۰۷ طبع مجتبائی، دہلی)

- دیوبندیوں کی ایک اور مسلمہ شخصیت مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں۔

فتاویٰ عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود اس کو جمع فرمایا ہے اور نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں وفات کے کتنا عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو خطوط و فتاویٰ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تدسیس اس میں کی ہو اور کوئی غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لیئے فتاویٰ کے مجموعے میں شامل کردی ہو۔ (مقام صحابہ ص ۷۴۔۷۵)

لہذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاویٰ پر کلیتاً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔

اہم نکات:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں متعدد مقامات پر اپنی ہی تحریر کے خلاف بھی لکھا ہے۔

- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ ص740 پر لکھتے ہیں۔

ان کے اس کلام سے چند مفید نتائج حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ نص کے معنی سے انکار یا اس کے مدلول میں فاسد تاویل سے کفر لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ ایک قسم کا فسق اعتقادی ہے جسے اہل سنت کے ہاں خطائے اجتہادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسرے فدک کا غصب، یا قرطاس نہ دینا، یا اسکے علاوہ امور جو بعض حضرات سے صادر ہوئے اور

شاہ صاحب کی اس تحریر میں "فسق اعتقادی" کو اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی سے موسوم کیا۔ مطلب یہ کہ جس جگہ پر فسق اعتقادی کا اہلسنت میں استعمال ہوا، اس سے مراد خطائے اجتہادی ہے۔ اور خطائے اجتہادی سے جناب موصوف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ ص748 پر لکھتے ہیں۔

نہیں بیٹھتا۔ بات جو زیادہ سے زیادہ کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ امام وقت کے خلاف لڑائی بغاوت ہے اور بغاوت فسق ہے کفر نہیں۔ اور اگر اسکی بنا بھی کسی تاویل یا شبہ پر ہو تو یہ بغاوت فسق بھی نہیں بلکہ خطائے اجتہادی ہے۔ یہ تھا شیعہ نکتہ نظر جناب امیر رضی اللہ عنہ اور انکی خلافت کے متعلق،

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی اس عبارت میں بغاوت کو بھی تاویل یا شبہ کی بنیاد پر خطاء اجتہادی لکھا۔

- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ ص748 پر لکھتے ہیں۔

بغض و عداوت اور عناد کے جذبہ سے پاک محض کسی غلط شبہ، غلط فہمی یا غیر مناسب تاویل کی وجہ سے آپ سے لڑنے والے جیسے صاحبان جمل اور اصحاب صفین۔ تو یہ خطائے اجتہادی اور بطلان اعتقادی میں مشترک ہیں فرق یہ ہے

شاہ عبدالعزیز محدث کی اس عبارت میں اصحاب جمل اور اصحاب صفین کو خطائے اجتہادی سے متصف کیا ہے۔ اور خطائے اجتہادی میں حرکات شائبہ نفسانی کا کیا عمل دخل؟

خلاف واقعہ؟

بالفرض شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت کو بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ نفسانیت اور قبائلی و خاندانی تعصب کی بات تو محقق اہل حدیث سے ثابت نہیں اور خلاف واقعہ بھی ہے۔ اس پر اکابرین کی کچھ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔

- علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

وما وقع من المخالفات والمحاربات بین علی و معاویہ لم یکن من نزاع فی خلافتہ بل عن خطاء فی الاجتہاد۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہؓ کے مابین جو لڑائی، جھگڑا ہوا، وہ ان کی خلافت میں اختلاف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خطاء اجتہادی کی وجہ سے تھا۔(شرح العقائد النسفیہ ص 109)

- علامہ خفاجی لکھتے ہیں۔

انہا امور وقعت باجتہاد منہم لا اعراض النفسانیہ و مطامع دنیویۃ کما یظنہ الجہلۃ۔

ترجمہ: یہ امور ان سے اجتہاداً صادر ہوئے، ان کا منشاء کوئی اغراض نفسانی نہ تھیں نہ ہی ان کا مطمع نظر کوئی دنیوی امور تھے جیسا کہ ۔۔۔۔۔(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض 467/3)

ان اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ پر نفسانیت اور قبائلی تعصب کا الزام درست نہیں ہے۔

قارئین کرام کے سامنے چند اکابرین، محدثین کرام اور متکلمین کے اقوال پیش خدمت ہیں، جس سے حقیقت مزید واضح ہو جائے گی۔

امام ابو بکر اسماعیلی (277-371ھ)

محدثین کرام کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالْكَفُّ عَنِ الْوَقِيعَةِ فِيهِمْ، وَتَأَوُّلِ الْقَبِيحِ عَلَيْهِمْ، وَيَكِلُونَهُمْ فِيمَا جَرَى بَيْنَهُمْ عَلَى التَّأْوِيلِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

"ائمہ حدیث صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھتے ہیں، بُری باتیں ان پر نہیں تھوپتے اور اجتہادی طور پر ان کے مابین جو بھی ناخوشگوار واقعات ہوئے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔"(اعتقاد ائمۃ الحدیث، ص: 79)

امام، ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (260-324ھ) فرماتے ہیں:

فَأَمَّا مَا جَرَى مِنْ عَلِيٍّ وَّالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، فَإِنَّمَا كَانَ عَلَى تَأْوِيلٍ وَّاجْتِهَادٍ، وَعَلِيٌّ الْإِمَامُ، وَكُلُّهُمْ مِّنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَالشَّهَادَةِ، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ كَانُوا عَلٰى حَقٍّ فِي اجْتِهَادِهِمْ، وَكَذٰلِكَ مَا جَرٰى بَيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ وَّمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَدَلَّ عَلٰى تَأْوِيلٍ وَّاجْتِهَادٍ، وَكُلُّ الصَّحَابَةِ أَئِمَّةٌ مَّأْمُونُونَ غَيْرُ مُتَّهَمِينَ فِي الدِّينِ، وَقَدْ أَثْنَى اللهُ وَرَسُولُهُ عَلٰى جَمِيعِهِمْ، وَتَعَبَّدَنَا بِتَوْقِيرِهِمْ وَتَعْظِيمِهِمْ وَمُوَالَاتِهِمْ، وَالتَّبَرِّي مِنْ كُلِّ مَنْ يَنْقُصُ أَحَدًا مِّنْهُمْ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ. (الإبانة عن أصول الديانة، ص: 78)

"سیدنا علی، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ اجتہادی تھے۔ سیدنا علیؓ خلیفہ تھے اور سب صحابہ کرام مجتہد تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو جنت اور شہادت کی خوشخبری سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سب اپنے اجتہاد میں حق پر تھے۔ اسی طرح سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ بھی اجتہادی تھے۔ تمام صحابہ کرام بااعتماد اور باکردار ائمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سب کی تعریف کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی عزت و تعظیم کریں، ان سے محبت رکھیں اور جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے، اس سے براءت کا اعلان کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو چکا ہے۔"

امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (336-430ھ) فرماتے ہیں:

فَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِظْهَارُ مَا مَدَحَهُمُ اللهُ تَعَالٰى بِهٖ وَشَكَرَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ جَمِيلِ أَفْعَالِهِمْ وَجَمِيلِ سَوَابِقِهِمْ، وَأَن يَّغُضُّوا عَمَّا كَانَ مِنْهُمْ فِي حَالِ الْغَضَبِ وَالْإِغْفَالِ وَفَرَطٍ مِّنْهُمْ عِنْدَ اسْتِزْلَالِ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُمْ، وَنَأْخُذُ فِي ذِكْرِهِمْ بِمَا أَخْبَرَ اللهُ تَعَالٰى بِهٖ، فَقَالَ تَعَالٰى : {وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ} (الحشر 59 : 10) الْآيَةَ، فَإِنَّ الْهَفْوَةَ وَالزَّلَلَ وَالْغَضَبَ وَالْحِدَّةَ وَالْإِفْرَاطَ لَا يَخْلُو مِنْهُ أَحَدٌ، وَهُوَ لَهُم غَفُورٌ، وَلَا يُوجِبُ ذٰلِكَ الْبَرَاءَ مِنْهُمْ، وَلَا الْعَدَاوَةَ لَهُمْ، وَلٰكِنْ يُّحِبُّ عَلَى السَّابِقَةِ الْحَمِيدَةِ، وَيَتَوَلّٰى لِلْمَنْقَبَةِ الشَّرِيفَةِ.

"اصحابِ رسول کے بارے میں مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے اچھے افعال و کارناموں کی جو تعریفات کی ہیں، انہیں بیان کیا جائے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر ان سے

غصے، غفلت اور شدت میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان سے چشم پوشی کی جائے۔ اس سلسلے میں ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بناتے ہیں:

{وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ}(الحشر 59 : 10)

(جو لوگ ان کے بعد آئیں اور کہیں کہ اے ہمارے رب! تُو ہمیں بھی معاف فرمادے اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو بھی)۔

کیونکہ لغزش، غلطی، غصے، شدت اور کوتاہی سے کوئی بھی مبرا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی ایسی لغزشوں کو معاف فرمادیا ہے۔ صحابہ کرام کی ایسی بشری لغزشیں ان سے براءت اور عداوت کا باعث نہیں بن سکتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قابل ستائش سبقتِ اسلام کی بنا پر ان سے محبت رکھتا ہے اور عزت والے مرتبے کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتا ہے۔" (کتاب الإمامۃ والردّ علی الرافضۃ، ص: 341، 342)

شیخ الاسلام ابو عثمان، اسماعیل، صابونی (م: 449ھ) فرماتے ہیں:

وَيَرَوْنَ الْكَفَّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَطْهِيرَ الْأَلْسِنَةِ عَنْ ذِكْرِ مَا يَتَضَمَّنُ عَيْبًا لَّهُمْ وَنَقْصًا فِيهِمْ، وَيَرَوْنَ التَّرَحُّمَ عَلٰى جَمِيعِهِمْ، وَالْمُوَالَاةَ لِكَافَّتِهِمْ. (عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث، ص: 93)

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین اختلافات میں خاموشی اختیار کی جائے اور زبان کو ایسی باتوں سے پاک رکھا جائے جن سے صحابہ کرام کا کوئی عیب و نقص ظاہر ہوتا ہو، بلکہ ان سب کے لیے رحمت کی دُعا کی جائے اور ان سب سے محبت رکھی جائے۔"

علامہ محمد بن محمد غزالی (450-505ھ) فرماتے ہیں:

وَمَا جَرٰى بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ مَبْنِيًّا عَلَى الِاجْتِهَادِ، وَلَا مُنَازَعَةَ مِنْ مُّعَاوِيَةَ فِي الْإِمَامَةِ.

"سیدنا معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلافات اجتہاد پر مبنی تھے۔ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے امامت وخلافت کا کوئی تنازع نہیں تھا۔" (إحیاء علوم الدین: 1/115)

ابن حزم (384-456ھ) فرماتے ہیں:

فَبِهٰذَا قَطَعْنَا عَلٰى صَوَابِ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَصِحَّةِ أَمَانَتِهٖ، وَأَنَّهٗ صَاحِبُ الْحَقِّ، وَأَنَّ لَهٗ أَجْرَيْنِ، أَجْرُ الِاجْتِهَادِ، وَأَجْرُ الْإِصَابَةِ، وَقَطَعْنَا أَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ وَمَنْ مَّعَهٗ مُخْطِئُونَ، مُجْتَهِدُونَ، مَأْجُورُونَ أَجْرًا وَّاحِدًا۔

”ان دلائل کی رُو سے ہم یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا علیؓ درستی پر تھے، صاحب حق وامانت تھے اور ان کے لیے دو اجر ہیں، ایک اجتہاد کا اور دوسرا درستی کا۔ ہم یہ بھی یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھی غلطی پر تھے، لیکن مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد کا ایک اجر ملے گا۔“ (الفصل في الملل والأهواء والنحل : 4/161)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ، لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ، وَقَدْ عَفَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْمُخْطِئِ فِي الِاجْتِهَادِ، بَلْ ثَبَتَ أَنَّهٗ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَّاحِدًا، وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ۔ (فتح الباري: 13/34)

”اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی بنا پر کسی بھی صحابی پر طعن کرنا حرام ہے، اگرچہ کسی کو ان میں سے اہل حق کی پہچان ہو بھی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اجتہادی طور پر یہ لڑائیاں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے سے درگزر فرمایا ہے، بلکہ اسے ایک اجر ملنا بھی ثابت ہے اور جو شخص حق پر ہوگا، اسے دو اجر ملیں گے۔“

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (762-855ھ) فرماتے ہیں:

وَالْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ الْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، وَحُسْنُ الظَّنِّ بِهِمْ، وَالتَّأْوِيلُ لَهُمْ، وَأَنَّهُمْ مُّجْتَهِدُونَ مُتَأَوِّلُونَ، لَمْ يَقْصُدُوا مَعْصِيَةً وَّلَا مَحْضَ الدُّنْيَا، فَمِنْهُمُ الْمُخْطِئُ فِي اجْتِهَادِهٖ وَالْمُصِيبُ، وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ عَنِ الْمُجْتَهِدِ الْمُخْطِئِ فِي الْفُرُوعِ، وَضَعَّفَ أَجْرَ الْمُصِيبِ۔

"برحق نظریہ جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے، ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے، ان کے لیے تاویل کی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مجتہد تھے اور ان سب کے پیش نظر دلائل تھے، ان اختلافات میں سے کسی صحابی نے بھی کسی گناہ یا دنیاوی متاع کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اجتہاد میں بعض کو غلطی لگی اور بعض درستی کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی معاملات میں اجتہادی غلطی کرنے والے کو گناہ گار قرار نہیں دیا (بلکہ ایک اجر کا حق دار ٹھہرایا ہے)، جبکہ درستی کو پہنچنے والے کا اجر دوگنا کر دیا گیا ہے۔" (عمدۃ القاري: 1/212)

مخالفین علامہ بدرالدین عینی کا اجتہاد پر کوئی تحریر پیش کرتے پھرتے ہیں، مگر جناب اس قول پر بھی غور و غوض کر لیں شاید کوئی تطبیق آپ کو نظر آجائے۔

یہ چند حوالہ جات غور و فکر کے لیے پیش کیے گئے ہیں و گرنہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں 100 سے زائد علم عقائد کے اکابرین کی تصریحات موجود ہیں، اگر جناب فیضی صاحب کا کسی طرح کا اعتراض ہوا تو موصوف کی خدمت میں پیش کر دیں گئے۔

"رضی اللہ عنہ" کہنا کیسا!

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 21-20 پر لکھتے ہیں۔

استعمال کرنا درست نہیں۔ چنانچہ اہل حدیث عالم مولانا نذیر حسین محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''حضرت علی ﷛ کے مقابلہ میں جہاں امیر معاویہ کا تذکرہ ہو وہاں لفظ ''حضرت'' اور دعائیہ الفاظ کہنا درست نہیں، کیونکہ اُنہوں نے آخری خلیفۂ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے، لہٰذا اُن کو غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیے اور اس سے آگے بڑھ کر اُن کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے، اس سے زبان کو روکنا چاہیے''۔

(فتاوی نذیریہ ج۳ ص٤٤٦)

تبصرہ:

موصوف نے اپنی کتاب میں جہاں علمائے اہل سنت کو اپنے تنقید کا ہدف بنایا ہے وہاں غیر اہل سنت کی کتابوں سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے۔ علماء اہل سنت میں امام ابو بکر الباقلانی سے لے کر جناب علامہ محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کی ذات تک رکیک حملے کیے، اور غیر اہل سنت ابن حزم سے لے کر غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی تک کی

کتابوں سے دلائل پیش کیے۔ موصوف کو جو حوالہ اپنی پسند کا ملا وہ اچک لیا،اور راجح قول کو ترک کر دیا۔ تحقیق کے اصولوں میں ایک اہم اصول یہ بھی ہوتا ہے کہ دونوں طرف کے دلائل پیش کیے جائیں تاکہ حقائق منظر عام پر آسکیں۔ مگر اس اصول کو نظر انداز کر کے یکطرفہ متروک اور مرجوح وضعیف مرویات اور اقوال پیش کیے۔ جس کی حقیقت کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہو جائے گی۔

فتاوی نذیریہ سے جو الفاظ نقل کیے وہ غیر مقلد نذیر حسین دہلوی کے نہیں ہیں۔ بلکہ کسی غیر مقلد مولوی فصیح کے ہیں۔ جس ریسرچ اسکالر کو فتوے میں موجود سوال وجواب کی تمیز و پہچان نہیں کہ یہ الفاظ کس کے ہیں؟ جواب کہاں سے شروع ہو رہا ہے؟ اس کی تحقیق کیسی ہو گی اسی سے اندازہ لگالیں۔ اب دیکھیں نذیر حسین دہلوی نے تو حضرت معاویہ نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے کو فتاوی نذیریہ 450/3 پر مستحب لکھا ہے۔ جبکہ موصوف محقق نے نذیر حسین دہلوی کے حوالہ کو چھپالیا۔

صحیح بخاری میں جو کہ حدیث کی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب ہے آپ کا صحابی ہونا، اور بزبان ابن عباس عادل اور فقیہ ہونا ثابت ہو گیا، تو آپ ترضی اور ترحم کے مستحق ہوں گے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا بالاتفاق مستحب ہے، اور صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھی حضرت اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہنا مستحب ہے ممنوع نہیں ہے، کیونکہ آپس کی لڑائی سے صحابہ صحابیت کی بزرگی سے محروم نہیں ہو جاتے، ہاں رافضی کا مذہب اس کے خلاف ہے، البتہ امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں درجے کا بہت فرق ہونا بھی بعید نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کثیر الصحبت ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں بعد صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ اور تابعین بلور

موصوف محقق نے نذیر حسین دہلوی کے حوالہ کو چھپالیا ہے اور کسی دوسرے غیر مقلد کے حوالے کو درج کر دیا۔ جناب محقق نے اپنی پوری کتاب میں اسی طرح کا رویہ اختیار کیا ہے۔

کتاب ہذا کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

ابتدائیہ: سببِ تالیف اور چند اعتراضات کا تحقیق جائزہ

تقدیم: اصولی مباحث اور صحابہ کرام کی عظمت

باب اول: حضرت معاویہؓ کے بارے میں مرویات اوران پر اعتراضات کے جوابات اور تحقیقی جائزہ۔

اس باب کی پہلی حدیث کے بارے میں علامہ مخدوم محمد ابراھیم بن شیخ عبداللطیف بن مخدوم ہاشم ٹھٹھوی سندھی رحمہ اللہ کی کتاب "القول الرضی بتصحیح حدیث الترمذی فی فضل معاویۃ الصحابی" کا ترجمہ ،اس پر تعلیقات اور مزید اضافہ شامل ہیں۔

باب دوم: حضرت معاویہؓ کے بارے میں جناب فیضی صاحب کی کتاب میں پیش کردہ 30 اعتراضات کا علمی محاسبہ شامل ہے۔

اس کتاب کے لکھنے میں کوشش رہی ہے کہ کوئی بات بھی اصول سے ہٹ کر نہ کی جائے۔ کوئی غلطی یا خطا ہوئی ہو تو وہ قصداً یا عمداً نہ ہوگی۔ قارئین کرام کسی غلطی پر مطلع ہو تو ضرور آگاہ کریں تاکہ اس غلطی کی تصحیح اور اپنی اصلاح ہو سکے اور اس سے علانیہ رجوع کیا جا سکے۔

کتاب میں مسلکی تعصب سے ہٹ کر صرف اصول پر بات کی گئی ہے اگر راقم کی کسی بات یا تحریر سے کسی کو اختلاف ہو تو یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ کیونکہ کسی بھی تحریر سے اختلاف یا اتفاق کرنا قارئین کی صوابدید پر ہوتا ہے۔

میں جناب عبدالغفار میمن صاحب، جناب عامر ابراھیم صاحب، مولانا حافظ آصف قادری صاحب، جناب فرحان رفیق قادری صاحب، جناب ارسلان احمد اصمعی صاحب، محترم جناب زاہد نقش بندی صاحب اور ڈاکٹر علی بھٹہ صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے شائع کروانے میں دلچسپی ظاہر کی اور اس میں تعاون بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علامہ ظفر القادری بکھروی
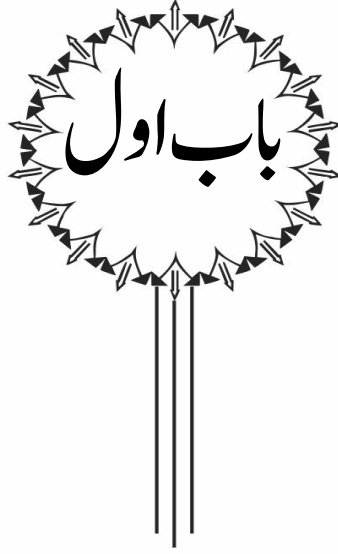
باب اول
فضائلِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
اور ان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

ابتدائیہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد کوئی بھی ان کے مقام و مرتبہ میں ان کا سہیم و شریک نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں خیر امۃ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ [آل عمران: 110]

تم سب سے بہتر امت ہو، جنہیں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ»

تم پورا کرتے ہو ستر امتوں کو، یعنی تم سترویں امت ہو، تم ان میں بہترین ہو اور ان سب سے مکرم و محترم ہو اللہ کے نزدیک۔ (سنن الترمذی: 3001)

یہ روایت ابن ماجہ، مسند احمد، دارمی، طبرانی اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے حسن صحیح کہا ہے۔ (فتح الباری، 8/225)

تمام امتوں سے بہتر!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أُعْطِيتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ " فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هُوَ قَالَ؟: " نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَسُمِّيتُ أَحْمَدَ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا، وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ"

مجھے ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مدد رعب سے کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، مٹی میرے لیے طہارت کا باعث بنائی گئی اور میری امت تمام امتوں سے بہتر قرار دی گئی ہے۔ (مسند احمد: 762)

حافظ ابن کثیر (تفسیر ابن کثیر: 1/520) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: 8/225) نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

قرآن مجید اور ان احادیث کا ظاہری مصداق آپ ﷺ کی پوری امت ہے، مگر اس کا اولین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں بلکہ بعض صحابہ اور تابعین نے بھی "خیر امت" سے مراد صحابہ کرام مراد لیے ہیں۔

امت کے بہترین لوگ!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ"۔

کہ میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔(صحیح البخاری: 3650)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے آپ ﷺ سے پوچھا:

"أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟" "اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سے لوگ بہتر ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا" :الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِيهِ "«اس زمانے کے لوگ بہتر ہیں جس میں میں ہوں۔(صحیح مسلم: 2536)

صحابہ کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین!

بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ... الخ

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام بندوں کے دلوں سے بہترین دل محمد ﷺ کا پایا تو اسے اللہ نے اپنے لیے چن لیا اور اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے

دل کو منتخب کرنے کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو ان کے صحابہ کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کا وزیر بنا دیا"۔ (مسند احمد: 3600)

امت کے سب سے زیادہ نیک دل!

امام ابو بکر الآجری رحمہ اللہ نے بسندِ حسن امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ كَانُوا أَبَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا , وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا , وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا , قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ , وَإِقَامَةِ دِينِهِ , فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ , فَإِنَّهُمْ كَانُوا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ ۔

وہ محمد ﷺ کے اصحاب تھے، وہ اس امت کے سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ کم تکلف کرنے والے تھے۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سرفراز کرنے اور اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب کیا۔ ان کے اخلاق و اطوار کو اختیار کرو۔ رب کعبہ کی قسم! وہ صراطِ مستقیم تھے۔(الشریعہ للآجری، رقم الحدیث: 1161)

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بالکل یہی رائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے جسے امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے(حلیۃ الاولیاء: 1/305)

اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے یہی رائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔(جامع بیان العلم: 2/97، شرح السنۃ للبغوی: 1/214)

علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں.

ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والاستغفار لهم...الخ (الشفاء: 2/41)

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ ﷺ سے حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی توقیر کی جائے اور ان سے حسن سلوک کا اظہار کیا جائے، ان کے حق کو سمجھا جائے، ان کی اقتداء کی جائے اور ان کی تعریف کی جائے اور ان کے لیے بخشش کی دعا کی جائے۔

اصحاب رسول کو برا کہنے والے کی عبادت قبول نہیں!

عَنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا، فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ,هذا حديث صحيح الأسناد ولم يخرجاه۔

ترجمہ: حضرت عویم بن ساعدہ رسول اللہ سے مروی ہیں کہ "بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے چن لیا، اور میرے لئے اصحاب کو چن لیا، پس ان میں بعض کو میرے وزیر اور میرے مددگار اور میرے سسرالی بنادیا، پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے، ان پر اللہ کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت، قیامت کے دن نہ ان کا کوئی فرض قبول ہوگا، اور نہ ہی نفل۔

قال الذهبي "صحيح" [مستدرك الحاكم: ۶۳۲/۳]

قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: الصَّرْفُ وَالْعَدْلُ: الْفَرِيضَةُ وَالنَّافِلَةُ.

[الشريعة للآجري، رقم الحديث 1973]

تخریج الحدیث:

1۔ السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة، رقم الحديث: 885

2۔ السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة، رقم الحديث: 1553

3۔ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، رقم الحديث: 1590(1772)

4) الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، رقم الحديث 1730(1946)

5۔ معجم الصحابة لابن قانع، رقم الحديث: 1285(1437)

6۔ الشريعة للآجري، رقم الحديث: 1972

7۔ الشريعة للآجري، رقم الحديث: 1973)

8۔ المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث: 467(456)

9۔ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 13809(349)

10۔ جزء ابن الغطریف، رقم الحدیث 37

11۔ المستدرك علی الصحیحین، رقم الحدیث: 6686(3: 629)

12۔ الجزء التاسع من الفوائد المنتقاة، رقم الحدیث: 27)

13۔ حدیث ابن السماك والخلدی، رقم الحدیث: 56)

14۔ أمالی ابن بشران، رقم الحدیث: 59)

15۔ حلیة الأولیاء لأبی نعیم، رقم الحدیث: 1399(1401)

16۔ معرفة الصحابة لأبی نعیم، رقم الحدیث: 4040(4440)

17۔ معرفة الصحابة لأبی نعیم، رقم الحدیث: 4863(5344)

18۔ المدخل إلی السنن الکبری للبیهقی، رقم الحدیث: 24(47)

19۔ تلخیص المتشابه فی الرسم، رقم الحدیث: 936(2: 631)

20۔ أربع مجالس للخطیب البغدادی، رقم الحدیث: 21)

21۔ مجلسان من أمالی نظام الملك، رقم الحدیث: 20)

22۔ الثانی والعشرون من المشیخة البغدادیة لأبی طاهر السلفی، رقم الحدیث: 55)

23۔ السابع والعشرون من المشیخة البغدادیة لأبی طاهر السلفی، رقم الحدیث: 14)

24۔ التبصرة لابن الجوزی، رقم الحدیث: 104)

25۔ التدوین فی أخبار قزوین للرافعی، رقم الحدیث: 1438

26۔ مشیخة أبی بکر بن أحمد المقدسی، رقم الحدیث: 69(70)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت!

قاضی عیاض رحمہ اللہ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ جو بصرہ کے کبار فقہاء وعباد میں شمار ہوتے ہیں، کا قول ذکر کیا ہے کہ

"وَمِن أَحسَن الثَّنَاء عَلَى أَصْحَاب مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّم فَقَد بَرِء مِن النِّفَاق وَمِن انْتَقَص أحَدًا منهم فَهُو مُبْتَدِع مُخَالِف لِلسُّنَّة وَالسَّلِف الصَّالِح وأخاف أن لَا يَصْعَد لَه عَمَل إِلَى السَّمَاء حَتَّى يُحِبَّهُم جَمِيعًا وَيَكُون قَلْبُه سَلِيمًا۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی تعریف کرتا ہے، وہ نفاق سے بری ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے، وہ بدعتی ہے، سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس کا کوئی عمل (قبولیت کے لیے) اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے اور اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض سے بچا ہوا نہ ہو۔(" الشفاء: 2/42)

صحابہ کی توقیر!

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَم يُؤمِن بِالرَّسُول من لَم يُوقِّر أَصْحَابَه

کہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی توقیر نہیں کرتا، اس کا آپ ﷺ پر ایمان ہی نہیں۔

(الشفاء: 2/44)

جن کی زبان درازیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں!

امام ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

إِنِّي أُحِبُ مَنْ أُحَبَّهُمُ اللهُ وَهُمُ الَّذِينَ يَسْلَمُ مِنْهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبْغِضُ مَنْ أَبْغَضَهُ اللهُ وَهُمْ أَصْحَابُ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ۔

میں ان سے محبت کرتا ہوں جن سے اللہ تعالی محبت کرتے ہیں اور وہ وہی ہیں جن کی زبان درازیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں اور میں ان سے بغض رکھتا ہوں جن سے اللہ بغض رکھتے ہیں اور وہ خرافی اور بدعتی ہیں۔(حلیۃ الاولیاء: 8/103، بسند صحیح)

اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا!

امام ابو حفص عمر بن سلیم رحمہ اللہ امام القدوۃ الربانی کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں، فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ رَجُلا ارْتَكَبَ كُلَّ خطيئةٍ مَا خَلا الشِّرْكَ بِاللَّهِ، وَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا سَلِيمَ الْقَلْبِ لأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ۔

اگر کوئی شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو اور دنیا سے جائے کہ اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پاک صاف ہو، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔

(الجزء الاول، الفوائد والاخبار والحکایات، رقم: 44، للامام ابی علی الحسن الھمزانی)

ان سے کہا گیا کہ اس کی کوئی دلیل ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اے میرے نبی ﷺ! کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، آپ ﷺ کی اتباع یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے۔ (کہ آپ ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے تھے) حضرت ابو سعید احمد بن محمد نیساپوری رحمہ اللہ جو اس قول کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں فارس میں تھا تو مجھ سے امام ابو حفص رحمہ اللہ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے ایک دن میں ان کا یہ قول ایک ہزار مرتبہ ذکر کیا اور لوگوں کو املاء کروایا۔

سب سے پختہ عمل!

امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ جو کبار اہل اللہ میں شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:

"أَوْثَقُ عَمَلِي فِي نَفْسِي حُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ **(الحلیة: 8/388)**

میرے نزدیک میرا سب سے پختہ عمل محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری کرتا ہے ان کی توبہ نہیں!

امام بشر حافی رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ يَقُولُ: نَظَرْتُ فِي هَذَا الْأَمْرِ، فَوَجَدْتُ لِجَمِيعِ النَّاسِ تَوْبَةً إِلا مَنْ تَنَاوَلَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَجَزَ عَنْهُمُ التَّوْبَةَ۔

میں نے دین کے معاملے میں غور کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تمام لوگوں کے لیے توبہ ہے مگر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری کرتا ہے ان کی توبہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ کی توفیق سلب کرلی ہے۔(المجالسة للدینوری: 6/397)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری اہل بدعت کا شعار ہے!

امام بشر حافی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے نقل کی ہے کہ :

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُولُ: بَلَغَنِي أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ حَجَزَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ، وَشَرُّ أَهْلِ الْبِدَعِ الْمُبْغِضُونَ لِأَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ، فَقَالَ لِيَ: اجْعَلْ أَوْثَقَ عَمَلِكَ عِنْدَ اللهِ حُبَّكَ أَصْحَابَ نَبِيِّهِ، فَإِنَّكَ لَوْ قَدِمْتَ الْمَوْقِفَ بِمِثْلِ قُرَابِ الْأَرْضِ ذُنُوبًا غَفَرَهَا اللهُ لَكَ، وَلَوْ جِئْتَ الْمَوْقِفَ وَفِي قَلْبِكَ مِقْيَاسُ ذَرَّةٍ بُغْضًا لَهُمْ لَمَا نَفَعَكَ مع ذلك عمل۔

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا اور سب سے بُری بدعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا ہے۔امام بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات کہہ کر امام فضیل رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا پختہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو بناؤ، اگر تو قیامت کے دن ریت کے ذرات کے برابر گناہ لے کر آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے گا لیکن اگر تیرے دل میں ذرہ بھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض ہوا تو تیرا کوئی عمل تجھے فائدہ نہیں دے گا۔" (المجالسۃ: 412/5)

دو خصلتیں!

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے بسندِ حسن امام ابو طاہر السلفی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا :

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أحمد بن سعيد المالكي، حدثنا أحمد بن الحسن ابن عبد الجبار، حدثنا عبد الصمد بن يزيد مَرْدَوَيه قال: سمعت الفضيل بن عياض يقول: قال ابن المبارك: ((خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتْ فِيه، الصِّدْقُ وحُبُّ أصحابِ محمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، فَأَرْجُو أَنْ ينجُوَ إِنْ سَلِم)).

ایمان و تسلیم کے بعد دو خصلتیں ہیں جس میں وہ پائی جائیں گی امید ہے وہ نجات پاجائے گا: ایک سچ وصدق اور دوسری محمد ﷺ کے صحابہ سے محبت۔(الطیوریات: 2/331)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت!

امام ابو بکر الآجری رحمہ اللہ نے یہی قول امام الفضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے واسطہ سے امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس قول کو حکایت کرنے سے پہلے خود امام الفضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

حُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُخْرٌ أَدَّخِرُهُ ثُمَّ قَالَ: رَحِمَ اللهُ مَنْ تَرَحَّمَ عَلَى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,وَإِنَّمَا يَحْسُنُ هَذَا كُلُّهُ بِحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا ذخیرہ جمع کر رہا ہوں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے رحم و کرم کی دعا کرتا ہے، اللہ اس پر رحم فرمائے، یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے درست ہے۔(کتاب الشریعۃ: 4/1688)

معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا!

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں امام سعید بن مسیب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قال ابن وھب عن مالك عن الزھری قال: سألت سعید بن المسیب عن أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لی: اسمع یا زھری، من مات محباً لأبی بکر وعمر وعثمان وعلی وشھد للعشرۃ بالجنۃ، وترحم علی معاویۃ کان حقاً علی الله أن لا یناقشه الحساب.

زہری! سنو، جو ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے محبت کرے، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی شہادت دے، معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کرے، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ اس سے حساب کتاب نہ لے۔ (البدایۃ: 8/139)

میرے صحابہ کو برا نہ کہو!

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ

میرے صحابہ کو برا نہ کہو تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے ایک مُد (425 گرام) صدقہ کیے ہوئے بلکہ اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(صحیح البخاری: 3673، مسلم: 6541)

بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام البر قانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک روایت میں " أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا كُلَّ يومٍ " کے الفاظ نقل کیے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے (425 گرام) یا اس سے نصف خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔
(فتح الباری: 7/34)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خرچ کی ہوئی ہر چیز یہاں مراد ہے وہ جو ہوں، کھجوریں ہوں یا کھانے کی کوئی اور چیز ہو۔

روایت کا سببِ بیان!

صحیح مسلم وغیرہ میں اس روایت کے سببِ بیان کا ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی الہ عنہ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مابین تلخی پیدا ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناگوار الفاظ نکل گئے، اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، الخ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنہیں سیف من سیوف اللہ، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کا لقب سرورِ دو عالم ﷺ کی زبانِ اقدس سے ملا، جب وہ بھی اپنی تمام تر خدمات کے باوجود حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (جو سابقین اولین میں سے ہیں) کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں سخت سست کہنے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا تو کسی غیر کا کسی صحابی رضی اللہ عنہم کو سب و شتم یا ان کے بارے میں ناگفتنی باتیں کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر صحابی میرے صحابہ کو گالی نہ دے!

صحیح مسلم کی اس تفصیلی راویت سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ صحابی تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہیں، یا "سبّ" کی یہ ممانعت بعد کے صحابہ کو سابقین اولین کے بارے میں ہے،

علامہ سخاوی کی تحقیق!

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تصور مردود ہے

بِأَنَّ نَهْيَ الصَّحَابِيِّ عَنْ سَبِّ آخَرَ لَا يَسْتَلْزِمُ أَنْ لَا يَكُونَ الْمَنْهِيُّ عَنِ السَّبِّ غَيْرَ صَحَابِيٍّ، فَالْمَعْنَى: لَا يَسُبَّ غَيْرُ أَصْحَابِي أَصْحَابِي، وَلَا يَسُبَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

صحابی کو دوسرے صحابی کے بارے میں سبّ کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر صحابہ کو اس کی ممانعت نہیں، اس لیے حدیث کے معنی یہ ہیں کہ غیر صحابہ میرے صحابہ کو گالی نہ دے اور نہ ہی کوئی صحابہ کسی دوسرے صحابی کو گالی دے۔ ("فتح المغیث: 4/21،22)

شکررنجی دین میں نقصان کا باعث نہیں!

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے طارق بن شہاب سے نقل کیا ہے کہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: نا شُعْبَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ قَالَ: وَكَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَيْنِ سَعْدٍ كَلَامٌ، وَقَالَ: فَتَنَاوَلَ رَجُلٌ خَالِدًا قَالَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ عِنْدَ سَعْدٍ. قَالَ: فَقَالَ: سَعْدٌ «إِنَّ مَا بَيْنَنَا لَمْ يَبْلُغْ دِينَنَا».

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مابین باتوں باتوں میں تکرار ہوئی تو ایک شخص حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں (ان کی حمایت میں) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا باتیں کرنے لگا جس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ ہمارے مابین ہے وہ ہمارے دین کو نہیں پہنچ سکتا۔

(فضائل الصحابة 751/2 2، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء 941/1)

گویا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں کرنے والے کو خبردار کیا کہ یہ ہماری باہمی بھائیوں کی تو تکار ہے، ہماری ایسی شکررنجی ہمارے دین میں نقصان کا باعث نہیں، اس لیے ہماری آپس کی باتوں میں تمہیں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے، تمہاری ایسی جسارت تمہارے لیے نقصان کا سبب ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع!

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ

أخبرنا الحسين بن أحمد بن طلحة، أخبرنا أبو عمر بن مهدي، حدثنا محمد بن أحمد بن يعقوب، حدثنا جدي يعقوب بن شيبة. حدثنا محمد بن سعيد القزويني أبو سعيد، حدثنا أبو خيثمة زهير بن معاوية الجعفي، عن الأسود- يعني ابن قيس- عن نبيح- يعني العنزي- عن أبي سعيد الخدريّ، قال: كنا عنده وهو متّكئ، فذكرنا عليا ومعاوية، فتناول رجل معاوية، فاستوى أبو سعيد الخدريّ جالسا، ثم قال: كنا ننزل رفاقا مع رسول الله صلّى الله عليه وسلم، فكنّا في رفقة فيها أبو بكر، فنزلنا على أهل أبيات،

وفيهم امرأة حبلى، ومعنا رجل من أهل البادية، فقال للمرأة الحامل: أيسرّك أن تلدى غلاما؟ قالت: نعم. قال: إن أعطيتنى شاة ولدت غلاما.
فأعطته. فسجع لها أسجاعا، ثم عمد إلى الشاة فذبحها وطبخها، وجلسنا نأكل منها، ومعنا أبو بكر، فلما علم بالقصة قام فتقيّأ كل شيء أكل. قال: ثم رأيت ذلك البدويّ أتى به عمر بن الخطاب وقد هجا الأنصار، فقال لهم عمر: لولا أن له صحبة من رسول الله صلّى الله عليه وسلم ما أدرى ما نال فيها [لكفيتكموه] ولكن له صحبة من رسول الله صلّى الله عليه وسلم. لفظ علىّ بن الجعد: ورجال هذا الحديث ثقات، وقد توقف عمر رضى الله عنه عن معاتبته فضلا عن معاقبته. لكونه علم أنه لقى النبى صلّى الله عليه وسلم. وفى ذلك أبين شاهد على أنهم كانوا يعتقدون أنّ شأن الصحبة لا يعدله شيء.
ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے لگا تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: ایک اعرابی صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں انصار صحابہ کی ہجو کی تو انہوں نے فرمایا: اسے رسول اللہ ﷺ سے شرفِ صحبت حاصل ہے، اگر یہ شرف اسے حاصل نہ ہوتا تو میں تمہاری (انصار کی) طرف سے دفاع میں اس کے لیے کافی ہوتا۔(الإصابة فى تمييز الصحابة 164/1، تاریخ دمشق 205/59)

صرف صحابی ہونے کے ناطے در گزر فرمایا!

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے صرف صحابی ہونے کے ناطے در گزر فرمایا۔
ورنہ وہ اسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کی سزا دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے پس منظر میں سنا کر خبردار فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی جسارت بہر نوع باعثِ مذمت اور مستوجب سزا ہے۔

صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا!

اسی طرح سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ، جو عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں، نے فرمایا'' :

لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ، وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ

صحابہ میں سے کسی ایک صحابی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا، جس میں اس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا ہو، تمہارے زندگی بھر کے اعمال سے افضل ہے اگر عمر نوح علیہ السلام بھی دے دی جائے۔(سنن ابی داؤد: 4/344، مسند امام احمد: 1/187، زوائد فضائل الصحابۃ: 1/149)

صحابہ جیسا کسی کو بھی تصور نہیں کرتے!

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ، انہوں نے فرمایا :

"مُعَاوِيَةُ أَفْضَلُ، لَسْنَا نَقِيسُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں، ہم صحابہ جیسا کسی کو بھی تصور نہیں کرتے۔

(السنۃ للخلال، ص: 434،435،477)

عمر بن عبد العزیز کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنا!

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہے تو انہوں نے فرمایا:

"لا تجالسه، ولا تؤاكله ولا تشاربه، وإذا مرض فلا تعُده

نہ اس کے ساتھ بیٹھو، نہ اس سے مل کر کھاؤ پیو اور جب بیمار پڑ جائے تو اس کی بیمار پرسی نہ کرو۔

(الذیل علی طبقات الحنابلۃ لابن رجب: 1/133)

معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی غبار!

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کا شمار کبار محدثین وفقہاء میں ہوتا ہے، فرماتے ہیں :

"واللہ إن الغبار الذی دخل فی أنف فرس معاویة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم أفضل من عمر بألف مرة، صلی معاویة خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: سمع الله لمن حمده، فقال معاویة رضی الله عنه: ربنا لك الحمد، فما بعد هذا الشرف الأعظم۔

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی معیت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی غبار عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ہزار درجہ افضل ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ، فرمایا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربنا لک الحمد، کہا، اس کے بعد اور بڑا فضل وشرف کیا ہوگا۔

(الشریعة: 5/2466، منہاج السنة: 3/183، البدایة: 1/139، تطہیر الجنان، ص: 10،11)

صحابہ کے مقابلے میں کسی کو قیاس نہ کیا جائے!

امام معافی بن عمران رحمہ اللہ جن کا لقب یاقوت العلماء تھا، ان سے کسی نے پوچھا: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین کیا فرق ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ :

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شَهْرَيَارَ قَالَ: حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمَوْصِلِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا ، يَسْأَلُ الْمُعَافَى بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ: يَا أَبَا مَسْعُودٍ ، أَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ؟ . فَرَأَيْتُهُ غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ: لَا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ ، مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَاتِبُهُ وَصَاحِبُهُ وَصِهْرُهُ وَأَمِينُهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعُوا لِي أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»

میں نے انہیں دیکھا وہ شدید غضبناک ہوئے اور فرمایا: محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے مقابلے میں کسی کو قیاس نہ کیا جائے، معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کاتب، آپ ﷺ کے صحابی، آپ ﷺ کے قرابت دار اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر آپ ﷺ کے امین تھے۔

(الشریعة: 2466/5، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 1531/8، تاریخ بغداد: 1/209، تاریخ دمشق: 59/208، البدایة: 8/139)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز!

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں خود سن رہا تھا امام معافی بن عمران رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ؟ انہوں نے فرمایا:

كان معاوية أفضل من ستمائة مثل عمر بن عبد العزيز۔ (السنة للخلال، ص: 345)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے چھ سو بزرگوں سے بھی افضل تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جن کی خلافت کو بعض علماء نے خلافتِ راشدہ سے ملایا ہے کہ ان کے دور میں اسلامی قوانین کی تنفیذ، شعائرِ اسلام کی پاسداری خلافت راشدہ ہی کے مطابق ہوئی، ان کا ورع و تقویٰ، ان کا زہد واخلاص لوگوں کے لیے نمونہ تھا، اسی تناظر میں اپنے اپنے دور میں لوگوں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام احمد، امام معافی بن عمران رحمہم اللہ وغیرہ کے سامنے ان کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین فرق کے بارے میں سوال اٹھایا تو انہوں نے بیک انداز جو جواب دیا، وہ آپ کے سامنے ہے کہ کسی بڑے سے بڑے جلیل القدر تابعی کا عمل بھی کسی صحابہ کے عمل کو نہیں پہنچ سکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے در گزر کرنے کا حکم!

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے تمام تر فضائل و مراتب کے باوصف معصوم نہ تھے۔ ان سے خطائیں رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی ہوئیں بلکہ بسا اوقات بڑی سنگین ہوئیں مگر اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے در گزر فرمایا اور ان کے بارے میں معافی کا اعلان بھی فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو معافی دینے کا حکم فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (سورۃ آل عمران: 159)

"پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناوہ تیرے پاس سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے در گزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دُعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔"

یہ آیت کریمہ غزوہ احد کے پسِ منظر میں نازل ہوئی تھی.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زلّات باوجود ان کا احترام واجب ہے!

رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں ان کی خطاؤں کے باوجود خود ان سے در گزر کیا بلکہ اپنے امتیوں کو یہ حکم فرمایا" :دَعُوا لِي أَصْحَابِي لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي۔ (البزار: 3/294، رقم: 2779 کشف الاستار)

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔

وعن أنس قال: ذكر مالك بن الدخشن عند النبي صلى الله عليه وسلم فوقعوا فيه يقال له: رأس المنافقين فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "دعوا أصحابي لا تسبوا أصحابي"

میری خاطر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے در گزر کرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برامت کہو۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجالہ رجال الصحیح اس حدیث کے سب راوی بخاری کے ہیں۔

رواه البزار ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد- الهيثمي 749/9)

جناب قاری فیضی صاحب نے اس حدیث کو خاص صحابہ اور مہاجرین والاولین کے بارے میں اطلاق کرنے کا دعوی کیا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ان کے تمام دلائل اور اسکے جواب ہمیں معلوم ہیں، مگر کیونکہ جناب اس پر الگ سے کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے اس کا جواب الگ کتاب کی ہی صورت میں دیا جائے گا۔ انشاءاللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو!

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ اللّٰهَ عزوجل أَمَرَنَا بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُمْ سَيَقْتَتِلُونَ"

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ عنقریب وہ قتل و قتال میں مبتلا ہوں گے، ہمیں ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا ہے۔

(زوائد فضائل الصحابة: 1/79، 2/1152، اصول اعتقاد اهل السنة: 1245۔1250، 7/1250،

الشريعة: 5/2492، منهاج السنة: 1/154، الصارم المسلول: 3/1072)

بالکل یہی بات امام ضحاک رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔(فتح المغیث للسخاوی: 3/274)

ان کے بارے میں استغفار کا حکم!

امام بیہقی فرماتے ہیں۔

وَأَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الْفَقِيهُ, أنا أَبُو بَكْرٍ الْقَطَّانُ, ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ, ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ, ثنا سُفْيَانُ, عَنْ جُوَيْبِرٍ, عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ, قَالَ: أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ - يَعْنِي لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُمْ سَيُحْدِثُونَ مَا أَحْدَثُوا۔

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ عنقریب وہ قتل و قتال میں مبتلا ہوں گے، ہمیں ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا ہے۔**(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد 323/1)**

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں درگزر کرنے اور ان کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کا حکم فرمایا ہے اور ان کے بارے میں بدزبانی و بدکلامی کرنے سے منع کیا ہے بلکہ ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کے بارے میں استغفار کریں۔

صحابہ کرام معصوم نہیں مغفور ہیں!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ان سے خطاؤں کا ارتکاب رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ہوا، احادیث مبارکہ میں بھی بعض صحابہ کرام کی خطاؤں کا تذکرہ موجود ہے مگر اس کے باوجود بالآخر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحسین کی.

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو سابقین اولین کے بعد یقیناً

(وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ[التوبة]) کا مصداق ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے، فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

اس غزوہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بالآخر فرمایا ہے:

ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ[التوبة: 26]

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی۔

ظاہر ہے کہ اس سکینت کے مستحق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، غزوہ حنین سے واپسی پر جعرانہ سے رسول ﷺ نے عمرہ کے لئے احرام باندھا، مروہ پر آپ نے بال کٹوائے تو یہ بال کاٹنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح البخاری: 1730، ومنہاج السنہ: 2/217، فتح الباری: 3/565،566)

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں بھی شریک ہوئے اور اس غزوہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ[التوبة: 117]

بے شک اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، نبی کو اور مہاجرین وانصار کو جنہوں نے سخت وقت میں نبی کا ساتھ دیا۔

سیدنا معاویہ پر طعن!

بعض لوگ سیدنا معاویہ پر طعن کرتے ہیں، حالانکہ صحابہ کرام کو بُرا کہنے والا خود بُرا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِی۔ ''میرے کسی صحابی کو بُرا بھلا نہ کہو۔('' صحیح مسلم: 2541)

امام حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان!

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔

أبو طاهر الحافظ أنا جعفر بن أحمد القارء أنا أبو عبد الله الحسين بن عمر بن محمد بن أحمد العلاف المقرء أنا أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن شاهين المروزذی نا الحسين بن أحمد بن بسطام عن محمد بن عبد الله بن أبي الشوارب نا بشر ابن المفضل عن أبي الأشهب قال قيل للحسن يا أبا سعيد إن ها هنا قوما يشتمون أو يلعنون معاوية وابن الزبير فقال على أولئك الذين يلعنون لعنة الله فقال عَلٰى أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَلْعَنُونَ، لَعْنَةُ اللّٰهِ

۔ عظیم تابعی، امام حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ سیدنا معاویہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: ''ان پر لعنت کرنے والے اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔'' (تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/206، وسندہٗ صحیحٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سزا!

ابن عساکر اپنی کتاب تاریخ دمشق میں ایک رویات نقل کرتے ہیں۔

أخبرتنا أم البهاء فاطمة بنت محمد قالت أنا أبو الفضل الرازی أنا جعفر بن عبد الله نا محمد بن هارون نا أبو كريب نا ابن المبارك عن محمد بن مسلم عن إبراهيم بن ميسرة قال مَا رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ ضَرَبَ إِنْسَانًا قَطُّ، إِلَّا إِنْسَانًا شَتَمَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ ضَرَبَهُ أَسْوَاطًا۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں: ''میں نے امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کبھی کسی انسان کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا، انہوں نے صرف اس شخص کو کوڑے مارے جس نے سیدنا معاویہ کو بُرا بھلا کہا تھا۔ ('' تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/211، وسندہٗ حسنٌ)

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ!

عباسی حکمران، القائم بامر اللہ، ابو جعفر ابن القادر ہاشمی نے 430ھ میں ''الاعتقاد القادری'' کے نام سے مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ شائع کیا، جس کا مخالف باتفاقِ اہل علم فاسق قرار پایا۔

اس عقیدہ میں یہ بات بھی مندرج ہے:

وَلَا يَقُولُ فِي مُعَاوِيَةَ إِلَّا خَيْرًا، وَلَا يَدْخُلُ فِي شَيْئٍ شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَيَتَرَحَّمُ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ.

''مسلمان سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اچھی بات کرے اور صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے، ان میں دخل نہ دے، بلکہ ان سب کے لیے رحمت کی دُعا کرے۔''

(الاعتقاد القادريّ، المندرج في المنتظم لابن الجوزي: 15/281، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل کا فتویٰ!

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: رضی اللہ عنہ

وقال ابن هانیء: وسئل (يعني أبا عبد الله أحمد بن حنبل) عن الذي يشتم معاوية أيصلى خلفه؟ قال: لا يصلى خلفه ولا كرامة. (سؤالاته 296).

ابن هانيء: نے کہا میں نے احمد سے پوچھا کیا اس کے پیچھے نماز پڑھ لوں جو معاویہ کو گالی دے ؟ کہا اس کے پیچھے نماز مت پڑھو نہ عزت کر.

صحابہ کرام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے اکابرین کے چند حوالہ جات پیش کیے گئے تاکہ مسئلہ کو سمجھنے میں قارئین کرام کو آسانی ہو۔

تقدیم

انبیاء کرام کے بعد امت میں افضل ترین شخصیات وہ ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کے صحبت ملی۔ مگر چند لوگ اہل سنت کا لبادہ اُوڑھ کر ان شخصیات کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ اور چند شاذ اقوال کو نقل کر کے یہ باور کرانے کی کوشش میں رہتے ہیں کہ ان کی پیش کردہ تحقیق ہی راجح ہے، مگر حقیقت اس کے بر عکس ہے۔

کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائلِ خاص کے انکار کرنے کے لیے محدث اسحق بن راھویہ کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرفِ کتابت وحی کا انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ قارئین کرام کے لیے ان دونوں اعتراضات کی تحقیق پیش خدمت ہے تاکہ حقیقت واضح ہو سکے۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث ثابت نہیں؟

جناب فیضی صاحب نے چند حوالہ جات پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں ہے۔ مگر تحقیق کے میدان میں اس حوالہ کی کوئی حیثیت نہیں اور زور زبردستی سے اس حوالہ کو ثابت کرنا کوئی مناسب عمل بھی نہیں۔

محدث اسحق بن راھویہ کے قول کی تحقیق!

محدث اسحاق بن ابراھیم الحنظلی نے کہا: نبی کریم ﷺ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح روایت مرفوع نہیں ہے۔

ابن الجوزی نے اس کی مکمل سند بیان کی ہے۔

أنبأنا زاهر بن طاهر أنبأنا أحمد بن الحسن البيهقي حدثنا أبو عبد الله الحاكم قال سمعت أبا العباس محمد بن يعقوب بن يوسف يقول سمعت أبي يقول سمعت إسحاق بن إبراهيم

الحنظلی یقول: لا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی فضل معاویة بن أبی سفیان شیٔ۔

الموضوعات (24/2) السیر للذہبی (132/3) والفوائد المجموعة للشوکانی (ص 407)

،روی ابن عساکر (106/59) وابن الجوزی فی الموضوعات(24/2)

جواب:

مذکورہ اعتراضات کے جوابات ملاحظہ کریں۔

اول:

امام اسحق بن راھویہ کے اس قول کی سند ثابت نہیں۔کیونکہ محدث ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم کے والد یعقوب بن الفضل کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں۔

محدث خطیب بغدادی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

یعقوب بن یوسف بْن معقل، أَبُو الفضل النیسابوری:قدم بَغْدَادوحدث بِہا عَن إسحاق بْن راھویہ.روی عنہ محمد بن مخلد۔(تأریخ بغداد وذیولہ287/14،رقم7582)

مگر اس قول میں کوئی توثیق کا لفظ موجود نہیں ہے۔اس لیے توثیق کے بغیر قول پیش کرنا علمی کاوش نہیں۔دیگر محدثین کی توثیق یا تعریف کے بغیر محدث یا حافظ کے الفاظ عدالت کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں۔

دوم:

اگرچہ امام حاکم پر رافضی کی جرح سے اکثر محدثین کرام متفق نہیں بلکہ حقائق بھی اس کے برعکس ہیں مگر امام حاکم کو علامہ ذہبی نے شیعہ لکھاہے۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب (تذکرۃ الحفاظ 3/ 608) پر لکھتے ہیں:

ھو شیعی لا رافضی۔یعنی امام حاکم رافضی نہیں بلکہ شیعہ ہیں۔

اس حوالہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ اصول اہل سنت و محدثین کرام کے تحت شیعہ راوی کی مذہب کے تائید میں جب حدیث قبول نہیں کی جاتی تو پھر کسی محدث سے منسوب قول کیسے مان لیا جائے؟اہل علم کو اس نکتہ پر دعوت تحقیق ہے۔

امام حاکم کے تشیع کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَحْمَدَ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ مَعَالِي، أنا ابْنُ خَلِيلٍ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، سَمَاعًا، أنا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ، كِتَابَةً، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمُ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ، رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ.

كَذَا قَالَ شَيْخُ الإِسْلامِ الأَنْصَارِيُّ، وَلَمْ يُصِبْ، فَإِنَّ الْحَاكِمَ لَيْسَ بِرَافِضِيٍّ، بَلْ هُوَ شِيعِيٌّ مُعَظِّمٌ لِلشَّيْخَيْنِ بِيَقِينٍ وَلِذِي النُّورَيْنِ، وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأُوذِيَ.

(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی 281/1)

علامہ ذہبی شیخ الاسلام الانصاری کی امام حاکم کی جرح رافضی خبیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم رافضی نہیں بلکہ وہ شیعہ ہیں جو شیخین کریمین کی تعظیم کرتے ہیں مگر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کرتے تھے۔اب علامہ ذہبی کا کلام ملاحظہ کریں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ کے ذکر خیر نہ کرنے والوں کے بارے میں غالی شیعیت کا اطلاق ہے۔

علامہ ذہبی کی تحقیق!

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قُلْتُ: هَذَا التَّشَيُّعُ الَّذِي لاَ مَحْذُوْرَ فِيْهِ - إِنْ شَاءَ اللهُ - إِلاَّ مِنْ قَبِيْلِ الكَلاَمِ فِيْمَنْ حَارَبَ عَلِيّاً - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - مِنَ الصَّحَابَةِ، فَإِنَّهُ قَبِيْحٌ يُؤَدَّبُ فَاعِلُهُ، وَلاَ نَذْكُرُ أَحَداً مِنَ الصَّحَابَةِ إِلاَّ بِخَيْرٍ. (سیر أعلام النبلاء 209/8)

یہ وہ تشیع ہے جس میں کوئی حرج نہیں،انشاءاللہ۔ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام پر کا تشیع،بے شک یہ برا ہے۔اور ہم سب صحابہ کا ذکر خیر سے ہی کریں گے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی کرنے والے صحابہ کرام کو اچھے اور احسن طریقہ سے یاد نہ کرنے والوں پر غالی شیعیت کا اطلاق بھی کیا ہے۔
اور علامہ ذہبی نے معجم الشیوخ الکبیر 281/1 پر امام حاکم کو حضرت معاویہ کے بارے میں برا کلام کرنے والا لکھا ہے۔
ان دونوں حوالہ جات سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ علامہ ذہبی کے نزدیک بھی امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ کے بارے میں کلام کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ کے خلاف غلط بات کرنا غالی شیعیت ہے۔
علامہ ذہبی کی تحقیق کے مطابق امام حاکم شیعہ راوی تھے، قارئین کرام انصاف سے نتیجہ اخذ کریں کہ شیعہ راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف محدث اسحق بن راھویہ کا قول نقل کرنا قابل قبول ہو سکتا ہے؟

سوم:

بالفرض اس قول کو مان بھی لیا جائے تو ایک بات طالبعلم کو بھی معلوم ہے کہ اصول حدیث اور اصول اسماء الرجال میں یہ بات مسلمہ ہے کہ اگر کسی روایت کی سند کو کوئی ایک محدث موضوع یا ضعیف کہہ دے تو اس سے یہ لازم نہیں ہوتا ہے کہ اس محدث کے نزدیک تمام اسانید ضعیف ہیں۔اور کسی ایک محدث کا روایت کو ضعیف قرار دینا اس بات کو مستلزم نہیں کہ دوسرے محدثین کرام کے نزدیک بھی وہ روایت ضعیف ہو گی۔

اسحق بن راھویہ کے قول میں حسن حدیث کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان کے قول سے حدیث موقوف کی نفی بھی ثابت نہیں ہوتی، جبکہ حدیث موقوف بھی حدیث کی ایک قسم ہے۔
اس لیے جو لوگ اس قول کو بیان کر کے استدلال کرنے کی فضول کوشش کرتے ہیں، اصول کی کتابوں کا مطالعہ بھی کر لیں۔

چہارم:

محدث اسحق بن راھویہ کے اس قول کو محدث ابن عساکر نے رد کیا ہے اور لکھتے ہیں۔

"وأصحُّ ما رُوي في فضل معاوية حديثُ أبي حمزة عن ابن عباس أنه كاتِبُ النبيِّ [صلى الله عليه وسلم]، فقد أخرجه مسلم في صحيحه، وبعدَه حديثُ العِرباض: اللهم علّمه الكتاب، وبعده حديث ابن أبي عَمِيرة: اللهم اجعله هاديا مهديّا".

اور صحیح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ہونے کے بارے میں صحیح مسلم میں موجود ہے۔اس کے بعد حدیث حضرت العرباض رضی اللہ عنہ:اللهم علّمه الكتاب، اور اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی حدیث اللهم اجعله هاديا مهديّا"۔(تاریخ دمشق 106/59)

بالفرض محدث اسحق بن راھویہ کا قول مان بھی لیا جائے تو یہ محدث اسحق بن راھویہ کے اپنے تتبع سے فیصلہ ہے کہ انہیں صحیح حدیث نہیں ملی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حدیث صحیح موجود ہی نہیں ہے۔اس بات کا اشارہ محدث ابن عساکر نے بھی کیا ہے۔اور یہ ہی بات علامہ طاہر فتنی نے بھی تذکرہ موضوعات میں بھی کی ہے۔

پنجم:

محدث اسحق بن راھویہ کے قول میں حدیث مرفوع کا فضائل میں نہ ہونے کا ذکر ہے۔مگر محققین پر یہ بات واضح و آشکار ہے کہ حدیثِ موقوف بھی ماخذ اور قابل استدلال ہوتی ہے۔جبکہ اس قول میں حدیثِ موقوف کا انکار نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدث اسحاق بن راھویہ کا قول ثابت نہیں اور اسے استدلال کرنا بھی علمی میدان میں کسی حیثیت کا حامل نہیں۔اور کسی غیر ثابت قول کو متعدد کتابوں یا علماء کے حوالہ سے بیان کرنا اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبِ وحی!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جناب فیضی صاحب نے اپنی کتب میں کاتب وحی ہونے پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے اور صرف کاتب خطوط کا ثابت ہو نامانا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب شرح خصائص علی میں چند عصر حاضر کے محققین کے اقوال پیش کیے ہیں۔

قارئین کرام کے سامنے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں جس کے بعد وہ نتیجہ خود اخذ کر سکتے ہیں کہ حق کیا ہے ؟اور دلائل کس کے موقف کو ثابت کرتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان امام بیہقی (متوفی 458ھ) نے نقل کیا ہے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ :

"أخبرناه أبو عبدالله الحافظ: حدثنا علي بن حمشاد : حدثنا هشام بن علي: حدثنا موسی بن إسماعيل: حدثنا أبو عوانة عن أبي حمزة قال: سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: كنت ألعب مع الغلمان فإذا رسول الله ﷺ قد جاء فقلت: ما جاء إلا إلي فاختبات على باب فجاء فحطأني حطأة قال: اذهب فادع لي معاوية، وكان يكتب الوحي" إلخ۔

(دلائل النبوة ج٦ ص٢٤٣)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔اس روایت "وکان یکتب الوحی "اور آپ (سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وحی لکھتے تھے، سے امیر معاویہؓ کا کاتبِ وحی ہوناثابت ہے۔

اور اس (قول) کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں،

قد صح عن ابن عباس۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے صحیح ہے۔

(دلائل النبوة،،،،،باب ما جاء في دعائه،،،،، ج6ص 243،تاریخ الاسلام حرف المیم معاویہ بن ابی سفیان ج4ص 309)

مذکورہ روایت کے علاوہ جمہور محدثین کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی تسلیم کیا ہے۔اس لیے ان دلائل کو نہ ماننا ہٹ دھرمی کے سواء کیا ہو سکتا ہے۔

تبع تابعی، شیخ الاسلام، مُعَافٰی بن عمران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُعَاوِيَةُ، صَاحِبُهُ، وَصِهْرُهُ، وَكَاتِبُهُ، وَأَمِينُهُ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ۔

''سیدنا معاویہ ،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی،آپ کے سالے،آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی کے سلسلے میں آپ کے امین تھے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: 1/209،تاریخ ابن عساکر: 59/208،البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 8/148،وسندہٗ صحیحٌ)

1 -حافظ ابو بکر محمد بن حسین آجری بغدادی(متوفی 360ھ) فرماتے ہیں۔

معاویۃ رحمہ اللہ کاتب رسول اللہ ﷺ علی وحی اللہ عزوجل وھو القرآن بأمر اللہ عزوجل،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب سیدنا امیر معاویہ پر اللہ رحم فرمائے آپ اللہ کے حکم سے وحی الہی؛قرآن پاک لکھا کرتے تھے،۔**(الشریعہ کتابت فضائل معاویۃ ج5ص 2431)**

2 -حافظ الکبیر امام ابو بکر احمد بن حسین خراسانی بیہقی(متوفی 458ھ) فرماتے ہیں۔

و کان یکتب الوحی۔ سیدنا امیر معاویہ کاتب وحی تھے۔**(دلائل النبوۃ ج6ص 243)**

3 -امام شمس الائمہ ابو بکر محمد بن سرخسی حنفی(متوفی 483ھ) فرماتے ہیں۔

و کان کاتب الوحی۔(المبسوط کتاب الاکراہ ج24ص 47)

4-امام قاضی ابوالحسین محمد بن محمد حنبلی(ابن ابی یعلی) (متوفی 526ھ) فرماتے ہیں۔

(معاویۃ) کاتب وحی رب العلمین

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ تمام جہانوں کے رب کی وحی کے کاتب تھے۔

(الاعتقاد۔ الاعتقاد فی الصحابۃ ص43)

5-امام حافظ ابو قاسم اسماعیل بن محمد قرشی طلیحی(قوام السنۃ) (متوفی 535)فرماتے ہیں۔

معاویة کاتب الوحی۔(الحجة فی بیان المحجة ج2ص570رقم566)

6-علامہ ابوالحسن علی بن بسام الشنترینی اندلسی (متوفی542ھ) فرماتے ہیں۔

معاویة بن ابی سفیان کاتب الوحی۔(الذخیرة فی محاسن اهل الجزیرة ج1ص110)

7-حافظ ابوعبداللہ حسین بن ابراھیم جوزقانی (متوفی543ھ) فرماتے ہیں،

(معاویة) کاتب الوحی

(الاباطیل و المناکیر و الصحاح و المشاهیر باب فی فضائل معاویة ص116رقم191)

8-علامہ ابوالفتوح محمد بن محمد طائی ہمذانی (متوفی555ھ) فرماتے ہیں۔

معاویة کاتب وحی رسول رب العلمین و معدن الحلم والحکم

سیدناامیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ رسول رب العلمین کے کاتب وحی اور حلم ودانائی کے کان تھے۔

(کتاب الاربعین فی ارشاد السائرین ص174)

9-امام حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ شافعی (ابن عساکر) (متوفی 571) فرماتے ہیں۔

(معاویة رضی اللہ تعالی عنه) خال المؤمنین و کاتب وحی رب العلمین

حضرت امیر معاویہ تمام مؤمنوں کے خالو ہیں اور تمام جہانوں کے رب کی وحی کے کاتب ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ذکر من اسمه معاویة، معاویة بن ابی سفیان بن صخر ج59ص55رقم7510)

10-امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی (متوفی497ھ) نے کشف المشکل میں رسول اللہ ﷺ کے 12 کاتبوں کا تذکرہ کیا ہے۔

جن میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی ہیں۔(**کشف المشکل ج2ص96**)

11-ابوجعفر محمد بن علی بن محمد ابن طباطبا علوی (ابن الطقطقی) (متوفی709ھ) نے لکھا ہے۔

و اسلم معاویة و کتب الوحی فی جملة من کتبه بین یدی الرسول

اور حضرت سیدنا امیر معاویہ اسلام لائے اور ان سب میں رہ کر کتابت کی جو رسول اکرم ﷺ کے حضور کتابت کرتے تھے۔(**الفخری فی الآداب السلطانیة ص109**)

12-حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی شافعی (متوفی774) لکھتے ہیں۔

ثم کان ممن یکتب الوحی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر (سیدنا امیر معاویہ) ان میں سے ہیں جو حضور ﷺ کے سامنے وحی لکھتے تھے

(جامع المسانید والسنن الھادی ج8 ص 31 رقم 1760)

13-حافظ ابراھیم بن موسی مالکی شاطبیؒ (متوفی 790ھ) نے بھی رسول اللہ ﷺ کے کتاب وحی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ذکر فرمایا۔ **(الاعتصام ص 239)**

14-حافظ ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی (متوفی 807ھ) نے بھی رسول پاک ﷺ کے کتّابِ وحی کے باب میں سیدنا امیر معاویہ کا تذکرہ کیا ہے۔

(مجمع الزوائد باب فی کُتّاب الوحی ج1 ص 53 رقم 686)

15-علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن علی حسینی مقریزی (متوفی 845ھ) فرماتے ہیں۔

و کان یکتب الوحی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کاتب وحی تھے

(امتاع الاسماع اجابۃ اللہ دعوۃ الرسول ج12 ص 113)

16-امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ) لکھتے ہیں۔

معاویۃ بن ابی سفیان.......... الخلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی

سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہما خلیفہ ہیں صحابی ہیں آپ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور وحی کی کتابت فرمائی۔ **(تقریب التھذیب حرف المیم ص 470 رقم 6758)**

17-امام حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی (متوفی 855) لکھتے ہیں۔

معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب الاموی کاتب الوحی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب العلم ج2 ص 73 رقم 71)

18-علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی (متوفی 923) لکھتے ہیں۔

وھو مشھور بکتابۃ الوحی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ مشہور کاتب وحی ہیں۔

(المواھب اللدنیۃ الفصل السادس ج1 ص 533)

19-علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں بھی لکھا ہے کہ

معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب کاتب الوحی لرسول اللہ ﷺ ذا المناقب الجمعۃ۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ ج1 ص170 رقم 71)

20-امام حافظ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد (ابن حجر) ہیتمی مکی شافعی (متوفی 974ھ) لکھتے ہیں،

معاویۃ بن ابی سفیان اخی ام حبیبۃ زوجۃ رسول اللہ ﷺ........ کاتب الوحی

حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ سیدہ ام حبیبہ زوجہ رسول رضی اللہ تعالی عنھا و ﷺ کے بھائی اور کاتب وحی ہیں۔(الصواعق المحرقہ ص 355)

21-علامہ عبد الملک بن حسین بن عبد الملک عاصمی مکی (متوفی 1111ھ) نے لکھا ہے

معاویۃ و کان یکتب الوحی.(سمط النجوم العوالی ج3 ص55)

22-علامہ اسماعیل بن مصطفی حقی حنفی (متوفی 1127ھ) لکھتے ہیں،

معاویۃ رضی اللہ تعالی عنہ کاتب الوحی

(تفسیر روح البیان جزء 1 تحت سورۃ بقرۃ ایت 90 ج1 ص180)

23-اعلی حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام حافظ احمد رضا بن مفتی نقی علی خان ہندی حنفی قدس سرہ (متوفی 1340ھ) فرماتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ پر قرآن عظیم کی عبارت کریمہ نازل ہوتی عبارت میں اعراب نہیں لگائے جاتے (تھے) حضور کے حکم سے صحابہ کرام مثل: امیر المؤمنین عثمان غنی وحضرت زید بن ثابت و:::: امیر معاویہ:: وغیر ہم رضی اللہ تعالی عنہم اسے لکھتے؛ان کی تحریر میں بھی اعراب نہ تھے۔ یہ تابعین کے زمانے سے رائج ہوئے اللہ تعالی اعلم۔(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ج26 ص 493/492)

24-شارح بخاری علامہ سید محمود احمد بن سید ابو البرکات احمد بن سید دیدار علی شاہ محدث الوری حنفی (متوفی 1419ھ) فرماتے ہیں۔

ایمان لانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ خدمت نبوی سے جدا نہ ہوئے ہمہ وقت پاس رہتے اور وحی الہی کی کتابت کرتے۔(شان صحابہ ص32)

25۔ محدث ابن ملقن شافعی فرماتے ہیں:

أما معاوية (ع) فهو خال المؤمنين، أبو عبد الرحمن بن أبي سفيان صخر بن حرب الخليفة الأموي كاتب الوحي۔ (التوضيح لشرح الجامع الصحيح 343/3)

26۔ محدث ابن حمزہ الحسینی لکھتے ہیں:

سَببه عَنهُ أَن مُعَاوِيَة كَاتب الْوَحْي رَضِي الله عَنهُ كَانَ إِذا رأى من النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم غَفلَة وضع الْقَلَم فِي فِيهِ فَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَا مُعَاوِيَة إِذا كتبت فَذكره۔ (البيان والتعريف في أسباب ورود الحديث الشريف 77/1)

27۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وذكر المفضّل الغلابي: أن زيد بن ثابت كَانَ كاتب وَحيِ رَسُول اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مُعَاوِيَة كاتبه فيما بينه وبين العرب. كذا قَالَ. وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَقَالَ: "ادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ" وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ. (تاريخ الإسلام 159/4)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے۔ اس کا انکار علمی بد دیانتی ہے۔

القولِ الرضی

بتصحیحِ حدیث الترمذی
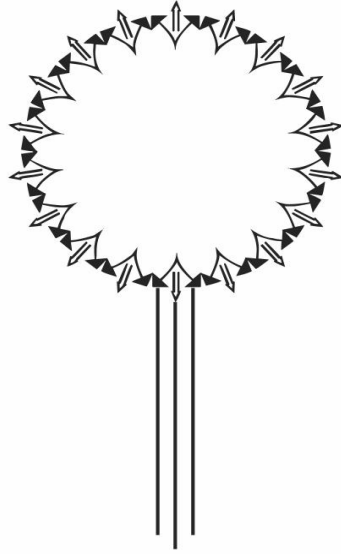
الحمدللہ الواجب الوجود والصلاۃ والسلام علی من لم یشم رائحۃ من الوجود الا ما
استفاض من جود حضرۃ الوجود صاحب المقام المحمود شفیع الکل فی الکل بالیوم الموعود وعلی اٰلہ و
اصحابہ و ازواجہ و علماء ملتہ و اولیاء امتہ و امناء شریعتہ الذین حافظوا علی الحدود۔
اما بعد۔۔۔ بندہ ابراھیم بن شیخ عبد اللطیف بن مخدوم محمد ھاشم ھداہ اللہ سبحانہ لما یحب و یرضاہ و
لا جعلہ ممن اتخذ الھہ ھواہ و اذاقہ من قوامیس المتابعۃ الخاصۃ فارضاہ۔

فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ایک اِسلامی بھائی نے امام حافظ ابو عیسیٰ ترمذی کی روایت کردہ سیّدنا امیر معاویہ بن سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی فضیلت میں مرفوع حدیث کے متعلق کچھ لکھنے کو کہا۔

اس رسالے کو تالیف کرنے کی تاریخ "القول الرضی" کے موافق تھی، اِس لیے میں نے اِس کا نام "القول الرضی بتصحیح حدیث الترمذی فی فضل معاویۃ الصحابی" رکھا۔ پہلے اس حدیث کو پوری سند سے اوّل تا آخر نقل کرتا ہوں۔

امام ترمذی نے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا:

حدثنا محمد بن یحیی، نا ابو مسھر، عن سعید بن عبد العزیز، عن ربیعۃ بن یزید، عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ و کان من اصحاب رسول اللہ ﷺ، عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویۃ رضی اللہ عنہ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَاھْدِبِہٖ۔ ھذا حدیث حسن غریب۔ انتھٰی

ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو ہادی، مہدی بنا اور انھیں ذریعۂ نجات بنادے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اِمام ترمذی نے اِس حدیث کو چار راویوں سے روایت کیا ہے۔ عبد الرحمن کے صحابیت میں اِختلاف ہے۔

پہلے راوی: ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ ذھلی نیشاپوری

اس سند کے پہلے راوی ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد بن فارس بن ذُئیب ذہلی نیشاپوری ہیں۔ اِمام بخاری نے ان سے کتاب الصوم، طب، جنائز، عتق وغیرہ میں تیس کے

قریب روایات لی ہیں۔یہ گیارہویں طبقے کے ثقہ، حافظ اور جلیل القدر محدث ہیں۔۔آپ کا اِنتقال صحیح قول کے مطابق 258 ھ میں ہوا۔آپ نے 86 سال عمر پائی۔جیسا کہ "تذکرۃالقاری فی رجال البخاری" میں مذکور ہے۔حافظ اِبن حجر عسقلانی نے بھی ''تقریب التہذیب'' میں اِسی بات کی تصریح کی ہے۔

محمد" بن يحيى بن عبد الله بن خالد بن فارس بن ذويب الذهلي الحافظ أبو عبد الله النيسابوري الإمام روى عن عبد الرحمن بن مهدي وبشر بن عمر الزهراني ومحمد بن بكر البرساني ووهب بن جرير بن حازم ...وخلق كثير روى عنه الجماعة سوى مسلم ...قال محمد بن سهل بن عسكر كنا عند أحمد بن حنبل فدخل الذهلي فقام إليه أحمد فتعجب الناس منه ثم قال لبنيه وأصحابه اذهبوا إلى أبي عبد الله واكتبوا عنه... وقال أبو محمد بن الجارود سمعت أبا عبد الرحيم محمد بن أحمد بن الجراح الجوزجاني يقول دخلت على أحمد فقال لي تريد البصرة قلت نعم قال فإذا أتيتها فالزم محمد بن يحيى فليكن سماعك منه فإني ما رأيت خراسانيا وقال ما رأيت أحدا أعلم بحديث الزهري منه ولا أصح كتابا منه... قال أبو بكر بن زكريا وهو عندي إمام في الحديث...وقال عبد الله بن عبد الوهاب الخوارزمي سألت أحمد عن محمد بن يحيى ومحمد بن رافع فقال محمد بن يحيى أحفظ ومحمد بن رافع أورع...وقال أبو عمرو المستملي سمعت أحمد يقول لو أن محمد بن يحيى عندنا لجعلناه إماما في الحديث ...وقال زنجويه بن محمد كنت أسمع مشائخنا يقولون الحديث الذي لا يعرفه محمد بن يحيى لا يعبأ به...وقال الدغولي سمعت صالح جزرة يقول لما خرجت من الري قلت لفضلك عمن أكتب قال إذا قدمت نيسابور فاكتب عن محمد بن يحيى فإنه قرنه إلى قدمه فائدة...وقال بن أبي حاتم سمعت أبي يقول محمد بن يحيى إمام زمانه قال وكتب عنه أبي بالري وهو ثقة صدوق إمام من أئمة المسلمين سئل أبي عنه فقال ثقة...وقال النسائي ثقة مأمون...وقال بن أبي داود حدثنا محمد بن يحيى النيسابوري وكان أمير المؤمنين في الحديث...وقال بن عقدة عن ابن خراش كان محمد بن يحيى من أئمة العلم...وقال الخطيب كان أحد الأئمة

العارفين والحفاظ المتقنين والثقات المأمونين صنف حديث الزهري وجوده...قال ابن الشرقي سمعت أبا عمرو الخفاف غير مرة يقول رأيت الذهلي في النوم فقلت ما فعل بك ربك قال غفر لي قال فما فعل علمك قال كتب بماء الذهب ورفع في عليين...وقال النسائي في مشيخته ثقة ثبت أحد الأئمة في الحديث...وقال بن خزيمة ثنا محمد بن يحيى الذهلي إمام أهل عصره بلا مدافعة ...وقال بن الأخرم ما أخرجت خراسانة مثله...وقال أبو أحمد الفراء محمد بن يحيى عندنا إمام ثقة مبرز...وقال أبو علي النيسابوري كان أجل من عباس بن عبد العظيم...وقال أحمد بن سيار المروزي كان ثقة كتب الكثير ودون الكتب...وقال مسلمة ثقة وفي الزهرة روى عنه البخاري أربعة وثلاثين حديثا.(تھذیب التھذیب،رقم 843)

لیکن "تہذیب التہذیب" میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے اِتنا اِضافہ کیا ہے کہ ابو عبد اللہ نیشا پوری نے عبد الرحمن بن مہدی، بشر بن عمر زہرانی، محمد بن بکر برسانی، وہب بن جریر بن حازم سے روایات لی ہیں۔خلق کثیر نے آپ کا ذکر کیا ہے۔آپ سے امام مسلم کے علاوہ محدثین کی جماعت نے روایات لی ہیں۔

محدثین نے کثیر اسماء کا ذکر کر کے فرمایا:"ان کے علاوہ بھی ہیں جنھوں نے روایات لیں۔"

(۱)محمد بن سہل بن عسکر فرماتے ہیں کہ

ہم امام احمد بن حنبل کی بارگاہ میں حاضر تھے، توحضرت سیدنا محمد بن یحییٰ تشریف لائے امام احمد ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، تو امام احمد نے اپنے بیٹے اور اصحاب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:"ان کے پاس جایا کرو اور ان سے احادیث لکھا کرو"

(۲)امام ابو محمد بن جارود فرماتے ہیں:

میں نے ابو عبد الرحیم بن محمد بن احمد بن جراح جوزجانی کو یہ فرماتے سنا: امام احمد کے پاس حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا:

"کیا تم بصرہ جانے کا اِرادہ رکھتے ہو؟"

میں نے عرض کی:"جی ہاں!"

تو آپ نے فرمایا: "تم بصرہ پہنچو، تو محمد بن یحییٰ کی صحبت کو حاصل کرکے ان سے سماع (حدیث) کرنا!"

(۳)امام ابو بکر بن زکریا فرماتے ہیں: "محمد بن یحییٰ میرے نزدیک حدیث کے امام ہیں۔"

(۴)عبد اللہ بن عبد الوہاب خوارزمی فرماتے ہیں: میں نے اِمام احمد سے محمد بن یحییٰ اور محمد بن رافع کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: "محمد بن یحییٰ بہت بڑے حافظ اور محمد بن رافع بہت بڑے متّقی اور پرہیزگار ہیں۔"

(۵)ابو عمرو مستملی فرماتے ہیں کہ میں نے اِمام احمد سے سنا، آپ نے فرمایا: "اگر محمد بن یحییٰ ہمارے پاس ہوتے تو ہم انھیں امام الحدیث بنا دیتے۔"

(۶)زنجویہ بن محمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے مشائخ سے سنا، وہ فرماتے تھے "ایسی حدیث جسے محمد بن یحییٰ نہیں جانتے، اس کا کوئی (وزن) اِعتبار نہیں۔"

(۷)دغولی فرماتے ہیں: میں نے ایک صالح شخص (فرماتے ہیں: فضل) سے پوچھا: "میں احادیث کس سے لکھوں؟"

تو اُنھوں نے فرمایا: "جب تم نیشاپور جاؤ، محمد بن یحییٰ سے روایات لکھنا! بے شک وہ سر سے لے کر پاؤں تک نفع مند ہیں۔"

(۸)اِبن ابی حاتم فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا، آپ فرماتے تھے: "محمد بن یحییٰ اپنے زمانے کے امام ہیں۔"

(۹)اور فرمایا: "میرے والد نے ان سے مقامِ رمی میں حدیث لکھی۔وہ ثقہ، صدوق، مسلمانوں کے اماموں میں سے امام ہیں۔"

میرے والد سے ان کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: "وہ ثقہ ہیں۔"

(۱۰)امام نسائی فرماتے ہیں: "محمد بن یحییٰ ثقہ، مامون ہیں۔"

(۱۱)امام ابن ابو داؤد کہتے ہیں: "ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ نیشا پوری نے۔وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔"

(۱۲)اِبن عقدہ اِبن خراش سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:"محمد بن یحییٰ اہلِ علم ائمہ میں سے ہیں۔"

(۱۳)خطیب بغدادی کہتے ہیں:"وہ عارفین کے امام، قابلِ اِعتماد حافظِ حدیث اور ثقات المومنین میں سے ہیں۔ائمہ عارفین، حفاظِ متقنین اور ثقات مامونین میں سے ایک ہیں۔"

(۱۴)اِبن شرقی فرماتے ہیں:میں نے ابو عمر خفاف سے کئی مرتبہ سنا، وہ فرماتے تھے: میں نے ذہلی (محمد بن یحییٰ) کو خواب میں دیکھ کر پوچھا:مافعل بك ربك؟یعنی تمہارے رب عزوجل نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟تو اُنھوں نے فرمایا:"میری مغفرت کر دی گئی۔" میں نے پوچھا:"آپ کے علم کا کیا ہوا؟"تو فرمایا:"اسے سونے کے پانی سے لکھا گیا اور اسے مقامِ علیین میں جگہ دی گئی۔"

(۱۵)امام نسائی "مشیخہ" میں فرماتے ہیں:"وہ ثقہ، ثبت اور ائمہ حدیث میں سے ایک تھے۔"

(۱۶)اِبن خزیمہ فرماتے ہیں:"ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ ذہلی نے جو اپنے دور کے امام ہیں بغیر کسی اِختلاف کے۔"

(۱۷)ابن الاخرم کہتے ہیں:"میں نے خراسان میں ان کا مثل نہیں پایا۔" (ان کے ہم مثل سے روایت نہیں لی)

(۱۸)ابو احمد فرا فرماتے ہیں:"محمد بن یحییٰ ہمارے نزدیک امام، ثقہ اور اپنے زمانے میں فائق ہیں۔"

(۱۹)امام ابو علی نیشا پوری فرماتے ہیں:"محمد بن یحییٰ، عباس بن عبد العظیم سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔"

(۲۰)احمد بن سیار فرماتے ہیں:"محمد بن یحییٰ ثقہ تھے۔ان سے کثیر محدثین نے احادیث لیں اور کتب مدوّن کیں۔"

(۲۱)امام مسلمہ فرماتے ہیں:"یہ ثقہ ہیں۔"

"زہرہ" میں ہے:"امام بخاری نے ان سے 34 احادیث روایت کی ہیں۔"

(تہذیب التہذیب، ج 7، ص 481،دار الفکر، بیروت)

دوسرے راوی: ابو مسہر عبد الاعلیٰ بن مسہر غسانی دمشقی

اور دوسرے راوی شیخ الشام ابو مسہر عبد الاعلیٰ بن مسہر غسانی دمشقی ہیں۔

عبد الأعلى بن مسهر الغساني أبو مسهر الدمشقي ثقة فاضل من كبار العاشرة۔
(تقریب التھذیب، رقم3738)

(۱)ابن حجر عسقلانی نے "تقریب" میں فرمایا: "یہ ثقہ فاضل اور تبع تابعین سے احادیث لینے والے کبار علما میں سے ہیں۔"

"تذکرۃ الثقات" میں ہے: "کہا گیا ہے کہ (ا) میں نے علما کی جماعت میں ان (ابو مسہر) سے زیادہ مقام و مرتبے والا نہیں دیکھااور نہ ہی اہل شام کے نزدیک دمشق میں ان سے جلیل القدر دیکھا۔جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو لوگ صفیں بنا کر آپ کو سلام کرتے اور دست بوسی کرتے۔مامون نے فتنے کے زمانے میں انہیں گرفتار کروا کر بغداد بلوایا اور قرآن کو مخلوق کہنے کو کہا، آپ نے انکار کیا، تو آپ کو قتل کے لیے برہنہ کر دیا اور آپ پر تلوار تان لی، لوگوں کی مداخلت کے باعث آپ کو قید کر دیا گیا۔

(۲)یحییٰ بن معین کہتے ہیں: جب میں اپنے شہر سے نکلا ہوں، واپس آنے تک میں نے ابو مسہر کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔یہ بات محمد بن حرب الابرش نے سنی ہے۔

(۳)محمد بن یوسف بیکندی نے ان سے کتاب العلم میں روایت لی ہے۔امام بخاری نے ان (محمد بن یوسف) سے ملاقات بھی کی ہے اور کچھ سماع بھی کیا ہے۔لیکن امام بخاری نے باب متیٰ یصح سماع الصغیر میں ایک واسطے سے ابو مسہر سے روایت نقل کی ہے۔

ابو مسہر ثقہ، فاضل اور تبع تابعین سے احادیث لینے والے کبار علما میں سے ہیں۔آپ نے بغداد میں 218ھ میں وصال فرمایا۔اُس وقت آپ کی عمر 78 سال تھی۔

"ع عبد الأعلى" بن مسهر بن عبد الأعلى بن مسلم الغساني أبو مسهر الدمشقي و كنية جده أبو قدامة روى عن سعيد بن عبد العزيز وإسماعيل بن عبد الله بن سماعه وصدقة بن خالد ويحيى بن حمزة الحضرمي ومالك بن أنس۔۔۔ وجماعة روى عنه البخاري في كتاب الأدب أو بلغه عنه وروى له هو والباقون بواسطة محمد بن يوسف البيكندي۔۔۔۔۔۔ وقال أبو داود سمعت أحمد يقول رحم الله أبا مسهر ما كان أثبته وجعل

یطریه..... وقال ابن أبی خیثمة عن ابن معین ثقة وقال أبو حاتم والعجلی ثقة وقال أبو زرعة عن أبی مسهر یتولد لی والأوزاعی حی قال وقال محمد بن عثمان التنوخی ما بالشام مثل أبی مسهر وذکره فقال کان من أحفظ الناس...وقال مروان بن محمد کان سعید ابن عبد العزیز یجلس أبا مسهر معه فی صدر المجلس وقال أبو حاتم ما رأیت فیمن کتبنا عنه أفصح منه ولا رأیت أحدا فی کورة أعظم قدرا ولا أجل عند أهل العلم من أبی مسهر بدمشق وقال أبو داود کان من ثقات الناس لقد کان من الإسلام بمکان حمل علی المحنة وقال أبو حاتم ثقة وقال الحاکم أبو أحمد کان عالما بالمغازی وأیام الناس وقال ابن حبان فی الثقات کان ابن معین یفخم من أمره وقال فی ترجمة عمرو بن واقد من کتاب الضعفاء کان من الحفاظ المتقنین وأهل الورع فی الدین وقال الخلیلی ثقة حافظ إمام متفق علیه وقال الحاکم إمام ثقة وقال ابن وضاح کان ثقة فاضلا.(تہذیب التہذیب،رقم205)

ترجمہ:حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں فرمایا:''ابو مسہر نے سعید بن عبد العزیز، اسمٰعیل بن عبد اللہ بن سماعہ، صدقہ بن خالد، یحییٰ بن حمزہ، مالک بن انس وغیرہ سے روایات لی ہیں۔''

امام بخاری نے کتاب الادب میں آپ سے روایت لی ہے یا آپ کی روایت پہنچی ہے۔امام بخاری اور باقی محدثین نے محمد بن یوسف بیکندی کے طریق سے آپ سے روایات لی ہیں۔ابن حجر نے ان محدثین کے نام گنوائے ہیں کہ جنھوں نے خود ابو مسہر سے روایات لی ہیں، ان میں محمد بن یحییٰ ذہلی کو بھی گنوایا ہے اور فرمایا: ان کے علاوہ بھی ہیں۔

(۵)ابن حجر نے فرمایا:ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو فرماتے سنا:''اللہ عزوجل ابو مسہر پر رحم فرمائے! وہ کس قدر اثبت ہیں۔

(۶)امام ابن معین ،امام ابو حاتم اور امام عجلی فرماتے ہیں:''ابو مسہر ثقہ ہیں۔''

(۷)محمد بن عثمان تنوخی نے فرمایا:''شام میں ابو مسہر کے پائے کا کوئی محدث نہیں۔''

اور مزید ذکر کرتے ہوئے فرمایا :''وہ احفظ الناس ہیں۔''

(۸)اور مروان نے کہا:سعید بن عبد العزیز ابو مسہر کو اپنے ساتھ نمایاں جگہ پر بٹھایا کرتے تھے۔
(۹)ابو حاتم نے کہا:ہم نے جن سے روایات لکھی ہیں ان سب میں ابو مسہر سے بڑھ کا کوئی فصیح اللسان نہ دیکھا۔
(۱۰)اِمام ابو داؤد فرماتے ہیں:ثقہ لوگوں میں سے ہیں اور دین اِسلام میں آپ کا ایک مقام ہے۔
(۱۱)ابن حبان فرماتے ہیں:حفظ و اِتقان میں آپ اہل شام کے اِمام ہیں اور جرح و تعدیل میں شامیوں کا مرجع ہیں۔
(۱۲)دحیم کہتے ہیں:آپ کی تاریخ ولادت چالیس سنہ ہجری ہے۔یہی قول دیگر کا بھی ہے۔
(۱۳)ابو حاتم کہتے ہیں:یہ ثقہ ہیں۔
(۱۴)ابو احمد حاکم نے کہا: آپ مغازی اور ایام الناس کے عالم تھے۔
(۱۵)ابن حبان "ثقات" میں فرماتے ہیں:ابن معین آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔
(۱۶)کتاب الضعفا میں عمرو بن واقد کے ترجمے کے تحت مذکور ہے کہ ابو مسہر پختہ حافظ حدیث ،متقی اورپرہیز گار تھے۔
(۱۷)خلیلی نے کہا:یہ ثقہ، حافظ، متفق علیہ اِمام ہیں۔
(۱۸)حاکم نے کہا:یہ ثقہ اِمام ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۷ مختصراً)

تیسرے راوی: ابو محمد سعید بن عبد العزیز ابو یحییٰ تنوخی دمشقی

تیسرے راوی ابو محمد سعید بن عبد العزیز بن ابو یحییٰ تنوخی دمشقی ہیں۔انھیں عبد العزیز بھی کہا جاتا ہے۔

سعيد" بن عبد العزيز بن أبي يحيى التنوخي أبو محمد ويقال أبو عبد العزيز الدمشقي قرأ القرآن على بن عامر ويزيد بن أبي مالك وسأل عطاء بن أبي رباح وروى عن عبد العزيز بن صهيب والزهري وربيعة بن يزيد الدمشقي.... وجماعة وعنه الثوري وشعبة وهما من أقرانه...وأبو مسهر..وجماعة..

''تہذیب التہذیب'' میں ہے: ''آپ نے ابن عامر اور یزید بن ابی مالک سے قرآن پڑھا۔عطا بن ابی رباح سے سوال کیا۔امام زہری اور ربیعہ بن یزید سے روایات لیں۔
اور فرمایا:آپ نے ایک جماعت سے روایات لیں۔
آپ سے سفیان ثوری، شعبہ (یہ دونوں ان کے ہم عصر ہیں)، اِبن مبارک اور ابو مسہر وغیرہ نے ان سے روایات لی ہیں۔

قال عبد الله بن أحمد عن أبيه ليس بالشام رجل أصح حديثا من سعيد بن عبد العزيز هو الأوزاعي عندي سواء وقال ابن معين وأبو حاتم والعجلي ثقة وقال أبو زرعة الدمشقي قلت لدحيم من بعد عبد الرحمن بن يزيد بن جابر من أصحاب مكحول قال الأوزاعي وسعيد قال وقلت ليحيى بن معين وذكرت الحجة محمد بن إسحاق منهم فقال كان ثقة إنما الحجة عبيد الله بن عمر ومالك والأوزاعي وسعيد بن عبد العزيز وقال عمرو بن علي حديث الشاميين ضعيف إلا نفرا منهم الأوزاعي وسعيد بن عبد العزيز وقال عمرو بن علي حديث الشاميين ضعيف الا نفرا نهم الأوزاعي وسعيد وقال أبو حاتم كان أبو مسهر يقدم سعيد بن عبد العزيز على الأوزاعي ولا أقدم بالشام بعد الأوزاعي على سعيد واحدا وقال مروان بن محمد كان علم سعيد في صدره وقال النسائي ثقة ثبت وقال أبو مسهر كان قد اختلط قبل موته وقال أحمد بلغني عن أبي مسهر أنه قال ولد سنة "90" وقال أبو مسهر وغير واحد مات سنة "167" وقال سليمان بن سلمة الخبائري مات سنة "168" وقال الحاكم أبو عبد الله هو لأهل الشام كمالك لأهل المدينة في التقدم والفضل والفقه والأمانة قلت وقال ابن سعد كان ثقة إن شاء الله وقال أبو جعفر العامري رأى أنسا وكان فاضلا دينا ورعا وكان مفتي أهل دمشق وقال ابن حبان في الثقات كان من عباد أهل الشام وفقهائهم ومتقنيهم في الرواية وقال الآجري عن أبي داود تغير قبل موته وكذا قال حمزة الكناني وقال البخاري في تاريخه قال علي عن الوليد بن مسلم أحدثكم عن الثقات صفوان بن عمرو وابن جابر وسعيد بن

عبد العزیز وقال الدوری عن ابن معین اختلط قبل موتہ وکان یعرض علیہ فیقول لا اجیزھا لا اجیزھا. (تھذیب التھذیب، رقم101)

(۱)ابن حجر نے فرمایا کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ شام میں سعید بن عبد العزیز سے زیادہ کسی شخص کی حدیث صحیح تر نہیں۔میرے نزدیک یہ اور امام اوزاعی دونوں برابر ہیں۔ابن معین، ابو حاتم اور عجلی نے انھیں ثقہ فرمایا۔

(۲)ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے دحیم سے کہا: عبد الرحمن بن یزید بن جابر کے بعد اصحابِ مکحول میں سے کس کا مرتبہ ہے؟ فرمایا: اوزاعی اور سعید کا۔

(۳)ابو زرعہ دمشقی فرماتے ہیں: میں نے یحیٰی بن معین سے ان علما کا تذکرہ کیا جو حجت ہیں اور محمد بن اسحق کے متعلق پوچھا: کیا یہ انہی میں سے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں اور حجت تو عبید اللہ بن عمرو، مالک، اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز بھی ہیں۔

(۴)عمرو بن علی کہتے ہیں کہ شامیوں کی حدیث ضعیف ہے سوائے ایک گروہ کے ان میں سے اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز بھی ہیں۔

(۵)ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابو مسہر سعید بن عبد العزیز کو اوزاعی پر ترجیح دیتے تھے، میں اوزاعی کے بعد کسی کو بھی سعید بن عبد العزیز پر ترجیح نہیں دیتا۔

(۶)مروان بن محمد فرماتے ہیں کہ سعید کا علم ان کے سینے میں ہے۔

(۷)امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ثبت ہیں۔

(۸)اور ابو مسہر کہتے ہیں کہ وصال سے قبل ان کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسہر سے یہ بات پہنچی ہے کہ سعید بن عبد العزیز ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابو مسہر اور ان کے علاوہ کئی محدثین نے کہا کہ سعید نے ۱۶۷ ھ میں وصال فرمایا۔

(۹)سلیمان بن سلمہ خبائری کہتے ہیں کہ ۱۶۸ ھ میں۔

(۱۰)ابو عبد اللہ حاکم فرماتے ہیں کہ تقدم و فضل اور امانت و فقہ میں ابو سعید اہل شام کے لیے ایسے ہیں جیسے اہل مدینہ کے لیے امام مالک۔

(۱۱)ابن سعد فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ ثقہ ہیں۔
(۱۲)ابو جعفر طبری فرماتے ہیں: انھوں نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، سعید فاضل، دین اور متقی و پرہیز گار تھے اور یہ مفتی اہل دمشق ہیں۔
(۱۳)ابن حبان "ثقات" میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل شام کے عباد میں ہیں، ان کے فقہا اور روایت کے معاملے قابل اِعتماد محدثین میں سے ہیں۔
(۱۴)آجری ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ وفات سے قبل ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔
اِمام بخاری اپنی "تاریخ" میں فرماتے ہیں کہ علی، ولید بن مسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں تمھیں ثقات یعنی صفوان بن عمرو، ابن جابر اور سعید بن عبد العزیز کی روایت بیان کرتا ہوں۔دوری ابن معین کے طریق سے فرماتے ہیں کہ وصال سے قبل ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔(تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)
میں کہتا ہوں: اگرچہ اِمام بخاری نے ان سے اپنی "صحیح" میں روایت نہیں لی، لیکن "الادب المفرد" میں ان سے حدیث نقل کی ہے اور اِمام مسلم نے اپنی صحیح میں اور چاروں اصحابِ سنن نے بھی ان سے روایات لیں، نیز پہلے گزر چکا کہ یہ حجت ہیں۔

[صح] سعید بن عبد العزیز [م، عو] التنوخی الدمشقی، مفتی دمشق، أحد الائمة. ثقة، ولیس ھو فی الزھری بذاك.

وأشار حمزة الكنانی إلى أنه تغیر بأخرة. وقال أبو مسھر: كان قد اختلط قبل موته.

وقال النسائی: ثقة ثبت.

قلت: وقد قرأ القرآن على ابن عامر، وسمع من مكحول وطائفة. وعنه عبد الرحمن بن مھدی، وأبو مسھر، وأبو نصر التمار، وخلق، وكان یحفظ، فإنه قال: ما كتبت حدیثا قط.

قال ابن معین: حجة. وقال أحمد: لیس بالشام أصح حدیثا منه. وقال الولید ابن مزید: كان الاوزاعی إذا سئل عن مسألة وسعید بن عبد العزیز حاضر قال: سلوا أبا محمد.

قلت: وكان أیضا من العباد القانتین.

وقال الولید بن مزید: سئل سعید بن عبد العزیز عن الکفاف من الرزق، قال: جوع یوم وشبع یوم. (میزان الاعتدال فی نقد الرجال، رقم 3231)

(۱۵) حافظ ذہبی "میزان" میں فرماتے ہیں کہ یہ ائمہ ثقات سے ایک ہیں۔

(۱۶) حمزہ کتانی نے اشارہ کیا ہے کہ آخری عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

(۱۷) انھوں نے مکحول سے سماع کیا۔

یہ ایسے حافظ تھے فرماتے ہیں مجھے کبھی حدیث لکھنے کی ضرورت نہ پڑی۔

(۱۸) ابن معین نے کہا: یہ حجت ہیں۔

(۱۹) امام احمد نے فرمایا: شام میں ان سے زیادہ صحیح روایات والا کوئی نہیں۔

(۲۰) ولید بن مزید نے کہا کہ امام اوزاعی سے جب سوال کیا جاتا اور سعید بن عبد العزیز بھی وہاں موجود ہوتے تو امام اوزاعی فرماتے: تم ابو محمد (سعید بن عبد العزیز) سے پوچھو! اور یہ (سعید) عباد قانتین میں سے ہیں۔

(۲۱) ولید بن مزید کہتے ہیں: سعید بن عبد العزیز سے بقدرِ ضرورت روزی سے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا: ایک دن بھوکا رہنا اور ایک دن کھانا۔ یہ ان میں سے ہیں جو شب بیداری فرمانے والے ہیں۔ (میزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ ۱۴۹)

چوتھے راوی: ابو شعیب ربیعہ بن یزید ایادی دمشقی القصیر

ربیعۃ بن یزید الدمشقی أبو شعیب الإیادی القصیر ثقۃ عابد من الرابعۃ۔

(تقریب التہذیب، رقم 1919)

امام عسقلانی "تقریب" میں فرماتے ہیں کہ ثقہ عابد ہیں۔

ربیعۃ" بن یزید الأیادی أبو شعیب الدمشقی القصیر روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص .. وجماعۃ .. وعنہ عبد اللہ بن یزید الدمشقی وحبوۃ بن شریح الأوزاعی وسعید بن عبد العزیز ... وغیرھم قال العجلی وابن عمار ویعقوب بن شیبۃ ویعقوب بن سفیان والنسائی ثقۃ وقال أبو مسھر عن سعید بن عبد العزیز لم یکن عندنا أحد أحسن سمتا فی العبادۃ من مکحول وربیعۃ بن یزید قال أبو مسھر مات بأفریقیۃ فی إمارۃ ھشام بن

إسماعيل خرج غازيا فقتله البربر وقال ابن يونس قتلته البربر سنة "123". قلت وأرخه ابن أبي عاصم سنة "21" وقال ابن حبان في الثقات كان من خيار أهل الشام وقال ابن سعد كان ثقة قلت وروايته عن عبد الله بن عمرو عندي مرسلة ولم ينبه المؤلف على ذلك كعادته۔ (تهذيب التهذيب، رقم499)

امام عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں فرماتے ہیں کہ

یہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص، نعمان بن بشیر اور دیگر سے احادیث روایت کرتے ہیں۔اور ان سے عبد اللہ بن یزید دمشقی، اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

(۱)ابن حجر فرماتے ہیں: عجلی، ابن عمار، یعقوب بن شیبہ، یعقوب بن سفیان اور نسائی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابو مسہر سعید بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جو ہیئت عبادت میں مکحول اور ربیعہ بن یزید سے احسن ہو۔ان کا وصال ہشام بن اسمٰعیل کے دورِ حکومت میں ہوا۔آپ غازی لوٹے تھے تو بربر نے آپ کو شہید کروا دیا تھا۔ابن یونس کہتے ہیں کہ بربر نے انھیں ۱۲۳ھ میں شہید کروایا تھا جب کہ ابن ابی عاصم نے ۱۲۱ھ بیان کیا ہے۔

(۲)ابن حبان نے "ثقات" میں فرمایا ہے کہ یہ خیارِ اہل شام میں سے ہیں۔ابن سعد نے کہا: وہ ثقہ ہیں ان کی عبد اللہ بن عمرو سے روایت میرے نزدیک مرسل ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۸۸)

میں کہتا ہوں: بے شک میں صحیحین میں ان سے روایت کرنے پر مطلع نہیں ہو سکا، مگر میں نے ایک اشارہ پایا ہے اس کے متعلق جس پر میں اعتماد نہیں کرتا۔

بالجملہ یہ ثقہ ہیں، چاہے صحیحین کے راویوں میں سے ہوں یا نہ ہوں۔یہاں تک چار راویوں کے متعلق کلام مکمل ہوا۔

پانچویں راوی :حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ مزنی(صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

اس سند کے پانچویں راوی ''حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ مزنی ''ہیں،

"ت عبد الرحمن" بن أبي عميرة المزني ويقال الأزدي وهو وهم سكن حمص وروى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم وعنه جبير بن نفير ويونس بن ميسرة بن حليبس وربيعة بن يزيد وخالد بن معدان والقاسم أبو عبد الرحمن له عند الترمذي حديث واحد في ذكر معاوية قلت قال ابن عبد البر لا تصح صحبته ولا يثبت إسناد حديثه وجزم أحمد بن عبد الرحيم بن البرقي بكونه ازديا خلاف ما نقله المؤلف.

(تهذيب التهذيب،رقم491)

آپ کو ازدی بھی کہا جاتا ہے،آپ نے شام کے شہر حمص میں میں رہائش اختیار کی۔آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی جبکہ حضرت جبیر بن نفیر،یونس بن میسرہ بن حلبس،ربیعہ بن یزید،خالد بن معدان ،قاسم بن عبد الرحمن نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب میں ایک حدیث آپ کے طریق سے روایت کی ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا: حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ مزنی کی صحابیت ثابت نہیں نہ ہی آپ کی اسناد حدیث ثابت ہے۔

(تہذیب التہذیب،ج۵،ص۱۵۲)

امام ترمذی آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی صحابیت پر جزم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ صحابی رسول ہیں۔"آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی صحابیت ،ثبوت اسناداور وصل حدیث کا انکار حضرت علامہ ابن عبد البر نے کیا ہے۔اس سند کا یہ ہی مقام مختلف فیہ ہے۔

میں نے علامہ ابن اثیر جزری کی تالیف "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ" کی طرف رجوع کیا تو اس سے علامہ ابن عبد البر کی تائید ہوئی۔علامہ ابن اثیر نے حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ مزنی کو شامی راویوں میں شما

ر کیا ہے۔حضرت ولید بن مسلم فرماتے ہیں:حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ جنہیں حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ مزنی یاحضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر یا عمیرہ قرشی کہاجاتاہے ان کی حدیث مضطرب ہے اور ان کی صحابیت بھی ثابت نہیں۔

اخبرنا ابراھیم بن محمد و غیر واحد قالوا باسنادھم الی محمد بن عیسی السلمی حدثنا محمد بن یحیی، نا ابو مسھر، عن سعید بن عبد العزیز، عن ربیعۃ بن یزید، عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ۔و کان من اصحاب رسول اللہ ﷺ۔ عن النبی ﷺ، انہ قال لمعاویۃ رضی اللہ عنہ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَ اھْدِبِہٖ۔

ابوعمرو(شاید یہ علامہ ابن عبد البر ہیں) فرماتے ہیں :حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیر ہ مزنی کی روایت نہ ہی موقوف نہ ہی مرفوع۔آپ سے ”لاعدوی ولا ھامۃ“ بھی مروی ہے۔

قریش کی فضیلت کے بارے میں بھی آپ سے روایت ہے اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ کی حدیث ”منقطع الاسناد مرسل “ ہے نہ توآپ کی احادیث ثابت ہیں نہ آپ کی صحابیت درست ہے۔(الاستیعاب)

علامہ ابن عبد البر کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث متواتر نہیں،خبر واحد ہونے کے باوجود نہ مشہور ہے،کیا یہ حدیث صحیح ہے؟اگر شیخین کی شرط پر نہ ہو تو اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں عمل کرنا لازم ہوگا۔اس حوالے سے ہم کہتے ہیں:

امام ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی جن کا لقب کثرتِ گریہ کی وجہ سے ضریر تھاحافظ ہیں۔

علامہ شمس الدین ذہبی امام ترمذی کا ذکر کرتے ہوئے ”میزان الاعتدال“ میں فرماتے ہیں:آپ حافظ ہیں نیز آپ کی ثقاہت پر اجماع ہے۔رجب کے مہینے میں ۲۷۹ہجری کو ”ترمذ“میں آپ کا انتقال ہوا۔آپ کا شمار”ابناء السبعین “میں ہوتا ہے۔

"تمییز - محمد" بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاك وقیل بن السکن السلمی أبو عیسی الترمذی أحد الأئمۃ طاف البلاد وسمع خلقا من الخراسانیین والعراقیین والحجازیین وقد ذکروا فی ھذا الکتاب... وذکرہ بن حبان فی الثقات وقال کان ممن جمع وصنف وحفظ... وقال الخلیلی ثقۃ متفق علیہ...وقال الإدریسی کان الترمذی أحد

الأئمة الذين يقتدى بهم فى علم الحديث صنف الجامع والتواريخ والعلل تصنيف رجل عالم متقن كان يضرب به المثل فى الحفظ ...وقال منصور الخالدى قال أبو عيسى صنفت هذا الكتاب يعنى المسند الصحيح فعرضته على علماء الحجاز والعراق وخراسان فرضوا به..وقال الحاكم أبو أحمد سمعت عمران بن علان يقول مات محمد بن إسماعيل البخارى ولم يخلف بخراسان مثل أبى عيسى فى العلم والورع بكى حتى عمى..وقال أبو الفضل البيلمانى سمعت نصر بن محمد الشير كوهى يقول سمعت محمد بن عيسى الترمذى يقول قال لى محمد بن إسماعيل ما نتفعت بك أكثر مما نتفعت بى.

(تہذیب التہذیب، رقم638)

علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں: امام ترمذی ائمۃ الحدیث میں سے ایک ہیں، طلب حدیث میں شہر شہر گئے، خراسان، عراق اور حجاز کے مشائخ سے حدیث کا سماع کرکے اپنی کتاب میں روایات ذکر کیں۔

ابن حبان کتاب الثقات میں امام ترمذی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: امام ترمذی ان محدثین میں سے ہیں کہ جنہوں نے احادیث جمع کرکے کتاب تصنیف فرمائی اور اپنی حفظ شدہ کو ذکر کیا۔

علامہ خلیلی فرماتے ہیں: امام ترمذی ثقہ اور متفق علیہ شخصیت ہیں۔

علامہ ادریسی فرماتے ہیں: امام ترمذی ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں کہ جن کی علم حدیث میں اقتداء کی جاتی ہے۔ جامع، تاریخ اور علل پر قابل قدر تصنیف رقم کی، آپ ایک پختہ علم والے تھے۔ آپ کا حافظہ ضرب المثل تھا۔

منصور خالدی فرماتے کہتے ہیں کہ امام ترمذی فرماتے ہیں میں یہ کتاب (یعنی سنن ترمذی) تصنیف کرنے کے بعد حجاز، عراق اور خراسان کے علما کی بارگاہ میں پیش کی پس انہوں نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔

ابواحمد حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن علان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، امام بخاری دنیا سے تشریف لے گئے اور خراسان میں علم و ورع میں امام ترمذی کی مثل کسی کو نہ چھوڑا حتی کہ کثرتِ گریہ کی وجہ سے آپ کی بینائی چلی گئی تھی۔

ابو الفضل یلمانی کہتے ہیں کہ میں نصر بن شیر کوھی سے امام ترمذی کا یہ فرمان سنا ہے"مجھ سے امام بخاری نے یہ ارشاد فرمایا:میں نے آپ کی ذات سے اتنا فائدہ نہیں اٹھا یا جتنا کہ آپ نے میری ذات سے نفع حاصل کیا ہے۔"

امام ترمذی کی جلالت ملاحظہ کرنے کے بعد اس بات پر غور کریں کہ جب امام ترمذی نے یہ صراحت کردی کہ "حضرت عبد الرحمن بن عمیرہ اصحاب رسول میں سے ہیں"تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث مسند، موصول،مرفوع اور غیر منقطع ہے نہ کہ مرسل و موقوف۔ماقبل بحث سے راویوں کی عدالت اور ضبط تو واضح ہوگیا،اس روایت کے روایوں میں سے کسی ایک سے بھی ارجح کی مخالفت ثابت نہیں لہذا مذکورہ روایت شاذ بھی نہیں ہوسکتی۔اور نہ ہی جمع طرق اور قرائن کے ساتھ وہم پر اطلاع ثابت ہوئی ہے جس کے سبب یہ روایت منکر ہوتی۔

اس روایت کے دو راوی "محمد بن یحیی ذہلی اور ابو مسہر"بخاری کے رواۃ ہیں،تیسرے راوی "سعید بن عبد العزیز "اگرچہ بخاری کے راوی نہیں ہیں لیکن امام بخاری نے ان سے" الادب المفرد "میں اور امام مسلم نے "صحیح مسلم" میں روایت لی ہے اس لحاظ سے تینوں رواۃ قابل حجت ہیں۔جہاں تک چوتھے رواۃ کی بات ہے تو ان کی توثیق و تعدیل ماقبل میں گزرچکی ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ مذکورہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر نہ ہونے کے باوجود اس پر عمل کرنا بالاتفاق واجب ہے۔

اعتراض:

سعید بن عبدالعزیز کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا لہذا ان کی روایت کو قابل استدلال قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

جواب:

ماقبل میں ہم ان راویوں کی تاریخِ ولادت وفات،ان کے شیوخ و تلامذہ کا ذکر چکے ہیں،ابو مسہر کی ولادت۱۴۰ھ اور وفات۷۸سال کی عمر میں سن ۲۰۸ھ کو ہوئی۔

سعید بن عبد العزیز کی ولادت۹۰ھ اور۷۷سال کی عمر میں۱۶۷ھ کو وفات ہوئی۔ان دونوں کی وفات ۱۵۱ ھ بیان کی گئی ہے تو پھر ایامِ صغر میں ابو مسہر سے تحملِ حدیث کیوں جائز نہ ہو گا۔سعید بن عبدالعزیز کے

حافظے میں آخری عمر میں کچھ تبدیلی آگئی تھی جیسا کہ علومِ حدیث کی معرفت رکھنے والے پر مخفی نہیں۔وہ جو مجدالدین فیروزآبادی نے سفر السعادۃ میں لکھا کہ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اس کا جواب وہی ہے کہ جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے "شرح سفر السعادۃ" کے دیباچے میں مصنف کی تعریف و توصیف کے بعد دیا ہے۔اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اگر یہ حدیث اس طریق پر صحیح نہ ہو (کہ ابومسہر کا سعید بن عبدالعزیز سے حدیث روایت کرنا اختلاط سے قبل ثابت نہ ہو)تو یہ ضبط تام نہ ہو گااور حدیث درجہ صحت سے گر جائے گی۔چونکہ اس میں ثقہ کی مخالفت بھی نہیں ہے اس لئے شاذ قرار نہ پائے گی۔

امام ترمذی کے اس پر حسن کا حکم لگانے سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر کے باب القرآن میں اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ حدیث درجۂ حسن سے اس وقت تک نیچے نہیں آتی جب تک کہ ثقہ کی مخالفت یا راوی کی انفرادیت ثابت نہ ہو جائے۔حدیثِ حسن محدثین کے نزدیک اسی طرح قابلِ استدلال ہے جس طرح حدیثِ صحیح۔فرق صرف اتنا ہے کہ حسن کا مرتبہ صحیح سے کم ہوتا ہے جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔اسی احتمال کی بنیاد پر امام ترمذی کی جانب سے مذکورہ حدیث پر حسن کا حکم لگانا بالکل درست ہے۔

اعتراض :

حسن کے لئے تو شرط ہے کہ اسے ایک سے زائد طرق سے روایت کیا گیا ہو ،جس حدیث میں صرف ایک شخص ہو تو وہ حدیث غریب کہلاتی ہے۔اب امام ترمذی کا حسن اور غریب کو جمع کرنا کس طرح درست ہو گا ؟جبکہ دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔

جواب:

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کا شافی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ترمذی حدیثِ حسن میں اس حدیث کے دوسرے طریق سے مروی ہونے کی شرط لگاتے ہیں جبکہ وہ حدیث درجہ صحیح کو نہ پہنچی ہو۔اگر وہ حدیث مرتبۂ صحیح کو پہنچ جائے تو اب ان کے نزدیک یہ شرط نہیں۔اس دعوی کی

دلیل یہ ہے کہ آپ کئی مقامات پر "حسن صحیح غریب'' فرماتے ہیں۔لہٰذا اس احتمال کی بنیاد پر یہ حدیث صحیح ہو گی اور یہ احتمال اس حدیث کو درجہ صحت سے بھی نہیں گرائے گا۔

ابو مسہر کے سعید سے عدمِ اختلاط کے وقت روایت لینے میں غلبۂ ظن کی وجہ سے، کیونکہ علامہ عسقلانی نے" تہذیب التہذیب" میں اس بات پر جزم فرمایا ہے۔پس فرماتے ہیں کہ :"دوری" نے ابن معین سے روایت کیا ہے کہ آپ کا حافظہ وصال سے کچھ قبل مختلط ہو گیا تھااور جب آپ پر کوئی حدیث پیش کی جاتی تو فرماتے میں اس حدیث کی اجازت نہیں دیتا ،میں اس حدیث کی اجازت نہیں دیتا۔

لیکن امام ترمذی نے اس کے صحیح ہونے کی تصریح نہیں فرمائی اور کہا یہ حسن غریب ہے۔اس کا جواب وہی ہے کہ جس کا افادہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے "شرح نخبۃ الفکر" کی شرح میں کیا ہے اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ صحیح کے افراد معنیً متعارف کے اعتبار سے محدثین کے نزدیک حسن کی تعریف میں داخل ہیں۔

ابن المواق فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کے نزدیک ہر صحیح حدیث حسن ہے ،لیکن ہر حسن صحیح نہیں ہے ۔جب امام ترمذی نے حسن کا حکم لگا دیاجو کہ صحیح کو متضمن ہے تو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ بالتصریح صحیح کا حکم ہو امام ترمذی کی اس صحیح کی تصریح فرمانے کی وجہ سے کہ جو اسناد ،وصل اور رفع کا فائدہ دے۔پس جب یہ حدیث صحیح ہے تو اس پر اوصافِ ثلاثۃ (حسن صحیح غریب)کا حکم لگانا درست ہے۔
کیونکہ جب صحیح کہا تو اس حدیث پر حسن کا حکم لگانے کی حاجت نہ رہی تعددِ طرق کی وجہ سے۔اس یقین اور وثوق کے حاصل ہوجانے کی وجہ سے جو کہ تعددِ طرق سے مقصود ہوتا ہے۔یہ حدیث میں امام ترمذی کی اصطلاح ہے اور اصطلاح میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی۔اسی بات کی جانب ابن سید الناس نے ترمذی کی شرح میں اشارہ کیا ہے اور اسی جانب ملا علی قاری کا شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں میلان ہے۔

اسی بنیاد پر ابن سید الناس نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیثِ حسن کے لئے دوسرے طریق سے مروی ہونا شرط ہے اس کی بنیاد بھی سابقہ بنیاد پر ہے یہ بات بھی علامہ عراقی کا قول جان لینے کے بعد اپنے اطلاق پر باقی نہیں رہتی۔

علامہ ابن عبد البر کی رائے کے مطابق یہ حدیث مرسل اور منقطع ہے۔ملا علی قاری" شرح نخبۃ الفکر" کی شرح میں فرماتے ہیں(جن میں خطیب بغدادی اور ابن عبد البر شامل ہیں)کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ منقطع حدیث وہ ہے جس کی اسناد متصل نہ ہو خواہ یہ انقطاع اول سند سے ہو ،وسط سند سے ہو یا آخر سند سے ہو۔اس تعریف کے مطابق مرسل ، معضل اور معلق" منقطع" میں شامل ہوجائیں گی۔بے شک مرسل حجت ہے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:محدثین کا معتمد قول یہ ہے کہ جس روایت میں صحابی کو حذف کردیا جائے تو روای کی ثقاہت میں فرق نہ آئے گا۔اسی طرح جمہور علما فرماتے ہیں:مرسل مطلقاً حجت ہے۔روای کے ظاہر حال اور اس سے حسن ظن کی بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ"راوی نے اس حدیث کو صحابی ہی سے روایت کیا ہو گا۔

ربیعہ بن یزید تابعی چوتھے درجے سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ تقریب کے حوالے سے گزرا۔علوم حدیث کی ادنی معرفت رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ بارہ طبقات میں سے دوسرے سے پانچواں طبقہ وہ ہے کہ جس میں تابعین بھی شامل ہیں،چار طبقے کے تفاوت کی بناء پراس مرسل کو قبول کیا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کی مراسیل احناف کے نزدیک مقبول ہیں۔ربیعہ بن یزید تابعی ہیں اور عبد الرحمن (کہ جن سے ربیعہ نے روایت لی ہے)اگر صحابی نہ ہوتے تو ان سے روایت کرنے والے کا درجہ کم نہ ہوتا اور جب امام ترمذی کی رائے ترجیح پاگئی کہ"ان کا لقاء ثابت ہے"اور مخالف امام ترمذی کی رائے کا منکر ہے تو مشہور قاعدے "مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے"کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ مثبت میں زیادتی علم اور نافی میں نقص علم ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی"تدریب الراوی" میں فرماتے ہیں :- ایسی حدیث سے استدلال کرنا درست ہے کہ جس کے دو طرق ہوں۔اگر ان دونوں طرق میں ہر ایک ہی منفرد ہو تو ایسی روایت حجت نہیں بنے گی جیسا کہ حدیث مرسل،بشرط یہ کہ وہ دوسرے طریق سے مروی ہو یا کوئی اور مرسل اس کے موافق ہو۔

میں کہتا ہوں کہ احناف کے نزدیک قرون ثلاثۃ کی مراسیل سے استدلال کرنا بالکل درست ہے۔جامع ترمذی (جس کا شمار ہی صحاح ستہ میں ہوتا ہے)کی حدیث پر صحت کا حکم لگانا کیوں کر درست نہ ہوگا۔امام بخاری ۴۳۵ رجال سے روایت لینے میں منفرد ہیں جن میں سے ۸۰رجال تو متکلم فیہ ہیں۔امام مسلم ۱۲۰رجال سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔یہ کلام علامہ سخاوی نے شرح الفیہ میں ذکر کیا ہے۔
محدثین نے امام بخاری و مسلم کی 100 احادیث پر تنقید کی ہے جن میں سے 20 احادیث امام بخاری کے ساتھ مختص ہیں ،32 احادیث میں دونوں مشترک ہیں باقی روایات امام مسلم کے ساتھ مختص ہیں۔اس کی تصریح علامہ محمد اکرم سندھی نے نخبۃ الفکر کی شرح" امعان النظر" میں کی ہے۔اور ویسے بھی درست یہ ہے کہ فضائل ، ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے لہٰذااس مسئلے کو چھیڑنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔لیکن کلام کی گنجائش اس صورت میں نکلتی ہے کہ جب حدیث کو ضعیف مان لیا جائے اور آئمہ حدیث کی کتب کا مطالعہ کرنے والے اور جرح و تعدیل کے قوانین جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ ضعیف حدیث کے کئی مراحل ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث:

اس روایت کو محدثین کرام نے متعدد اسانید وطرق سے روایت کیا ہے۔محدثین کرام نے روایت کے راوی سعید بن عبدالعزیز کے 4 شاگردوں سے نقل کی ہے۔

ابی مسھر عن سعید بن عبد العزیز:

مذکورہ طریق سے محدثین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے۔
1۔امام البخاري اپنی کتاب التاریخ(240/5)پر لکھتے ہیں۔

قال أبو مسھر حدثنا سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید: عن ابن ابی عمیرة قال النبی صلی الله علیه وسلم لمعاویة: اللھم اجعله ھادیا مھدیا واھده واھد به۔

2۔امام ترمذی سنن الترمذي(3842)پر لکھتے ہیں۔

3842 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قال: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ العَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ»

3۔ابن سعد طبقات (418/7) پر لکھتے ہیں۔

حَدَّثَ أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم - أَنَّهُ قَالَ فِي مُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، اهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ»

4۔ابن أبي عاصم اپنی کتاب الآحاد والمثاني (358/2، رقم 1129) پر لکھتے ہیں۔

1129- حَدَّثَنَا مُحمد بن عوف حَدَّثَنَا مروان بن مُحمد وأبو مسهر قالا حَدَّثَنَا سَعِيد بن عَبْد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عَبْد الرحمن بن أبي عميرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في معاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به

5۔امام البغوي نے معجم الصحابة (491/4) پر لکھتے ہیں۔

1949 - فقال ابن عسكر: نا أبو مسهر عن سعيد بن عبد العزيز بإسناده مثله.

6۔امام الترقفي نے جزء (45/أ) پر روایت نقل کی ہے۔

7۔ محدث الطبراني نے مسند الشاميين (190/1) پر روایت نقل کی ہے۔

334 - حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، ثنا أَبُو مُسْهِرٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ»

8۔امام الآجري نے الشريعة (2436/5-2438 أرقام 1914-1917) پر روایت نقل کی ہے۔

1915 - قَالَ ابْنُ نَاجِيَةَ , وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِزْقِ اللَّهِ الْكَلْوَذَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ , عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ , عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ , عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو لِمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ وَلَا تُعَذِّبْهُ»

9۔امام ابن بطۃ نے الإبانۃ اور محدث ابن مندہ اور اللالکائی نے (1441/8 رقم 2778) پر روایت نقل کی ہے۔

2778 - أنا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ، أنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نا أَبُو مُسْهِرٍ، نا سَعِيدٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ الْمُزَنِيِّ قَالَ سَعِيدٌ: وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مُهْتَدِيًا، وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ»

10۔ محدث أبو نعیم نے الصحابۃ (1836/4 رقم 4634) پر روایت نقل کی ہے۔

4634 - حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا أبو زرعة الدمشقي، ثنا أبو مسهر، ثنا سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة بن يزيد، عن عبد الرحمن بن أبي عميرة، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لمعاوية: "اللهم، اجعله هاديا مهديا، واهده، واهد به".

11۔ محدث الخطیب نے تاریخہ (207/1) اور تلخیص المتشابہ (406/1) اور تالي تلخیص المتشابہ (539/2) پر روایت نقل کی ہے۔

قَالَ: ونا بِشْرُ بْنُ بَشَّارٍ، نا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، ثنا أَبُو مُسْهِرٍ الدِّمَشْقِيُّ، نا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ التَّنُوخِيُّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ صَحَابِيًّا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِهِ، وَاهْدِ بِهِ»

12۔ محدث الجورقاني نے الأباطیل (193/1) پر روایت نقل کی ہے۔

182 - أَخْبَرَنَا حَمْدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْفَرَضِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الصَّفَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّرْقُفِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ، قَالَ سَعِيدٌ: وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي مُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَاهْدِ بِهِ».

13۔ابن عساکر تاریخ دمشق (62/6، 81/59-82) پر لکھتے ہیں۔

فأخبرناه أبو علی الحداد فی کتابه وحدثنا أبو مسعود المعدل عنه أنا أبو نعيم أحمد بن عبد الله أنا سليمان بن أحمد نا أبو زرعة نا أبو مسهر نا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن أبي عميرة المزنی قال سمعت رسول الله (صلی الله عليه وسلم) يقول لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به۔

وأخبرناه أبو الفتح يوسف بن عبد الواحد أنا شجاع بن علی أنا أبو عبد الله بن مندة أنا إسماعيل بن محمد الصفار نا العباس الترقفی قال ونا أحمد بن سليمان نا أبو زرعة عبد الرحمن بن عمرو قالا نا أبو مسهر نا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن أبي عميرة وكان من أصحاب النبی (صلی الله عليه وسلم) عن النبی (صلی الله عليه وسلم) أنه ذكر معاوية فقال اللهم اجعله هاديا واهد به۔

14۔ابن الجوزي نے العلل المتناهية (274/1رقم 442) پر روایت نقل کی ہے۔

442-واما حديث عبدالرحمن قال انا علی بن عبيد الله قال اخبرنا علی قال انبانا ابن بطة قال حدثنا القافلانی وابن مخلد قالا انا محمد بن اسحاق قال انا يحيی بن معين قال انا ابو مسهر قال اخبرنی سعيد بن عبدالعزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبدالرحمن بن ابی عميرة قال سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يدعو لمعاوية فقال اللهم اجعل هاديا مهديا۔

15۔ابن الاثیر نے أسد الغابة (313/3، 386/4) میں روایت نقل کی ہے۔

أخبرنا إبراهيم بن محمد وغيره بإسنادهم إلى أبي عيسى : حدثنا محمد بن يحيى حدثنا أبو مسهر عن سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن أبي عميرة - وكان

من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم -أنہ قال لمعاویة : اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا وأھد بہ۔

16۔ علامہ الذھبي نے السیر (34/8) میں روایت نقل کی ہے۔

وبہ حدثنا أبو زرعة، حدثنا أبو مسھر، حدثنی سعید، عن ربیعة بن یزید، عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة المزنی، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لمعاویة: " اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا، واھدہ، واھد بہ۔

مروان بن محمد الطاطری عن سعید بن عبد العزیز :

مذکورہ طریق سے محدثین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے۔

17۔ امام البخاري نے التاریخ (327/7)

وقال لی ابن ازھر یعنی ابا الازھر نا مروان بن محمد الدمشقی نا سعید نا ربیعة بن یزید سمعت عبد الرحمن بن ابی عمیرة المزنی یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی معاویة بن ابی سفیان اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھد بہ۔

18۔ محدث ابن أبي عاصم نے الآحاد والمثاني (358/2)

1129 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، نا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَبُو مُسْهِرٍ قَالَا: نا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ»

19۔ امام البغوي نے معجم الصحابہ (490/4)

1948 - حدثنا ابن زنجویہ نا سلمة بن شبیب نا مروان یعنی ابن محمد نا سعید یعنی ابن [عبد العزیز عن // **442**// ربیعة] بن یزید قال: سمعت عبد الرحمن بن أبی عمیرة [أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول] لمعاویة: " اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھد بہ ".

20۔ أبوالشیخ نے طبقات المحدثین بأصبهان (343/2)

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ, قَالَ: ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: ثنا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ , عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ , وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَدْعُو لِمُعَاوِيَةَ ,فَقَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِهِ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا "

21۔ أبونعیم نے أخبار أصبهان (180/1)

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ الْبَزَّازُ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عِيسَى، ثنا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو لِمُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اهْدِهِ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا»

22۔ محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق (81-80/59)

أخبرنا أبو القاسم أيضا أنا ابن النقور أنا محمد بن عبد الله بن الحسين نا عبد الله بن سليمان نا عيسى بن هلال السليحي نا مروان بن محمد أنا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن أبي عميرة المزني قال سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول في معاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به ۔

23۔ محدث المزي نے تهذيب الكمال (322/17)

أخبرنا به أبو الفرج بن قدامة وأبو الحسن بن البخاري قالا أخبرنا أبو اليمن الكندي قال أخبرنا الحسين بن علي قال أخبرنا أبو الحسين بن النقور قال أخبرنا أبو الحسين بن أخي ميمي قال حدثنا عبد الله بن سليمان قال حدثنا عيسى بن هلال السليحي قال حدثنا مروان بن محمد قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن

أبی عمیرۃ المزنی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یقول فی معاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھد بہ۔

عمر بن عبد الواحد عن سعید بن عبد العزیز:

مذکورہ طریق سے محدثین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے۔

24۔ محدث ابن قانع نے معجم الصحابہ (146/2)

حدثنا أحمد بن علی بن مسلم نا أبو الفتح نصر بن منصور نا بشر بن الحارث نا زید بن أبی الزرقاء نا الولید بن مسلم قال سمعت سعید بن عبد العزیز یحدث عن یونس بن میسرۃ بن حلبس عن عبد الرحمن بن أبی عمیرۃ الأزدی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر معاویۃ فقال اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ۔

حدثنا إسحاق بن إبراھیم الأنماطی نا محمود بن خالد نا عمر بن عبد الواحد نا سعید بن عبد العزیز عن ربیعۃ بن یزید عن الرحمن بن أبی عمیرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ۔

25۔ محدث الخلال نے السنۃ (450/2 رقم 697)

697 - أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ أَبُو يُوسُفَ الْفَارِسِيُّ، قَالَ: ثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ، قَالَ: ثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، قَالَ: ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ: أَنَّ بَعْثًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ كَانُوا مُرَابِطِينَ بِآمِدَ، وَكَانَ عَلَى حِمْصَ عُمَيْرُ بْنُ سَعْدٍ فَعَزَلَهُ عُثْمَانُ وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَهْلَ حِمْصَ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمِيرَةَ الْمُزَنِيُّ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ»

26۔ محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق (83/59)

أبو بکر أحمد بن المعلی أنا محمود نا عمر بن عبد الواحد عن سعید یعنی ابن عبد العزیز عن ربیعۃ بن یزید أن بعثا من أھل الشام کانوا مرابطین بآمد وکان علی حمص عمیر بن سعد

فعزله عثمان وولى معاوية فبلغ ذلك أهل حمص فشق عليهم فقال عبد الرحمن بن أبي عميرة المزني سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به۔

محمد بن سلیمان الحرانی عن سعید بن عبد العزیز:

مذکورہ طرق سے محدثین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے۔

27۔ محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق (83/59)

فأخبرناه أبو القاسم زاهر وأبو بكر وجيه ابنا طاهر بن محمد وأبو الفتوح عبد الوهاب بن شاه بن أحمد قالوا أنا أحمد بن الحسن بن محمد الأزهري أنا الحسن بن أحمد المخلدي نا أبو بكر عبد الله بن محمد بن مسلم الإسفرايني نا محمد بن غالب الأنطاكي نا محمد بن سليمان نا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن ابن أبي عميرة المزني وكان من أصحاب النبي (صلى الله عليه وسلم) أنه سمع رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول اللهم اجعل معاوية هاديا مهديا واهده واهد على يديه۔

یہ چاروں شاگرد اپنے شیخ سعید بن عبدالعزیز سے یہ ہی روایت بیان کرتے ہیں۔

عن سعيد بن عبد العزيز، نا ربيعة بن يزيد، نا عبد الرحمن بن أبي عَمِيرة، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم أنه ذكر معاوية، وقال: "اللهم اجعله هاديا مهديا، واهد به"

اس روایت کے ہر طبقہ کے راوی نے اپنی سماع کا ذکر کیا ہے۔اس کی سند صحیح ہے،اور اس کے رجال ثقہ اثبات ہیں۔اور صحابی رسول ﷺ عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ تک یہ سند مسلم کی شرط پر ہے کیونکہ ''أبي مُسهر،عن سعيد،عن ربيعة''کی سند سے امام مسلم نے اپنی کتاب میں احتجاج کیا ہے۔

محدثین کرام نے اپنی کتب میں اس روایت کی تقریبا27طرق واسانید نقل کیے ہیں۔جس سے اس روایت کی حیثیت مزید واضح ہوتی ہے۔

حدیث ترمذی کی تصحیح کرنے والے محدثین کرام!

1۔امام ترمذی نے اس محفوظ طریق کے بارے میں کہا:"حدیث حسن غریب".

2۔محدث الجورقانی نے کہا:وقال الجورقانی: "ھذا حدیث حسن".

3۔علامہ ذہبی نے ابن الجوزی کے تمام اعتراضات کے جواب میں کہا:

بعد أن بیّن وھم ابن الجوزی فی إعلاله الحدیث براویَین ثقتین حَسبَهُما ضعیفین لتشابه الاسم: "وھذا سند قوی". (تلخیص العلل المتناھیة: رقم225)۔

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

هَذَا الْحَدِيثُ رُوَاتُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتَلَفُوا فِي صُحْبَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ صَحَابِيٌّ، رُوِيَ نَحْوَهُ مِنْ وجوه أخر. (تاریخ الاسلام 159/4)

4۔محدث ابن عساکر نے کہا:

وقد اعتنى ابنُ عساکر بهذا الحدیث، وأطنبَ فیه وأطیبَ وأطرب، وأفاد وأجاد، وأحسن الانتقاد، فرحمه الله، کم من موطن قد برّز فیه علی غیره من الحفاظ والنقاد".

(تاریخه 106/59)

5۔حافظ ابن کثیر نے کہا:

"قال ابن عساکر: وأصح ما رُوی فی فضل معاویة حدیث أبی حمزة عن ابن عباس أنه کاتِبُ النبیّ صلی الله علیه وسلم منذ أسلم، أخرجه مسلم فی صحیحه، وبعده حدیث العرباض: اللھم علمه الکتاب، وبعد حدیث ابن أبی عَمیرة: اللھم اجعله ھادیاً مھدیاً".انتھی کلام ابن کثیر بطوله، وکلامُ ابن عساکر ھو فی تاریخه (106/59)، قاله عقب إیراده ما رُوی عن ابن راھویه أنه لا یصح حدیث فی فضل معاویة، فھو تعقب منه لھذا الکلام الذی لم یثبت عن إسحاق أصلا کما بیّنتُ قبل.

(البدایه والنھایه 409/11-410)

6۔علامہ فتنی نے کہا:

وقد نقل کلام ابن عساکر فی التصحیح مُقرّا۔(التذکرۃ ص100)

7۔امام ابن حجر الھیثمی نے کہا: "الحدیث حسن". (الصواعق المحرقۃ 626/2)

8۔علامہ آلوسی نے کہا:

"إن لھذا الحدیث شواھد کثیرۃ تؤکد صحتہ".

(صب العذاب ص427)

حدیث ترمذی پر اعتراضات کے جوابات!

قاری ظہور صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس حدیث نام نہاد اعتراضات وارد کیے ہیں،ان کی تحقیق ملاحظہ کریں۔

موصوف اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 177 پر لکھتے ہیں۔

ابن ابی عمیرہ کی صحابیت کا مشکوک ہونا

امیرِ شام کی آئندہ زندگی میں اس دعا کی تاثیر پائی ہی نہیں گئی،اور پائی ہی کیسے جاتی جبکہ یہ حدیث ہے ہی موضوع۔اس حدیث کا مرکزی راوی جس کے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے،اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

وإِنَّمَا هُوَ ابْنُ أَبِيْ عُمَيْرَةَ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيْثَ.

''وہ ابن ابی عمیرہ ہے اور اس نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی''۔

(كتاب العلل لابن أبي حاتم ج٦ص ٦٨٢،وط: ج٦ص ٣٧٢)

حافظ ذہبی نے بھی ابن ابی عمیرہ کی صحابیت میں اختلاف کا قول نقل کیا ہے،اگرچہ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صحابی ہے۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج٢ ص ٣٤٢؛ وط: ج٤ ص ٣٠٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے:

مُخْتَلَفٌ فِيْ صُحْبَتِهٖ.

''اُس کی صحابیت میں اختلاف ہے''۔

(تقريب التهذيب ص٥٩٣)

امام ابن عبدالبر،امام ابن اثیر الجزری،حافظ ابن حجر عسقلانی اور عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا ہے:

''نہ اس کا صحابی ہونا صحیح ہے اور نہ ہی یہ حدیث ثابت ہے''۔

(الاستيعاب ج٢ ص٣٨٦؛ أسد الغابة ج٣ ص٤٩٤؛ تهذيب التهذيب ج٥ ص١٥٢؛ تحفة الأحوذي ج١٠ ص٣١٥)

تبصرہ:

موصوف نے حضرت عبدالرحمن ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کو مشکوک لکھا ہے۔اس لفظ مشکوک کوپڑھ کر لگتا ہے کہ بات کوایک خاص رنگ دینے کی کوشش کی جارہی ہے،جو جناب کاطرہ امتیاز تو ضرور ہے مگر علمی و تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اول: امام ابو حاتم نے ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کاانکار نہیں بلکہ روایت مذکورہ کے سننے کی نفی کی ہے۔موصوف کو صحابیت کی نفی اور روایتِ مذکورہ کے سماع کے انکار میں شاید کوئی فرق نہیں معلوم۔

امام ابو حاتم اور ابن ابی عمیرہ کی صحابیت!

امام ابو حاتم نے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کو اپنی کتاب الجرح والتعدیل 273/5 پر صحابی لکھا ہے۔

عبد الرحمن بن أبي عميرة المزني، له صحبة يعد في الشاميين روى عن القاسم أبو عبد الرحمن وربيعة بن يزيد وجبير بن نفير.(الجرح والتعدیل 273/5)

امام ابو حاتم کی کتاب کاعکس ملاحظہ کریں۔

١٢٩٦ - عبد الرحمن بن ابى عميرة المزنى، له صحبة يعد فى الشاميين روى عنه القاسم ابو عبد الرحمن و ربيعة بن يزيد و جبير بن نفير ٠

امام ابو حاتم نے حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی کہا۔موصوف نے جس عبارت سے استدلال لاسعی کوشش کی ہے،وہ جھوٹ ہے یا بددیانتی؟اس کافیصلہ کتاب پڑھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

کیاابن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نہیں سنی؟

ابن ابی حاتم اپنے والد امام ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں:

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ الوليد ابن مسلم عن سعيد بن عبد العزيز، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ [حَلْبَس]، عن عبد الرحمن ابن عَمِيْرَةَ الأَزْدي: أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ الله (ص) يقولُ وذكر معاويةَ -فَقَالَ: اللَّهُمَّ، اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ ؟

قَالَ أَبِي: رَوَى مَرْوَانُ ، وَأَبُو مُسْهِر ، عَنْ سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة ابن يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَمِيرَة، عن معاوية، قال لي النبيُّ (ص)

قلتُ لأَبِي: فَهُوَ ابنُ أَبِي عَمِيرَة أَوِ ابنُ عَمِيرَة؟ قَالَ: لا، إِنَّمَا هُوَ ابنُ أَبِي عَمِيرَة.

فسمعتُ أَبِي يَقُولُ: غَلِطَ الوليدُ، وَإِنَّمَا هُوَ: ابنُ أَبِي عَمِيرَة، ولم يسمعْهُ من النبيِّ (ص)؛ هذا الحديثَ. (العلل لابن أبي حاتم 381/6)

کہ ابن ابی عمیرۃ نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ نے نہیں سنی بلکہ یہ روایت انھوں نے عن معاویہ عن النبی ﷺ کے طریق سے روایت کی۔

جواب:

امام ابو حاتم کے قول کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ

۱۔ الولید بن مسلم نے اسے عن عبد الرحمن ابن عَمِیْرَۃ الأَزْدی: أَنَّہُ سَمِعَ رسولَ اللہ ﷺ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ یعنی ابن ابی عمیرہ کے بعد عن معاویہ سند میں موجود نہیں ہے۔

۲۔ مروان بن محمد اور ابو مسہر نے اس کو عَنِ ابْنِ أَبِي عَمِيرَة، عن معاوية، قال لي النبيُّ ﷺ کے طریق سے نقل کیا ہے۔ یعنی ابن ابی عمیرہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ سند میں موجود ہیں۔

امام ابو حاتم کے تحقیق کے مطابق ولید بن مسلم نے عن معاویہ کی سند نقل نہیں کی اس لیے اس سے غلطی ہوئی ہے۔ جبکہ مروان بن محمد اور ابو مسہر نے عن معاویہ کے طرق سے روایت کی ہے اس لیے یہ صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ ابو حاتم کے نزدیک عن معاویہ سے روایت صحیح اور عن معاویہ کی سند کے بغیر یہ روایت مرسل صحابی ہے۔ امام ابو حاتم نے اس حوالہ میں کسی بھی جگہ ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار نہیں کیا بلکہ صرف روایت مذکورہ کے سننے کی غلطی کا احتمال بیان کیا ہے۔

بالفرض اس اعتراض کو مان لیا جائے تو یہ روایت مرسلِ صحابی ہے نہ کہ مطلق مرسل۔ اور موصوف معترض کو یہ نہیں معلوم کہ صحابی کی مرسل روایت بالاتفاق قابل قبول ہوتی ہے۔

امام ابو حاتم کے اس حوالہ سے تو ہمارا موقف مزید ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت کی چند اسانید ایسی بھی ہیں جس میں ابن ابی عمیرہ کی بعد عن معاویہ کی تصریح موجود ہے جو کہ امام ابو حاتم کے نزدیک صحیح ہے۔

مگر موجودہ دستیاب ہونی والی کتبِ احادیث و تخریج میں اس روایت کے تمام طرق بشمول ابو مسہر اور مروان بن محمد میں طرق عن معاویہ سے نہیں ہے۔

امام ابی مسہر کی روایات:

رواها البخاری فی «التاریخ الکبیر» (240/5)، وابن سعد فی «الطبقات» (417/7)، والترمذی فی «جامعه» (3843)، والطبرانی فی «مسند الشامیین» (2198)، وابن أبی عاصم فی «الآحاد والمثانی» (3129)، والأجری فی «الشریعة» (1914،1915)، والخطیب فی «تاریخه» (207/1)

ان تمام اسانید میں أبی مسہر عن سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة ہے مگر معاویہ کے تذکرہ سند میں نہیں ہے۔

امام مروان بن محمد کی روایات:

وروایة مروان بن محمد الطاطری رواها أبو نعیم فی «أخبار أصبهان» (180/1)، وابن أبی عاصم فی «الآحاد والمثانی» (3129)

ان تمام اسانید میں مروان بن محمد الطاطری عن سعید بن عبد العزیز ہے مگر سند میں معاویہ کا واسطہ نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم کے حوالہ پیش کرنا غلط و مردود ہے۔ کیونکہ امام ابو حاتم کے کسی بھی اعتراض کو مان لیا جائے تو روایت ثابت ہی ہوتی ہے۔ اگر عن معاویہ کے اعتراض کو مان لیا جائے تو روایت مرسلِ صحابی میں شمار ہوتی ہے۔ اور اگر عن معاویہ کو روایت میں مان لیا جائے تو پھر امام ابو حاتم کے نزدیک یہ روایت متصل بن جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں امام ابو حاتم اور جمہور کے نزدیک صحیح بنتی ہے۔

حافظ ابن حجر اور ابن ابی عمیرہ کی صحابیت !

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب ص696 پر ابن ابی عمیرہ کو حتمی طور پر صحابی لکھا ہے۔

ابن أبي عميرة صحابي [روى] عنه جبير ابن نفير ۔ (تقریب التہذیب ص696)

موصوف قاری صاحب نے جو یک طرفہ کاروائی دکھائی ہے وہ مثال بے بدل ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب (الاصابہ 342/4) پر تفصیل کے ساتھ ابن عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت کی ہے، جس کی تفصیل آ رہی ہے۔

مبارکپوری کی غلطی !

موصوف نے تحفۃ الاحوذی 315/1 کا جو حوالہ دیا ہے وہ قابل مسموع نہیں ہے، کیونکہ غیر مقلد مبارکپوری نے ایک تو حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کو پیش کیا ہے جو کہ حقیقت کے برعکس ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک راجح قول میں ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ مزید یہ کہ مبارکپوری غیر مقلد کی تحقیق ان کے سامنے پیش کریں جو ان کو حجت سمجھتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک ان کے قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ابن عبد البر کا اعتراض !

ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

وقيل عبد الرحمن بن عمير أو عميرة القرشي، حديثه مضطرب، لا يثبت في الصحابة، وهو شامي۔ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 843/2)

ابن عبد البر نے کہا کہ ابن ابی عمیرہ کی حدیث مضطرب، ان کی صحابیت ثابت نہیں اور یہ شامی ہے۔

جواب:

ابن عبدالبر کے اس اعتراض کو جمہور محدثین کرام نے نہیں مانااور اس کا رد کیا ہے۔

عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی صحابیت دو وجہ سے ثابت ہے۔

اول:

اس حدیث کی بعض اسانید اور مرویات میں عبدالرحمن ابن ابی عمیرہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سماع کا ذکر کیا ہے۔

1. امام بخاری فرماتے ہیں:

یعد فی الشامیین قال أبو مسهر قال عبدالله بن مروان عن سعيد عن ربيعة سمع عبدالرحمن سمع النبی صلی الله عليه وسلم. (التاريخ الكبير «للبخاری 240/5)

2. امام الاجری نے اپنی کتاب الشریعہ، رقم 1915 روایۃ أبی مسهر عن سعيد بن عبدالعزيز بہ میں عبدالرحمن بن ابی عمیرہ نے اپنی سماعت کا ذکر کردیا ہے۔

3. محدث ابن عساکر نے اپنی کتاب (تاریخ دمشق 83/59) من روایۃ محمد بن سلیمان الحرانی عن سعید بن عبدالعزیز بہ میں ابن ابی عمیر کی سماع کی تصریح کی ہے۔

ان روایات کی روشنی میں عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی صحابیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان تمام روایات میں عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات اور سماع کے قرائن اور گواہیاں موجود ہے۔اور حدیث میں "سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم" کے الفاظ سے سماع ثابت اور شائبہ ارسال جڑ سے اکھڑ گیا۔

حافظ ابن حجر کی تحقیق!

- حافظ ابن حجر اپنی کتاب الاصابہ (342/4) فرماتے ہیں۔

هب أن هذا الحديث الذی أشار إليه ابن عبد البر ظهرت له فيه علة انقطاع فما يصنع فی بقة الأحاديث المصرحة بسماعه من النبی صلی الله عليه وسلم ؟! فما الذی يصحح الصحبة زائدا علی هذا .

جس حدیث کی طرف ابن عبدالبر نے اشارہ کیا ہے،اس میں انقطاع کی علت ان کے سامنے ظاہر ہوئی تو بقیہ احادیث جن میں نبی کریم ﷺ سے ان کے سماع کی صراحت ہے،ان کا کیا کریں گے؟اس سے زیادہ جو صحابی ہونے کو ثابت کرے وہ کیا چیز ہے؟

دوم:

اجل علماء کرام نے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کی صحابیت کو تسلیم کیا بلکہ وہ ان کی صحابیت کے انکار کا قول بھی نہیں جانتے،سوائے امام ابن عبدالبر کے۔

ابن حجر کا ابن عبدالبر پر رد!

- حافظ ابن حجر ابن عبدالبر کے قول پر تعجب کیا ہے کہ

فعجب من قول ابن عبد البر: حديثه منقطع الإسناد مرسل، لا تثبت أحاديثه، ولا تصحّ صحبته.

ابن عبدالبر کے قول پر تعجب ہے کہ ان[عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ] کی حدیث منقطع الاسناد مرسل ہے،ان کی احادیث ثابت نہیں اور ان کے صحابی ہونے کی بات صحیح نہیں۔انتھی

(الاصابہ 342/4)

ابن ابی عمیرہ کی صحابیت پر محدثین کرام کے اقوال!

ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے بارے میں محدثین کرام کی آراء ملاحظہ کریں۔

1۔امام احمد نے عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث اپنی مسند رقم17929 میں نقل کی ہے جو امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان کی صحابیت کو ثابت کرتی ہے۔

2۔امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ الکبیر 240/5 میں قال أبو مسهر قال عبد الله بن مروان عن سعيد عن ربيعة سمع عبد الرحمن سمع النبي صلى الله عليه وسلم سے ان کی صحابیت بیان کیا ہے۔

3۔اس حدیث کے راوی سعید بن عبدالعزیز التنوخی نے ان کو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں شمار کیا ہے۔

سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبي عمیرة. و کان من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر 230/35)

4۔ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات 417/7 میں عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ المزنی کو اصحاب رسول ﷺ میں لکھا ہے۔

و کان من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نزل الشام. (ابن سعد فی الطبقات 417/7)

5. محدث المزی نے ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔

عبد الرحمن بن أبي عمیرة المزني، ویقال الأزدي البرني وهذا وهم لأنه مزني ولیس بأزدي وهو أخو محمد بن أبي عمیرة له صحبة سکن حمص روی عن النبي صلی اللہ علیه وسلم. (تھذیب الکمال 321/17)

6۔محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ان کو صحابی لکھا ہے۔

عبد الرحمن بن أبي عمیرة المزني ویقال الأزدي أخو محمد بن أبي عمیرة وله صحبة.

(تاریخ دمشق 229/35)

7۔حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

یہ تمام احادیث اگرچہ ان کی کوئی سند کلام سے خالی نہیں بہرحال ان سب سے عبدالرحمن کا صحابی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وهذه الأحادیث وإن کان لا یخلو إسناد منها من مقال فمجموعها یثبت لعبد الرحمن الصحبة ۔ (الاصابہ 342/4)

حافظ ابن حجر مزید محدثین کرام کے حوالہ سے عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ کی صحابیت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

8۔قال أبو حاتم (الجرح والتعدیل 5|273)

9۔وابن السّکن: له صحبة

10۔ذکره البخاری

11۔وابن سعد۔(تاریخ دمشق 35/ 233)

12۔وابن البرقی۔(تاریخ دمشق 35/ 233)

13۔وابن حبان (الثقات 3|252)،

14۔وعبد الصمد بن سعید فی الصحابة۔ (تاریخ دمشق 35/ 233)

15۔وذکره أبو الحسن بن سمیع فی الطبقة الأولی من الصحابة۔ (تاریخ دمشق 35/ 233)

محدث ابو حاتم اور ابن سکن کا قول ہے کہ صحابی ہیں۔امام بخاری،ابن سعد،ابن البرقی، محدث ابن حبان اور عبدالصمد بن سعید نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔اور ابن سمیع نے صحابہ کے پہلے طبقہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔(الاصابة 342/4)

مزید حوالہ جات:

1۔علامہ ذہبی :

عبد الرحمن بن أبی عمیرة المزنی صحابی عنه خالد بن معدان والقاسم أبو عبد الرحمن۔

(الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة،رقم ۳۲۸۱، تجرید أسماء الصحابة (3742)

اور تاریخ الاسلام (4|309)

2۔امام نووی :

روینا عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة الصحابی، رضی الله عنه۔

(تھذیب الأسماء واللغات 103/2)

3۔خطیب بغدادی:

عبد الرَّحمَن بن أبی عمیرَة الْمُزنِیّ الشَّامی لَهُ صُحبَة. (تالي تلخیص المتشابه 539/2)

4۔امام ابو شیخ الاصبہانی:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ, وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(طبقات المحدثین باصبھان 343/2)

5۔محدث ابن قانع: (معجم الصحابۃ، رقم 621)

6۔علامہ خزرجی: عبد الرحمن بن أبي عميرة بالفتح صحابی۔

(خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال ص 232)

7۔محدث ابن خیثمہ: وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ۔ (التاریخ الکبیر 350/1)

8۔بقی بن مخلد في (مقدمة مُسنده: 355)

9۔سلیمان بن عبد الحمید البحراني (معجم الصحابة 2|146)

10۔الترمذي (تسمية الصحابة: 388)

11۔یعقوب بن سفیان (المعرفة 287/1)

12۔أبو القاسم البغوي (معجم الصحابة 4|489)

13۔ابن منده، (تهذيب الأسماء واللغات 2|407)

14۔أبو نعيم، (معرفة الصحابة 4634)

15۔الشيباني (الآحاد والمثانی 2|358)

16-حافظ ابن خراط (الاحکام الشرعیہ ج4 ص428)

17۔حافظ ابن حجر مکی (الصواعق المحرقہ ص310)

18-علامہ جلال الدین سیوطی (عُقودُ الزَّبَرْجَدِ علی مُسْندِ الإِمَامِ أَحْمد 112/2)

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ 15+18=33 محدثین کرام نے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی شمار کیا۔

ربیعہ بن یزید الاسلمی ضعیف یا ناصبی؟

عبدالرحمن بن ابی عمیرہ کا شاگرد اور سعید بن عبدالعزیز کا استاد جن کا نام ربیعہ بن یزید الاسلمی ہے ،وہ ضعیف ہے اور اس میں ناصبیت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ وہ ناصبیوں میں سے تھا اور حضرت علی پر طعن کرتا تھا اورابوحاتم نے کہا کہ اس روایت نہ کرو اور نہ اس کی قدر کرو۔

جواب:

مذکورہ اعتراض غلط اور بے بنیاد ہے۔

اول:

اہل علم محدثین میں سے کون ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ سعید بن عبدالعزیز جس ربیعہ بن یزید السلمی سے روایت کرتاہے وہ ناصبی ہے؟ اہل علم میں سے کسی ایک کا قول یا نص نہیں دیکھا جس میں ربیعہ بن یزید السلمی کو ناصبی کہا ہو۔

دوم:

جبکہ ربیعہ بن یزید السلمی کے بارے میں اہل علم میں ان کے صحابی ہونے پر اختلاف ہے۔متعدد محدثین کرام نے ان کو صحابی مانا ہے۔

ان میں چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

1۔امام بخاری :

ربیعة بن یزید السلمی له صحبة . (التاریخ الکبیر 280/3)

2۔ محدث ابن حبان: «ربیعة بن یزید السلمی یقال له صحبة . (الثقات 129/3)

3۔ محدث ابو حاتم:

وقال بعض الناس له صحبة سمعت أبي يقول ذلك . (الجرح والتعدیل 472/3)

مزید اقوال نقل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

4۔ وقال العسکری قال بعضهم أن له صحبة

5۔ ابن فتحون

6۔ وأبو علي الغساني

7۔ وابن معوز اعتمادا علی قول البخاری۔ (الاصابۃ2/477)

8۔امام ابو نعیم (معرفۃ الصحابۃ1103/2)

9۔ محدث ابن مندہ (معرفۃ الصحابۃ لابن مندہ613/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ متعدد محدثین کرام نے انہیں صحابی بھی تسلیم کیا ہے۔ جس کے بعد تو اس روایت کے متصل ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

سعید بن عبدالعزیز الدمشقی کا اختلاط !

سعید بن عبدالعزیز الدمشقی ثقہ اور رجال مسلم اور سنن اربعہ کے ہیں اور اہل شام کے نزدیک بہت شان والے ہیں مگر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

اول:

سعید بن عبدالعزیز الدمشقی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا مگر اس حدیث کے ایک طریق کے راوی ابو مسہر عبدالاعلی بن مسہر ہیں جیسا کہ

امام بخاری التاریخ الکبیر» (240/5)،وابن سعد الطبقات» (417/7)،والترمذی جامعہ» (3843)،والطبرانی مسند الشامیین» (2198)،وابن أبی عاصم فی «الآحاد والمثانی» (3129)،والأجری فی «الشریعۃ» (1915،1914)،والخطیب فی «تاریخہ» (207/1) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اور ابو مسہر جو کہ سعید بن عبدالعزیز سے یہ روایت بیان کر رہے ہیں وہ ان کے قدیم شاگروں میں سے ہیں۔اور جیسا کہ امام ابوحاتم نے بحوالہ تہذیب الکمال543/10 میں ابو مسہر کو امام الاوزاعی پر فوقیت دی

ہے۔اگر ابو مسھر نے سعید بن عبدالعزیز سے اختلاط کے بعد سنا ہوتا تو امام ابو حاتم کیسے ان کو امام الاوزاعی پر فوقیت دیتے۔[کیونکہ اختلاط کے بعد روایت ضعیف ہوتی ہے۔]

دوم:

اس حدیث کو سعید بن عبدالعزیز الدمشقی سے روایت کرنے میں ابو مسھر منفرد نہیں بلکہ ۴ دیگر محدثین کرام نے اس روایت کو سعید بن عبدالعزیز الدمشقی سے بیان کیا ہے[یعنی متابعت کی ہے۔]

سعید بن عبدالعزیز الدمشقی کے ۴ دیگر شاگردوں کے روایات :

1- الولید بن مسلم الدمشقی:

المسند أحمد» (17929)، الحلیة» (358/8)، المعجم الأوسط،مسند الشامیین» (606)، السنة الخلال (451/2) رقم (699).

2- مروان بن محمد الطاطری کما عند البخاری:

التاریخ الکبیر» (240/5)،أخبار أصبهان» (180/1)،الآحاد والمثانی» (3129).

3- عمر بن عبد الواحد:

السنة الخلال (450/2) رقم (697)،تاریخ دمشق» (83/59).

4- محمد بن سلیمان الحرانی:تاریخ دمشق» (83/59)

اختلاط سے قبل روایت!

سعید بن عبدالعزیز کے اختلاط پر اعتراض کا جواب تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔مگر ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ سعید بن عبدالعزیز کے شاگرد ابو مسھر،ولید بن مسلم۔مروان بن محمد الدمشقی کی روایات صحیح مسلم میں موجود ہیں۔اب اختلاط سے قبل اور بعد کے شاگرد کا فیصلہ محققین حضرات پر ہے۔

477 حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن الدارمی أخبرنا مروان بن محمد الدمشقی حدثنا سعید بن عبد العزیز عن عطیة بن قیس عن قزعة عن أبی سعید الخدری.... (صحیح مسلم 347/1)

55 - (2577) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَهْرَامَ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: «يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، ۔(المسند الصحیح 1994/4)

1122 ۔حدثنا داود بن رشيد حدثنا الوليد بن مسلم عن سعيد بن عبد العزيز عن إسماعيل بن عبيد الله عن أم الدرداء عن أبي الدرداء رضى الله عنه قال......

(صحیح مسلم 790/2)

55 - حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔(المسند الصحیح 1995/4)

11246 - حدثنا يزيد بن عبد الصمد، وعبيد بن يزيد بن عبد الله الكريزى الدمشقيان، وعلى بن عثمان النفيلي، وأبو العباس الغزى حوأخبرنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم، قالوا: حدثنا أبو مسهر -وهو: عبد الأعلى بن مسهر الغساني، - حدثنا سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة بن يزيد۔ (المسنَد الصَّحيح المُخَرّج عَلى صَحِيح مُسلم 405/19)

اعتراض :

اس حدیث میں ابن ابی عمیرۃ کے نام میں اضطراب ہے۔کوئی عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ اور عبدالرحمن بن عمیرۃ یا کبھی المزنی اور کبھی انصاری کہتا ہے جوراوی کی جہالت کو بیان کرتا ہے۔سعید بن عبدالعزیز کا حافظہ خراب ہوگیا تھا تو کبھی اس کو عن ربیعہ بن یزید کے طریق سے اور کبھی عن یونس بن میسرہ کے طریق سے بیان کرتا تھا۔

جواب:

سعید بن عبدالعزیز کے حافظ خراب ہونے سے قبل کی روایات شاگردوں نے نقل کی ہیں، جسکی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

یہ روایت دونوں طریق سے بالکل صحیح ہے۔اس حدیث کوسعید بن عبدالعزیز نے ربیعہ بن یزید السلمی سے بھی نقل کیا ہے اور یونس بن میسرہ سے بھی روایت کیا ہے۔

ولید بن مسلم کے ۵ شاگردوں نے اس روایت کو" عن عن سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبي عمیرة" کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔جبکہ ۲ شاگروں [حلیة الأولیاء "358/8" من طریق زید بن أبي الزرقاء وعلي بن سهل] نے "ثنا الولید بن مسلم، عن سعید بن عبد العزیز، عن یونس ابن میسرہ" روایت کی ہے۔

اعتراض :

سعید بن عبدالعزیز کے اختلاط کی وجہ سے کبھی روایات میں سعید بن عبدالعزیز اور حضرت عبدالرحمن ابن ابی عمیرۃ کے درمیان ۲ راوی اور کبھی ایک راوی ہوتا ہے۔

جواب:

ان تمام مذکورہ اعتراض کی بنیاد اضطراب حدیث ہے۔مگر اس قسم کا اعتراض غیر موثر ہے۔یہ روایت صحیح السند سے مروی ہے جو کہ سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبي عمیرة کی سند سے مروی ہے۔[جیسا کہ محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں مختلف طرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔]

1- **الولید بن مسلم الدمشقي:**

أحمد في «المسند» **(17929)**، أبي نعیم في «الحلیة» **(358/8)**، الطبراني في «المعجم الأوسط» **(656)**، مسند «الشامیین» **(606)**، الخلال في «السنة» (451/2) رقم (699) .

2- **مروان بن محمد الطاطري:**

البخاري في «التاریخ الکبیر» **(240/5)**، أبي نعیم في «أخبار أصبهان» **(180/1)**، ابن أبي عاصم في «الآحاد والمثاني» **(3129)**.

3- **عمر بن عبد الواحد:** الخلال في السنة **(450/2)** ابن عساکر في «تاریخ دمشق» **(83/59)**.

4- محمد بن سلیمان الحرانی: ابن عساکر فی «تاریخ دمشق» (83/59).

5- أبو مسهر:

البخاری فی «التاریخ الکبیر» (240/5)، ابن سعد فی «الطبقات» (417/7)، الترمذی فی «جامعه» (3843)، الطبرانی فی «مسند الشامیین» (2198)، ابن أبی عاصم فی «الآحاد والمثانی» (3129)، الأجری فی «الشریعة» (1915،1914)، الخطیب فی «تاریخه» (207/1).

ان ۵ شاگردوں نے عن سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة کی سند سے روایت بیان کی ہے۔

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔وقول الجماعة هو الصواب۔(تاریخ دمشق 84/59)

یعنی جو ایک جماعت نے بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے۔

اور یہ جان لیں کہ یہ اضطراب اس نوعیت کا نہیں ہے جس سے حدیث ضعیف ہوتی ہے، کیونکہ حدیثِ اضطراب کی تمام اقسام ایک جیسی نہیں ہوتیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کے تمام اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔

مرسلِ صحابی کی تحقیق: (اضافہ)

امام نوویؒ مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"واما مرسل الصحابی وهو روایة مالم یدرکه اویحضره کقول عائشة رضی الله عنها اول مابدئ به رسول الله ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحة فمذهب الشافعی والجماهیر انه یحتج به وقال الاستاذ الامام ابواسحاق الاسفراینی الشافعی انه لایحتج به الاان یقول انه لایروی الاعن صحابی والصواب الاول"۔ (مقدمہ صحیح مسلم للنووی:۱۷، طبع ہند)

ترجمہ: اور رہا معاملہ مرسلاتِ صحابہ کا اور وہ ایسی روایات ہیں جن کا زمانہ اس راوی نے نہ پایا ہو یا زمانہ پایا ہو مگر اس مجلس میں اس نے حاضری نہ پائی ہو تو امام شافعی اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کی

مرسل روایات سے حجت پکڑی جاسکتی ہے؛ البتہ امام ابواسحاق اسفرائنی کہتے ہیں اس قسم کی روایات سے استناد صحیح نہیں، ہاں اگر وہ کہے کہ وہ صحابی، صحابی کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں لیتا توپھر اسے اُن کے ہاں بھی قبول کیا جاسکے گا اور صحیح بات پہلی ہے (کہ مرسلاتِ صحابہ مطلقاً لائقِ قبول ہیں)۔
آپ ایک دوسرے مقام پر ایک حدیث کی بحث میں لکھتے ہیں:

"هذا الحديث من مراسيل الصحابة وهو حجة عند الجماهير"۔

(شرح مسلم للنووی:۲/۲۸۴)

ترجمہ: یہ حدیث صحابہؓ کی مرسل روایات میں سے ہے اور وہ جمہور علماءِ اسلام کے نزدیک حجت ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک بحث میں لکھتے ہیں:

"ويستفاد من الحكم بصحة ما كان ذلك سبيله صحة الاحتجاج بمراسيل الصحابة"۔

(فتح الباری، باب قول المحدث حدثنا وأخبرنا وأنبأنا:۱/۱۴۴، شاملہ، الناشر: دار المعرفۃ، بیروت،۱۳۷۹)

ترجمہ: اس طرح کی باتوں پر صحیح کا حکم لگانے سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ صحابہ کی مرسل روایات سے حجت پکڑنا قانونی طور پر صحیح ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات اور واضح ہوجاتی ہے کہ پہلے دور میں قبولیت روایت کا مدار اعتماد اور وثوق پر ہی رہا ہے، روایت کا متصل ہونا ضروری نہ تھا، صحابہ کرام کا عادل اور ثقہ ہونا یقینی اور قطعی دلائل سے معلوم تھا تواب ان کی مرسلات بھی حجت سمجھی گئیں، اللہ تعالیٰ نے جب اُن کی عدالت پر مہر کردی تواب اس کی کیا ضرورت ہے کہ ائمہ حدیث میں سے کوئی ان کی تعدیل کرے، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ان عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم.... فلا يحتاج احد منهم مع تعديل الله لهم المطلع على بواطنهم الى تعديل احد من الخلق له"۔ (الکفایہ فی علوم الروایہ:۴۸،۴۶)

ترجمہ: صحابہ کی عدالت اللہ کی تعدیل سے معلوم اور ثابت ہے؛ سو صحابہ میں سے کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ کسی کی تعدیل کا محتاج نہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی تعدیل حاصل ہے جو ان کے بواطن امور پر پوری طرح مطلع ہے اور انہیں عادل قرار دے رہا ہے۔

محدثین کے اصول اور ان کی تحقیق کے مطابق اگر کسی روایت کی سند صحابی تک پہنچ جائے اور دیگر رواۃ میں انقطاع نہ ہو تو یہ مرسل کہلاتی ہے ،اور حدیث کی یہ قسم مقبول ہے۔صحابی نے براہ راست آنحضرت سے سنا ہو (یعنی جس واقعہ کو صحابی نے بیان کیا ہے) یا کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو۔مشہور محقق عالم مولانا عبد العزیز الفرہاروی اپنی کتاب ''کوثر النبی،، میں فرماتے ہیں:

"اذا روی الصحابی مالم یشاهده فحدیثه یسمی مرسل الصحابی کروایة احداث الصحابة کالسبطین وابن عباس وابن الزبیر... والصحیح انه موصول اذا غالب ان الصحابی لایروی الا عن مثله۔

ترجمہ:۔''جب صحابی ایسا واقعہ روایت کرے جس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو یہ روایت مرسل صحابی کہلاتی ہے، جیسے چھوٹے صحابہ مثلاً حضرات حسنین، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنھم کی روایت... صحیح بات یہ ہے کہ یہ متصل ہے جب کہ یقین غالب ہو کہ صحابی ہی سے روایت کر رہا ہے،،۔

خود صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ وہ ابن عباس کی روایات کو قبول کرتے، حالانکہ ان کا شمار چھوٹے صحابہ میں تھا، کسی نے بھی اس کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی کہ ان کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی؟ وجہ صرف یہی تھی کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے اور موقع بموقع خود رسول اللہ سے استفادہ کرتے رہتے تھے، اسی وجہ سے اجماع ہو گیا کہ مرسل مقبول ہے۔

فیضی کا جھوٹ یا بد دیانتی؟

جناب قاری صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 178-177 پر لکھتے ہیں۔
حافظ مغلطائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک انداز میں لکھا ہے:
حَدِيْثُهٗ مُضْطَرَبٌ فِيْهِ ، لَايَثْبُتُ صُحْبَتُهٗ.

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اس کی صحابیت ثابت نہیں ہے''۔

(الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة ج۲ ص۲۳)

اِن عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ عبدالرحمان بن ابی عمیرہ کی صحابیت میں اختلاف کو سب نے تسلیم کیا ہے

۲۔ کچھ حضرات نے اُس کے صحابی ہونے کا صاف انکار کیا ہے۔

جب اس کی صحابیت مشکوک ہوگئی تو جس حدیث کی سند میں اِس کا نام ہے وہ حدیث اضطراب سے منزہ و مبرا نہیں سمجھی جا سکتی، یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام اِس اضطراب سے جان نہیں چھڑا سکے۔ چنانچہ امام مغلطائی نے صاف لکھا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا ، وَلَايَصِحُّ إِسْنَادُ حَدِيْثِهٖ هٰذا عِنْدَهُمْ.

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا'' محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند درست نہیں ہے''۔

(الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة ج۲ ص۲۳)

سو جب اتنے علماء و محدثین نے عبدالرحمان ابن ابی عمیرہ کی صحابیت کا انکار کیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ اُس نے یہ حدیث سنی ہی نہیں تو پھر سنداً اس حدیث کے موضوع و باطل ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟ کیا سنن الترمذی میں آ جانے کی وجہ سے اس حدیث کو ماننا لازم ہوگیا اور اس کی سند پر کلام ممنوع ہوگیا؟

تبصرہ:

موصوف نے جو بات نقل کی ہے، مناسب ہوگا کہ علامہ مغلطائی کی کتاب کا عکس پیش کر دیا جائے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ قول علامہ مغلطائی کا ہے یا ابن عبدالبر کا۔

667 [عبد الرحمن] (٨٢/ب) ابن عمير - أو عميرة - القرشي

قال أبو عُمر[٤] : حديثه مُضطَرب فيه ، **لا يثبت في الصَحابة** ، روى عنه : رَبيعةُ بن يزيدَ أَنه سَمع النبي ﷺ وذكر معاويةَ : « اللهم اجْعله هَاديًا مَهْديًا » ، **ولا يصح إسناد حَديثه هذا عندَهم .**

وروى عَنه : علي بن زيد مرسَلًا عن النبي ﷺ في فضل قريش ، وحديثه مُنقطع الإسناد ، مرسَل ، لا تثبت أحاديثه **ولا تصح صُحْبتُه .**

علامہ مغلطائی کی عبارت کو قارئین کرام خود ملاحظہ کریں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ابو عمر، ابن عبد البر کا قول نقل کیا ہے یا اپنا؟

علامہ مغلطائی حنفی کی تحقیق کو چھپانا!

مزید یہ کہ علامہ مغلطائی نے اس عبارت کے بعد جو تحقیق نقل کی وہ کیوں پیش نہیں کی گئی؟

علامہ مغلطائی اپنی کتاب "الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة 24/2" پر جو لکھا، موصوف نے اسے چھپالیا۔

وذكره أبو نعيم في جُملة الصحابة، وكذلك ابن مندة وابن قانع، وابن حبان، وأبو القاسم في كتابه "مَن نزل حمص من الصَّحابة" وعَزاه إلى سُليمان بن عبد الحميد البَهيراني، ودُحَيم.

وقال البرقي في كتاب الصَّحابة: عبد الرحمن بن أبي عميرة جاء عنه حَديث، ذكر الوليد بن مسلم، عن سعيد بن عبد العزيز، عن يونس بن مَيسَرة، عَن عبد الرحمن بن أبي عَميرة أنه سَمع النبي -صلى الله عليه وسلم- وذكر معاوية. ("تاريخ دمشق" 231/35)

وذكره الصَغاني في جملة "المختلف فيهم من الصحابة". ("نقعة الصديان" ص: 73)

علامہ مغلطائی کی کتاب کا عکس ملاحظہ کریں۔

وذكره أبو نعيم **في جُملة الصحابة**، وكذلك ابن مندةَ وابن قانع، وابن حبان، وأبو القاسم في كتابه «**مَن نزل حمصَ من الصَحابة**» وعَزاه إلى سُليمان بن عبد الحميد البَهْراني، ودُحَيْم[١].

وقال البرقي[٢] في كتاب الصَحابة: عبد الرحمن بن أبي عميرة جاء عنه حَديث، ذكر الوليد بن مسلم، عن سعيد بن عبد العزيز، عن يونس بن مَيْسَرة، عَن عبد الرحمن بن أبي عَميرة أنه سَمع النبي ﷺ وذكر معاوية.

وذكره الصَغاني في جملة «**المختلف فيهم من الصحابة**»[٣].

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف تحقیق کے نام پر علمی بد یانتی کے مرتکب ہیں۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 178 پر لکھتے ہیں۔

ابن ابی عمیرہ کہاں کا باشندہ تھا؟

اس حدیث کے وضعی ہونے کے شواہد میں سے ایک اہم شاہد یہ بھی ہے کہ جس عبدالرحمان ابن ابی عمیرہ کو صحابی بنا کر پیش کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ شامی تھا بلکہ حمصی تھا، اور ہم اہل حمص کے بارے میں باحوالہ لکھ چکے ہیں کہ وہ سیدنا علی ﷜ سے عداوت میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ پہلے آپ اس بات کی پوری تفصیل ''محمد بن زیاد الہانی کے متعلق عدم تدبر'' کے عنوان کے تحت ایک مرتبہ دوبارہ پڑھ کر پھر خود ہی سوچئے کہ آخر فضائل معاویہ کی احادیث فقط ایسے ہی لوگوں سے کیوں مروی ہیں؟ اگر آپ مختلف کڑیاں ملائیں اور پھر امام احمد بن حنبل کا وہ قول بھی شامل فرمائیں جس میں انہوں نے فرمایا کہ ''سیدنا علی ؈ کثیر الاعداء تھے، اُن کے دشمنوں کو جب اُن کے

موصوف یہ بات الاحادیث الموضوعہ ص 132 پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میں (فیضی) کہتا ہوں: اس معاملہ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ وزنی ہے، کیونکہ یہ محمد بن زیاد حمص کا باشندہ تھا اور اہل حمص سیدنا علی ﷜ کے بغض میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ چنانچہ مشہور ماہر جغرافیات علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

أَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَلٰی عَلِيٍّ ﷜ بِصِفِّيْنَ مَعَ مُعَاوِيَةَ كَانَ أَهْلُ حِمْصٍ وَأَكْثَرَهُمْ تَحْرِيْضًا عَلَيْهِ وَجِدًّا فِيْ حَرْبِهٖ.

''سیدنا علی ﷜ کے خلاف لشکرِ معاویہ میں سب سے زیادہ سخت حمصی تھے۔ معاویہ نے اُنہیں سیدنا علی ﷜ کے خلاف بہت زیادہ اُبھارا تھا اور اپنی جنگ میں خوب استعمال کیا تھا''۔

(معجم البلدان ج۲ ص۳۴۹)

تبصرہ:

موصوف کا یہ علمی شہ پارہ ایک شگوفہ سے کم نہیں۔ اگر حمص سے تعلق رکھنے والے تمام راویوں کو ناصبی کہنا اور بغض علی رضی اللہ عنہ سے متصف کرنا ہی تحقیق کا نام ہے، تو جناب ذرا ان صحابہ کرام کے بارے میں بھی کچھ حکم لگادیں جن کا تعلق حمص سے تھا۔ محدث ابن عساکر نے چند حمصی صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

1. حبیب بن مسلمۃ الفہری القرشی

2. سبرۃ بن فاتك الأسدی
3. سعید بن عامر بن حذیم
4. عبادۃ بن الصامت
5. عبد اللہ بن بسر المازنی
6. عبد اللہ بن السعدی
7. عبد الرحمن بن شبل الأنصاری
8. محمد بن أبی عمیرۃ
9. العرباض بن ساریۃ السلمی
10. عوف بن مالك الأشجعی
11. قباث بن أشیم اللیثی
12. معاذ بن جبل
13. یزید بن الأخنس
14. أبو عنبۃ الخولانی
15. شرحبیل بن أوس،
16. أوس بن شرحبیل

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ میں چند حمصی صحابہ کرام کا ذکر کرتے ہیں۔

1. بکر بن الحارث الأنماری
2. حابس بن سعد الیمانی
3. الحارث بن کرز
4. حنظلۃ بن أبی حنظلۃ الثقفی
5. حریث، أبو فروۃ السلمیؓ
6. رافع بن سعد الأنصاریؓ
7. سحیم بن خفاف

8. سعید بن عامر
9. سنان بن روح
10. شدّاد بن شرحبیل الأنصاریّ.
11. عبداللّٰہ بن درّاج
12. عبداللّٰہ بن شبل بن عمرو الأنصاری
13. عبد خیر الحمیری
14. عبدالرحمن بن شبل
15. عفّان السلمی
16. عمرو بن عبسۃ
17. عمرو بن معاویۃ الغاضری
18. عمیر بن سعد بن عبید
19. غنیم بن عثمان
20. کیسان
21. المذبوب التنوخیّ
22. النّعمان بن رازیۃ
23. نفیر بن مالك بن عامر الحضرمیّ
24. نہیك بن صریم السّکونی
25. أبو سکینۃ
26. أبو عنبۃ الخولانیّ

یہ چند صحابی رسول ﷺ جو کہ حمصی تھے، مختلف محدثین کرام نے ان کی تصریح کی ہے۔
موصوف محقق ذرا ہمت کریں اور فتویٰ لگائیں کہ یہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھتی تھیں۔

الزامی جواب:

اگر حمص اور شام سے تعلق رکھنے والے راویوں کی صحابہ کرام کے فضائل میں مروی روایات کو جناب قاری صاحب اگر موضوع یا گھڑی ہوئی مانتے ہیں تو پھر محدثین کرام نے تو کوفہ کے راویوں کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے فضائل اہل بیت میں ہزاروں روایات گھڑی ہیں اور صحابہ کرام کے خلاف روایت کو وضع کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ کا قول ہے کہ:

حدثنا ابو بکر الحمیدی حدثنا یحی بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَهْلُ الشَّامِ خَيْرٌ مِنْكُمْ، خَرَجَ إِلَيْهِمْ نَفَرٌ من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وَسَلَّمَ كَثِيرٌ، فَحَدَّثُونَا بِمَا نَعْرِفُ، وَخَرَجَ إِلَيْكُمْ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم قليل فحدثتمونا بما نعرف ومالا نَعْرِفُ۔

اے عراق والوں اہل شام تم سے بہتر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صحابہ وہاں گئے، پس وہ ہم سے چیزیں روایت کرتے ہیں، جن کا ہمیں علم ہے لیکن تمہارے پاس چند صحابہ کرام گئے باوجود اس کے تم ایسی چیزیں روایت کرتے ہو جن میں سے کچھ کو ہم جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔ **(المعرفة والتاریخ 756/2،تاریخ دمشق 69/1)**

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ صرف کوفی رایوں نے نہیں بلکہ حضرات بنو عباس نے بھی بنو امیہ کے خلاف روایت وضع کی ہیں۔

توکیا اس اصول کے تحت جس روایت میں کوفی راوی ہو تو ان کی روایات کو موضوع کہا جا سکتا ہے۔؟ موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جتنی روایات پیش کیں، ان میں تقریبا ہر روایت میں ایک نہیں بلکہ متعدد کوفی راوی موجود ہیں۔ تو جناب اپنے اصول کے تحت ان کو موضوع مانیں گے؟ کیا جناب کو ملا علی قاری کے پیش کردہ اصول سے اتفاق ہے؟

وَمِنْ ذَلِكَ الْأَحَادِيثُ فِي ذَمِّ مُعَاوِيَةَ وَذَمِّ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَذَمِّ بَنِي أُمَيَّةَ۔

(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة 477/1)

انہی موضوعات میں سے وہ احادیث بھی موضوع ہیں جو حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور بنوامیہ کی مذمت میں ہیں۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 179 پر لکھتے ہیں۔

شارحین کا اِس حدیث سے اغماض

صحاح ستہ میں سے یہ حدیث فقط سنن الترمذی میں ہے، پھر سنن الترمذی سے اس کو امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں درج کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مشکاۃ المصابیح میں بھی یہ موجود ہے چونکہ وہ مصابیح السنۃ پر اضافہ ہے۔ سنن الترمذی اور مصابیح السنۃ اور مشکاۃ المصابیح کے شارحین میں سے بعض نے اس حدیث کی شرح کی ہے، بعض نے اس کو اپنی شرح کے متن سے ہی اڑا دیا ہے اور یوں اُنہوں نے عملاً اس پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے، اور بعض نے اس کو باقی تو رکھا ہے لیکن اس کے معا بعد ہی امام اسحاق بن راھویہ اور دوسرے محدثین کرام کا قول نقل کر کے قولاً اس حدیث پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی نے اس کو اپنی کتاب "قوت المغتذي على جامع الترمذي" سے اڑا دیا ہے، امام بیضاوی نے اس کو مصابیح السنۃ کی شرح میں جگہ نہیں دی، امام مظہر الدین

تبصرہ:

موصوف کی اس تحریر کو ان کی چالاکی سمجھا جائے یا سادگی۔ کسی بھی روایت کے صحیح ہونے کا دارومدار صحاح ستہ میں ہی آنے پر ہے، جبکہ موصوف متعدد مقامات پر صحیحین کی حدیث پر غیر صحیحین کی حدیث کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ یہ روایت اگر صحاح ستہ کی کسی کتاب میں بھی نہ ہوتی تو پھر بھی اس کی سند صحیح ہونے سے دیگر کتاب میں مروی ہونے سے صحیح ہوتی۔ اس لیے موصوف کا یہ اعتراض کے فقط سنن ترمذی میں یہ روایت ہے ایک شگوفے کے علاوہ کچھ نہیں۔

موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کسی بھی حدیث کی شرائط میں یہ شرط نہیں کہ اس کے شارحین اس کو بیان کریں۔ اس کے برعکس مذکورہ حدیث کو شارحین نے بیان بھی کیا ہے اور اس پر بحث بھی کی ہے۔

چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

1. شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح 3947/12.
2. مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 4022/9
3. طرح التثریب فی شرح التقریب 114/1
4. عارضۃ الأحوذی بشرح صحیح الترمذی 104/1
5. کشف اللثام شرح عمدۃ الأحکام 472/3 السفارینی
6. الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی 356/22
7. شرح مصابیح السنۃ 512/6 محمَّدُ بنُ عزِّ الدِّینِ الحنفیُّ
8. شرح سنن أبی داود 423/16 بن رسلان المقدسی الرملی

غیر اہل سنت کے اقوال ہمارے خلاف پیش کرنا مضحکہ خیز ہے۔ کسی روایت کے بارے میں کسی محدث کا قول اس پر مکمل عدم اعتماد نہیں بلکہ اس کے بارے میں رائے پیش کرنا ہوتا ہے۔ محدث اسحاق بن راھویہ پر تفصیلی کلام آرہا ہے جس کی سند ثابت نہیں اور نہ ہی قابل استدلال ہے۔ اس لیے اس قول کو جگہ جگہ پیش کرنا علمی بددیانتی ہے۔

اگر موصوف کا علمی مبلغ یہ ہی ہے کہ کسی کا قول نقل کر کے خاموش ہو جانا اس سے اتفاق ہوتا ہے تو علمی میدان میں اس کو جہالت ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں کہ محققین نے ایک مسئلہ پر متعدد اقوال جمع کر دیتے ہیں اور رد نہیں کرتے، تو اس سکوت سے اتفاق کا استدلال کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ علمی بدیانتی ہے۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص179 پر لکھتے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا" کے مؤیدین سے سوال

جن لوگوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اُن سے سوال ہے کہ اگر یہ حدیث نبوی ﷺ ہے تو لامحالہ حیاتِ نبوی ﷺ میں زبانِ اقدس سے صادر ہوئی ہوگی، اُس وقت سے لے کر معاویہ کی موت تک تقریباً ۵۲ سال بنتے ہیں۔ کیا اِن باون [52] سالوں میں اِس حدیث کی اطلاع خود اُس شخص کو بھی ہوئی جس کی شان میں یہ صادر ہوئی؟ اگر وہ اِس حدیث سے باخبر تھے تو اِس پر دلیل چاہیئے اور اگر اُنہیں خبر نہیں ہوسکی تو پھر اِس عدمِ اطلاع کی وجہ کیا ہے؟ نیز عموماً زبانِ نبوی ﷺ سے کسی کی برائی یا بھلائی میں جو الفاظ صادر ہوتے تھے اُن کے پیچھے کوئی واقعہ اور وجہ ہوتی تھی جس کو محدثین کی اصطلاح میں وُرُودِ حدیث کہا جاتا ہے۔ کیا اِس حدیث کی بھی کوئی شانِ ورود ہے؟

تبصرہ:

موصوف نے جو باتیں تحریر کیں ہیں ان کا علمی میدان سے دور دور تک کا کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ جس ذات کے بارے میں کوئی فضیلت مروی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہی شخص اس کو بیان بھی کرے، بہت ساری فضیلت کی ایسی روایات ہیں جو دوسرے لوگوں سے منقول ہیں مگر جس شخص کے بارے میں وہ روایت ہے اس شخص نے اس کو بیان نہیں کیا۔

جناب نے امام ابو حاتم کا جو حوالہ دیا تھا اگر اس کو خود بھی بغور پڑھ لیتے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس حوالہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ الوليد ابن مسلم عن سعيد بن عبد العزيز، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ [حَلْبَس]، عن عبد الرحمن ابن عَمِيْرَةَ الأَزْدي: أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ الله (ص) يقولُ وذكر معاويةَ - فَقَالَ: اللَّهُمَّ، اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ ؟

قَالَ أَبِي: رَوَى مَرْوَانُ، وَأَبُو مُسْهِر، عَنْ سعيد بن عبد العزيز، عن ربيعة ابن يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَمِيْرَةَ، عن معاوية، قال لي النبيُّ (ص) .... (العلل لابن أبي حاتم 381/6)

امام ابو حاتم کے نزدیک یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔امام ابو حاتم کے حوالہ کے بعد موصوف کو اپنی تحریر سے کم از کم رجوع ضرور کرنا چاہیے۔

فضائل یا مذمت میں ہر روایت کا شان ورود کا ہونا کوئی ضروری نہیں، کیونکہ بہت ساری روایت کا شان ورود کتب احادیث میں موجود نہیں ہوتا،اس لیے یہ اعتراض لایعنی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف کے اعتراضات علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، یہ یادرہے کہ صرف اعتراضات کرنے سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی بلکہ وہ اعتراضات جو علت قادحہ ہو ان سے حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

موصوف کا روایۃً تو کوئی اعتراض صحیح ثابت نہ ہو سکا اس لیے انہوں نے درایۃً اس حدیث کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کرنے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر 30 اعتراضات کیے ہیں۔ان تمام 30 اعتراضات پر علمی تحقیق متعلقہ باب میں پیش کی جاتی ہے، تا کہ موصوف کے ان درایۃً اعتراضات کی حقیقت عوام الناس کے سامنے آسکے۔اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان میں سے کوئی اعتراض بھی علت قادعہ نہیں جو کہ سنن ترمذی کی حدیث کو موضوع ثابت کر سکے۔

دوسری حدیث!

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

قَالَ أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ جو صحابہ رسول ﷺ ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علی وسلم سے بیان فرماتے ہیں: اے اللہ معاویہ کو حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

(تاریخ الکبیر 24/5)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور سند متصل ہے۔ تمام راویوں کی توثیق پہلی حدیث کے تحت پیش کی گئی ہے۔ اس روایت میں ہادی مہدی کے الفاظ بھی نہیں ہیں جس کو موصوف درایۃً موضوع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

تیسری حدیث!

امام طبرانی حدیث نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْقَرَاطِيسِيُّ، ثنا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، ح وَحَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَا: ثنا مُعَاوِيَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، أَنَّ عِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: «هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ» . وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «اللهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ»

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا: اے اللہ، معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔ **(الطبرانی فی معجمہ الکبیر 251/18)**

اسانید:

1۔ أَنْبَأَنَا خَلَفُ بْنُ عَمْرٍو الْعُكْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ السَّمَاعِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ فَقَالَ: «هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ» وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا: اے اللہ، معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔ (الشریعۃ ص2435 رقم1910)

2۔ أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَاجِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا: اے اللہ، معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔ (الشریعۃ رقم1911)

3۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو إِلَى السَّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ: " هَلُمَّ إِلَى الْغِدَاءِ الْمُبَارَكِ "۔ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: " اللهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ "۔

ترجمہ:سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا:اے اللہ،معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔(مسند الامام أحمد بن حنبل،رقم17152)

4۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالُوا: نا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو رَجُلًا إِلَى السَّحُورِ , فَقَالَ: «هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ» . وَقَالَ الدَّوْرَقِيُّ , وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو إِلَى السَّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: «هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ» . وَزَادَا: ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ:سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا:اے اللہ،معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔(صحیح ابن خزیمة،رقم1938)

5۔ أخبرنا محمد بن محمد بن علی بن کر تیلا أبو بکر الشیخ الصالح بقراءتی علیه فی جامع المنصور ببغداد قال أبنا أبو بکر محمد بن علی بن محمد الخیاط المقرء قراءة علیه سنة ثمان وخمسین وأربع مئة قال أبنا أبو الحسین أحمد بن عبد الله بن الخضر السوسنجردی أبنا أبو جعفر أحمد بن أبی طالب علی بن محمد بن أحمد بن الجهم الکاتب قال حدثنی أبی أبو طالب علی بن محمد حدثنی أبو عمرو محمد بن مروان بن عمر القرشی السعیدی ثنا أحمد بن سنان القطان قال ثنا عبد الرحمن بن مهدی عن معاویة بن صالح عن یونس بن سیف عن الحارث بن زیاد عن أبی رهم عن العرباض بن ساریة قال سمعت رسول الله

صلی الله علیه وسلم یقول لمعاویة اللهم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب.حسن غریب.

ترجمہ:سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا:اے اللہ،معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔(معجم الشیوخ 1041/2رقم1341)

تخریج:

یہ روایت معاویہ بن صالح سے محدثین کرام کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔

1)عبدالرحمن بن مهدی:

رواه أحمد فی المسند (127/4) وفضائل الصحابة (1748) -ومن طریقه الخلال فی العلل (141) والسنّة (449/2) وابن عساکر (75/59) وابن الجوزی فی العلل المتناهیة (271/1)- ثنا عبدالرحمن بن مهدی.ورواه ابن جریر (البدایة والنهایة 405/11) وابن خزیمة (1938) وابن حبان (192/16) وحمزة الکِنَانی فی جزء البطاقة (11 ذکر الشاهد فقط) -ومن طریقه الرافعی فی التدوین (74/3) والذهبی فی معجم الشیوخ (152/1-154) والتاج السبکی فی معجم الشیوخ (ص441)- والآجری (1911 الشاهد) وأبوالقاسم الکتّانی فی حدیثه (1/156 کما فی تخریج الأباطیل) والجورقانی (190/1) وابن عساکر فی تاریخه (75/59-76) ومعجم شیوخه (1041/2 رقم 1341) من طریق عبدالرحمن به.

2)عبدالله بن صالح أبوصالح:

یعقوب بن سفیان فی المعرفة (345/2): ثنا أبوصالح.

ورواه البغوی فی المعجم (365/5) والطبرانی فی الکبیر (251/18 رقم 628) والشامیین (169/3) -وعنه أبونعیم فی المعرفة (2236/4) وابن عساکر (76/59)- والآجری (1913)

وعبد العزيز الأزجي في مجلس من الأمالي (مع أمالي ابن بشران 284/2) وابن عساكر (77/59) وابن الجوزي في العلل المتناهية (272/1) من طريق عبد الله بن صالح به.

3) قرة بن سليمان:

رواه البزار في مسنده (138/10 رقم 4202/وفي كشف الأستار برقم 2723) من طريقه.

4) أسد بن موسى:

رواه الطبراني في الكبير (251/18 رقم 628) وفي الشاميين (169/3) -وعنه أبونعيم في المعرفة (805/2)- وابن بشران (55/1) وابن أبي الصقر في مشيخته (31) وابن عساكر (76/59 عنده الشاهد فقط) من طريق أسد بن موسى.

5) بشر بن السري:

رواه البغوي في المعجم (364/5) والآجري (1910) وابن عدي (2402/6) وابن بطة في الإبانة وابن عساكر (77/59) وابن الجوزي في العلل المتناهية (271/1) من طريق بشر بن السري.

6-10) آدم، ومعن بن عيسى، وزيد بن الحباب، وعبد الله بن وهب، وعافية بن أيوب.

أبونعيم في المعرفة (805/2)

11) الليث بن سعد:

الحسن بن سفيان (الإصابة 24/3 وغيرها) -وعنه ابن بطة، وابن منده (الإنابة لمغلطاي 138/1)، وأبونعيم في المعرفة (804/2): ثنا قتيبة بن سعيد، ثنا الليث بن سعد، عن معاوية بن صالح، عن يونس بن سيف، عن الحارث بن زياد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (فذكره).ورواه ابن قانع (187/1) ثنا العباس بن حبيب النهرواني، نا قتيبة به.

ورواہ ابن مندہ فی المعرفۃ (الإصابۃ 24/3) من طریق موسی بن ھارون عن قتیبۃ بہ.

ورواہ الحسن بن عرفۃ فی جزئہ (36) -وعنہ الخلال فی السنۃ (460/2) والبغوی فی الصحابۃ (78/2) وابن شاھین وابن مندۃ (الإصابۃ) واللالکائی (1441/8) وابن عساکر (74/59) وابن حجر فی التھذیب (141/12 و142)- عن قتیبۃ بہ، وزاد بعد الحارث: "صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم".

12) حماد بن خالد الخیاط:

رواہ أحمد (126/4) ثنا حماد بن خالد الخیاط.

ورواہ أبوداود (2344) -ومن طریقہ أبوبکر الجصّاص فی أحکام القرآن (270/1)- وابن بُشران (54/1) والمِزّی فی تھذیب الکمال (231/5) من طریق حماد بہ.

اس روایت کو محدث عبدالرحمن بن مھدی سے مذکورہ محدثین کرام نے روایت کیا۔

1) الامام أحمد:

2-3) یعقوب الدورقی وعبداللہ بن ھاشم:

حدّث عنھما ابن خزیمۃ (1938) ورواہ من طریقہ ابن عساکر (76/59)

رواہ ابن عساکر (75/59) من طریق یعقوب.

4) العباس العنبری:

رواہ ابن حبان (191/16) من طریقہ.

5) أحمد الدورقی:

رواہ حمزۃ الکنانی فی جزء البطاقۃ (11) والجورقانی (190/1) عن أبی یعلی، عن أحمد الدورقی. ورواہ الآجری فی الشریعۃ (1911) عن ابن ناجیۃ، ثنا أحمد الدورقی.

6) عبیداللہ بن عمر القواریری:

رواہ ابن عساکر (75/59) من طریق أبی یعلی فی مسندہ الکبیر عن القواریری.

7) محمد بن عبد المجید التمیمی:

رواہ ابن عساکر (76/59) من طریقہ.

8) أحمد بن سنان:

محمد بن مروان السعیدی فی کتاب المجالسۃ -ورواہ من طریقہ ابن عساکر فی معجم شیوخہ (1041/2 رقم 1341): ثنا أحمد بن سنان.ورواہ ابن حبان (191/16) والآجری (1912) من طریق ابن سنان.

سند کی تحقیق:

اس سند کے راویوں کی توثیق و تعریف ملاحظہ کریں۔

1. **معاویۃ بن صالح الحضرمی الحمصی:**

یہ راوی ثقہ ہے اس کو اما م احمد،امام نسائی،امام عجلی،امام ابن معین،امام ابن مہدی اور امام ابو زرعہ نے ثقہ کہا ہے۔(التھذیب 209/10).

2. **یونس بن سیف:**

یہ راوی بالاتفاق ثقہ ہے۔

تھذیب الکمال (510/32) وتھذیب التھذیب (440/11).

3. **الحارث بن زیاد:**

محدث ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔التھذیب (141/2).

محدثین کرام نے اس راوی کو مجھول قرار دیا ہے۔ابن حبان کیونکہ توثیق میں متساہل ہیں اس لیے ان کی توثیق منفرد ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔محدث ابن خزیمہ اور ان حبان نے اس کی حدیث سے استدلال بھی کیا ہے۔

ایک نکتہ قابل غور ہے کہ حافظ مغلطائی نے إکمال (290/3) پر اس راوی کے بارے میں امام ابو الحسن القطان سے ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔اور محدث ابن عساکر نے اپنی کتاب (معجم الشیوخ1041/2رقم 1341) میں اس روایت کو"حسن غریب" کہا ہے۔

4. أبورهم السمعي هو أحزاب بن أسيد:

یہ راوی ثقہ تابعی ہیں ان کی صحابیت میں اختلاف ہے۔

ثقة مخضرم. تھذیب التھذیب (190/1).

5. العرباض بن سارية:

صحابی رسول ﷺ ہیں۔ تھذیب التھذیب (174/7).

تحقیق کے مطابق یہ روایت کم از کم حسن درجہ کے تو ضرور ہے۔بالفرض اس کو الحارث بن زیاد کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف مان بھی لیں تو یہ روایت سنن ترمذی والی روایت کے متابعت کی وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔اور بالفرض اس کو الحارث بن زیاد کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف مان بھی لیا جائے تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف حدیث فضائل میں قابل قبول ہوتی ہیں۔

موصوف قاری فیضی کے اعتراضات!

پیش کردہ روایت میں موصوف نے اسماء الرجال کی بحث میں جو شگوفے پیش کیے ہیں اس پر ایک اہم بات کرنا اہم ہے کہ موصوف اسماء الرجال کے میدان میں طبع آزمائی نہ کریں کیونکہ موصوف اس فن سے نابلد ہیں، اگر وہ کسی ماہرِ فن کی شاگردی اختیار کرلیں تو ضرور جناب کو سیکھنے کا موقع ملے گا۔

قارئین کرام موصوف کے اقتباسات ملاحظہ کریں اور ان کی سادگی بھی اس فن میں ملاحظہ کریں۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص76 پر لکھتے ہیں۔

اس کی سند میں ایک شخص معاویہ بن صالح ہے، اس کے بارے میں اگرچہ تعدیل کے اقوال بھی ملتے ہیں مگر اہل شام کے بارے میں اس کی روایت کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلے ہم اس کی جرح میں مطلق اقوال پیش کررہے ہیں اور آخر میں اہل شام کی احادیث کے بارے میں خاص قول پیش کریں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

كَانَ يَحْيىٰ بْنُ سَعِيْدٍ لَا يَرْضَاهُ.

''یحییٰ بن سعید اسے پسند نہیں کرتے تھے''۔

ایسے ہی یحییٰ بن معین سے ایک قول ہے، وہ کہتے ہیں: ابن مہدی جب معاویہ بن صالح سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یحییٰ بن سعید اُنہیں جھڑک دیتے اور فرماتے:

أَيْشٍ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ؟

''یہ کیسی حدیثیں ہیں؟''۔

ابو صالح فراء امام ابو اسحاق فزاری سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا:

مَا كَانَ بِأَهْلٍ أَنْ يُرْوىٰ عَنْهُ.

''وہ اس لائق نہیں کہ اُس سے حدیث روایت کی جائے''۔

تبصرہ:

موصوف کے یہ اقوال پیش کرنا معاویہ بن صالح کو ضعیف ثابت نہیں کرتا۔ امام یحیٰ بن سعید کا کسی راوی کو پسند نہ کرنا اور کسی سے روایت نہ لینا، جمہور کے نزدیک اس کو ضعیف ثابت نہیں کرتا۔

کیا متعنت و متشدد کی جرح قبول کی جاتی ہے؟

جناب ریسرچ اسکالر کو یہ بھی نہیں معلوم کہ متعنت محدث کی جرح قبول نہیں ہوتی۔ علامہ ذہبی نے امام یحیی بن سعید کو راویوں کے کلام کے بارے میں متعنت لکھا ہے۔

یحیی متعنت جدا فی الرجال۔

امام یحیی بن سعید متعنت محدث ہیں۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 171/2)

علامہ ذہبی اپنے دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

"کان یحیی بن سعید متعنتاً فی الرجال"۔ (السیر 183/9)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ "مع تعنتہ فی الرجال"

(فتح الباری للإمام ابن حجر العسقلانی دار الفکر، بیروت، .441/11)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"یحیی بن سعید شدید التعنت فی الرجال، لاسیما من کان من أقرانہ

(ھدی الساری، مقدمۃ فتح الباری دار الکتب العلمیۃ، ص5)

موصوف نے امام ابن معین کا مکمل قول نقل نہیں کیا، جس سے جرح کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

محدث ابن عدی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنا اللَّيْثُ بْنُ عَبْدَةَ، قَالَ: قَالَ يَحْيى بْن مَعِين كَانَ ابْن مھدی إِذَا حدث بحدیث مُعَاوِيَة بْن صَالح زبرہ يَحْيى بْن سَعِيد وَقَالَ إِيش هَذِهِ الأحادیث وکان ابن مھدی لا یبالی عمن روی ویحیی ثقۃ فی حدیثہ.

امام یحیی بن معین نے فرمایا: امام ابن مہدی جب معاویہ بن صالح سے روایت کرتے تو یحیی بن سعید انہیں جھڑک دیتے اور فرماتے: یہ کیسی حدیثیں ہیں؟ مگر عبدالرحمن بن مہدی اس کے پرواہ نہ کرتے جب وہ اس سے روایت لیتے. (الکامل فی ضعفاء الرجال 146/8)

معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن مہدی، امام یحیی بن سعید کی جرح کو قابل التفات نہیں سمجھتے تھے اور اپنے استاد یحیی بن سعید القطان کے اعتراض کی کوئی پرواہ نہ کرتے اور مُعَاوِیَة بن صَالِح سے روایت کرتے۔

موصوف نے اصول کی کتب سے امام یحیی بن سعید قطان کی بطور جارح کا تعین پیش نہیں کیا۔ جس سے جرح کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا تعیین ہوتا ہے۔ متعنت محدث کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں کیا مانی جا سکتی ہے؟ اگر جناب ریسرچ اسکالر ہی اس کا جواب دیں تو بہتر ہو گا۔

محدث ابو اسحاق الفزاری کی جرح سے راوی ضعیف ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ بغیر علت بیان کیے کسی سے روایت نہ کرنا علت قادعہ نہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف کے بیان کردہ اقوال جمہور محدثین کرام کے نزدیک قابل التفات نہیں ہیں۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 77 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

''معاویہ بن صالح کے پاس صالح حدیث بھی ہوتی ہے، ابن وہب کے پاس اُس کے متعلق ایک کتاب ہے، ابوصالح کے پاس بھی اُس کی ایک کتاب ہے اور ابن مہدی اور معن کے پاس اس کی بہت احادیث ہیں، اس سے لیث، بشر بن السرّی اور ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے اور میں اس سے روایت میں حرج نہیں سمجھتا۔

عِنْدِيْ صَدُوْقٌ ، إِلَّا أَنَّهُ يَقَعُ فِيْ أَحَادِيْثُ إِفْرَادَاتٌ.

''میرے نزدیک وہ سچا ہے مگر اُس کی احادیث میں تفردات ہوتے ہیں''۔

(الکامل لابن عدي ج۸ ص۱٤۸)

امام ابن عدی کا یہ جملہ انتہائی اہم ہے، کیونکہ محدثین کرام نے کہا ہے کہ کوئی سچا آدمی کسی حدیث کی روایت میں تنہا ہو تو اُس کی وہ حدیث منکر سمجھی جائے گی۔ آگے چل کر حدیث منکر کی تعریف میں اس سلسلے میں بعض ائمہ کا قول آ رہا ہے۔ اب آپ معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ خاص قول ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے اُس کی روایت کردہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔

امام ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُعَاوِيَةُ يُغْرِبُ بِحَدِيْثِ أَهْلِ الشَّامِ جِدًّا.

''معاویہ بن صالح اہل شام کی حدیث میں انتہائی اجنبی حدیثیں بیان کرتا تھا''۔

(تهذيب الكمال ج۲۸ ص۱۸۹، ۱۹۳؛ تهذيب التهذيب ج٦ ص۳۳۲، ۳۳۳، ملخصاً)

اوپر امام ابن عدی کا قول گذر چکا ہے اور یہ امام ابن ابی خیثمہ کا قول ہے، یہ دونوں قول اس حدیث کی حیثیت کے تعین کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ کسی روایت میں منفرد ہونا اور پھر خصوصاً اہل شام سے غرائب (اجنبی روایات) لانا، آخر اِن دونوں اقوال کا نتیجہ کیا ہے؟ جبکہ معاویہ بن صالح حمصی بھی ہے اور حمص شام ہی کا ایک ضلع ہے، اور سیدنا علی علیہ السلام سے عداوت اور معاویہ سے محبت میں اہل حمص سب سے آگے تھے۔

تبصرہ:

ابن عدی حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحمد بن سلمة الحنفي، حَدَّثَنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ الرَّمَادِيُّ، حَدَّثَنا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يُونُس بْنِ سَيْفٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَال: قَال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَوَقِهِ الْعَذَابَ.

سیدنا عرباض بن ساریہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے مہینے میں سحری کی دعوت دی تو میں نے آپ سے سنا: اے اللہ، معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ہی ابن عدی بیان کرتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخ: وهذا عن يُونُس بهذا الإسناد يرويه عَنْهُ مُعَاوِيَة بْن صَالح ولمعاوية بْنِ صَالِحٍ غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ حديث صالح،

عند ابن وَهْب عَنْهُ كتاب وعند أَبِي صالح عنه كتاب وعند ابن مهدي ومعن عَنْهُ أحاديث عداد وحدث عَنْهُ اللَّيْث وبشر بْن السري وثقات الناس وما أرى بحديثه بأسا، وَهو عندي صدوق إلا أَنَّهُ يقع فِي أحاديثه إفرادات.

(الكامل في ضعفاء الرجال 146/8)

ابن عدی نے فرمایا: یہ حدیث یُونُس بْنِ سَيْفٍ سے اس سند سے ہے اور ان سے مُعَاوِيَة بْن صَالح نے روایت کیا۔ مُعَاوِيَة بْن صَالح سے جو طریق بیان کیا اس کے علاوہ بھی حدیث صالح یعنی کہ صحیح روایات ہیں،

اس میں مُعَاوِيَة بْن صَالح سے ابْنُ وَهْبٍ کی روایات اور ابْنُ وَهْبٍ کے پاس مُعَاوِيَة بْن صَالح سے مروی روایت کی کتاب ہے، اور ابو صالح نے مُعَاوِيَة بْن صَالح سے روایت کی جو کتاب سے

ہے،اور مُعَاوِيَة بْن صَالح سے عبدالرحمن بن مھدی اور معن نے احادیث روایت کی ہیں۔ مُعَاوِيَة بْن صَالح سے اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اور بِشْرُ بْنُ السَّرِيُّ اور ثقات راویوں نے بیان کی ہے۔اور اس کی اس حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ابن عدی فرماتے ہیں: میرے نزدیک مُعَاوِيَة بْن صَالح صدوق ہے سوائے اس کے کہ ان کی احادیث میں افراد یا تفرد ہوتا ہے۔

- اس حوالہ میں ابن عدی نے کسی ایک مقام پر بھی پیش کردہ روایت کو تفرد یا منکر نہیں کہا۔

ابن عدی اور ابن وہب کی مرویات:

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمد بْنِ العباس، حَدَّثَنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ بإسنادِهِ نحوه، وعند بن وَهب، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مَشَايِخِهِ كِتَابٌ وَنُسْخَةٌ طَوِيلَةٌ.

(الکامل فی ضعفاء الرجال 144/8)

ابن عدی لکھتے ہیں کہ ابْنُ وَهْبٍ کے پاس مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ کی مشائخ سے مروی روایات کی کتاب اور بڑا نسخہ تھا۔اس کی روایت کو ابن عدی نے مختصراً بیان کیا ہے۔

ابن عدی اور ابی صالح کی مرویات:

وعند أَبِي صَالح كاتب اللَّيْث عن مُعَاوِيَة بْن صَالح كتاب طويل ونسخة حسنة.

ابن عدی لکھتے ہیں کہ أَبِي صَالح جو محدث اللَّيْث کا کاتب ہے کے پاس مُعَاوِيَة بْن صَالح کی بڑی کتاب ہے اور یہ نسخہ حسن اچھا ہے یعنی اس کی مرویات اچھی ہیں۔الکامل فی ضعفاء الرجال **145/8**

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن عدی کے نزدیک مُعَاوِيَة بْن صَالح کی مرویت کی کتاب أَبِي صَالح اور ابْنُ وَهْبٍ کے پاس تھیں۔اور یہ مرویات اچھی اور صحیح تھیں۔

محدث فسوی نے ابن وہب کی روایت نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صالح عن الحارث ابن زِيَادٍ عَنْ أَبِي رُهْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْعِرْبَاضَ بن سارية صاحب النبی صلى الله عليه وَسَلَّمَ يَقُولُ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: هَلُمُّوا إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ. فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:
اللَّهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ. (المعرفۃ والتاریخ 345/2)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔اور ابن عدی کے نزدیک یہ روایت منکر نہیں بلکہ صحیح ہے۔
موصوف نے ابن عدی کے قول أنه يقع في أحاديثه أفرادات کا ترجمہ "اس کی حدیث میں تفردات ہوتے ہیں" کیا ہے۔ابن عدی کے قول میں سچے اور تفرد کی بات ہے جس پر موصوف معترض نے اس حدیث کو" منکر " کہا۔موصوف کی تحریر میں ایک اہم نکتہ "سچا آدمی" ہے۔اس نکتہ کو ملحوظ خاطر رکھیں اس کے تفصیل پیش کی جائے گی۔کسی روایت میں صرف منفرد ہونا کوئی جرح ہی نہیں ہے۔منکر بمعنی منفرد سے راوی اور روایت ضعیف نہیں ہوتے۔

"مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ" حمصی یا اندلسی!

پیش کردہ روایت کا راوی مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ شام کے علاقہ حمص سے قدیماً اندلس کی طرف گیا تھا،اس لیے مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض کا دعوی غلط اور مردود ہے۔
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

خرج من حمص قديما و كان ثقة ۔(تہذیب التہذیب 10/210)

محدث ابن خیثمہ کے قول سے بھی روایت ضعیف نہیں ہوتی، کیونکہ شامی راویوں سے اجنبی روایت بیان کرنا کوئی جرح نہیں جب تک محدثین کرام اس پر صراحت نہ کریں نیز محدث ابن خیثمہ کے قول سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ نے شامیوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں روایات گھڑیں۔
جمہور محدثین کرام نے مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، کی سند سے مرویات نقل کیں ہیں۔
امام مسلم نے مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، سے روایات نقل کیں ہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ . ح ، وَحَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ، قَالَ : كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِي

فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ : " مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ " قَالَ فَقُلْتُ : مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ : الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ : إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا ، قَالَ : " مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - أَوْ فَيُسْبِغُ - الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ " .

(صحیح مسلم 209/1)

وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ ، وَأَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرِ بْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ " : مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ " .**(صحیح مسلم 210/1،رقم:234)**

امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام نسائی، محدث ابو عوانہ، ابن حبان، طبرانی، امام بیہقی اور محدثین کرام کی ایک جماعت نے مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، کی سند سے متعدد روایات نقل کیں ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، کی سند پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

موصوف کا منکر کو موضوع حدیث ثابت کرنے کے بارے میں اقتباسات کے جوابات متعلقہ بحث میں ملاحظہ کریں۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 78 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اس راوی سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اَلْحَارِثُ بْنُ زِيَادٍ مَجْهُوْلٌ لَايُعْرَفُ بِغَيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

''حارث بن زیاد مجہول ہے، اس حدیث کے بغیر وہ نہیں جانا گیا''۔

(الاستیعاب ج۲ ص۲٤۷)

حافظ عسقلانی نے بھی اس حکم کو مقرر رکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

نَعَمْ قَالَ أَبُوْعُمَرَ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْ صَاحِبِ هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ: مَجْهُوْلٌ ، وَحَدِيْثُهُ مُنْكَرٌ.

''جی ہاں، امام ابوعمر بن عبدالبر نے اس صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہے''۔

(تهذيب التهذيب ج۱ ص ٦١٠)

تبصرہ:

موصوف نے جو حوالہ ابن عبدالبر کا الاستیعاب سے دیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حارث بن زیاد اس حدیث کو بیان کرنا والا منفرد ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التھذیب کے حوالہ میں حدیث کو منکر کہنا تفرد کے معنی میں ہے۔ علم حدیث میں راوی کا کسی حدیث کو منفرد بیان کرنا اس روایت کو ضعیف نہیں کرتا۔ اس لیے ان حوالہ جات سے بھی حدیث ضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ اَلْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ مجہول راوی نہیں بلکہ حسن درجہ کا راوی ہے جس کی توثیق بیان کر دی گئی ہے۔ اس لیے اس پر مجہول کی جرح قابل التفات نہیں۔ بہت سارے راوی ایسے ہیں جن کو محدثین کرام نے مجہول لکھا ہے مگر دیگر معتدل محدثین کرام سے جب توثیق ثابت ہو جاتی ہے تو پھر راوی کی توثیق راجح ہوتی ہے۔

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص82 پر لکھتے ہیں۔

محدثین کی اصطلاح میں "منکر حدیث" کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن نتیجہ سب کا یکساں ہے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

وَهُوَ مَا انْفَرَدَ الرَّاوِي الضَّعِيفُ بِهِ ، وَقَدْ يُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوْقِ مُنْكَرًا.

"منکر حدیث وہ ہے جس کی روایت میں ضعیف راوی تنہا ہو اور کبھی سچے راوی کا تنہا ہونا بھی منکر شمار کیا جاتا ہے"۔

(الموقظة في علم مصطلح الحديث ص ٤٢)

اس تعریف میں "وَقَدْ يُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوْقِ مُنْكَرًا" (اور کبھی سچے راوی کا تنہا ہونا بھی منکر شمار کیا جاتا ہے) کا جملہ انتہائی قابل غور ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ معاویہ بن صالح کے بارے میں امام ابن عدی نے صدوق کا قول کرنے کے باوجود کہا تھا کہ وہ بعض روایات لانے میں مفرد (تنہا) ہوتا ہے۔

تبصرہ:

موصوف کا علامہ ذہبی کی کتاب سے منکر کی تعریف نقل کرنا تو الگ بات ہے اگر جناب اس کو حافظ ابن حجر کی نخبۃ الفکر سے ہی سمجھ لیتے تو اچھا ہوتا۔

علامہ ذہبی نے "منکر" کی تعریف میں ضعیف یا سچے راوی کا تنہا یا منفرد ہونا بیان کیا ہے مگر اس کے اطلاق اور تفصیل الگ الگ ہیں۔ علامہ ذہبی نے تو "حدیث منکر" کو الگ بیان کیا ہے اور "حدیث موضوع" کو الگ بیان کی ہے اور ہر ایک قسم کی تفصیل لکھی ہے۔ نام نہاد محقق نے علامہ ذہبی نے منکر کی تعریف میں تنہا ہونا دیکھا اور اس کو اچک لیا، اور پھر ابو غدہ سے منکر کا اطلاق موضوع پر کرنا اچک لیا [جو کہ صحیح نہیں، تحقیق آگے ملاحظہ کریں]، اور قارئین کرام کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہر تنہا راوی کی روایت منکر ہوتی ہے اور ہر منکر روایت موضوع ہوتی ہے، جبکہ یہ نتیجہ اخذ کرنا لغو اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

علامہ ذہبی کی عبارت سے تسامح برتنا!

جناب قاری صاحب نے علامہ ذہبی کی عبارت کو بھی عوام الناس کے سامنے غلط پیش کیا ہے۔

المنکر :وھو ما انفرد الراوی الضعیفُ بہ. وقد یُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوقِ منکَراً.

(الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث ص7)

علامہ ذہبی کی منکر حدیث کی تعریف میں ضعیف راوی کا تفرد یا تنہا ہونا مقابل ثقہ راوی کے ہے نہ مطلقا تنہا ہونا۔اس طرح اس تعریف کے اگلے استثنائی جملہ وقد یُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوقِ منکَراً سے صدوق راوی کا تنہا ہونا بھی مد مقابل دیگر ثقہ راوی کے خلاف ہے نہ مطلقا تنہا یا اکیلے ہونا۔

جب راوی دیگر ثقہ راوی یا ثقہ جماعت کے خلاف تنہا ہوگا تو اس کی روایت منکر ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور منکر کی تعریف!

ایک تعریف تو وہ ہے جو حافظ ابن حجر نے بیان کر کے اسے کسی اور سے منسوب کیا ہے۔اس کے مطابق، "منکر وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں کوئی ایسا راوی ہو جو کثرت سے غلطیاں کرتا ہو، یا عام طور پر لاپرواہی برتتا ہو یا پھر اس کا گناہوں میں مشغول ہونا مشہور ہو۔" **(النخبۃ وشرحھا ص47)**

دوسری تعریف بیقونی نے اپنی نظم میں کی ہے۔اس کے مطابق "منکر وہ حدیث ہے جس کی سند میں موجود راوی ضعیف ہو اور یہ روایت ثقہ راوی کی روایت کے مخالف ہو۔" اصل شعر یہ ہے:

ومنکر انفرد بہ راو غدا　　　　تعدیلہ لا یحمل التفردا

منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی منفرد بات کرے۔اور قابل اعتماد راوی کی حدیث اس کے خلاف ہو۔

(النخبۃ وشرحھا ص47)

یہ تعریف حافظ ابن حجر نے بیان کر کے اسی پر اعتماد کیا ہے۔اس میں پہلی تعریف کی نسبت یہ اضافہ موجود ہے ضعیف راوی، ثقہ راوی کی روایت کے مخالف حدیث بیان کرے۔

حافظ ابن کثیر اور منکر کی تعریف!

حافظ ابن کثیر نے جو تعریف لکھی وہ ملاحظہ کریں۔

المنکر وھو کالشاذ: إن خالف راویہ الثقات فمنکر مردود. وکذا إن لم یکن عدلاً ضابطاً،وإن لم یخالف فمنکر مردود.

منکر شاذ کی طرح ہے: اگر اس کا راوی ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت کرے تو بھی مردود ہے اور اگر عادل اور ضابط نہ ہو [ضعیف ہو] تو بھی اس کی روایت مردود اگرچہ کوئی ثقہ راوی اپنی حدیث میں میں مخالف نہ ہو۔ (**اختصار علوم الحدیث ص56**)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب محقق کی تحقیق اصول حدیث کی روشنی میں غلط اور باطل ہے۔

فیضی صاحب کا علمی تسامح!

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83-82 پر لکھتے ہیں۔

حدیث منکر کا حکم

لغت میں منکر اُسے کہا جاتا ہے جس کو دل مسترد کرنے پر مجبور ہو۔ محدثین کی اصطلاح میں بھی یہی معنی موجود ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''محدث ربیع بن خیثم بیان کرتے ہیں: بعض احادیث کا نور دن کے اُجالے کی طرح روشن ہوتا ہے تو ہم اُنہیں معروف سمجھتے ہیں، اور بعض کی ظلمت رات کی تاریکی کی مانند ہوتی ہے تو ہم اُنہیں منکر سمجھتے ہیں۔ امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: ہم احادیث سنتے تھے تو اُنہیں اپنے رفقاء کے سامنے یوں پیش کرتے جس طرح کھوٹے سکے کو پیش کیا جاتا ہے، پس جن احادیث کو ہم معروف سمجھتے اُنہیں قبول کر لیتے اور جنہیں منکر سمجھتے اُنہیں ترک کر دیتے''۔

(الكفاية في علم الرواية ص ٤٣١؛ الكشف الحثيث للحلبي ص ٣١)

تبصرہ:

جناب قاری صاحب نے جو خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ کے حوالہ کا جو اردو ترجمہ پیش کیا ہے، ان دونوں عبارتوں کا عربی متن قارئین کرام کے سامنے پیش خدمت ہے، اس متن میں کس لفظ کا ترجمہ "منکر" کیا ہے؟ اگر جناب فیضی صاحب اس کی طرف اشارہ کریں تو طالبعلم استفادہ کر لیں گے۔

أخبرنا محمد بن الحسين بن الفضل قال أنا عبد الله بن جعفر بن درستويه قال ثنا يعقوب بن سفيان قال ثنا أبو نعيم قال ثنا سفيان عن أبيه قال قال الربيع بن خثيم ان من الحديث حديثا له ضوء كضوء النهار نعرفه وإن من الحديث حديثا له ظلمة كظلمة الليل ننكره۔

كتب إلينا أبو محمد عبد الرحمن بن عثمان الدمشقي وحدثناه محمد بن يوسف النيسابوری عنه قال ثنا أبو الميمون البجلي قال ثنا أبو زرعة عبد الرحمن بن عمرو النصری قال ثنا أحمد بن أبي الحواری قال ثنا الوليد بن مسلم قال سمعت الأوزاعی يقول كنا نسمع الحديث ونعرضه على أصحابنا كما نعرض الدرهم الزائف فما عرفوا منه أخذناه وما أنكروا منه تركناه۔ (الكفاية فی علم الرواية-ص 431)

حدیث منکر کا حکم اور ابو غدہ کی مثالیں

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر لکھتے ہیں۔

خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حدیث منکر کا شمار شدید ضعیف احادیث میں ہوتا ہے لیکن اکثر اُسے موضوع و مردود کے مترادف مانتے ہیں۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَفْظُ "مُنْكَرٌ" كَثِيْرًا مَّا يُطْلِقُوْنَهُ عَلَى "الْمَوْضُوْعِ" يُشِيْرُوْنَ بِذٰلِكَ إِلٰى نَكَارَةِ مَعْنَاهُ مَعَ ضُعْفِ إِسْنَادِهِ وَبُطْلَانِ ثُبُوْتِهِ.

"محدثین لفظ "منکر" کا اطلاق اکثر موضوع حدیث پر کرتے ہیں، وہ اس لفظ سے متن کے ناپسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اُس کی سند کا ضعف اور ثبوت کا بطلان اس کے علاوہ ہوتا ہے"۔

اس کے بعد اُنہوں نے اس پر متعدد مثالیں پیش کیں۔ ملاحظہ فرمائیے: (تعليقات: المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، للقاري ص ٢٠)

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا، اور چونکہ اکثر یہ لفظ حدیث موضوع کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو موضوع ہی سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ امام ذہبی کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْآفَةَ فِي الْحَدِيْثِ مِنَ الرَّجُلِ الْمَجْهُوْلِ.

"شاید اس حدیث میں آفت مجہول شخص سے ہے"۔

(لسان الميزان ج٢ ص ٤٢٠)

اِس عبارت میں لفظ "آفۃ" کا استعمال ضعفِ حدیث کے لیے نہیں بلکہ اظہار وضع کے لیے ہے۔ چنانچہ امام برھان الدین حلبی اور علامہ ابن عراق الکنانی لفظ "آفۃ" کی اصطلاحی توضیح میں لکھتے ہیں:

فَهٰذِهٖ كِنَايَةٌ عَنِ الْوَضْعِ.

"یہ حدیث گھڑنے سے کنایہ ہے"۔

(الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث ص ٩٠؛ تنزيه الشريعة المرفوعة ج١ ص ٣٤)

تبصرہ:

موصوف نے ابو غدہ عبدالفتاح سے جو "منکر" کا اطلاق "موضوع" پر کیا ہے، اس کی شرائط راوی کے ضعف اور اس کے متن کے بطلان سے مشروط ہیں، جس کا ذکر ابو غدہ نے کیا ہے۔

مگر جناب نے مطلقا" منکر "کو" موضوع "روایت ہی بنا دیا، جو کہ علمی خیانت نہیں بلکہ دجل و فریب ہے۔ اور جناب نے جو ابو غدہ کی عبارت میں لفاظ" مع "کا جو ترجمہ اس کے علاوہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

شیخ ابو غدہ الفتاح نے اپنی کتاب المصنوع ص 20 پر جو 6 حوالہ جات پیش کیے ہیں کہ "منکر" پر "موضوع" کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

حوالہ نمبر 1 کی تحقیق:

ابو غدہ نے جو حوالہ نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

حَدِيثُ إِنَّ مِنْ تَمَامِ إِيمَانِ الْعَبْدِ أَنْ يَسْتَثْنِيَ فِي كُلِّ حَدِيثِهِ يَعْنِي أَنْ يَقُولَ فِيهِ إِنْ شَاءَ الله مُنكر۔ (المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع:66)

جواب:

اس حوالہ میں ملا علی قاری نے اس حدیث کے تمام طرق کو منکر کہا ہے، اور ملا علی قاری کا اس حدیث کے طرق کو منکر کہنا بطور اختصار ہے کیونکہ ملا علی قاری نے زیادہ تر اپنی کتاب علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف اللآلیء المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة سے اخذ کی ہے۔ اور علامہ سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں " منکر "نہیں بلکہ "منکر الحدیث "کے الفاظ لکھے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيّ بْن سَلمَة حَدَّثَنَا يَعْقُوب بْن إِسْحَاق الْحَضْرَمِيّ حَدَّثَنَا معارك بْن عباد عَن عَبْد الله بْن سَعِيد عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيْرَة مَرْفُوعًا: إِنَّ مِنْ تَمَامِ إِيمَانِ الْعَبْدِ أَنْ يَسْتَثْنِي فِيهِ لَا يصلح ومعارك مُنكر الحَدِيث مَتْرُوك۔ (اللآلیء المصنوعة 45/1)

حوالہ نمبر 2 کی تحقیق:

ابو غدہ نے دوسرا حوالہ جو نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

حَدِيثُ لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ قَالَ النَّسَائِيُّ بَاطِلٌ مُنْكَرٌ۔

(المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع:398)

جواب:

مذکورہ بالا حوالہ میں اگر غور کیا جائے تو صرف منکر کے نہیں بلکہ باطل کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کے بارے میں امام نسائی سے باطل منکر کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

قال النسائی: هذا حدیث باطل منکر. (ذیل الآلئ المصنوعۃ 66/1)

حوالہ نمبر 3 کی تحقیق:

ابو غدہ نے تیسرا حوالہ جو نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

حَدِیثُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَإِنْ حَفِظَتُكَ لَا تَسْتَرِیحُ تُكْتَبُ لَكَ الْحَسَنَاتُ حَتّٰى تُحْدِثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءِ مُنْكَرٌ۔ (المصنوع فی معرفۃ الحدیث:406)

جواب:

مذکورہ بالا حوالہ حدیث کے بارے میں علامہ سیوطی نے علامہ ذہبی کے حوالہ سے "منکر" لکھا ہے، جو کہ دراصل (تلخیص کتاب الموضوعات 321/1) "منکر الحدیث "کے الفاظ ہیں اور پھر علامہ سیوطی نے لفظ "آفتہ" کا استعمال کیا ہے جو کہ جناب فیضی صاحب کے نزدیک موضوع پر دلالت کرتا ہے۔

قال الطبرانی: لم یروہ عن علی أخی عزرۃ بن ثابت إلا إبراهیم. وقال فی (المیزان): هذا الحدیث منکر، وآفتہ إبراهیم. (ذیل الآلئ المصنوعۃ 371/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حوالہ میں ملا علی قاری نے منکر کا لفظ اختصاراً لکھا ہے نہ کہ اصولاً۔

حوالہ نمبر 4 کی تحقیق:

ابو غدہ نے چوتھا حوالہ جو نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

حَدِیث وَقَالَ الدَّیْلَمِیُّ أَسَانِیدُ كِتَابِ الْعَرُوسِ لِأَبِی الْفَضْلِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ الْحُسَیْنِیِّ وَاهِیَةٌ لَا یُعْتَمَدُ عَلَیْهَا وَأَحَادِیثه مُنْكَرَة جدا۔

(المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع:453)

جواب:

مذکورہ بالا حوالہ میں ملا علی قاری نے کسی ایک حدیث کے بارے میں نہیں بلکہ ابی الفضل کی کتاب کی اسانید کو ناقابل اعتبار، واہیات اور ان کی احادیث کو منکر جدا لکھا ہے نہ کہ کسی خاص حدیث کے بارے میں منکر

کہہ کر موضوع مراد لی ہے۔ ملا علی قاری نے موضوع روایات کی اقسام بیان کر کے اس مذکورہ روایت کو نقل کیا ہے۔

علامہ سیوطی نے بھی اپنی کتاب میں یہ ہی بات لکھی ہے۔

قال الدیلمی: أسانید کتاب العروس واهیة لا یُعتَمد علیها، والأحادیث منکرة جدًا، و کنت عزمتُ علی إسقاطها. (ذیل الآلئ المصنوعة 762/2)

علامہ سیوطی نے کتاب العروس کی اسانید کو ہی نا قابل اعتماد اور واہی قرار دیا تو حدیث کا منکر موضوع ہونا ثابت ہوا۔

مزید یہ کہ کتاب العروس کی اسانید ہی وضع کردہ تھیں تو اس کی روایات موضوع اور منکر ہی ثابت ہوتی ہیں۔

محدث ابن عراق الکنانی لکھتے ہیں۔

جعفر بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین أبو الفضل الحسینی صاحب کتاب العروس أشار الدیلمی إلی اتهامه وقال الجوزقانی فی کتاب الأباطیل مجروح.

(تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة 47/1)

محدث ابن عراق نے ابوالفضل الحسینی کی کتاب العروس کے متہم اور نا قابل اعتبار و مجروح ہونا لکھا ہے۔

حوالہ نمبر 5 کی تحقیق:

ابو غدہ نے پانچواں حوالہ جو نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثًا مَرْفُوعًا إِذَا ضَاقَ مَجْلِسٌ بِأَهْلِهِ فَبَيْنَ كُلِّ سَيِّدَيْنِ مَجْلِسُ عَالِمٍ فِي الذَّيْلِ هُوَ مُنْكَرٌ. (المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع:455)

جواب:

مذکورہ بالا حوالہ میں جس روایت کو منکر کہا اس کو ملا علی قاری سے پہلے محدثین کرام نے موضوع قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

محمد بن مکرم عن سحنون ۔۔۔۔۔۔ وقد وقفت له علی خبر موضوع۔

(لسان المیزان - ابن حجر 389/5)

ملا علی قاری اس حدیث کو موضوع روایات کی وجوہات کی اقسام میں زیر بحث لائے ہیں۔

ومنهم القصاص لأنهم يريدون أحاديث ترقق وتنفق۔

انہی میں سے قصہ گوں بھی تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں سے ایسی روایت بیان کی جائیں جس سے لوگوں کے دل نرم ہوں اور پھر ان پر رقم خرچ کریں۔(المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع:455)

حوالہ نمبر 6 کی تحقیق:

ابو غدہ نے تیسرا حوالہ جو نقل کیا وہ ملاحظہ کریں۔

حَدِيث وَفِيهِ أَيْضًا لَا يَصِحُّ فِي صَلَاةِ الْأُسْبُوعِ شَيْءٌ وَفِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ اثْنَتَا عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْإِخْلَاصِ عَشْرُ مَرَّاتٍ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَكَذَا عَشْرُ رَكَعَاتٍ بِالْإِخْلَاصِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ مَرَّةً مَرَّةً بَاطِلٍ وَكَذَا رَكْعَتَانِ إِذَا زُلْزِلَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً وَفِي رِوَايَةٍ خَمْسِينَ مَرَّةً وَالْكُلُّ مُنْكَرٌ بَاطِلٌ۔ (المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع:463)

جواب:

مذکورہ بالا حوالہ میں اگر غور کیا جائے تو ملا علی قاری نے منکر کے ساتھ باطل کے لفظ لکھ کر بات کو واضح کر دیا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب قاری صاحب کی ہر منکر روایت کو موضوع ثابت کرنے کے بارے میں صرف علمی بدیانتی ہے بلکہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔اللہ تعالی ہمیں علمی بدیانتی سے محفوظ رکھے۔

موصوف معترض کو ابو غدہ کا یہ اصول صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کردہ حدیث میں ہی قبول ہے؟ یا دیگر روایات پر بھی اس اصول اور علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے قول کو تسلیم کرتے ہیں؟ کیونکہ موصوف کی دیگر کتب میں تو اس کے برعکس تحریر موجود ہے۔

علامہ ذہبی کے قول پر جناب فیضی کے رد!

جناب فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اتحاف السائل للمناوی ص 292 پر علامہ ذہبی کا ایک حدیث کو منکر کے جواب میں جو لکھتے ہیں، قارئین کرام اس کو ملاحظ کریں۔

✿۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے، وہ سیدنا علی بن جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہم کے حالات میں لکھتے ہیں:

ماهومن شرط كتابي. لأني مارأيت أحداًليّنه، نعم ولامن وثقه، ولكن حديثه منكر جداً، ماصححه الترمذي ولاحسنه.

''یہ بات میری کتاب کی شرائط میں سے نہیں ہے، کیونکہ میں نے ان کی تضعیف کرنے والے کو نہیں دیکھا، جی ہاں اور نہ ہی توثیق کرنے والے کو دیکھا، لیکن ان کی حدیث انتہائی منکر ہے، امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور نہ حسن''۔

(میزان الاعتدال ج٥ ص١٤٤ رقم الترجمة ٥٨٠٥)

علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اِسی کتاب کے مقدمہ میں یہ شرائط لکھی ہیں کہ وہ صحابہ کرام، ائمہ متبوعین مثلاً امام ابوحنیفہ، شافعی وغیرھما اور جن حضرات پر کسی نے جرح نہیں کی اُن کا ذکر نہیں کریں گے۔

(مقدمة میزان الاعتدال ج١ ص١١٣)

لیکن میزان الاعتدال کے بعض مطابع میں امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کا ذکر گھسیڑ دیا گیا ہے اور کسی بدبخت نے اُن پر سخت جرح بھی کر دی ہے، جس کا تعاقب شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں کیا ہے اور خوب کیا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ أحسن الجزاء۔ اسی طرح سیدنا علی بن جعفر صادق ﷺ پر کسی نے جرح نہیں کی لیکن ''میزان الاعتدال'' میں اُن کا ذکر موجود ہے، نہ معلوم ذھبی رحمہ اللہ نے یہ ذکر خود کیا ہے یا یہ کسی کاریگر کی کارروائی ہے، حقیقت جو بھی ہو بہر کیف یہ صورتِ حال قطعاً نامقبول بھی ہے اور نادرست بھی۔ نامقبول اس لیے کہ یہ کتاب کی شرائط کے منافی ہے، اور نادرست اس لیے کہ یہ حقائق کے منافی ہے۔

جنابِ محقق کے تضاد کی دوسری مثال!

جناب فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اتحاف السائل للمناوی ص 313 پر علامہ ذہبی کا ایک حدیث کو موضوع قرار دینے کے جواب میں جو لکھتے ہیں، قارئین کرام اس کو ملاحظ کریں۔

حدیث کو موضوع قرار دینے کا انوکھا انداز

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح السند ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا، اس پر امام ذہبی نے لکھا ہے:

قلتُ: اسماعیل وشیخه وعاصم ضعفوا، والحدیث منکر من القول یشهد القلب بوضعه.

''میں کہتا ہوں: اسماعیل، اُس کا شیخ اور عاصم کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، اور یہ حدیث لفظاً منکر (اوپری) ہے، دل اس کے موضوع ہونے کی گواہی دیتا ہے''۔

(التلخیص علیٰ هامش المستدرك ج٣ ص١٥٧ وطبعة أخریٰ ج٤ ص١٣٣)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے راویوں میں سے کسی راوی کو کذاب یا وضاع نہیں ثابت کر سکے بس فقط یہ فرمادیا کہ ''اُن کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے''۔ اس پر ہم عرض کرتے ہیں کہ اُن کے دل کی گواہی کی امت پابند نہیں ہے، اور ہر چند کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ علم حدیث میں انتہائی بلند ہے، حتیٰ کہ امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آب زم زم نوش فرماتے وقت دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح محدث بنادے مگر بایں مقام ومرتبہ امام ذہبی یا کسی اور شخص کی یہ حیثیت نہیں کہ جو کچھ اُن کا دل کہے اور وہ اُس کو نوکِ قلم پر بھی لے آئیں تو لوگوں پر اُسے تسلیم کرنا واجب ہو۔ اہل سنت

جناب آں محقق کی اس تحریر کے مطالعہ کے بعد نتیجہ اخذ کرنا کہ یہ بددیانتی ہے یا کہ دھوکہ؟ یہ قارئین کرام کا اختیار ہے۔

بالفرض جناب کی یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے تو محدث کا حدیث کے ذکر کرنے کے ساتھ اس کو "منکر" کہنے کا ثبوت ہونا چاہیے۔ حدیث کا "شدید ضعف" یا "موضوع" تو اس وقت ثابت ہو سکے گا جب روایت بیان کی گئی ہو اور محدث نے اس حدیث کو منکر کہا ہو۔ مرویات میں تفرد کی وجہ سے منکر اصطلاحی تو محدثین کرام نے کہا ہے مگر اس پر موضوع کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

فیضی صاحب کا فریب!

ہماری پیش کردہ روایت پر تو نہ علامہ ذہبی اور نہ ہی حافظ ابن حجر نے حدیث منکر بمعنی موضوع لکھا۔ موصوف نے علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر سے جس روایت کے بارے میں منکر کے الفاظ لکھے ہیں وہ تو ہماری پیش کردہ روایت نہیں ہے۔اس لیے ان کے حوالہ دینا علمی خیانت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس روایت کو"منکر" کہا اس کا متن ملاحظہ کریں۔

جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد لا يعرف والخبر منكر بمرة وهو من طريق نصير عن أبي هلال محمد بن سليم حدثنا جبلة عن رجل عن مسلمة بن مخلد أن النبي صلى الله عليه و سلم قال اللهم علم معاوية الكتاب ومكن له في البلاد انتهى ولعل الآفة في الحديث من الرجل المجهول. (لسان الميزان-ابن حجر 96/2)

علامہ ذہبی نے جس روایت کو"منکر" کہا اس کا متن ملاحظہ کریں۔

جبلة بن عطية.عن مسلمة بن مخلد.لا يعرف،والخبر منكر بمرة.

وهو من طريق تعيين ،عن أبي هلال محمد بن سليم،حدثنا جبلة،عن رجل،عن مسلمة بن مخلد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اللهم علم معاوية الكتاب ومكن له في البلاد.(ميزان الاعتدال في نقد الرجال 388/1)

ایک روایت پیش کر کے دوسری روایت پر محدثین کرام سے حکم ثابت کرنا علمی دھوکہ ہے۔

جناب کو" يروى احاديث منكر" ، "حديث منكر "اور" منكر الحديث "کا فرق تو معلوم نہیں،اور احادیث کو اپنی مرضی کے مطابق موضوع کہہ دیتے ہیں، جو موصوف کی جہالت اور لاعلمی کا ثبوت ہے۔

موصوف نے اپنی تحریر میں جس معاملہ کو رنگ دیا اس میں وہ ید طولی رکھتے ہیں۔ موصوف نے اپنی تحریر کو کچھ یوں رنگ دیا کہ ابن عدی سے مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ کی چند روایات میں تفرد کا قول کیا، پھر تفرد پر محدثین کرام سے منکر کا اطلاق کیا، پھر میزان الاعتدال اور لسان میزان سے دوسری روایت جس کا تذکرہ نہیں کیا گیا،اس پر علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے منکر کا حکم پیش کیا اور اس حدیث منکر کا حکم پہلی پیش کردہ روایت پر لگا دیا۔اور بیان کیا کہ جس روایت پر منکر کا اطلاق ہو گا وہ موضوع ہی ہو گی۔ جبکہ یہ اصول بھی غلط ہے۔

موصوف کااصولِ حدیث کو خاص رنگ دینا!

موصوف اس رنگ والے معاملہ میں بہت ماہر ہیں، قارئین کرام کو دھوکہ اور فریب دینا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔ عربی عبارات کے جو من مانے ترجمے کیے ہیں، اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے، مگر فی الوقت قارئین کرام کو اس بحث میں الجھائے بغیر حققیت کو آشکار کرنا مقصود ہے۔

- پیش کردہ روایت میں ابن عدی نے تو مطلقا تفرد کی بات کی ہے۔
- مطلقا تفرد پر چند محدثین کرام نے منکر کا اطلاق کیا ہے مگر ان محدثین کرام نے تفرد کو موضوع نہیں کہا۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں۔

و کثیر ما یطلقون المنکر علی الراوی لکونہ روی حدیثا واحدا۔

اکثر و بیشتر محدثین کرام لفظ منکر کا اطلاق راوی پر اس لیے کرتے ہیں کہ اس راوی نے صرف ایک ہی حدیث کی روایت کی ہوتی ہے۔(فتح المغیث - السخاوی 373/1)

کبھی محدثین کرام تفرد پر منکر یا شاذ کا قول بھی کرتے ہیں۔ مگر مطلقاً تفرد ہونے کی وجہ سے منکر اور منکر کی وجہ سے موضوع قرار دینا علمی تسامح ہی نہیں بلکہ جہالت کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔

- پیش کردہ روایت کو کسی ایک محدث نے منکر نہیں کہا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت حسن درجہ کی روایت ہے اور اس پر اعتراضات علمی میدان میں کچھ حیثیت کے حامل نہیں ہیں۔

اس حدیث کے متن پر کوئی قلم کار یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کیا نبی کریم ﷺ کی ہر دعا قبول ہوتی ہے؟اور یہ بھی اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ حدیث تو درایتاً صحیح نہیں۔جیسا کہ اعتراض حدیث ترمذی کے الفاظ ھادیا مھدیا پر کیا جاتا ہے۔ھادیامھدیا پر تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی ،سب و شتم کی وجہ سے اعتراض کر دیا جاتا ہے کہ جو ہدایت پر ہو اور لوگوں کو ہدایت دیتا ہو تو اس سے غلطیاں کیسے ہو سکتی ہیں؟اور

جو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا ہو وہ خطا پر کیسے ہو سکتا ہے؟ان تمام اعتراضات کے جوابات متعلقہ حدیث کے تحت ملاحظہ کریں۔

مگر اس روایت میں تو یہ الفاظ ہی نہیں،جس کی وجہ سے کسی کو اعتراض ہو۔بلکہ نبی کریم ﷺ کی دعا ہے کہ اے اللہ،معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

اس دعا میں کتاب،حساب کا علم اور عذاب سے بچانے کا ذکر ہے۔اور اس حدیث میں درایتاً کوئی علت بھی نہیں جیسا کہ تفضیلیہ اور معترضین بیان کرتے ہیں۔اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے۔اس لیے یہ حدیث سنداً بھی اور متناً بھی قابل استدلال اور احتجاج ہے۔

لوگ حضرت معاویہ کے فضائل کو چھپاتے!

یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتی ہے اس لیے اس کو بیان نہیں کیا جاتا۔امام احمد بن حنبل نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے۔

محدث ابن خلال لکھتے ہیں:

قال مُهنّا، سألتُ أبا عبد الله (أحمد بن حنبل) عن حديث معاوية بن صالح، عن يونس بن سيف، عن الحارث بن زياد، عن أبي رُهم، عن العرباض بن سارية، قال: دعانا النبيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إلى الغَداء المبارك، وسمعتُه يقول: "اللهم علّمه -يعني معاوية- الكتاب والحساب، وقِهِ العذاب". فقال (أحمد بن حنبل): «نعم، حدّثناه عبد الرحمن بن مهدي، عن معاوية بن صالح». قلتُ: «إن الكوفيين لا يذكرون هذا: "علّمه الكتاب والحساب وقِهِ العذاب"، قَطَعوا منه؟». قال أحمد: «كان عبد الرحمن لا يذكُره. ولم يذكُره إلا فيما بيني وبينه. (العلل للخلال 34/1،رقم 141)

ترجمہ: محدث مہنا، امام احمد بن حنبل سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کی روایت: اے اللہ،معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ہاں یہ روایت ہم سے عبدالرحمن بن مہدی عن معاویہ بن صالح کے طریق سے بیان

کیا ہے۔مگر یہ روایت "اے اللہ،معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا" کوفی لوگ بیان نہیں کرتے۔شاگرد نے پوچھا کہ کیاانھوں نے اس کو بیان نہیں کیا؟امام احمد نے کہا کہ عبدالرحمن بن مھدی اس کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔اور انھوں نے یہ حدیث بیان نہیں کی ، اور یہ حدیث میرے اور ان کے درمیان ہے۔

امام احمد بن حنبل کے قول سے معلوم ہوا کہ کوفی اس روایت کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ کوفہ کے راوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان نہیں کرتے تھے۔

چوتھی حدیث!

امام احمد بن حنبل روایت نقل کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني أبي قثنا حسن بن موسى قثنا أبو هلال قثنا جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد أو عن رجل عن مسلمة بن مخلد: أنه رأى معاوية يأكل فقال لعمرو بن العاص إن بن عمك هذا المخضد ما إني أقول ذا وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ دعا فرما رہے ہیں: اے میرے اللہ، معاویہ کو کتاب کا علم، شہروں میں حکومت اور عذاب سے امن دے۔

(فضائل الصحابة أحمد بن حنبل 915/2، رقم 1750)

محدث ابن خیثمہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنا أَبُو هِلاَل، قَالَ: حَدَّثَنا جَبَلَة بْنُ عَطِيَّة، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَار، عَنْ مَسْلَمَة بْنِ مَخْلَد، أَنَّهُ قَالَ لعَمْرو بْنِ العاصي -وَرَأَى مُعَاوِيَة يَأْكُلُ-: إِنَّ ابْنَ عمك هذا المخضد، أَمَا إِنِّي أَقُولُ ذَلِكَ وقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ عَلِّمْه الْكِتَاب، وَمَكِّنْ لهُ فِي الْبِلاَدِ، وَقِهِ الْعَذَاب" ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ دعا فرما رہے ہیں: اے میرے اللہ، معاویہ کو کتاب کا علم، شہروں میں حکومت اور عذاب سے امن دے۔

(تاريخ ابن أبي خيثمة - السفر الثاني 554/1، رقم 2285)

تخریج:

رواه ابن بطة (تلخيص الذهبي 223) ومن طريقه ابن الجوزي في العلل المتناهية (272/1) من طريق أبي سلمة موسى التَّبُوذَكي.

ورواہ الطبرانی فی الکبیر (439/19 رقم 1065) والآجری فی الشریعۃ (1919) وابن بطۃ وابن الجوزی من طریق الحسن بن موسی الأشیب.

ورواہ البغوی فی معجم الصحابۃ (365/5) والطبرانی (438/19 رقم 1066) والآجری (1918) من طرق عن سلیمان بن حرب.

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی توثیق و تعریف ملاحظہ کریں۔

1۔أبو ھلال الراسبی محمد بن سلیم البصری:

صدوق فیہ لین. (التھذیب 9|173)

2۔جبلۃ بن عطیۃ الفلسطینی

قال إسحاق بن منصور عن بن معین ثقۃ روی لہ النسائی حدیثا واحدا قلت وذکرہ بن حبان فی الثقات وأخرج لہ ھو والحاکم فی الصحیح.(تھذیب التھذیب 62/2)

3۔مسلمۃ بن مخلد الانصاری

صحابی۔(تھذیب التھذیب 148/10)

اس روایت کی سند حسن لغیرہ اور مرسل ہے کیونکہ جبلہ بن عطیہ کی حضرت مسلمہ بن مخلد سے سماع ثابت نہیں ہے۔مگر یہ روایت استشہاد اور متابعت کے صلاحیت رکھتی ہے۔

پانچویں حدیث! مرسل صحیح۔شاہد

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا أَبُو الْمُغِيرَةِ قثنا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ». (فضائل الصحابة:1749)

ترجمہ :تابعی حضرت شریح بن عبید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی۔اے میرے اللہ،معاویہ کو کتاب کا علم،شہروں میں حکومت اور عذاب سے امن دے۔

سند کی تحقیق:

اس سند کے راویوں کا مختصر جائزہ ملاحظہ کریں۔

1۔امام احمد بن حنبل:

2۔عبد القدوس" بن الحجاج الخولانی أبو المغیرۃ:

قال أبو حاتم كان صدوقا وقال العجلي والدارقطني ثقة وقال النسائي ليس به بأس وذكره ابن حبان في الثقات۔(تهذیب التهذیب369/6)

3۔صفوان" بن عمرو بن ہرم السکسکی:

قال العجلي ودحيم وأبو حاتم والنسائي ثقة زاد أبو حاتم لا بأس به وقال ابن سعد كان ثقة مأمونا ۔(تهذیب التهذیب428/4)

4۔شریح بن عبید:

قال العجلي شامي تابعي ثقة وقال دحيم من شيوخ حمص الكبار ثقة۔

(تهذیب التهذیب328/4)

اس روایت کے راوی ثقہ ہیں مگر شریح بن عبید تابعی ہیں اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔دیگر صحیح روایت کے ساتھ شواہد کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔

چھٹی حدیث: حضرت معاویہ اور جہاد! حدیثِ اُم حرام کی تحقیق

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

'أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ، قَدْ أَوْجَبُوا'۔

''میری امت میں سے پہلا گروہ جو سمندری جہاد کرے گا، انہوں نے (مغفرت و جنت کو) واجب کر لیا۔'' (صحیح البخاري: 1/410، ح: 2924)

شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: قَدْ أَوْجَبُوا، أَيْ فَعَلُوا فِعْلًا، وَجَبَتْ لَهُمْ بِهِ الْجَنَّةُ۔

''نبی اکرم ﷺ کے فرمان کہ انہوں نے واجب کر لیا، کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے وہ کارِ خیر سر انجام دیا، جس کی بنا پر ان کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' (فتح الباري: 6/103)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ، فَاتَّكَأَ عِنْدَهَا، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقَالَتْ: لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: 'نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ اللهِ، مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ'۔

''رسول اللہ ﷺ ایک دن (سیدہ ام حرام) بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہاں ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، (اسی حالت میں سو گئے) پھر آپ (بیدار ہوئے اور) مسکرائے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں کچھ لوگ جہاد کے لیے سبز سمندر میں سفر کریں گے۔ وہ تختوں پر براجمان بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔''

(صحیح البخاري: 1/403، ح: 2877، 2878، صحیح مسلم: 2/141-142، ح: 1912)

صحیح مسلم میں ہے کہ اس سمندری جہاد کی سعادت و قیادت اور فضیلت بھی سیدنا معاویہ کے حصے میں آئی۔اس بات پر امت کا اجماع واتفاق ہے کہ پہلا لشکر جس نے بحری جہاد کیا،اس کے کمانڈر سیدنا معاویہ تھے۔اس حدیث سے آپکی منقبت وفضیلت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ثابت ہوا کہ یقیناآپ کو جنت کی سند حاصل ہے۔

ابن عبد البر کا قول!

علامہ،ابن عبد البر فرماتے ہیں:

وَفِيهِ فَضْلٌ لِمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُ اللهُ، إِذْ جَعَلَ مَنْ غَزَا تَحْتَ رَايَتِهِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ، وَحْيٌ.

"اس حدیث میں سیدنا معاویہ رحمہ اللہ کی فضیلت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے (بوحیِ الٰہی) ان کی کمان میں جہاد کرنے والوں کو اولین قرار دیا ہے اور انبیائے کرام کے خواب وحی ہی ہوتے ہیں۔" (التمهيد لما في الموطإ من المعاني والأسانيد: 1/235)

اعتراض:

یہ حدیث خبر واحد ہے۔اس لیے حجت نہیں۔

جواب:

کیونکہ یہ روایت صحیحین میں ہی دو سندوں سے مروی ہے' صحیح بخاری میں اسکی سند یوں ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا. صحيح بخاری كتاب الجهاد والسير باب ما قيل في قتال الروم (۲۹۲۴)

اور صحیح مسلم میں اسکی سند یوں ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ يَشُكُّ أَيَّهُمَا قَالَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الغزو فی البحر ح ۱۹۱۲)

دونوں سندوں کا مقارنہ ملاحظہ فرمائیں:

ان دونوں سندوں میں ذرا سی بھی مطابقت نہیں ہے! جبکہ ایک سند صحیح بخاری کی اور دوسری صحیح مسلم کی ہے۔ صرف یہ دو ہی سندیں نہیں اس حدیث کی مزید اسانید بھی موجود ہیں۔ لیکن دعوی کا بطلان ظاہر کرنے کے لیے صرف یہ دو اسانید ہی کافی ہیں۔

اعتراض:

اس حدیث کے تمام راوی شام کے ہیں اور شام کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھتے تھے اور وہ روایات وضع کرتے تھے اس لیے یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

جواب:

اولا : یہ بات بھی غلط ہے کہ اس روایت کے تمام راوی شام سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس حدیث کی راویہ " ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام الأنصاریہ " رضی اللہ عنہا " مدینہ طیبہ " کی رہائشی تھیں اور " فید " میں انکی وفات ہوئی۔ لہذا موصوف کا کہنا کہ " اس روایت کے تمام کے تمام راویوں کا تعلق شام سے ہے " باطل و مردود اور غلط و مبنی بر خطایا پھر کذب و افتراء اور مبنی بر غدر ہے!

ثانیا : کسی راوی کا شامی ہونا اسکے ناصبی ہونے کی دلیل نہیں! جیسا کہ کسی راوی کا کوفی ہونا اسکے رافضی ہونے کی دلیل نہیں!۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ ان تمام تر رواۃ پر ناصبی ہونے کا بہتان باندھا ہے۔ جسکی دلیل انکے پاس موجود نہیں ماسوائے " سوء ظن!.. "

جب تک ان رواۃ کا ناصبی ہونا ثابت نہ ہو جائے اسوقت تک یہ بحث بے بنیاد ہے۔ اور ہاں ناصبی ہونے کے ساتھ ساتھ انکا کذاب یا متہم بالکذب ہونا بھی ثابت کرنا ضروری ہے!

معترض نے اس حدیث کی سند کو " شامی " باور کروا کر " حدیث کا انکار " کرنے کو آسان حل سمجھا ۔ مگر صحیح مسلم والی سند میں کوئی راوی بھی شامی نہیں ہے!

ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ یحیی بن یحیی بن بکیر بن عبدالرحمن التمیمی الحنظلی, ابوزکریا, المتوفی ۲۲۴ھ : حمصی ہیں۔

۲۔ مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر الأصبحی الحمیری, أبوعبداللہ, المتوفی ۱۷۹ھ : مدنی ہیں۔

۳۔ اسحاق بن عبداللہ بن أبی طلحہ زید بن سہل الانصاری النجاری, ابویحیی, المتوفی ۱۳۲ھ : مدنی ہیں۔

۴۔ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام الأنصاری المدنی, أبوحمزہ, المتوفی ۹۱ھ : مدنی ثم البصری ہیں۔

الغرض اس سند کا کوئی راوی بھی " شامی " نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں یہی حدیث کچھ مزید سندوں کے ساتھ بھی موجود ہے اور لطف یہ کہ ان میں بھی کوئی راوی "شامی" نہیں!

ملاحظہ فرمائیں:

*حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُمِّ حَرَامٍ وَهِيَ خَالَةُ أَنَسٍ قَالَتْ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عِنْدَنَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ أُرِيتُ قَوْمًا مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ ظَهْرَ الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ فَإِنَّكِ مِنْهُمْ قَالَتْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ أَيْضًا وَهُوَ يَضْحَكُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنْ الْأَوَّلِينَ قَالَ فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدُ فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ فَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ فَرَكِبَتْهَا فَصَرَعَتْهَا فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا۔

**و حَدَّثَنَاه مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ أَنَّهَا قَالَتْ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ ظَهْرَ هَذَا الْبَحْرِ الْأَخْضَرِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

***و حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةَ مِلْحَانَ خَالَةَ أَنَسٍ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عِنْدَهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ إِسْحَقَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ

پہلی سند کے راوی:

۱۔ خلف بن هشام بن ثعلب البزار، أبو محمد، المتوفى ۲۲۹ھ بغدادی ہیں۔

۲۔ حماد بن زید بن درہم الأزدی الجہضمی، أبو اسماعیل الأزرق، المتوفى ۱۷۹ھ، بصری ہیں۔

۳۔ یحیی بن سعید بن قیس الأنصاری النجاری, أبو سعید , المتوفی ۱۴۴ھ , مدنی ہیں۔

۴۔ محمد بن یحیی بن حبان الأنصاری المازنی, أبو عبداللہ, المتوفی ۱۲۱ھ , مدنی ہیں۔

۵۔ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام الأنصاری المدنی, أبو حمزہ, المتوفی ۹۱ھ : مدنی ثم البصری ہیں۔

۶۔ أم حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام الأنصاریہ, المتوفیہ ۲۷ھ مدنیہ ہیں۔

دوسری سند کے راوی:

۱۔ محمد بن رمح بن المہاجر التجیبی, أبو عبداللہ المتوفی ۲۴۲ھ " مرو " کے رہنے والے ہیں۔

۲۔ یحیی بن یحیی بن بکیر بن عبدالرحمن التمیمی الحنظلی, ابو زکریا, المتوفی ۲۲۴ھ : حمص کے رہائشی ہیں

۳۔ لیث بن سعد بن عبدالرحمن الفہمی, أبو الحارث بھی" مرو "میں مقیم تھے۔

۴۔ یحیی بن سعید بن قیس الأنصاری النجاری, أبو سعید, المتوفی ۱۴۴ھ , مدینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۵۔ محمد بن یحیی بن حبان الأنصاری المازنی, أبو عبداللہ, المتوفی ۱۲۱ھ, بھی انکے پڑوس یعنی مدینہ میں رہتے تھے۔

تیسری سند کے راوی :

۱۔ یحیی بن أیوب المقابری, أبو زکریا المتوفی ۲۳۴ھ بغدادی تھے۔

۲۔ قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف بن عبداللہ البغلانی, أبو رجاء, المتوفی ۲۴۰ھ حمصی تھے۔

۳۔ علی بن حجر بن إیاس السعدی, أبو الحسن, المتوفی ۲۴۴ھ بغدادی تھے۔

۴۔ اسماعیل بن جعفر بن أبی کثیر الأنصاری الزرقی, أبو اسحاق, المتوفی ۱۸۰ھ مدنی تھے البتہ انکی وفات بغداد میں ہوئی۔

۵۔ عبداللہ بن عبدالرحمن بن معمر الأنصاری النجاری, أبو طوالۃ المتوفی ۱۳۴ھ مدنی تھے۔

اعتراض:

بحری جنگ کی روایت وہ کیوں صرف اور صرف ایک خاتون بیان کر رہی ہیں؟

جواب:

اولا: یہ روایت صرف ایک عورت سے ہی نہیں بلکہ "مرد" سے بھی مروی ہے۔
ثانیا: یہ بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سنائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے گھر سو رہے تھے اور نیند سے بیدار ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی۔ اس وجہ سے اس روایت کو بیان کرنے والی یہ عورت ہے۔

اعتراض:

یہ کہانی بھی اُس خاتون سے اُس وقت منسوب کی جاتی ہے جبکہ انکی رحلت ہو چکی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ خاتون نہ اسکی تصدیق کر سکتی تھیں اور نہ تردید۔

جواب:

موصوف کا یہ نکتہ بھی کذب و دجل پر مبنی ہے کیونکہ
اس خاتون سے بیان کرنیوالے عمیر بن الاسود ہیں جو انکی زندگی میں موجود تھے۔ اور صرف اس خاتون نے ہی نہیں بلکہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ ہونا!

ابن ابوملیکہ تابعی بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ : هَلْ لَّكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ؟ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ، قَالَ : أَصَابَ، إِنَّهُ فَقِيهٌ ۔

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ امیر المومنین معاویہ t کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے صرف ایک رکعت وتر ادا کیا ہے۔اس پر انہوں نے فرمایا: انہوں نے درست کیا ہے، بلاشبہ وہ فقیہ ہیں۔''(صحیح البخاری: 1/351، ح: 3765)

ایک روایت میں یوں ہے:

أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ، وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِّابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : دَعْهُ، فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ۔

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا فرمایا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام ان کے پاس تھا۔ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (اور یہ بات بتائی) تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلاشبہ معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔''(صحیح البخاري: 1/351، ح: 3764)

ابن حزم کا قول!

ابن حزم نے انھیں ان صحابہ میں ذکر کیا ہے جو عہد صحابہ میں فتوی دیا کرتے تھے۔

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: وَالْمُتَوَسِّطُونَ مِنْهُمْ فِيمَا رُوِيَ عَنْهُمْ مِنَ الْفُتْيَا: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، وَأُمُّ سَلَمَةَ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَهَؤُلَاءِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ يُمْكِنُ أَنْ يُجْمَعَ

مِنْ فُتْيَا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ صَغِيرٌ جِدًّا، وَيُضَافُ إِلَيْهِمْ: طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَأَبُو بَكْرَةَ، وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ.

(جوامع السیر: 319، الاحکام: 4/176)

ابن قیم کا قول!

ابن قیم نے انھیں ان صحابہ میں ذکر کیا ہے جو عہد صحابہ میں فتٰوی دیا کرتے تھے۔

فهم ثلاثة عشر فقط يمكن أن يجمع من فتيا كل امرىء منهم جزء صغير جدا ويضاف أيضا إليهم طلحة الزبير عبد الرحمن بن عوف عمران بن الحصين أبو بكرة عبادة بن الصامت معاوية بن أبي سفيان. (اعلام الموقعین: 1/10)

ان دونوں علماء کے اقوال جناب فیضی صاحب کو قبول ہونگے کیونکہ ان دونوں علماء کے اکثر اقوال سے جناب موصوف اپنی کتابوں میں استدلال کرتے ہیں۔ موصوف کے اعتراضات سوائے لفاظی کے کچھ نہیں۔

موصوف فیضی کے طبعِ ذوق کے لیے چند مزید حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

امام الجوینی کا قول!

امام الجوینی اپنی کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

والشافعي قلد معاوية في مسألة وذلك يدل على أنه كان مجتهدا۔

(البرهان في أصول الفقه - أبو المعالي الجويني 872/2)

امام الباجی المالکی کی تحقیق!

امام الباجی المالکی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قال الباجي في المنتقى شارحا ...... لأن معاوية من أهل الفقه والاجتهاد.

(تربية ملكة الاجتهاد من خلال بداية المجتهد لابن رشد 470/1)

جناب قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 42 پر لکھتے ہیں۔

ابن ملجم بھی فقیہ تھا

بلاشبہ کسی انسان کا فقیہ ہونا فضیلت کی بات ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ باعقیدہ اور باعمل ہو۔ اگر کوئی فقیہ انعام یافتہ ہستیوں سے بغض رکھتا ہو تو ایسی فقاہت کس کام کی؟ یاد رکھئے! اس امت کا سب سے بڑا بد بخت عبدالرحمان

تبصرہ:

جناب فیضی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فقہاہت پر جو معارضہ پیش کیا ہے وہ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ ایک صحابیِ رسول ﷺ کے مقابلہ میں ابن ملجم کو پیش کرنا بہت بڑی بے ادبی ہے۔ جناب فیضی کا یہ اعتراض تو تمام مجتہد صحابہ کرام کے بارے میں بھی کوئی غیر اہل سنت پیش کر سکتا ہے۔ بالفرض فیضی کا یہ معارضہ بر سبیلِ تنزل مان بھی لیں تو اس کے لیے ثبوت چاہیے۔ اگر کسی اہل سنت عالم، مفسر، محدث یا فقیہ نے یہ ہی بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کی ہے تو حوالہ پیش کریں و گرنہ نظر ثانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مزید یہ کہ شاید آں موصوف خود اپنی بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض نہ تھا بلکہ وہ ان کی شان و عظمت کے معترف بھی تھے۔ اس لیے یہ معارضہ جہاں بے ادبی کے زمرہ میں ہے، وہیں یہ اعتراض باطل اور مردود بھی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور خلافت وملوکیت!

حبرِ امت اور ترجمانِ قرآن، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ الْمَيْمُونِيُّ قَالَ: ثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: «مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ.

"میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اقتدار کے لیے موزوں شخص نہیں دیکھا۔"

(الأمالي من آثار الصحابة للإمام عبد الرزّاق: 97، السنّة لأبي بكر الخلّال: 637، مجموع فيه مصنفات لأبي العبّاس الأصم: 578(162)، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّكُمْ فِي نُبُوَّةٍ وَّرَحْمَةٍ، وَسَتَكُونُ خِلَافَةٌ وَّرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ كَذَا وَكَذَا، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا عَضُوضًا، يَشْرَبُونَ الْخُمُورَ، وَيَلْبِسُونَ الْحَرِيرَ، وَفِي ذٰلِكَ يُنْصَرُونَ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ» .

"تمہارے پاس نبوت اور رحمت رہے گی اور عنقریب خلافت اور رحمت آئے گی، پھر ایسا اور ایسا ہو گا (بادشاہت اور رحمت آئے گی)، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت آئے گی۔ لوگ شرابیں پئیں گے اور ریشم پہنیں گے، لیکن اس کے باوجود قیامت تک وہ منصور رہیں گے۔"

(المعجم الأوسط للطبراني: 6/345، ح: 6581، وسندهٗ حسنٌ)

یعنی خلافت کے بعد ایک خاص زمانہ ہے، جسے [کذا وکذا] سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ ہے سیدنا معاویہ کی بادشاہت کا زمانہ۔ اس کے بعد جا کر کاٹ کھانے والی ملوکیت کا دور شروع ہو گا۔ لہٰذا جن روایات میں خلافت کے بعد ملک عضوض کا ذکر ہے، وہ اختصار پر مبنی ہیں۔

اس کی تائید ایک دوسری صریح روایت سے ہوتی ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ هٰذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَّرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَّرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَّرَحْمَةً.

''پہلے نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہوگی، پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی، پھر امارت اور رحمت ہوگی۔'' **(المعجم الکبیر للطبرانی: 11/88، ح: 11138 وسندہٗ حسنٌ)**

اور اسی کی تائید اجماعِ امت سے ہوتی ہے، جیسا کہ:

ابن ابوالعز فرماتے ہیں:

وَأَوَّلُ مُلُوكِ الْمُسْلِمِينَ مُعَاوِيَةُ t، وَهُوَ خَيْرُ مُلُوكِ الْمُسْلِمِينَ.

''مسلمانوں کے سب سے پہلے اور افضل بادشاہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔''

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص: 722)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَأَجْمَعَتِ الرَّعَايَا عَلٰى بَيْعَتِهٖ فِي سَنَةِ إِحْدٰى وَأَرْبَعِينَ، كَمَا قَدَّمْنَا، فَلَمْ يَزَلْ مُسْتَقِلًّا بِالْأَمْرِ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ إِلٰى هٰذِهِ السَّنَةِ الَّتِي كَانَتْ فِيهَا وَفَاتُهٗ، وَالْجِهَادُ فِي بِلَادِ الْعَدُوِّ قَائِمٌ، وَكَلِمَةُ اللّٰهِ عَالِيَةٌ، وَالْغَنَائِمُ تَرِدُ إِلَيْهِ مِنْ أَطْرَافِ الْأَرْضِ، وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهٗ فِي رَاحَةٍ وَّعَدْلٍ، وَصَفْحٍ وَّعَفْوٍ.

''تمام رعایا نے 41ہجری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع کیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی وفات (60ہجری) تک خود مختار حکمران رہے۔ آپ کے دور میں دشمنانِ اسلام کے علاقوں میں جہاد جاری تھا، کلمۃ اللہ بلند تھا اور اطرافِ زمین سے مالِ غنیمت آ رہا تھا۔ مسلمان آپ کی حکومت میں خوش و خرم تھے، انہیں عدل و انصاف مہیا تھا اور حکومت کا ان کے ساتھ نہایت شفقت و درگزر والا سلوک تھا۔'' **(البدایۃ والنہایۃ: 8/119)**

حافظ ابن کثیر نے فرمانِ باری تعالیٰ:

{وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا} (بنی اسرائیل 17 : 33)

(اور جو شخص ظلم سے قتل کر دیا جائے، ہم نے اس کے ولی کو اختیار دیا ہے)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَخَذَ الْإِمَامُ الْحَبْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ مِّنْ عُمُومِ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وِلَايَةَ مُعَاوِيَةَ السَّلْطَنَةَ، أَنَّهُ سَيَمْلِكُ، لِأَنَّهُ كَانَ وَلِيَّ عُثْمَانَ.

''حبر امت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیتِ کریمہ کے عموم سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت ثابت کی ہے کہ وہ عنقریب حکمران بنیں گے، کیونکہ وہ سیدنا عثمان کے ولی تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 4/142، بتحقیق عبد الرزّاق المہدی)

حافظ ابن کثیر کی یہ بات بلا دلیل نہیں، اس کے لیے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

ثقہ تابعی، ابو مسلم، زہدم بن مضرب جرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي سَمَرِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ، لَيْسَ بِسِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ، إِنَّهُ لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ مَا كَانَ، يَعْنِي عُثْمَانَ، قُلْتُ لِعَلِيٍّ: اعْتَزِلْ، فَلَوْ كُنْتَ فِي جُحْرٍ طُلِبْتَ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ، فَعَصَانِي، وَايْمُ اللّٰهِ! لَيَتَأَمَّرَنَّ عَلَيْكُمْ مُعَاوِيَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: {وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا} (الإسراء 17:33).

''ہم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس رات کی محفل میں شریک ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ایسی بات بیان کرنے والا ہوں جو نہ مخفی ہے نہ ظاہر۔ جب عثمانt) کی شہادت) کا معاملہ ہوا تو میں نے علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا: اس معاملے سے دُور رہیں، اگر آپ کسی بِل میں بھی ہوں گے تو (خلافت کے لیے) آپ کو تلاش کر کے نکال لیا جائے گا، لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ اللہ کی قسم! معاویہ ضرور تمہارے حکمران بنیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا}

(الإسراء 17:33)

(اور جو شخص ظلم سے قتل کر دیا جائے، ہم نے اس کے ولی کو اختیار دیا ہے، وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے، اس کی ضرور مدد کی جائے گی)۔"

(المعجم الکبیر للطبرانی: 10/320، وسندہٗ حسنٌ)

معروف مؤرخ، حافظ محمد بن سعد، المعروف ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَكَانَتْ وِلَايَتُهُ عَلَى الشَّامِ عِشْرِينَ سَنَةً أَمِيرًا، ثُمَّ بُويِعَ لَهُ بِالْخِلَافَةِ، وَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ بَعْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍt، فَلَمْ يَزَلْ خَلِيفَةً عِشْرِينَ سَنَةً حَتَّى مَاتَ لَيْلَةَ الْخَمِيسِ، لِلنِّصْفِ مِنْ رَجَبٍ، سَنَةَ سِتِّينَ ۔

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال تک شام کے گورنر رہے، پھر ان کی خلافت پر بیعت ہو گئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد امتِ مسلمہ کا ان پر اتفاق ہو گیا۔ وہ بیس سال خلیفہ رہے اور آخر کار 15 رجب، 30ہجری کو جمعرات کی رات وفات پا گئے۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 7/285)

شمس الدین، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد بن عثمان، المعروف حافظ ذہبی رحمہ اللہ (748-673ھ) سیدنا معاویہ کو ان الفاظ سے خراجِ عقیدت پیش فرماتے ہیں:

أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، مَلِكُ الْإِسْلَامِ ۔ "امیر المؤمنین اور شاہِ اسلام۔"

(سیر أعلام النبلاء: 3/120)

جلیل القدر تابعی ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کا قول!

جلیل القدر تابعی ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ ! فَلَا وَاللهِ، مَا أَبْغَضْنَاكَ مُنْذُ أَحْبَبْنَاكَ، وَلَا عَصَيْنَاكَ مُنْذُ أَطَعْنَاكَ، وَلَا فَارَقْنَاكَ مُنْذُ جَامَعْنَاكَ، وَلَا نَكَثْنَا بَيْعَتَنَا مُنْذُ بَايَعْنَاكَ، سُيُوفُنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا، إِنْ أَمَرْتَنَا أَطَعْنَاكَ، وَإِنْ دَعَوْتَنَا أَجَبْنَاكَ، وَإِنْ سَبَقْتَنَا أَدْرَكْنَاكَ، وَإِن سَبَقْنَاكَ نَظَرْنَاكَ ۔

”اللہ کی قسم! ہم نے جب سے محبت کرنا شروع کی ہے، آپ سے نفرت نہیں کی۔ جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں، نافرمانی نہیں کی۔ جب سے ملے ہیں، آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ جب سے آپ کی بیعت کی ہے، بیعت نہیں توڑی۔ ہماری تلواریں کندھوں پر ہیں، اگر آپ کا حکم ہوا تو ہم سر مو انحراف نہیں کریں گے۔ اگر آپ نے پکارا تو لبیک کہیں گے۔ اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے جائیں گے اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے۔“

(مسائل الإمام أحمد بروایة ابنه أبي الفضل صالح: 330، وسندهٗ حسنٌ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا استغفار کرنا!

جلیل القدر تابعی، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ قَدِمَ وَافِدًا عَلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ دَعَاهُ فَأَخْلَاهُ، فَقَالَ: يَا مِسْوَرُ! مَا فَعَلَ طَعْنُكَ عَلَى الْأَئِمَّةِ؟ فَقَالَ الْمِسْوَرُ: دَعْنَا مِنْ هٰذَا، وَأَحْسِنْ فِيمَا قَدَّمْنَا لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا، وَاللّٰهِ! وَلَتُكَلِّمَنَّ بِذَاتِ نَفْسِكَ، وَالَّذِي تَعِيبُ عَلَيَّ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَلَمْ أَتْرُكْ شَيْئًا أَعِيبُهُ عَلَيْهِ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا بَرِئَ مِنَ الذَّنْبِ، فَهَلْ تَعُدُّ يَا مِسْوَرُ! مَا نَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا؟ أَمْ تَعُدُّ الذُّنُوبَ وَتَتْرُكُ الْحَسَنَاتِ؟ قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا نَذْكُرُ إِلَّا مَا تَرٰى مِنْ هٰذِهِ الذُّنُوبِ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَإِنَّا نَعْتَرِفُ لِلّٰهِ بِكُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْنَاهُ، فَهَلْ لَكَ يَا مِسْوَرُ! ذُنُوبٌ فِي خَاصَّتِكَ، تَخْشٰى أَنْ تُهْلِكَكَ إِنْ لَمْ يَغْفِرْهَا اللّٰهُ؟ قَالَ مِسْوَرٌ: نَعَمْ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا يَجْعَلُكَ أَحَقَّ أَنْ تَرْجُوَ الْمَغْفِرَةَ مِنِّي؟ فَوَاللّٰهِ لَمَا أَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ أَكْثَرَ مِمَّا تَلِي، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا أُخَيَّرُ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، إِلَّا اخْتَرْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى مَا سِوَاهُ، وَإِنَّا عَلٰى دِينٍ يَّقْبَلُ اللّٰهُ فِيهِ الْعَمَلَ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالْحَسَنَاتِ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالذُّنُوبِ، إِلَّا أَنْ يَّعْفُوَ عَمَّنْ يَّشَاءُ، فَأَنَا أَحْتَسِبُ كُلَّ حَسَنَةٍ عَمِلْتُهَا بِأَضْعَافِهَا، وَأُوَازِي أُمُورًا عِظَامًا لَّا أُحْصِيهَا وَلَا تُحْصِيهَا، مِنْ عَمَلٍ لِلّٰهِ فِي إِقَامَةِ صَلَوَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَالْأُمُورِ الَّتِي لَسْتَ تُحْصِيهَا وَإِنْ عَدَدْتُّهَا لَكَ، فَتَفَكَّرْ فِي ذٰلِكَ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَعَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ خَصَمَنِي حِينَ ذَكَرَ لِي مَا ذَكَرَ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمْ يَسْمَعِ الْمِسْوَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَذْكُرُ مُعَاوِيَةَ إِلَّا اسْتَغْفَرَ لَهُ۔

''سیدنا مِسْوَرْ بن مَخْرَمہ نے انہیں بیان کیا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بن کر گئے۔ سیدنا معاویہ نے ان کا کام کر دیا، پھر انہیں علیحدہ بلا کر فرمایا: مِسْوَرْ! حکمرانوں پر تمہاری عیب جوئی کا کیا بنا؟ مِسْوَر کہنے لگے: اس بات کو چھوڑیں اور ہمارے موجودہ طرز عمل کی بنا پر ہم سے حسنِ سلوک روا رکھیں۔ سیدنا معاویہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تمہیں ضرور اپنے دل کی بات کہنا ہو

گی اور اپنے خیال کے مطابق میرے عیوب بیان کرنا ہوں گے۔ مِسْور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل کی تمام بھڑاس نکال ڈالی۔ سیدنا معاویہ نے فرمایا: کوئی انسان (ماسوائے انبیاء) غلطی سے معصوم نہیں۔ اے مسور! عوام کے معاملے میں جو اصلاحات ہم نے کی ہیں، کیا آپ انہیں کچھ وقعت دیتے ہیں؟ نیکی تو دس گنا شمار ہوتی ہے۔ کیا آپ غلطیوں کو شمار کرتے ہیں اور نیکیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں؟ مِسْور نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو صرف ان غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جو نظر آتی ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہر اس غلطی کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم سے ہوئی، لیکن اے مسور! کیا تم سے اپنے خاص لوگوں کے بارے میں کوئی ایسی غلطی نہیں ہوئی، جس کو اگر اللہ معاف نہ کرے تو تمہیں اپنی ہلاکت کا ڈر ہو؟ مسور کہتے ہیں: بالکل ہم سے ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔ سیدنا معاویہ نے فرمایا: پھر تمہیں اپنے بارے میں مجھ سے بڑھ کر مغفرت کی امید کیوں ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے بڑھ کر اصلاح کی کوشش میں رہتا ہوں اور اگر مجھے اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی نافرمانی میں سے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ترجیح دوں گا۔ ہم ایسے دین کے پیروکار ہیں جس کے مطابق اللہ تعالیٰ عمل کو قبول کرتا ہے، نیکی کی جزا دیتا ہے اور بُرائی کی سزا دیتا ہے، ہاں جسے چاہے معاف بھی کر دیتا ہے۔ میں نے جو بھی نیکیاں کی ہیں، مجھے ان کے کئی گنا ثواب کی امید ہے اور میں ان امور کو سامنے رکھتا ہوں جنہیں نہ میں شمار کر سکتا ہوں، نہ تم، مثلاً اللہ کی رضا کے لیے مسلمانوں میں نظام صلاۃ کا قیام، اللہ کے راستے میں جہاد، اللہ کے نازل کردہ نظام کا نفاذ اور اسی طرح کے دوسرے امور جن کو میں ذکر بھی کروں تو تم شمار نہیں کر پاؤ گے۔ اس بارے میں غور کرو۔ مِسْور کہتے ہیں: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ نے یہ سب کچھ بیان کر کے مجھے (میرے خیالات کو) مات دے دی ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی سیدنا مسور کے سامنے سیدنا معاویہ کا ذکر ہوا، انہوں نے ان کے لیے استغفار فرمایا''۔

(تاریخ بغداد للخطیب: 1/223، وسندہٗ صحیحٌ)

تاریخ بغداد کی اس صحیح سند کے بعد بھی اگر کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتا ہے تو یا تو اس کی جہالت ہے یا پھر بغض۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے افعال پر استغفار کرنا ان کی خشیت الٰہی اور تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔

ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد راقم موصوف فیضی کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ جناب اپنے موقف سے رجوع کریں اور حق کو مان کر اہل سنت کے نظریہ کا اقرار کریں۔

حضرت معاویہ سے روایت کرنے والے 23 صحابہ کرام کے اسماء گرامی:

أُسَيْد بن ظُهَيْر، أَيُّوب بن بَشير الأنصاري، جَرِير بن عبد الله البَجَلي، السَّائب بن يَزيد، سَبْرَة بن مَعْبَد الجُهَني، عبد الله بن الحارث بن نَوْفَل، عبد الله بن الزُّبَيْر، عبد الله بن عَبَّاس، عبد الله بن عُمَر، عبد الله بن عَمرو بن العاص، عبد الرحمن بن شِبْل الأنصاري، محمد بن مَسْلَمَة، مالك بن يَخَامِر، مُعاوية بن حُدَيج، النُّعْمان بن بَشير، وائل بن حُجْر، أبو أُمامة بن سَهْل بن حُنَيف، أبو الدَّرْداء، أبو ذَر الغِفاري، أبو سعيد الخُدْري، أبو الغادِية الجُهَني، أبو الطُّفَيْل عامِر بن واثِلَة، أبو عامِر الأَشْعَرِي.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایات کرنے والے 140 جلیل القدر تابعین کے اسماء گرامی:

إبراهيم بن عبد الله بن قارِظ، إسحاق بن يَسار، أَسْلَم مَولى عُمر، أَيْفَع بن عبدٍ الكَلاعي، إياس بن أبي رَمْلَة الشامي، أيوب بن عبد الله بن يَسار، أيوب بن مَيْسَرة بن حَلْبَس، بِشْر أبو قيس القنسريني، ثابت بن سعد الطائي، أبو الشَّعثاء جابر بن زيد البَصري، جُبَيْر بن نُفَيْر الحَضْرَمي، أبو الزاهرية حُدَيْر بن كُرَيْب، حَرِيز: أبو حَرِيز مَولى معاوية، الحسن البَصري، حَكيم بن جابر، حِمَّان (وقيل أبو حِمَّان) أخو أبي شَيخ الهُنَائي، حُمْران بن أَبان مَولى عُثمان بن عَفَّان، حُمَيْد بن عبد الرحمن بن عَوْف، حَنْظَلَة بن خُوَيْلِد، أبو قَبِيل حُيَي بن هانئ، خالد بن عبد الله بن رباح السلمي، خالد بن مَعْدان، ذَكْوان أبو صالح السَّمَّان، راشد بن سعد المَقْرَئي، راشد بن أبي سَكْنَة المِصْري، رَبيعة بن يَزيد الدمشقي، رَجاء بن حَيْوَة، زياد بن أبي زياد، زَيد بن جارِية، زيد بن أبي عَتَّاب: زيد أبو عَتَّاب، مولى معاوية أو أخته أم

المؤمنین أم حَبیبة، سالم بن عبد اللہ بن عُمر، سعید بن عَمرو بن سعید بن العاص، سعید بن أبی سعید کَیْسان المَقْبُرِی، سعید بن المُسَیّب، سُلَیم بن عامر الکَلاعی؛: الخَبَائری، سلمة بن سَھم، شُرَیح بن عُبَیْد، شُعَیب بن زرعة، شُعَیب بن محمد بن عبد اللہ بن عَمرو بن العاص؛ والد عمرو بن شعیب، طاووس بن کَیْسان، عامِر بن أبی عامر الأَشْعری، عَبّاد بن عبد اللہ بن الزُّبَیر، عُبَادَة بن نُسَیّ، عبد اللہ بن بُرَیْدَة بن الحُصَیْب، عبد اللہ بن عامر الیَحْصَبی المُقْرِء، عبد اللہ بن عُبید؛ ابنَ ھُرْمُز، عبد اللہ بن علی العدوی، أبو عامر عبد اللہ بن لُحَیّ الھَوْزَنی، عبد اللہ بن مُحَیْرِیز الجُمَحِی، عبد اللہ بن مدرك، عبد اللہ بن مَوْھَب، عبد اللہ بن أبی الھُذَیْل، عبد الرحمن بن عَبْدٍ القارِیّ، عبد الرحمن بن عُسَیْلَة الصُّنابِحی، عبد الرحمن بن أبی عَوف الجُرَشِی، عبد الرحمن بن ھُرْمُز الأَعْرَج، عبد الملك بن عُمَیر الکوفی، وُبید بن سعد، عُبید اللہ بن عبد اللہ بن عُتْبَة، أبو عبدِ ربٍّ عُبَیْدة بن المُھاجِر، عُرْوَة بن الزُّبَیْر، عَطاء بن أبی رَباح، أبوھِزَّان عَطِیَّة بن أبی جَمِیلة، عطیة بن قیس الکِلابی، عُقبة المُقرِء، عَلْقَمة بن وَقَّاص اللَّیْثی، عَمرو بن الأسود العَنْسی؛: عُمَیر، عَمرو بن الحارث السَّکُونی، عَمرو بن قَیس السَّکُونی، عَمرو بن یحیی القُرَشی، عمیر بن الحارث السَّکُونی، عُمَیر بن ھانئ العَنْسی، العَلاء بن أبی حَکیم الشامی؛ سَیّاف مُعاویة، عیسی بن طلحة بن عُبید اللہ، الفضل المَدنی، القاسم بن محمد الثَّقَفی، القاسم بن محمد بن أبی بَکر الصدّیق، القاسم أبو عبد الرحمن الشامی، قَبِیْصَة بن جابر الکوفی، قَطَن البصری، قُنْبُر: قُتَیر، قَیس بن أبی حازم؛ ریب مَولی ابن عَبّاس، کَیْسان أبو حَرِیز مَولی مُعاویة، مالك بن قَیس، مُحارِب أبو سلمة؛ جاھِد بن جَبْر، محمد بن جُبَیْر بن مُطْعِم، محمد بن سِیْرِیْن، محمد بن عُقبة مولی آل الزبیر، محمد بن علی بن أبی طالب؛ المعروف بابن الحَنَفیة، محمد بن کَعب القُرَظی، محمد بن أبی یعقوب، محمد بن یوسُف مولی عُثمان، محمود بن علی القُرَظی، مَرْوان بن الحَکَم بن أبی العاص، مُسْلِم بن بانَك، مُسْلِم بن مِشْکَم، مُسْلِم بن ھُرْمُز، مُسْلِم بن

يَسار، مُطَرِّف بن عبد الله بن الشِّخِّير، المُطَّلِب بن عبد الله بن المُطَّلِب بن حَنْطَب، معاوية بن عَلى السُّلَمى، مَعْبَد الجُهَنى، مَعْن بن على، أبو الأزهر المُغيرة بن فَرْوَة الثَّقَفى، مَكْحول الشامى، موسى بن طلحة بن عُبيد الله، النُّعمان بن مُرَّة الزُّرَقى، نُمَير بن أَوْس، نَهْشَل التميمى، هَمَّام بن مُنَبِّه، وهِلال بن يِسَاف الكوفى، أبو العُرْيان الهَيْثَم بن الأَسْوَد الكوفى، أبو مِجْلَز لاحِق بن حُمَيد، يَزيد بن الأصم، يَزيد بن جارِيَة الأنصارى، أبو المُهَزِّم يزيد بن سُفيان، يزيد بن عبد الرحمن بن أبى مالك الهَمْدانى، يزيد بن مرثد، يَعْلَى بن شَدَّاد بن أَوْس الأنصارى، يَعيش بن الوليد، يوسُف؛ والد محمد بن يوسُف مولى عثمان، يوسُف بن ماهِكَ بن بُهْزاد، يونُس بن مَيْسَرَة بن حَلْبَس، أبو إدريس الخَوْلانى، أبو إسحاق السَّبِيعى الكوفى، أبو أسماء الرَّحَبى عمرو بن مَرْثَد، أبو أُمَيَّة الثَّقَفى، أبو بُرْدة بن أبى موسى الأَشْعَرى، أبو حملة مولى لآل الوليد بن عُتبة، أبو سعيد المَقْبُرى كَيْسان، أبو سَلَمة بن عبد الرحمن بن عَوْف، أبو شَيْخ الهُنائى، أبو عبد الله الجدلى، أبو عبد الله الصُّنابِحى، أبو عُثمان الدمشقى، أبو عطية بن قيس المذبوح، أبو الفيض موسى بن أيوب، أبو قِلابة الجَرْمى، أبو المعطل مولى بنى كلاب، وأبو نَجِيح يَسار المكى؛ والد عبد الله بن أبى نجيح، أبو مَيْمونة، أبو هِنْد البَجَلى، ابن ذى الكلاع الشامى، ابن أبى مَريم، ابن هبيرة، جد محمد بن عمر، مَرْجانة أُمُّ عَلْقَمة، هشام بن الوليد بن المغيرة؛.

ان میں متعدد اصحاب ایسے ہیں جن کے صحابی ہونے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان!

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا زَالَ بِي مَا رَأَيْتُ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فِي الْفِتْنَةِ، حَتّٰى إِنِّي لَأَتَمَنّٰى أَنْ يَزِيدَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُعَاوِيَةَ مِنْ عُمُرِي فِي عُمُرِهِ۔

"فتنے کے دَور میں لوگوں کے جو حالات میں دیکھتی رہی، ان میں ہمیشہ میری یہ تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ میری عمر، معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے۔"

(الطبقات لأبي عروبۃ الحرّانی، ص: 41، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا معاویہ کے بہت سے فضائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت و منقبت تو شرفِ صحابیت ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ثابت نہ بھی ہو تو بھی یہ فضیلت کافی ہے، کیونکہ ہر ہر صحابی کی الگ الگ معین فضیلت ثابت نہیں۔ صحیح احادیث میں معدودے چند صحابہ کرام کی معین فضیلت مذکور ہے۔ ایسا نہیں کہ باقی صحابہ کرام کی کوئی فضیلت تھی ہی نہیں۔ لہٰذا صرف صحابی ہونا ہی فضیلت کے لیے کافی ہے۔

سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان!

سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضٰى بِحَقٍّ مِّنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ۔

"میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔" (تاریخ دمشق ابن عساکر: 59/161، وسندہٗ حسنٌ)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان!

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

قَالَ جبلة بن سحيم: قُلْتُ: وَلَا عُمَرُ، قَالَ: "كَانَ عُمَرُ خَيْرًا مِنْ مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ مُعَاوِيَةُ أَسْوَدَ مِنْهُ".

ترجمہ: جبلہ بن سحیم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی نہیں۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہتر تھے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے۔ لیکن میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر شان وشوکت والا کوئی نہیں دیکھا۔"

(رواہ الخلال فی السنة، الخرائطی فی مکارم الأخلاق، اللالکائی فی شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ابن عساکر فی تاریخ دمشق من طریق هشیم حدثنا العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم قال: سمعت ابن عمر رضی الله عنه به. وسنده صحیح.)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان!

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ الله ﷺ مِنْ أَمِيرِكُمْ هٰذَا، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ.

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر آپ ﷺ والی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔"

(الفوائد المنتقاۃ للسمرقندی: 67، وسندہٗ صحیحٌ)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

رواہ الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر قیس بن الحارث المذحجی وهو ثقة.

اس کے راوی الصحیح کے راوی ہیں سوائے قیس بن الحارث کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد - الهیثمی 9/595)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے ہیں انھوں نے فرمایا: چھوڑو، اعتراض نہ کرو، وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔
نیز فرمایا کہ:

إنه فقيه. وہ فقیہ ہیں۔(بخاری: 3764، 3765)

بلکہ ابن ابی شیبہ (2/292)میں ہے : کہ انھوں نے سنت کے مطابق کیا ہے۔جس سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کے مقام و مرتبہ کا پتا چلتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اعلم ہونا ثابت ہے۔
محدث عبدالرزاق روایت کرتے ہیں۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: وَفَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَكَانَا يَسْمُرَانِ حَتَّى شَطْرِ اللَّيْلِ فَأَكْثَرَ قَالَ: فَشَهِدَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعَ مُعَاوِيَةَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مُعَاوِيَةُ رَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ قَالَ: فَجِئْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ لَهُ: أَلَا أُضْحِكُ مِنْ مُعَاوِيَةَ صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا؟ قَالَ: أَصَابَ أَيْ بُنَيَّ، لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا أَعْلَمُ مِنْ مُعَاوِيَةَ ۔(المصنف 3/20)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ فقیہ بھی تھے اور اعلم بھی تھے،اس روایت کے بعد تقیہ کا الزام باطل اور مردود ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

«مَا رَأَيْتُ رَجُلا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ، إِنْ كَانَ النَّاسُ لَيَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى وَادِي الرَّحْبِ وَلَمْ يَكُنْ كَالضَّيِّقِ الْحَصِيصِ، الضَّجِرِ الْمُتَغَضِّبِ».

ترجمہ:سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اقتدار کے لیے موزوں کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(السنۃ - الخلال 2/440، جامع معمر بن راشد 4/364)

جلیل القدر صحابہ کرام کے ارشادات عالیہ کے بعد بھی کسی نام نہاد محقق کا صحابہ رسول ﷺ پر طعن و تشنیع کا عمل باطل و مردود ہے۔اپنی باطل تحقیق پر فخر کرنے سے بہتر ہے کہ صحابہ کرام اور جمہور اہل سنت کی روش پر عمل کیا جائے۔

ربیع بن نافع کا فرمان!

ربیع بن نافع،ابو توبہ، حلبی (241-150ھ) فرماتے ہیں:

مُعَاوِيَةُ سِتْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا كَشَفَ الرَّجُلُ السِّتْرَ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا وَرَاءَهُ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول کے لیے پردہ ہیں۔جب کوئی شخص پردے کو ہٹا دیتا ہے تو پردے کے پیچھے والی چیزوں پر جسارت کرنے لگتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: 1/209، تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/209، وسندہٗ حسنٌ)

امام محمد بن شہاب زہری کا فرمان!

امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمِلَ مُعَاوِيَةُ بِسِيرَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سِنِينَ، لَا يَخْرِمُ مِنْهَا شَيْئًا .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سالہا سال سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر یوں عمل کیا کہ اس میں ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں کی۔'' **(السنۃ لأبی بکر الخلّال: 683، وسندہٗ صحیحٌ)**

محدث زہری کے اس قول کے بعد کوئی ہٹ دھرم یا ضدی ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین کی سیرت کے خلاف عمل کرنے والا کہہ سکتا ہے۔ایک منصف مزاج شخص اس قول پر سوچے گا اور اپنے نظریہ سے رجوع بھی کرے گا۔اللہ ہمیں حق بات سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

باب دوم
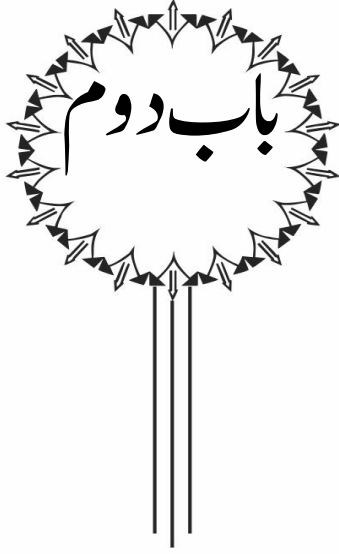
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں 30 اعتراضات کا علمی محاسبہ

کیا کوئی صحابی بھی ادنی ہوتا ہے؟

کچھ لوگ طبقات صحابہ کی آڑ میں فتح مکہ پر اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کو ادنی شمار کرتے ہوئے وہ مقام و مرتبہ نہیں دیتے جو ان کے شایان شان ہے۔

عظیم تابعی و جلیل القدر محدث، امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إن عائذ بن عمرو، وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، دخل على عبيد الله بن زياد، فقال: أي بني، إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: 'إن شر الرعاء الحطمة'، فإياك أن تكون منهم، فقال له: اجلس، فإنما أنت من نخالة أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فقال: وهل كانت لهم نخالة؟ إنما كانت النخالة بعدهم، وفي غيرهم

''صحابی رسول سیدنا عائذ بن عمرو، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور فرمانے لگے: بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بد ترین حکمران وہ ہوتے ہیں، جو اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔ لہٰذا (میری نصیحت ہے کہ) تیرا شمار ایسے لوگوں میں نہ ہو۔ عبید اللہ بن زیاد کہنے لگا: بیٹھ جا، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گھٹیا درجے کا صحابی ہے۔ سیدنا عائذ فرمانے لگے: کیا صحابہ کرام میں سے بھی کوئی گھٹیا تھا؟ گھٹیا لوگ تو وہ ہیں جو صحابی نہ بن سکے اور وہ جو صحابہ کرام کے بعد میں آئے۔ ''(صحیح مسلم: 1830)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت کا اقرار!

صحابی رسول ﷺ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي نا عبد الله بن ناجية نا أبو عمرو عثمان بن عبد الله بن عمرو بن عثمان العثماني نا ابن لهيعة قال سمعت أبا الزبير عن جابر قال كنا عند معاوية فذكر علي أحسن ذكره وذكر أبيه وأمه ثم قال وكيف لا أقول هذا لهم هم خيار خلق الله وعنده بنيه أخيار أبناء أخيار۔

''ہم معاویہ ؓ کے پاس تھے، انہوں نے سیدنا علی ؓ کا ذکر اچھے انداز میں کیا، پھر کہا میں اس طرح کیوں نہ کہوں جبکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین شخص تھے، ان کے گھر میں نبی کریم ﷺ کا جگر گوشہ تھا، وہ بہترین نسب کے حامل تھے۔'' ۔(تاریخ دمشق 415/42)

محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا بها بتمامها أبو بكر محمد بن الحسين بن على نا أبو الحسين بن المهتدى أنا على بن عمر بن محمد الحربى نا أبو بكر محمد بن هارون بن حميد بن المجدر نا عثمان بن عبد الله الشامى القرشى نا عبد الله بن لهيعة قال سمعت أبا الزبير المكى قال سمعت جابر بن عبد الله الأنصارى قال جابر كنا ذات يوم عند معاوية بن أبى سفيان وقد جلس على سريره واعتجر بتاجه واشتمل بساجه (وأومى بعينيه يمينا وشمالا وقد تفرشت جماهير قريش وسادات العرب أسفل السرير من قحطان ومعه رجلان على سريره عقيل بن أبى طالب والحسن بن على وامرأة من وراء الحجاب تشير بكميها يمينا وشمالا فقالت يا أمير المؤمنين فأنت الليلة أرقة قال لها معاوية أمن ألم قالت لا ولكن من اختلاف رأى الناس فيك وفى على بن أبى طالب وأبوك أبو سفيان صخر بن حرب بن أمية وكان أمية من قريش لبابها فقالت فى معاوية فأكثرت وهو مقبل على عقيل والحسن فقال معاوية رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول من صلى أربعا قبل الظهر وأربعا بعد الظهر حرم على النار أن تأكله أبدا ثم قال لها أفى على تقولين المطعم فى الكربات المفرج للكربات مع ما سبق لعلى من العناصير السرية والشيم الرضية والشرف فكان كالأسد الحاذر والربيع النائر والفرات الذاخر والقمر الزاهر فأما الأسد فأشبه على منه صرامته ومضاءه وأما الربيع فأشبه على منه حسنه وبهاءه وأما الفرات فأشبه على منه طيبه وسخاءه فما تغطمطت عليه قماقم العرب الشادة من أول العرب عبد مناف وهاشم وعباس القماقم والعباس صنو رسول الله (صلى الله عليه وسلم)

وأبوه وعمه أكرم به أبا وعما ولنعم ترجمان القرآن ولده يعني عبد الله بن عباس كهل الكهول له لسان سؤول وقلب عقول خيار خلق الله وعترة نبيه خيار ابن خيار فقال عقيل بن أبي طالب يا بنت أبي سفيان لو أن لعلي بيتين بيت من تبر والآخر تبن بدأ بالتبر وهو الذهب فقال معاوية يا أبا يزيد كيف لا أقول هذا في علي بن أبي طالب وعلي من هامات قريش وذوائبها وسنام قائم عليها وعلى علامتها في شامخ فقال له عقيل وصلتك رحم يا أمير المؤمنين۔

حضرت علی کے بھائی عقیل اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت معاویہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان، حضرت علی کے قریبی ساتھی تھے اور آپ نے انہیں ایران و خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار عقیل، معاویہ کے پاس بیٹھے تھے تو معاویہ نے جی کھول کر علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار، جود و سخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا: ''اے ابو یزید (عقیل)! میں علی بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں۔ علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں۔ علی میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں۔'' عقیل نے یہ سن کر کہا: ''امیر المومنین! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی۔'' (تاریخ دمشق 416/42)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا فرمایا:

وَقَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُغِيرَةَ. قَالَ: لَمَّا جَاءَ خَبَرُ قَتْلِ عَلِيٍّ إِلَى مُعَاوِيَةَ جَعَلَ يَبْكِي، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَتَبْكِيهِ وَقَدْ قَاتَلْتَهُ؟ فَقَالَ: وَيْحَكِ إِنَّكِ لَا تَدْرِينَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ، وفي رواية أنها قالت له بالأمس تقاتلنه واليوم تبكينه؟.

''وَيْحَكِ إِنَّكِ لَا تَدْرِينَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَالْفِقْهِ وَالْعِلْمِ''

تجھ پر افسوس تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا فضیلت، فقہ اور علم میں کتنا نقصان ہوا ہے۔

(البدایۃ: 8/130)

ان روایات کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مخالفت حضرت علی یا بغض علی رضی اللہ عنہ کا الزام لگایا جائے تو اس سے زیادہ کم علمی کیا ہو گی؟

جناب فیضی صاحب کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے معترف تھے۔اس لیے یہ بات تو واضح اور عیاں ہوگئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہل بیت اطہار سے نہ ہی عداوت تھی اور نہ ہی وہ بغض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رکھتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کا اہل بیت کی تعظیم کرنا!

جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔

أنا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ، أنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ، قَالَ: نا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: نا حُسَيْنُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَانَا يَقْبَلَانِ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ.

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 381/2)

''سیدنا حسنؓ و حسینؓ،امیر معاویہؓ کی طرف سے ملنے والا وظیفہ قبول کرتے تھے۔''

(الأجرّی فی الشریعة: 1963، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة 381/2 اللالكائی: 2782)

امام أبو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّیُّ البغدادي اس روایت پر باب قائم کرتے ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ تَعْظِيمِ مُعَاوِيَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِكْرَامِهِ إِيَّاهُمْ.

یہ معاوِیہؓ کی طرف سے اہل بیت کی تعظیم و تکریم کی واضح دلیل ہے۔

امام حسنؓ کی فضیلت اور حضرت معاویہؓ!

محدث الاجری البغدادی اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

وَأَنْبَأَنَا ابْنُ نَاجِيَةَ ,أَيْضًا ,قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْأُبُلِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ , عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَاءَ

الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: لَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ فَضْلٌ عَلَى يَزِيدَ إِلَّا أَنَّ أُمَّكَ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَأُمَّهُ امْرَأَةٌ مِنْ كَلْبٍ لَكَانَ لَكَ عَلَيْهِ فَضْلٌ, فَكَيْفَ وَأُمُّكَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہید کر دیے گئے تو امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے پاس آئے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کی والدہ قریشی ہیں اور یزید کی بن کلب سے ،یہ بات ہی فضیلت کے لیے کافی تھی۔حالانکہ آپ کی والدہ تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ ہے پھر یزید کی کیاحیثیت۔(الشریعۃ 2470/5،رقم: 1961)

اس روایت کی سند صحیح ہے،اس روایت کے بعد بھی یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کی تعظیم نہیں کرتے تھے تو یہ زیادتی اور علمی خیانت ہے۔

امام حسینؓ کی فضیلت اور حضرت معاویہؓ!

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتے تو فرماتے:

وكان معاوية إذا لقي الحسن بن علي يقول: مرحبا وأهلا بابن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويأمر له بثلاث مائة ألف، وكان يلقى ابن الزبير فيقول: مرحبا بابن عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم وحواري رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويأمر له بمائة ألف.

”مرحبا یابن رسول اللہ ﷺ واھلا“

رسول اللہ کے صاحبزادے! خوش آمدید۔

البغوی فی المعجم (370/5)،الآجری (2/5، وابن عساکر (194/59) وسندہ صحیح.

اب تو تحقیق کا یہ حال ہے کہ صحیح روایات کو ترک کر کے ضعیف اور متروک روایت پر موقف بنا کر لفاظی کی جاتی ہے۔ قاری صاحب اگر اس روایت کا مطالعہ کر لیتے تو حقائق سامنے آتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حب اہل بیت اور عظمت صحابہ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصحاب رسول ﷺ کے لیے حضرت امیر معاویہؓ پردہ ہیں!

امام ابوالقاسم ابن عساکر شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أنبأنا أبو محمد عبد الجبار بن محمد وحدثنا أبو الحسن المرادي عنه أنا أبو بكر البيهقي إجازة أنا أبو بكر بن الحارث الأصبهاني أنا أبو محمد بن حيان نا الحسن بن علي الطوسي قال سمعت أبا سعيد الدارمي قال سمعت أبا توبة الحلبي يقول معاوية ستر لأصحاب النبي (صلى الله عليه وسلم) فإذا كشف الرجل الستر اجترأ على ما وراءه۔

(ابدال وقت) امام ابوتوبہ ربیع بن نافع حلبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے لیے پردہ ہیں، جب کوئی شخص (اس) پردہ (کو) اٹھاتا (یعنی چاک کرتا) ہے تو جو کچھ اس کے پیچھے ہے (یعنی اور صحابہ کرام) اس پر بھی جرات کرتا ہے۔) یعنی پھر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا شروع کر دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج59ص209)

شرف صحابیت پر اعتراض!

اسکالر فیضی صاحب نے اپنی کتاب میں صحابی کی فضیلت پر اعتراض کرنے کی بھی کوشش کی ہے جیسا کہ قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 22 پر لکھتے ہیں۔

کہا ہے، جیسا کہ آگے باحوالہ تفصیل آئے گی۔ قدیم صحابہ کرام ﷺ کے نزدیک بھی صحبتِ مصطفیٰ ﷺ سے فائدہ نہ اُٹھانے والے لوگ قابل تعظیم نہیں رہے تھے۔ چنانچہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : يَقُوْلُ أَحَدُهُمْ : أَبِيْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَ لَنَعْلٌ خَلِقٌ خَيْرٌ مِنْ أَبِيْهِ.

"سیدنا ابن عباس ﷺ نے فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں: میرا باپ رسول اللہ ﷺ کا صحابی تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھی تھا، حالانکہ پرانی جوتی بھی اُس کے باپ سے بہتر ہے"۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۳ حدیث ۴۴۲؛ کشف الأستار ج ۱ ص ۶۳ حدیث ۸۸؛ البحر الزخار ج ۱۱ ص ۲۷۷ حدیث ۵۰۶۸؛ مختصر زوائد البزار ج ۱ ص ۱۰۹ حدیث ۶۲)

حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: اِس کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اُن کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

اِس کلام میں سیدنا ابن عباس ﷺ نے اُس شخصیت کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ اسی طرح امام طبرانی

تبصرہ:

صحابی کی تعریف پر جو اعتراضات ہیں اس پر تو کسی دوسری کتاب میں کلام کیا جائے گا مگر پیش کردہ حوالہ پر چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ روایت کی سند مسند البزار میں کچھ یوں ہے۔

حَدَّثنا أَبُو موسى، قَال: حَدَّثنا يَحْيَى بن حماد، قَال: حَدَّثنا أَبُو عَوَانة، عَن سُلَيْمَانَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَن سَعِيدِ بْنِ جُبَيرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِي اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: يَقُولُ أَحَدُهُمْ: أَبِي صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم، وَكان مَعَ أَبِي ولَنَعْلٌ خَلَقٌ خَيْرٌ مِنْ أَبِيهِ.

(مسند البزار 277/11، رقم 5068)

سند کی تحقیق:

مذکورہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

پہلی علت:

اسکی سند میں راوی "عدی" بن ثابت الأنصاری الکوفی" ہے جس پر محدثین کرام کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

- أبو حاتم: صدوق وکان إمام مسجد الشیعۃ وقاصھم
- قال ابن معین: شیعی مفرط
- قال الجوزجانی: مائل عن القصد
- قال عفان قال شعبۃ: کان من الرفاعین

(تہذیب التہذیب 165/7، رقم 330)

- امام احمد بن حنبل: عدی بن ثابت، ثقۃ، إلا أنہ کان یتشیع. «» **(العلل: 3233)**
- قال المسعودی: ما أدرکنا أحدا أقوم بقول الشیعۃ منہ، یعنی عدی بن ثابت. «»

(العلل: 4576) و (المسند، 278/1، رقم: 2511).

- امام دارقطنی: ثقۃ، إلا أنہ کان رافضیًا غالیًا فیہ. **(العلل: 201)**
- امام ذہبی لکھتے ہیں:

کُوفِی شیعی جلد ثِقَة مَعَ ذَلِك وَكَانَ قاص الشِّيعَة وَإِمَام مَسْجِدهمْ قَالَ الْمَسْعُودِيّ مَا أدركنا أحدا أَقُول بقول الشِّيعَة من عدی بن ثَابت وَفِي نسبه اخْتِلَاف وَقَالَ ابْن معِين شیعی مفرط وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيّ رَافِضِي غال **(المغنی فی الضعفاء 431/2، رقم: 4084)**

- امام ابن معین لکھتے ہیں:

سمعت العباس یقول سئل یحیی عن عدی بن ثابت فقال کان یفرط فی التشیع۔

(تاریخ ابن معین - روایۃ الدوری 524/3)

مذکورہ روایت میں عدی بن ثابت غالی شیعہ راوی ہے۔اس کی روایت کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر تو موصوف کے اصول قارئین کے سامنے ہیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "سلیمان راوی سلیمان الاعمش" ہے۔اور اس کے تدلیس کے بارے میں محدثین کرام نے بلا استثناء واضح کلام کیا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الأعمش یدلس، وربما دلس عن ضعیف ولا یدری به، ومتی قال: حدثنا فلا کلام، ومتی قال: عن تطرق إلیه احتمال التدلیس إلا فی شیوخ له أکثر عنهم کإبراهیم وأبی وائل وأبی صالح السمان فإن روایته عن هذا الصنف محمولة علی الاتصال.

(میزان الاعتدال 224/2)

روایت کا شانِ وُرود:

اس روایت کا شان ورود منافقین کے بارے میں تھا مگر جناب نے بہت سادگی سے اس روایت کا اطلاق صحابہ کرام پر کیا۔جناب اگر علامہ ہیثمی کی کتاب کا مکمل مطالعہ فرما لیتے تو ایسا علمی استدلال پیش نہ کرتے۔ اس روایت کو علامہ ہیثمی مجمع الزوائد308/1,"باب منه فی المنافقین" میں لائے ہیں۔منافقین کے بارے میں روایت کو شرف صحابیت پر محمول کرنا علمی خیانت ہے،شاید اسی دیانت کو تحقیق کہتے ہیں؟جس کی بنا پر موصوف ریسرچ اسکالر کہلائے جاتے ہیں۔

شرفِ زیارت پر اعتراض:

موصوف شرف زیارت رسول ﷺ پر اعتراض کرتے ہوئے الاحادیث الموضوعہ ص 23-22 پر لکھتے ہیں۔

عبدالرحمان بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا:

مَرَّ بِالْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ رَجُلٌ فَقَالَ : لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ رَأَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَاجْتَمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا وَقَالَ : يَاأَيُّهَا النَّاسُ ! لَا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللّٰهُ ، فَكَمْ مِمَّنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ.

"سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک شخص گذرا تو اُس نے کہا: اُن دو آنکھوں نے کامیابی پائی جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اس پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: لوگو! اُس امر کی تمنا مت کرو جسے اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے، بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا لیکن اُنہوں نے آپ کے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا"۔

(مسند الشاميين للطبراني ج٢ ص١٤٨، ١٤٩ حديث ١٠٨١؛ المعجم الكبير ج ٢٠ ص ٢٥٨ حديث ٦٠٨؛ تاريخ دمشق [مفصلاً] ج ٦٠ ص ١٨٠؛ مختصر تاريخ دمشق ج ٢٥ ص ٢٢١)

دراصل مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے بعد کسی شخص کا محض قافلہ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا گیا بلکہ اُس کے عمل کو دیکھنے کی بات بھی کی گئی ہے اور اُس پر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی ہے۔

تبصرہ:

اب پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الْكِنْدِيُّ الْحِمْصِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، ثنا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: مَرَّ بِالْمِقْدَادِ نَاسٌ - أَوْ رَجُلٍ - فَقَالَ: لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ، رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَجْمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا، وَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللهُ فَكَمْ مَنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ" (المعجم الكبير 258/20)

روایت کی اسنادی حیثیت!

- اس روایت کی سند میں "عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ "راوی کی واضح توثیق ثابت نہیں۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبدالرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو سلمة الحمصي مقبول

عبدالرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو ميسرة المصري

عبدالرحمن بن ميسرة الحضرمي أبو شريح مجهول

عبدالرحمن بن ميسرة الكلبي أو الحضرمي أبو سليمان الدمشقي مقبول

(تقریب التهذیب **351/1**)

- معجم الکبیر طبرانی اور دیگر کتب میں یہ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے اس روایت کا مفہوم غلط پیش کرنے کی مذموم حرکت کی گئی ہے۔

حضرت مقدادؓ کے قول کا پس منظر!

یہ روایت مکمل متن کے ساتھ دیگر کتب احادیث میں موجود ہے، جس سے اس کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب کیا ہے؟

حَدَّثَنَا يَعْمَرُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَلَسْنَا إِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ يَوْمًا، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: طُوبَى لِهَاتَيْنِ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَيْنِ رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ لَوَدِدْنَا أَنَّا رَأَيْنَا مَا رَأَيْتَ، وَشَهِدْنَا مَا شَهِدْتَ، فَاسْتُغْضِبَ، فَجَعَلْتُ أَعْجَبُ، مَا قَالَ إِلَّا خَيْرًا، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: " مَا يَحْمِلُ الرَّجُلُ عَلَى أَنْ يَتَمَنَّى مَحْضَرًا غَيَّبَهُ اللهُ عَنْهُ، لَا يَدْرِي لَوْ شَهِدَهُ كَيْفَ كَانَ يَكُونُ فِيهِ، وَاللهِ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامٌ كَبَّهُمُ (1) اللهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي جَهَنَّمَ لَمْ يُجِيبُوهُ، وَلَمْ يُصَدِّقُوهُ، أَوَلَا تَحْمَدُونَ اللهَ إِذْ أَخْرَجَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ إِلَّا رَبَّكُمْ، مُصَدِّقِينَ لِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ، قَدْ كُفِيتُمُ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ، وَاللهِ لَقَدْ بَعَثَ اللهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَشَدِّ حَالٍ بُعِثَ عَلَيْهَا فِيهِ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي فَتْرَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ، مَا يَرَوْنَ أَنَّ دِينًا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ فَرَقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ

الرَّجُلُ لَيَرَى وَالِدَهُ وَوَلَدَهُ أَوْ أَخَاهُ كَافِرًا، وَقَدْ فَتَحَ اللهُ قُفْلَ قَلْبِهِ لِلْإِيمَانِ، يَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ هَلَكَ دَخَلَ النَّارَ، فَلَا تَقَرُّ عَيْنُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ "، وَأَنَّهَا لَلَّتِي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ} [الفرقان: 74]

حضرت عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم حضرت مقداد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص[تابعی] گذرا، اُس نے حضرت مقداد سے کہا، خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ وہ کچھ دیکھ لیتے جو آپ لوگوں نے دیکھا اور ان مواقع پر، ان معرکوں میں موجود ہوتے جہاں آپ رہے۔ حضرت مقداد کو غصہ آگیا، بولے، کیا معلوم، یہ آرزو رکھنے والا اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا؟ ایسے لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا جنھیں اللہ نے مونہوں کے بل دوزخ میں جھونک دیا، کیونکہ انھوں نے آپ کو مانا نہ تصدیق کی۔ تم اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ تمھاری آزمائش پہلوں نے جھیل لی، تم اللہ ہی کو مانتے ہو اور اس کے انبیا کو سچا جانتے ہو۔ آپ کے زمانے کا حال یہ تھا کہ آپ کے لائے ہوئے، حق و باطل کو تمیز کرنے والے فرقان نے باپ بیٹے میں تفریق پیدا کر دی تھی۔ ایک شخص کا دل اللہ نے ایمان کے لیے کشادہ کر دیا ہوتا تھا، لیکن وہ دیکھتا تھا کہ اس کا باپ، بیٹا یا بھائی کفر میں مبتلا ہیں۔ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک کیسے مل سکتی تھی جب اس کے پیارے جہنم میں جانے والے تھے۔
(مسند احمد، رقم ۲۳۸۱۰)

اس پر مسند احمد بن حنبل کا محقق لکھتا ہے۔

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير يعمر بن بِشْر، وهو ثقة، وصححه الحافظ ابن كثير في "تفسيره" 142/6.].الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان 489/14
وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد" (87)، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (292)، والطبري في "تفسيره" 19/(53)، وابن حبان (6552)، والطبراني في الكبير " 20/(600)،

وفی "الشامیین" (938)، وأبو نعیم فی "الحلیة" 1/175-176 من طرق عن عبد الله بن المبارك، بهذا الإسناد.

قارئین محترم، فیضی موصوف کی نرالی تحقیق ملاحظ کریں کہ جنھوں نے ایمان قبول نہیں کیا ان کی روایت کو صحابہ کرام پر اطلاق کر کے استدلال کیا جارہا ہے اور ایمان کی حالت میں شرف زیارت پر اعتراض کیا گیا۔ جناب کو ایمان اور عدم ایمان کے فرق اور اس کی عظمت کا تو معلوم نہیں تو مزید کیا تحقیق پیش کریں گے؟ روایت مذکورہ میں ان لوگوں پر اعتراض ہے جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا جبکہ ریسرچ اسکالر فیضی صاحب نے اس رویات کو صحابہ کرام کے بارے میں پیش کر کے عظمت صحابہ پر طعن کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اہل دنیا اور حُب معاویہؓ!

قاری فیضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کے بارے میں اہل دنیا کا فتوی نقل کرتے ہوئے الاحادیث الموضوعہ ص 27-26 پر لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اِن دونوں باتوں کے متعلق آگاہ فرما گئے تھے۔ایک طرف تو آپ نے فرمایا تھا: ''مجھے تمہارے بارے میں یہ خدشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے لیکن میں یہ خدشہ رکھتا ہوں کہ تم دنیاداری میں باہم مقابلہ کروگے''۔دوسری طرف فرمایا تھا: ''جس نے علی کو برا کہا اُس نے مجھے برا کہا''۔یہ دونوں باتیں پہلی بادشاہی کے دور میں جمع ہوگئی تھیں۔اوّلین بادشاہ کو خوش کرنے کی خاطر اُس کی جھوٹی تعریف بھی شروع ہوگئی تھی اور اِسی مقصد کے حصول کے لیے سیدنا علی ؓ پر سبّ وشتم اور لعنت بھی شروع ہوگئی تھی۔چنانچہ امام ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوقیس الاودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ ثَلَاثُ طَبَقَاتٍ : أَهْلُ دِيْنٍ يُحِبُّوْنَ عَلِيًّا ، وَأَهْلُ دُنْيَا يُحِبُّوْنَ مُعَاوِيَةَ ، وَخَوَارِجُ.

''میں نے لوگوں کو تین طبقات میں پایا: اہل دین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ سے محبت رکھتے ہیں، اہلِ دنیا معاویہ کو چاہتے ہیں، اور تیسرا طبقہ خوارج [سُفَہَاء یعنی بیوقوفوں] کا ہے''۔

(الاستیعاب ج۳ ص ۲۱۳)

تبصرہ:

فیضی صاحب کی پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد الله بن عمر حدثنا أحمد بن محمد بن الحجاج حدثنا يحيى بن سليمان الجعفي حدثنا حفص بن غياث حدثنا الثوري عن أبي قيس الأودي قال: أدركت الناس وهم ثلاث طبقات: أهل دين يحبون علياً وأهل دنيا يحبون معاوية وخوارج.

(الإستيعاب في معرفة الأصحاب **343/1**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند میں ۲ علت ہیں۔

پہلی علت:

- راوی عبداللہ بن عمر بن إسحاق بن معمر کا تعارف وتوثیق تحقیق طلب ہے۔

اس طرح کے ضعیف ومجہول اور متروک راویوں کی روایت سے استدلال کرنا شاید تحقیق کا دوسرا نام ہے۔

دوسری علت:

- أحمد بن محمد بن الحجاج بن رشدين بن سعد، أبو جعفر، المصري. ضعیف اور متروک راوی ہے۔

امام الدَّارَقُطنِیّ: ضعیف (لسان المیزان 3/رقم:4788)

امام ابن عدی: کذبوہ وَأَنْکرت عَلَيْهِ أَشْيَاء. (الضعفاء والمتروکون 84/1)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی " حفص بن غیاث "کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ محدثین کرام نے یہ واضح طور پر تحقیق فرمائی ہے کہ مختلط راوی کا حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

محدث ابن الکیال نے حفص بن غیاث کو مختلط راویوں میں لکھا ہے۔

(الکواکب النیرات ص 458)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں أبي قيس الأودي عبد الرحمن بن ثروان متکلم فیہ راوی ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أبو قيس الأودي الكوفي صدوق ربما خالف۔ (تقریب التہذیب:3823)

مذکورہ روایات میں "أبو قيس الأودي" متکلم فیہ ہے مگر اس کے ساتھ راوی نے حضرت معاویہ کا زمانہ نہیں پایا۔ اس لیے روایت مرسل بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت مرسل اور ضعیف ہے۔ موصوف کو ذرا بھی حیا نہ آئی محب اہل بیت ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں لیکن روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

سب وشتم کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 27 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

''ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ نے ایک مرتبہ ایک مجلس کے حاضرین کے قریب جا کر آواز لگائی: یاشبث بن ربعي! اس پر ایک شخص نے پردہ کی دوسری جانب سے جواب دیا: ''لبیک یاأمّه'' (امی میں حاضر ہوں) تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تمہاری مجالس میں رسول اللہ ﷺ کو برا کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

إِنَّا نَقُوْلَ شَيْئًا نُرِيْدُ عَرَضَ هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.

ہم کچھ ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے ہمارا مقصود دنیوی منفعت ہے۔

اس پر ام المومنین نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: جس شخص نے علی ؓ کو برا کہا تو یقیناً اُس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اُس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا''۔

(تاریخ دمشق ج۴۲ ص۵۳۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج۱۸ ص۸۳)

اُس اوّلین بادشاہی میں صحابہ کرام ؓ پر جو سبّ وشتم اور لعنت کی جاتی رہی اُس کی مکمل تحقیق کے لیے ہماری کتاب ''لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ'' (میرے صحابہ کو برا نہ کہو) کا مطالعہ فرمایئے!

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو البركات عمر بن إبراهيم بن محمد أنا أبو الفرج محمد بن أحمد بن محمد بن علان أنا القاضي أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن الحسين الجعفي نا أبو الحسن على بن محمد بن هارون بن زياد الحميرى نا محمد بن هارون يعنى أباه نا إسماعيل بن الخليل عن على بن مسهر عن أبي إسحاق السبيعي قال حججت أنا وغلام فمررت بالمدينة فرأيت الناس عنقا واحدا فاتبعتهم فأتوا أم سلمة زوج النبى (صلى الله عليه وسلم) فسمعتها وهى تقول يا شبث بن ربعى فأجابها رجل جلف جاف لبيك يا أمة فقالت أيسب رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فى ناديكم فقال إنا نقول شيئا نريد عرض هذه الحياة الدنيا فقالت سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول من سب عليا فقد سبنى ومن سبنى سب الله. (تاریخ دمشق 533/42)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "محمد بن هارون بن زیاد الحمیری "کی توثیق و تعرف پیش کریں۔
اس لیے ضعیف اور مجہول راویوں سے استدلال کرنا تحقیق کی روشنی میں مردود ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں" ابو اسحاق السبیعی " مختلط راوی ہے۔اور اختلاط سے بعد کا سماع ہو تو روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ محدثین کرام نے اس بات کی تصریح اپنی کتاب میں کی ہے۔

1) الحافظ ابو یعلیٰ الخلیلی (اختصار علوم الحدیث لا ابن کثیر مع شرح الباعث الحدیث صفحہ 229)
2) امام نووی (تقریب مع تدریب 2/897)
3) حافظ سیوطی (تدریب الراوی 2/897)
4) حافظ ذہبی (میزان الاعتدال 6399،تدریب الراوی 898،2/897)
5) امام فسوی (میزان الاعتدال 326/5)
6) امام یحیی بن معین (تھذیب التھذیب 5263)
7) الحافظ ابن حجر (تقریب التھذیب:639, مقدمة فتح الباري ص 431)
8) امام برھان الدین الحلبي (الاغتباط ص 87 ترجمة رقم , ط: دار الكتاب العربي 85)
9) ابن الکیال (الكواكب النيرات ص 84 ط: دار الكتب العلمية)

علي بن مسهر کا سماع أبي إسحاق السبیعي سے اختلاط کے بعد کا ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں أبي إسحاق السبيعي کے بعد کسی راوی کو حذف کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ روایت اس سند کے ساتھ منقطع ہے۔ کیونکہ معروف طریقہ کا متن اور سند بالکل الگ ہیں۔ راوی کا سماع بھی ثابت کریں۔ اس متن کی کوئی بھی سند صحیح نہیں ہے۔ اسانید میں مجہول، ضعیف و شیعہ راوی ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

قاری صاحب اپنی کتاب "میرے صحابہ کو برا نہ کہو" کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں، مگر شاید یہ مطبوعہ نہیں ہے، اس لیے جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی اس کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کر دیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں موضوع روایت!

قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 28 تا 34 تک صحیح مسلم کی ایک روایت کو موضوع قرار دینے میں سر توڑ کوشش کی ہے، جیسا کہ لکھتے ہیں۔

صحیح مسلم تک میں موضوع حدیث

کوئی شخص کسی کو اپنی بات زبردستی نہیں منوا سکتا، لہٰذا میں بھی فقط آپ کے سامنے صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پیش کر رہا ہوں، آگے آپ کی مرضی کہ آپ مسلم شریف کو امام مسلم کا انتخاب سمجھتے ہوئے اُس میں اِس باطل حدیث کے دخول کو ممکن قرار دیں یا ناممکن۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُوْ زُمَيْلٍ ، حَدَّثَنِيْ ابنُ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ إِلىٰ أَبِيْ سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَهُ ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : يَانَبِيَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ أُعْطِنِيْهِنَّ ، قَالَ: نَعَمْ . قَالَ: عِنْدِيْ أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ ، أُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ أَبِيْ سُفْيَانَ، أُزَوِّجُكَهَا ، قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ . قَالَ: نَعَمْ . قَالَ : وَتُؤَمِّرُنِيْ حَتّٰى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ ، كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ . قَالَ : نَعَمْ.

قَالَ : أَبُوْزُمَيْلٍ : وَلَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ، مَا أَعْطَاهُ ذٰلِكَ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا قَالَ : نَعَمْ.

''ابوزمیل نے بیان کیا ہے کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوسفیان کی طرف مسلمان توجہ کرتے تھے اور نہ ہی اُن کو ساتھ بٹھانا پسند کرتے تھے۔ اس پر انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں، آقا ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا:

۱۔ میرے پاس پورے عرب سے حسینہ اور جمیلہ عورت ام حبیبہ ہے، میں اُسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

۲۔ معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

۳۔ اور آپ مجھے امیر مقرر فرمائیں تاکہ میں کفار کے خلاف اسی طرح جنگ کروں جس طرح مسلمانوں کے خلاف کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

راویِ حدیث ابو زمیل کہتے ہیں: ''اگر ابو سفیان نبی کریم ﷺ سے یہ سوال نہ کرتے تو حضور ﷺ از خود عطا نہ فرماتے، اس لیے کہ آپ سے جو چیز بھی مانگی جاتی آپ نَعَمْ کے سوا کچھ نہیں فرماتے تھے''۔

(صحیح مسلم ص ۱۱٦۸ حدیث ۲۵۰۱)

اگرچہ یہ روایت صحیح مسلم میں ہے لیکن بعض محدثین کے نزدیک اس میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے اور بعض کے نزدیک یہ موضوع ہے۔ چنانچہ امام محمد بن فتوح حُمیدی لکھتے ہیں:

''ہمیں بعض حفاظ نے بتایا ہے: اس حدیث میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے، کیونکہ معرفتِ حدیث رکھنے والے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ کے ساتھ نکاح فتح مکہ سے قبل کیا تھا، اس وقت وہ حبشہ میں تھیں اور ابھی اُن کا باپ کافر تھا''۔

(الجمع بین الصحیحین ج۲ ص ۱۳۱)

یہ کس راوی کا وہم ہو سکتا ہے؟ اس کے متعلق امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

''محدثین نے اس وہم کی نسبت عکرمہ بن عمار کی طرف کی ہے، یحییٰ بن سعید نے اس کی احادیث کو ضعیف کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ امام مسلم نے اس سے فقط اس لیے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن معین نے اُس کے بارے میں کہا: وہ ثقہ ہے۔ ہم کہتے ہیں: اس حدیث میں کھلا وہم ہے، کیونکہ تمام راویوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا تھا اور اُسی نے ملکِ حبشہ میں آپ کے ساتھ ام حبیبہ کا نکاح کیا تھا''۔

(جامع المسانید لابن الجوزي ج٤ ص ۱٤۰ حدیث۲۹۸۷)

تبصرہ:

جناب قاری صاحب نے صحیح مسلم کی روایت کو موضوع ثابت کرنے کے لیے جو حوالہ جات دیے ہیں اس میں ابن حزم کے موضوع کہنے پر ہی استدلال کیا ہے۔ مگر جناب نے دیگر لوگوں کو بھی اس حدیث کو موضوع کہنے والوں میں شمار کیا ہے جو کہ علمی بددیانتی ہے۔ کیونکہ حدیث کا موضوع ہونا اور حدیث کا ضعیف ہونا دو مختلف معاملات ہیں۔

جن محدثین کرام نے اس روایت پر اعتراضات کیے ان کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اپنے اعتراضات پیش کرتے اور یہ ہی علمی طریقہ ہے۔ مگر ان اعتراضات کی حقیقت کو پرکھنا کہ یہ اعتراضات علت قادحہ کا سبب ہیں یا نہیں، محققین کا ہی کام ہے۔ اگر ہر شخص کو اس کام کے لیے کہا جائے تو وہ اپنی سمجھ کے تحت ہی گفتگو کرے گا۔

قارئین کرام کے سامنے چند حقائق پیش خدمت ہیں، تاکہ حقیقت واضح ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں کہ

"مسلمان سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تک نہیں تھے، تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا نبی اللہ ﷺ! تین انعام مجھ پہ کیجئے، میری حسن و جمال کا مرقع دختر حبیبہ کو اپنے نکاح میں لے لیجئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درست، معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، فرمایا: جی ٹھیک ہے، عرض کیا، مجھے امیر لشکر بنا دیجئے تاکہ میں کفار سے اسی طرح قتال کروں، جس طرح مسلمانوں سے کیا تھا۔ فرمایا: درست ہے۔ (صحیح مسلم: 2501)

تاریخِ نکاح:

پہلا اعتراض اس پر یہ ہے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تو 6 ہجری میں ہو چکا تھا، تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جب کہ ام حبیبہ کا نکاح ہو چکا تھا، کیسے کہہ دیا کہ آپ اسے نکاح میں لے لیجئے۔؟

یہ اعتراض پہلے حافظ ابن حزم نے کیا تھا اور اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دے دیا، بعد کے علماء بھی اتفاق سے اس اعتراض کو درست تسلیم کر کے، اپنے تئیں اس کا جواب دیتے رہے ہیں، جیسے حافظ نووی وابن صلاح نے کیا ہے۔ حالانکہ یہ ابن حزم رحمہ اللہ کی واضح خطا تھی۔

بعد والے بعض علماء نے ابن حزم رحمہ اللہ سے اختلاف تو کیا مگر وہ ان کی اصل خطا کو سمجھ نہ پائے، اسی لئے کوئی اطمینان بخش جواب دینے سے بھی قاصر رہے۔

6 یا 7 ہجری میں نکاح؟

اس حدیث پر اٹھایا جانے والا اعتراض کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 6 یا 7 ہجری میں ہو چکا تھا، ہی خطا اور خطا در خطا ہے۔

7 ہجری میں نکاح؟

ان دو ائمہ کی طرف منسوب ہے۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، قَالَا: كَانَ الَّذِي زَوَّجَهَا وَخَطَبَ إِلَيْهِ النَّجَاشِيُّ خَالِدَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، وَذَلِكَ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ۔

(1)زعاصم بن عمر بن قتادہ، رحمہ اللہ۔(الطبقات الکبری لابن سعد،98/8)

اس کی سند ضعیف ہے، محمد بن عمر الواقدی مشہور متروک راوی اس میں موجود ہے، لہذا اس کی سند پر اعتبار ممکن ہی نہیں۔

اگر کوئی بضد ہو کہ تاریخ میں ان جیسوں کی بات مان لی جاتی ہے تو تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ جس کے راوی واقدی وغیرہ ہی ہیں، بھی مان لیجئے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے۔

تزوج النبی صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم عَام فتح مَكَّة أم حَبِيبَة بنت أبي سُفْيَان فَهَذَا كَانَ صلَة بَينهم وَبَين رَسُول الله صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم '

"رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فتح مکہ کے سال کیا۔"

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص، 467)

(2)عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم(م:135ھ)کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے.

(الطبقات الکبری لابن سعد،98/8)

اس میں بھی واقدی موجود ہے، لہذا اس پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

6ہجری میں نکاح؟

امام ابن مندہ:

قَالَ الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ: ذَكَرَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مَنْدَهْ أَنَّ تَزْوِيجَهُ، عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأُمِّ حَبِيبَةَ كَانَ فِي سَنَةِ سِتٍّ. **(البدایۃ والنہایۃ147/6، المستخرج من کتب النّاس للتّذکرۃ 54/1)**

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قُلْتُ: وَكَذَا قَالَ خَلِيفَةُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ مَعْمَرُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ الْبَرْقِيِّ: إِنَّ تَزْوِيجَ أُمِّ حَبِيبَةَ كَانَ فِي سَنَةِ سِتٍّ. (البدایة والنهایة 147/6)

ان کے ساتھ ساتھ خلیفہ بن خیاط، ابو عبید اللہ معمر بن مثنی اور ابن البرقی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے یہ تاریخ بیان کی ہے۔

أن الأثرم زعم عن أبي عُبَيْدَة أن النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تزوجها سنة ستٍّ من التاريخ. (تاریخ ابن أبي خيثمة 11/2)

وأخبرني رجلٌ من حملة العلم أن رسول الله تزوج أم حبيبة بنت أبي سفيان في سنة ستٍّ من الهجرة. (تاریخ ابن أبي خيثمة 18/2)

معترض کا کہنا ہے کہ مذکورہ ائمہ کی بتائی ہوئی نکاح کی یہ تاریخ ہی حتمی ہے، یہ تاریخی حقیقت ہے۔ بعض ائمہ کا بیان تاریخی حقیقت کسی صورت بھی نہیں کہلا سکتا، خصوصا اس صورت میں جب اس کے مخالف آراء بھی موجود ہوں۔

فتح مکہ کے بعد نکاح والی تاریخی آراء:

ان تاریخی آراء کا ذکر کر رہے جن کے مطابق سیدہ کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا ہے اور یہی درست ہے۔

امام مقاتل بن سلیمان لکھتے ہیں:

فلما أسلم أهل مكة خالطهم المسلمون وناكحوهم، وتزوج النبي -صلى الله عليه وسلم- أم حبيبة بنت أبي سفيان فهذه المودة التي ذكر الله- تعالى

"جب اہل مکہ ایمان لا چکے، ان کے دوسرے مسلمانوں سے نکاح ہونے لگے اور نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان 302/4)

مفسر واحدی لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ سے نکاح فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔ (الوجیز للواحدي ص: 1089)

مفسر سمعانی نے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔(تفسیر سمعانی 5/ 416)

مفسر زجاج نے بھی یہ بات کی ہے کہ سیدہ سے نکاح نبی کریم ﷺ کا فتحہ مکہ کے بعد ہوا ۔

(معانی القرآن واعرابہ للزجاج 157/5)

مورخ ابو جعفر بغدادی (م: 245ھ) لکھتے ہیں:

فبعث رسول الله صلى الله عليه عمرو بن أمية الضمري إلى الحبشة، فزوجه إياها. وكان ذلك حين افتتح مكة وقد كان نزل عليه «عَسَى اللهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً[1]» 60:

"رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ کی طرف بھیجا، پھر سیدہ ام حبیبہ سے نکاح ہوا، یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ فتح ہو چکا تھا اور یہ آیت نازل ہو چکی تھی.

(«عَسَى اللهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً» 60(:المحبر: ص، 88)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ جہاں نکاح میں 6 یا 7 ہجری کی روایات موجود ہیں، وہیں فتح مکہ کے بعد کی روایات بھی موجود ہیں، تو بلا کسی دلیل کے 6 یا 7 ہجری میں نکاح کو تاریخی حقیقت باور کروانا کہاں کی دانشمندی ہے؟

ایک اور اعتراض:

بعض اس پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ الْمَدِينَةَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم وَهُوَ يُرِيدُ غَزْوَ مَكَّةَ فَكَلَّمَهُ أَنْ يَزِيدَ فِي هُدْنَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَلَمْ يُقْبِلْ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ فَقَامَ فَدَخَلَ عَلَى ابْنَتِهِ أُمِّ حَبِيبَةَ فَلَمَّا ذَهَبَ لِيَجْلِسَ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم طَوَتْهُ دُونَهُ.

جب سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے تو انہوں نے اپنے باپ کے نیچے سے بستر کھینچ لیا کہ وہ اسے مشرک جانتی تھیں۔ (الطبقات الکبری 99/8)

لیکن اس کی سند ضعیف ہے:

1. محمد بن عمر واقدی متروک ہے۔
2. یہ حدیث مرسل ہے، یعنی اس کی سند زھری تک ہے۔

لہذا یہ اعتراض بھی نا قابل قبول ہے۔

اعتراض:

نبی کریم ﷺ کو اور نکاح سے منع کر دیا گیا تھا؟

جواب:

پھر اجازت بھی دے دی گئی تھی، نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو یہ اجازت موجود تھی.

(سنن النسائی: 11351، وسندہ صحیح)

لہذا آپ کے اعتراض میں اور بہت سے جھول ہونے کے باوجود ہم اتنا ہی کہتے ہیں، کہ اگر ممانعت کے بعد ہوا ہے تو اس وقت ہوا، جب آپ ﷺ کو دوبارہ اجازت مل چکی تھی۔

اللہ نے نبی کریم ﷺ اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان محبت کی تین تدبیریں کروائیں، نکاح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، امارت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب بنانا۔

اور رہی بات راوی ابو زمیل کے بیان کی، کہ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ یہ بات نہ کرتے تو آپ ﷺ یہ سب کچھ نہ کرتے۔ تو یہ ابو زمیل کا ذاتی خیال ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 33-32 پر لکھتے ہیں۔

صحتِ حدیث کی ضد میں آقا کی گستاخی

اِس طلقاء خاندان کے فضائل کے اثبات یا صحیح مسلم کی حدیث کی صحت پر اصرار کے باعث بعض لوگوں سے بارگاہِ نبوی ﷺ کی اہانت بھی ہوگئی، اور اُنہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ نبی کریم ﷺ نے تجدید نکاح فرمایا ہوگا۔ ہر چند کہ یہ گستاخانہ بات ہمارے دور میں بھی لکھی اور کہی جارہی ہے لیکن میں کسی معاصر کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کہ لوگ انا کا مسئلہ بنا کر باطل پر ڈٹ جاتے ہیں اور اگر ایسی بات کسی تنظیم سے شائع شدہ کتاب میں لکھی گئی ہوتو پھر تو رجوع کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ تنظیم والوں کو دین سے زیادہ تنظیم محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے کسی شخص یا تنظیم کا نام لیے بغیر علامہ ابن قیم کے الفاظ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ : بَلْ سَأَلَهُ أَنْ يُجَدِّدَ لَهُ الْعَقْدَ تَطْيِيبًا لِقَلْبِهِ ، فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِ ، وَهٰذَا بَاطِلٌ ، لَا يُظَنُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا يَلِيقُ بِعَقْلِ أَبِي سُفْيَانَ ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ.

''ایک گروہ نے کہا: بلکہ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے اپنے دل کی تسلی کے لیے تجدید نکاح کی درخواست کی تھی، کیونکہ آپ نے اُم حبیبہ کے ساتھ اُن کی مرضی کے بغیر شادی کی تھی۔

یہ باطل ہے، نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے، نہ یہ ابوسفیان کی عقل کے لائق ہے اور نہ ہی اِن باتوں میں سے کچھ ہوا''۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

تبصرہ:

قاری فیضی صاحب نے ابن قیم کا جو اقتباس نقل کیا وہ ابن قیم کی مکمل تحقیق نہیں ہے۔ ابن قیم نے جو تحقیق کی وہ ملاحظہ کریں۔

ابن قیم کا فیصلہ:

ابن قیم نے محدثین کرام کی ابحاث سے چند نکات پیش کیے ہیں۔

ا۔ شاید راوی سے نام لینے میں غلطی ہوئی۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: بَلِ الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، وَلَكِنْ وَقَعَ الْغَلَطُ وَالْوَهْمُ مِنْ أَحَدِ الرُّوَاةِ فِي تَسْمِيَةِ أم حبيبة، وَإِنَّمَا سَأَلَ أَنْ يُزَوِّجَهُ أُخْتَهَا رملة۔

حضرت ابو سفیان نے حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا بلکہ عزۃ بنت ابی سفیان کا نام لیا۔ راوی نے غلطی سے عزۃ بنت ابی سفیان کی بجائے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا نام لیا۔(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 108/1)

۲۔ راوی سے نام لینے میں غلطی نہیں ہوئی۔

حافظ ابن قیم اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے۔

كانت كنيتها أيضا أم حبيبة۔

کہ حضرت عزۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ام حبیبہ تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ 408/4، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 108/1)

اس لیے راوی سے بھی نام لینے میں غلطی نہیں ہوئی، کیونکہ کنیت ام حبیبہ دونوں کی تھی۔ جب دونوں کی کنیت ایک تھی تو یہ غلطی نہیں۔

3۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی تمام باتیں قبول نہ کیں۔

قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ: فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلَ. فَيُقَالُ حِينَئِذٍ هَذِهِ اللَّفْظَةُ وَهْمٌ مِنَ الرَّاوِي. فَإِنَّهُ أَعْطَاهُ بَعْضَ مَا سَأَلَ. فَقَالَ الرَّاوِي: أَعْطَاهُ مَا سَأَلَ أَوْ أَطْلَقَهَا اتِّكَالًا عَلَى فَهْمِ الْمُخَاطَبِ أَنَّهُ أَعْطَاهُ مَا يَجُوزُ إِعْطَاؤُهُ مِمَّا سَأَلَ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

صحیح مسلم میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی تمام باتوں کو ماننے کی بات راوی کا وہم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بعض باتیں تسلیم کیں۔ حدیث مسلم میں راوی کے الفاظ "کہ آپ ﷺ نے انہیں عطا کیا جو انہوں نے مانگا" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مناسب تھا وہ دیا، یا راوی نے مخاطب کے ذہن کے مطابق ہی بات کہ دی کہ جو درخواست تھی وہ قبول فرمالی۔(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 108/1)

امام بیہقی کی تحقیق:

متن پر حافظ ابن القیم وغیرہ کے اعتراض (حافظ ابن قیم جب اس روایت سے متعلق زاد المعاد میں کلام کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ابو سفیان رض کی تینوں باتیں نہیں بلکہ صرف ایک بات مانی تھی) کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تینوں سوال ایک ہی مجلس میں کئے تھے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"وَإِنْ كَانَتْ مَسْأَلَتُهُ الْأُولَى إِيَّاهُ وَقَعَتْ فِي بَعْضِ خَرَجَاتِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَهُوَ كَافِرٌ حِينَ سَمِعَ نَعْيَ زَوْجِ أُمِّ حَبِيبَةَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَالْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ وَقَعَتَا بَعْدَ إِسْلَامِهِ لَا يَحْتَمِلُ إِنْ كَانَ الْحَدِيثُ مَحْفُوظًا إِلَّا ذَلِكَ وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ"

"اور اگر ان کا پہلا سوال (اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے متعلق) واقع ہوا تو یہ ان کے اس سفر میں تھا جب وہ کافر کی حیثیت سے مدینہ آئے تھے۔ جب انھوں نے (اپنی بیٹی) اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر کی حبشہ میں موت کے بارے میں سنا.

دوسرا (معاویہ کو آپ اسے اپنے پاس حاضر رہنے والا کاتب بنا دیجیے۔) اور تیسرا سوال (آپ مجھے کسی دستے کا امیر مقرر فرمائیں) ان کے اسلام لانے کے بعد کے ہیں اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کے سوا دوسرا کوئی احتمال نہیں واللہ اعلم۔ (السنن الکبری 140/7)

اور یہی احتمال صحیح ہے کہ غزوہ بدر سے پہلے ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے آئے تو انھوں نے یہ سوال کیا تھا، لہٰذا صحیح مسلم کی یہ حدیث محفوظ ہے اور کسی صحیح دلیل کے ساتھ اس کا کوئی تعارض نہیں۔

حافظ ابن کثیر کی تحقیق:

اس حدیث کی توجیہ میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

والصحیح فی ھذا آن أبا سفیان لما رأی صھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرفا أحب أن یزوجه ابنته الأخری وھی عزة واستعان علی ذلك بأختھا أم حبیبة کما أخرجا فی الصحیحین عن أم حبیبة أنھا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکح

أختی بنت أبی سفیان قال أو تحبین ذلك قالت نعم الحدیث وفی صحیح مسلم أنها قالت یا رسول الله انكح أختی عزة بنت أبی سفیان الحدیث وعلی هذا فیصح الحدیث الاول ویكون قد وقع الوهم من بعض الرواة فی قوله وعندی أحسن العرب وأجمله أم حبیبة وإنما قال عزة فاشتبه علی الراوی او أنه قال الشیخ یعنی ابنته فتوهم السامع أنها أم حبیبة إذ لم یعرف سواها ولهذا النوع من الغلط شواهد كثیرة قد أفردت سرد ذلك فی جزء مفرد لهذا الحدیث ولله الحمد۔

" صحیح بات یہ ہے کہ جب ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کو داماد بنانا ایک بہت بڑا اشرف ہے تو انہیں یہ پیشکش کی کہ میں اپنی دوسری بیٹی کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں جس کا نام عزہ ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عزہ کی بہن سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مدد چاہی جیسا کہ صحیح بخاری (5106،510)اور صحیح مسلم (1449/15)میں سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ میری بہن اور ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا:" کیا تجھے یہ بات پسند ؟"انھوں نے کہا: جی ہاں !اور صحیح مسلم میں (یہ وضاحت بھی) ہے کہ آپ میری بہن عزہ بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں۔ (ممکن ہے عزہ کی کنیت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہو یا) راوی پر مشتبہ ہو گیا اور اس نے (عزہ کی جگہ) اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہہ دیا۔ اس قسم کے بے شمار نظائر و شواہد موجود ہیں۔ میں نے ایک جزء میں اس حدیث کی وجہ سے ایسے تمام نظائر کو یکجا کر دیا۔ والحمد للہ۔ "(الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ﷺ ص254)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم کی روایات کو موضوع قرار دینا علمی تسامح سے کم نہیں۔ مگر تحقیق کے میدان میں گھوڑے دڑانے کی بات کرنے والے اگر خچر اور گدھے ہانکیں گے تو ان کی بات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 34تا36 پر لکھتے ہیں۔

قولِ امام اسحاق بن راھویہؒ

میرا خیال تھا کہ میں امام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، المروزی ثم النیسابوری، المعروف بابن راھویہ متوفی ۲۳۸ھ کا مکمل تعارف لکھتا لیکن جب میں نے اُن کی سوانح اور حالات کے لیے مطلوبہ کتب کا رُخ کیا تو دنگ رہ گیا کہ اُن کے حالات کے سمندر میں سے کیا لوں اور کیا چھوڑوں؟ مختصراً اتنا عرض کرتا ہوں کہ یہ امام

پس کھوٹی اور کھری، جھوٹی اور سچی احادیث کے مابین فرق کرنے والے اس ماہر محدث نے دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ شانِ معاویہ میں کوئی بھی صحیح چیز ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَاكِمُ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ يُوْسُفَ ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ ، يَقُوْلُ: لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ شَيْءٌ.

''ہمیں زاہر بن طاہر نے بیان کیا، اُنہوں نے کہا: ہمیں احمد بن حسین بیہقی نے بیان کیا، اُنہیں ابو عبداللہ حاکم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن یعقوب بن یوسف کو بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی کو فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم ﷺ سے معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں کوئی صحیح چیز منقول نہیں ہوئی''۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق (59-106) میں روایت کیا ہے چنانچہ امام ابن عساکر فرماتے ھیں کہ:

کتب إلی أبو نصر بن القشیری أنا أبو بکر البیہقی أنا أبو عبد اللہ الحافظ قال سمعت أبا العباس الأصم یقول سمعت أبی یقول سمعت إسحاق بن إبراهیم الحنظلی

روایت کی اسنادی حیثیت:

امام ابوالعباس الاصم تک تو اسکی سند موجود ہے۔
نیز امام ابن الجوزی الموضوعات میں بھی اسکو روایت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ھیں کہ:
أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْبَيْهَقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمُ قَالَ سَمِعت أَبَا الْعَبَّاس مُحَمَّد بن يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيَّ.
اس سند میں پہلا راوی زاہر بن طاہر اگرچہ بنفسہ ثقہ ہے لیکن حافظ ذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ یہ نمازوں میں کوتاہی کرتا تھا لہذا کئی ایک حفاظ نے اس سے روایت ترک کردی تھی۔

(میزان الاعتدال: 2821)

لیکن امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جوابا فرمایا: لی عذر، وأنا أجمع بین الصلوات کلها " کہ میرا عذر ہے میں تمام نمازیں جمع کر کے پڑھتا ہوں" اسکے بعد امام خطیب بغدادی نے کہا کہ شاید آخری عمر میں اس نے توبہ اور رجوع کر لیا ہو (حرف الزات: 78) واللہ اعلم۔
اور رہا اسکا دوسرا راوی احمد بن الحسن البیھقی تو مجھے اسکا ترجمہ نہیں مل سکا۔ شاید کاتب کی غلطی ہو، یا ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد امام بیھقی ہوں۔ لہذا اسکی سند صحیح ہونے میں نظر ہے۔ واللہ اعلم۔
امام ابن عساکر اور ابن الجوزی کی سند میں ابوالعباس الاصم والد کی توثیق محل نظر ہے۔
چنانچہ حافظ ذھبی رحمہ اللہ نے انکے بیٹے کے ترجمہ میں انکے بارے میں الحافظ المحدث کے الفاظ ذکر کئے ھیں لیکن امام ذھبی سے پہلے اور انکے زمانہ کے قریب امام عساکر، خطیب بغدادی اور امام حاکم جیسے ائمہ رحمھم اللہ نے انکے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھا تو ہیں لیکن کلمات توثیق ذکر نھیں کئے اور یہ بات قابل غور ہے۔
امام ذھبی کے ان کلمات کو بھی اہل علم نے توثیق نھیں شمار کیا بلکہ اسکو مجہول ہی سمجھا جیسے کہ شیخ عمرو بن عبدالمنعم نے الأحادیث النبویۃ فی فضائل معاویۃ بن أبی سفیان للشیخ محمد الأمین الشنقیطی پر اپنی تعلیقات (ص 46.) میں
اور اگر بالفرض اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ابن القیم فرماتے ہیں کہ

قُلْتُ وَمُرَادُهُ وَمُرَادُ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثٌ فِي مَنَاقِبِهِ بِخُصُوصِهِ وَإِلا فَمَا صَحَّ عِنْدَهُمْ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَمَنَاقِبِ قُرَيْشٍ فَمُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِيهِ۔

میں کہتا ہوں کہ انکی مراد اور جس نے بھی اہل حدیثوں میں سے ایسا کہا اسکی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بالخصوص کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام اور قریش کی فضیلت میں جو عام احادیث ثابت ھیں تو سیدنا معاویہ اس میں داخل ھیں۔(المنار المنیف 1-116)

نیز امام ابن جوزی نے جس باب میں یہ قول ذکر کیا ہیں "بَابٌ فِي ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ" اسکے شروع میں ہی لکھا ہیں کہ

قَدْ تعصب قوم مِمَّن يَدعِي السّنة فوضعوا فِي فَضله أَحَادِيث ليغضبوا الرافضة وتعصب قوم من الرافضة فوضعوا فِي ذمه أَحَادِيث، وكلا الْفَرِيقَيْنِ على الْخَطَأ الْقَبِيح. (الموضوعات 2-15)

بعض لوگوں ن جو اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہے تعصب میں آکر روافض کو غصہ دلانے کے لئے سیدنا معاویہ کے فضائل میں جھوٹی احادیث بنائی اور بعض رافضوں نے تعصب میں آکر سیدنا معاویہ کی مذمت میں جھوٹی روایات بنائی، اور دونوں گروہ ہی قبیح غلطی پر ہے۔

اس بات کا بھی احتمال موجود ہیں کی امام صاحب تک صحیح سند سے کوئی روایت نہ پہنچی ہو اور دوسرے ائمہ تک پہنچ ہو۔ نیز اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو اسکو امام اسحق کا اپنا اجتھاد اور رائے سمجھا جائے گا نہ کے تمام کا موقف. اس لئے امام اسحق رحمہ اللہ وغیرہ نے جو فرمایا ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے محل نظر ہے۔

امام ابن عساکر:

امام ابن عساکر نے بھی امام اسحق کا یہ قول نقل کر کے اس پر تعقب کیا ہے۔ان کے الفاظ ہے۔

وأصح ما روی فی فضل معاویة حدیث أبی حمزة عن ابن عباس أنه کاتب النبی (صلی الله علیه وسلم) فقد أخرجه مسلم فی صحیحه وبعده حدیث العرباض اللهم علمه الکتاب وبعده حدیث ابن أبی عمیرة اللهم اجعله هادیا مهدیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم دے، پھر اس کے بعد حضرت عبدالرحمن عن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ھادی و مھدی بنا۔

(تاریخ دمشق 59-106)

اس لئے امام اسحق کا یہ قول درست نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ روایات صحیح ہیں متقدمین اہم کرام امام ابن خزیمہ،امام ابن حبان اور امام ترمذی رحمھم اللہ کی آرا بھی انکے برعکس ہیں۔

قاضی شوکانی:

اور اسی بات کی طرف قاضی شوکانی نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ وہ امام اسحق کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قلت:قد ذکر الترمذی فی الباب الذی ذکره فی مناقب معاویة من سننه ما هو معروف فلیراجع.(الفوائد المجموعة 1-407)

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں میں سیدنا معاویہ کی فضیلت میں باب باندھا ہیں اس میں انکے بارے میں معروف روایت ذکر کی ہیں اسکو دیکھنا چاہئے۔

امام ابن عراقی:

امام ابن عراقی رحمہ اللہ نے امام اسحق اور امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَةَ. وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔ (تنزیہ الشریعۃ 2-8).

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم دے، پھر اسکے بعد عبدالرحمن عن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حیث ہے کہ اے اللہ اسے ھادی و مھدی بنا۔

محدث اسحق بن راھویہ کے اس قول کے ضعف پر تفصیل سے گفتگو کتاب کے مقدمہ میں کر دی گئی ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ کے ص 37-36 پر لکھتے ہیں۔

مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں شانِ معاویہ

فضائلِ معاویہ میں جھوٹی احادیث کے انبار پر امام احمد بن حنبل کے استاذ اور اُن کے قریبی ساتھی امام اسحاق بن راھویہ کا قول تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد کا بھی اُن سے تبادلۂ خیال ہوتا ہوگا لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط تھے اور سکوت کو ترجیح دیتے تھے، تاہم بعض اوقات میں اُنہیں بھی خاموشی کا روزہ توڑنا پڑا اور ایک سوال کے جواب میں اُنہیں مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ معاویہ کے فضائل علی کی دشمنی میں ہی بنائے گئے۔چنانچہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

أَنْبَأَنَا هِبَةُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيْرِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ ، أَنْبَأَنَا الدَّارَقُطْنِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَيَّارٍ الْبَزَّازِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ بْنُ الْحَرَفِيُّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ، قَالَ : سَأَلْتُ أَبِيْ فَقُلْتُ : مَا تَقُوْلُ فِيْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ ؟ فَأَطْرَقَ ثُمَّ قَالَ: أَيْش أَقُوْلُ فِيْهِمَا ؟ إِنَّ عَلِيًّا علیہ السلام كَانَ كَثِيْرَ الْأَعْدَاءِ فَفَتَّشَ أَعْدَاؤُهُ لَهُ عَيْباً فَلَمْ يَجِدُوْا ، فَجَاءُوْا إِلٰى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ وَقَاتَلَهُ فَأَطْرَوْهُ كِيَاداً مِنْهُمْ لَهُ.

ہمیں ہبۃ اللہ بن احمد جریری نے بیان کیا، اُنہیں محمد بن علی الفتح نے بیان کیا، اُنہیں امام دارقطنی نے بیان کیا، اُنہیں ابوالحسین عبداللہ بن ابراہیم بن جعفر بن نیار البزاز نے بیان کیا، اُنہیں ابوسعید بن الحرفی نے بیان کیا، اُنہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے ایک سوال میں عرض کیا: آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور معاویہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر انہوں نے اپنا سر جھکا لیا، پھر سر اُٹھا کر فرمایا: میں اُن دونوں کے بارے میں کیا کہوں؟ سیدنا علی علیہ السلام کثیر الاعداء (بہت دشمنوں والے) تھے، ان کے دشمنوں نے اُن کے عیب تلاش کیے تو نہ پائے۔پھر وہ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس نے اُن سے جنگ اور لڑائی کی تو سازش کے تحت اُسے بڑھانا شروع کر دیا''۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج٢ ص٢٣ ،وط: ج٢ ص٢٦٣ ؛تنزيه الشريعة للكتاني ج٢ ص٨،٧)

تبصرہ:

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو کہ اس طرح ہے:

أَنْبَأَنَا هِبَةُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيْرِيُّ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ أَنْبَأَنَا الدَّارَقُطْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْن عبداللہ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَيَّارٍ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا حدثنا عَبْدُاللّٰه بْن أَحْمَد بْن حَنْبَل: سَأَلْتُ

أَبِي مَا تَقُولُ فِي عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ؟ فَأَطْرَقَ ثُمَّ قَالَ: اِعْلَمْ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ كَثِيرَ الْأَعْدَاءِ فَفَتَّشَ أَعْدَاؤُهُ لَهُ عَيْبًا فَلَمْ يَجِدُوا، فَعَمَدُوا إِلَى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ فَأَطْرَوْهُ كِيَادًا مِنْهُمْ لِعَلِيٍّ.

عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے بارے میں کیا فرماتے ھیں؟ توانھوں نے اپنی گردن جھکالی اور نظریں نیچے کرلیں پھر کہا کہ: جان لو سیدنا علی کے بہت سارے دشمن تھے پس انکے دشمنوں نے ان میں عیب تلاش کیا لیکن کوئی عیب نہیں پایا پس انھوں نے ایک ایسی شخصیت کا ارادہ کیا جنکی سیدنا علی کے ساتھ جنگ ہوئی تھی (یعنی سیدنا معاویہ) تو انہوں نے سیدنا علی کے خلاف دھوکا دینے کے لئے سیدنا معاویہ کی تعریف میں غلو کیا۔

(اس واقعہ کو امام ابن الجوزی نے اسی طرح روایت کیا ہے: الموضوعات 2-24)

روایت کی اسنادی حیثیت:

- اس روایت کی سند کے پہلے راوی هِبَةُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيرِيُّ کی توثیق پیش کریں۔
- اس کے راوی مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ کے بارے میں حافظ ذھبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اگرچہ صدوق ہے لیکن اس کی روایات میں کچھ ایسی روایات ملائی گئی، جو بظاہر صحیح نظر آتی ہیں لیکن اسکی نہیں تھی اور وہ خود بھی اس پر متنبہ نہیں تھا. (میزان الاعتدال ت: 7989، السیر 18-48)
- نیز أَبُو سَعِيدِ بن الحرفی کے بارے میں امام أَحْمد بن مُحَمَّد العتيقي نے فرمایا کہ اس میں تساہل تھا.

(تاریخ بغداد 8-244)

لہذا یہ روایت بھی سنداً کمزور ہے۔

- اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے سیدنا معاویہ کے بارے میں غلو کیا اور یہ غلو تو بعض حضرات نے سیدنا علی کے بارے میں بھی کیا ہے چنانچہ امام خلیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب (الارشاد 1-420) میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: تَأَمَّلْتُ مَا وَضَعَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي فَضَائِلِ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ فَزَادَ عَلَى ثَلَاثِمِائَةِ أَلْفٍ۔

بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ مولا علی اور اہل بیت کی فضیلت میں کوفیوں کی گھڑی ہوئی روایات میں غور کیا تو وہ تین لاکھ سے زیادہ تھیں ۔

لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ امام احمد، سیدنا معاویہ کے فضائل کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

- بلکہ امام احمد رحمہ اللہ تو اپنی کتاب "فضائل الصحابة" میں سیدنا معاویہ کے بارے میں پورا باب باندھا ہیں "فَضَائِلُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا" اور اس کے تحت انکے فصائل میں احادیث لائے ہیں۔

اور جب امام احمد سے حدیث "اللهم علّمه-يعني معاوية-الكتاب والحساب، وقِهِ العذاب" کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا ہاں یہ حدیث ہمیں عبد الرحمن بن مھدی نے معاویہ بن صالح سے بیان کی ہے۔ تو سائل نے کہا کہ کوفی راوی اس ٹکڑے کو "علّمه الكتاب والحساب وقِهِ العذاب" کاٹ دیتے ہیں اور ذکر نہیں کرتے؟

تو امام احمد نے کہا کہ عبد الرحمن اس کو ذکر نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اپنے اور میرے علاوہ اس کو ذکر بھی نہیں کیا یعنی صرف مجھ سے ذکر کیا. (العلل للخلال 141)

اس سے معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگ کس طرح سیدنا معاویہ کی فضیلت میں حدیث کو چھپاتے تھے اور ان احادیث کو کاٹ کر بیان کرتے تھے۔ لیکن امام احمد نے اس سوال پر حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ اس بات کا ذکر کیا کہ کوفی بغض معاویہ میں انکی فضیلت میں وارد حدیث کو چھپاتے تھے۔

امام نسائی کے واقعہ کی تحقیق:

امام نسائی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا جاتا ہے البتہ یہاں میں کچھ اضافی باتیں ذکر کروں گا۔
چنانچہ پہلے نمبر کے قصہ کو نقل کرنے کے بعد امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وهذه الحكاية لا تدل على سوء اعتقاد أبي عبد الرحمن في معاوية بن أبي سفيان، وإنما تدل على الكف عن ذكره بكل حال. (تاریخ دمشق 71-175)

یہ قصہ امام نسائی کے سیدنا معاویہ کے ساتھ بدعقیدگی پر دلالت نھیں کرتا بلکہ یہ صرف اور صرف امام نسائی ہر حال میں سیدنا معایہ کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

اس کی وجہ یحیی المعلمی نے بیان کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:

اکثر لوگ جسکی وہ تولید کرتے ہے اسکی زیادہ تعظیم اور اسکے بارے میں غلو کرنے کی وجہ سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہے، یہاں تک کے انکے لئے کہاں جاتا ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں حالانکہ دلیل دلیل کسی مسئلہ میں انکے خلاف بھی ہوتی ہے پس یہ انکی غلطی پر دلالت کرتی ہے اور تمہارے لئے حلال نھیں کے تم اس کی غلطی میں اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ وہ (جن کے وہ مقلد ہے) تم سے زیادہ جاننے والے تھے اور تمہارے غلطی کرنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ وہ کوئی ایسی بات جانتے ہوں گے جس کی وجہ سے انہوں نے یہ دلیل نھیں لی، اور اگر ان سے اختلاف کرنے والے اس کی (جس کی وہ تقلید کرتے ہے) تعریف کردے تو وہ مزید غلو میں بڑھ جاتے ہے۔ (پھر شیخ اس کی دلیل بیان کرتے ہیں) کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کو جنگ جمل سے پھلے خطبہ دیا تاکہ ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ نکلنے سے روکے تو انہوں نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالی نے تمہیں ان کے بارے میں آزمایا ہے کہ تم اسکی اتباع کرتے ہو یا سیدہ عائشہ کی، اس کو امام بخارے نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہیں، پس یہ بات لوگوں پر زیادہ اثرانداز نھیں ہوئی بلکہ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ بعض لوگوں نے خطبہ سن کر یہ جواب دیا کہ اے عمار! ہم تو ان کے (سیدہ عائشہ کے) ساتھ ہیں جن کے جنتی ہونے کی تم خود گواہی دے رہے ہو۔ (یعنی الٹا لوگ سیدنا عمار کے خلاف ہو گئے)۔

پس اسی وجہ سے بعض اہل علم و فضل نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب انہوں نے بعض لوگوں کو کسی صاحب فضل شخص کی پیروی کسی ایسے معاملہ میں کرتے دیکھتے جس میں پیروی کرنا درست نھیں ہوتا یا تو اس وجہ سے کہ اس پیروی کرنے والے اور جس کی پیروی کی جارہی ہے ان کے حالات میں فرق ہوتا ہے یا پھر وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہوتا ہے تو پھر اہل علم اس شیخ کے لئے جس کی پیروی کی جارہی ہوتی ہے کے لئے کچھ ایسے کلمات کہہ دیتے ھیں جو بظاہر سخت ہوتے ہے تاکہ لوگ اس شخص کے بارے میں اس غلو سے رک جائے جو انکو اس کی پیروی پر لگا دیتا ہے۔

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی نوعیت کے بعض کلمات ذکر کئے گئے ہیں کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ

باغیوں کے ساتھ قتال سے رک گئے تو سیدنا علی کو بعض حضرات کے بارے میں یہ خدشہ ہوا کہ وہ سیدنا سعد کی پیروی نہ کرلے اس معاملہ میں تو وہ کبھی کبھی سیدنا سعد کے بارے میں ایسی بات کہہ دیتے جو جھوٹ پر تو مبنی نہ ہوتے لیکن بظاہر سخت ہوتے اور جب ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتے جن کے بارے میں یہ خدشہ نہیں ہوتا تو سیدنا سعد کی فضیلت ذکر کرتے، اور اگر آپ ان کلمات پر غور کرے تو تو آپ ان کلمات کی قابل قبول وجوہات سمجھ جائے گے، اگر چہ بظاہر یہ کلمات سخت قبیح قسم کے ہے۔ (التنکیل 1-11و12).

امام نسائی کا قول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں!

اور اگر امام نسائی کی طرف منسوب ان واقعات کو تسلیم کرلیا جاے تو پھر امام نسائی کا یہ واقعہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

عن أبي عبد الرحمن النسائي أنه سئل عن معاوية بن أبي سفيان صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إنما الإسلام كدار لها باب، فباب الإسلام الصحابة، فمن آذى الصحابة إنما أراد الإسلام، كمن نقر الباب إنما يريد دخول الباب. قال: فمن أراد معاوية فإنما أراد الصحابة. (تاریخ دمشق 71-174، تھذیب الکمال 1-340)

کہ امام نسائی رحمہ اللہ سے سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں تو امام صاحب نے فرمایا کہ اسلام ایک دروازے کی طرح ہے جس کا ایک دروازہ ہے اور اسلام کا دروازہ صحابہ ہیں پس جس نے صحابہ کو تکلیف دی اونے اسلام کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا جس طرح کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ گھر میں گھسنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ: پس جس نے سیدنا معاویہ کے بارے میں کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو اس نے تمام صحابہ کا ارادہ کیا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسے ابن العدیم نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

قرأت بخط الحافظ أبي طاهر أحمد بن محمد السلفي، وأخبرنا به اجازة عنه أبو علي حسن بن أحمد بن يوسف وغيره، قال: قرأت على أبي عبد الله يعني محمد ابن أحمد بن ابراهيم الرازي بالاسكندرية عن أبيه أبي العباس قال: أخبرنا أبو عبد الله محمد بن الحسن بن عمر الصيرفي

قال: حدثنا أبو اسحاق ابراهیم بن نصر البزاز، و کتبه لی بخطه قال: حدثنا علی بن محمد الکاتب المادرائی قال: حدثنی أبو منصور تکین الامیر قال: قرأ علی أبو عبد الرحمن النسائی کتاب الخصائص فقلت له: حدثنی بفضائل معاویة، فجاءنی بعد جمعة بورقة فیها حدیثان، فقلت: أهذه بس؟ فقال: ولیست بصحاح. هذه غرم معاویة علیها الدراهم. فقلت له: أنت شیخ سوء، لا تجاورنی، فقال: ولا لی فی جوارك حظ، وخرج. (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب 2-785)

ابو منصور فرماتے ہیں کہ میں امام نسائی پر ان کی کتاب الخصائص کو پڑھا گیا تو میں نے ان سے کہا کہ سیدنا معاویہ کے فضائل میں مجھے حدیث بتائے تو وہ جمعہ کے بعد میرے پاس جمعہ کے بعد آئے ایک ورقہ لائے اس میں دو حدیثیں تھیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ بس یہی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے اور یہ معاویہ پر قرض ہے اور ان ورقوں پر دراھم ہے (یعنی سیدنا معاویہ کے بارے میں حدیث لکھنے کے لئے جو میں نے یہ ورقہ اور سیاہی استعمال کی ہے اس پر میں نے درھم خرچ ہوئے ہے جو سیدنا معاویہ کے ذمہ ہے اور انکو دینے پڑے گے)۔ یہ سن کر ابو منصور کہتے ہیں امام نسائی کو: کہ تم برے شیخ ہو میرے پڑوسی نہ بنو۔ تو امام نسائی نے فرمایا کہ میرا بھی تمہارے پڑوس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔

اس قصہ کی سند کے راوی "أبو عبد الله محمد بن الحسن بن عمر الصیرفی" اور "أبو اسحاق ابراهیم بن نصر البزاز" کی توثیق نہیں مل سکی نیز اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لا یصح کہ یہ قصہ صحیح نہیں۔ (بغیۃ الراغب المتمنی فی ختم النسائی روایۃ ابن السنی ص130)

لہذا پتہ چلا کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔

نقل کردہ تیسرے نمبر کے قصہ میں امام نسائی رحمہ اللہ خود یہ بات ذکر فرما رہے ہیں کہ انہوں نے یہ کام بعض حضرات کی اس شدت کو کم کرنے کے لئے کیا تھا جو سیدنا علی کے مقابلہ میں سیدنا معاویہ کے بارے میں غلو کر رہے تھے۔

ان تمام اسباب، عوامل اور وضاحتوں کے باوجود بعض ائمہ کرام رحمھم اللہ نے امام نسائی رحمہ اللہ کے اس تبصرہ کو کسی طور پر بھی مناسب نہیں سمجھا اور ان واقعات سے سیدنا معاویہ کے خلاف استدلال کی بجائے امام نسائی ہی کی اس بات کو

شیعیت کا تاثر سمجھا۔ چنانچہ درج ذیل ائمہ نے امام نسائی کے اندر تشیع کا اثبات کیا ہیں:

1) ابن تیمیہ (منھاج السنۃ 7-373)

2) امام ذہبی رحمہ اللہ (السیر 14-133)

3) ابن خلکان (وفیات الاعیان 1-77).

نوٹ: یاد رہے کی امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف ان واقعات کی نسبت سنداً کمزور ہے لہذا امام نسائی کی طرف تشیع کی نسبت درست نہیں۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 38-37 پر لکھتے ہیں۔

شانِ معاویہ میں مستقل کتب ورسائل

تاحال امیر شام کی شان میں تو کوئی مستقل کتاب میری نظر سے نہیں گذری البتہ جو کتاب بھی اُن کے حوالہ سے سامنے آئی ہے وہ اُن کے دفاع میں ہی آئی ہے، اگرچہ اُس کا عنوان کا فضائل ومناقب کا ہی کیوں نہ تھا۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فتح الباري" میں اِسی مقام پر بعض متقدمین کی کتب کا ذکر کیا ہے لیکن اُنہیں قابلِ اعتماد نہیں گردانا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "ابن ابی عاصم نے مناقب معاویہ میں ایک رسالہ لکھا تھا، اسی طرح ابو عمر غلام ثعلب اور ابوبکر النقاش نے بھی لکھا تھا۔ امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں اِن حضرات کی کتب سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں اور اُن سب کے بعد امام اسحاق بن راھویہ کا یہی قول چلایا ہے کہ معاویہ کی شان میں کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے"۔

(فتح الباري ج٧ ص ٤٧٦، وط: ج٧ ص ١٢١، وط: ج٨ ص ٤٧٣)

ہمارے دور میں بھی اُن کے فضائل کے عنوان سے کچھ رسائل سامنے آئے ہیں لیکن سب میں موضوع وباطل روایات کی بھرمار ہے اور قیل وقال سے تو قطعاً کوئی ایک روایت بھی خالی نہیں ہے۔

تبصرہ:

بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ سیدنا معاویہ کے فضائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں:

1) امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی جس میں صرف سیدنا معاویہ کے فضائل بیان کئے ہیں۔ (فتح الباری 7-104)

2) امام ابو عمر غلام ثعلب رحمہ اللہ نے مستقل کتاب لکھی اوران کے پاس کوئی حدیث پڑھنے آتا اور جب تک یہ کتاب نہیں پڑھ لیتا تو اسکو حدیث نہیں سناتے (فتح الباری 7-104، لسان المیزان 5-428)

3) امام ابو بکر النقاش رحمہ اللہ (فتح الباری 7-104)

4) امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حلم معاویہ رضی اللہ عنہ یعنی انکی بردباری پر پورا رسالہ لکھا اور یہ چھپ چکا ہے۔ الحمد للہ۔

5) امام عبید اللہ السقطی رحمہ اللہ کی کتاب فضائل معاویۃ کے نام سے چھپ چکی ہے۔

6) امام الاھوازی کی شرح عقد الایمان کے نام سے فضائل میں کتاب چھپ چکی ہے۔

7) امام القزوینی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہیں (التدوین فی تاریخ القزوین 3-352)

8) ابو الفتح بن ابی الفوارس (منھاج السنۃ 4-84)۔

9) امام ابو الفح القواس رحمہ اللہ نے ایک کتاب سیدنا معاویہ کے فضائل میں لکھی تو اس کتاب کو ایک چوہے نے کاٹ کھایا تو امام صاحب نے اس چوہے کے لئے بد دعا کی اور وہ گر کر مر گیا (السیر 16-475، تاریخ بغداد": 14 / 327)۔

10) امام ابو یعلی الفراء رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ کے دفاع پر پوری کتاب لکھی ہیں اور وہ چھپ چکی ہے "تنزیہ خال المؤمنین معاویۃ بن أبی سفیان من الظلم و الفسق فی مطالبتہ بدم أمیر المؤمنین عثمان"۔

11) علامہ ابن حجر الھیثمی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا معایہ کے دفاع میں پوری کتاب لکھی ہیں اور یہ بھی چھپ چکی ہے:

"تطھیر الجنان و اللسان عن الخطور و التفوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن أبی سفیان"

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے "بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ" یعنی سیدنا معاویہ کے فضائل اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں اور اس حدیث کو حسن کہا ہیں۔

امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ کی فضیلت میں حدیث ذکر کی ہیں۔ (ح: 1938).

امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنی نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان (ح: 7210) کے اندر ایک باب قائم کیا ہے کہ: كِتَابُ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ۔ صحابہ کے فضائل میں نبی ﷺ کی احادیث اس کے تحت

ایک باب باندھا ہے کہ: ذِكْرُ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔
معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اور اس کے تحت انکی فضیلت میں ایک حدیث لائے ہیں۔
سیدنا معاویہ کی فضیلت میں مروی ایک حدیث کو علامہ جوزقانی اور ابن القطان رحمھما اللہ نے بھی حسن کہا ہے.
(الاباطیل 1-134، اکمال تھذیب الکمال 3-290)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنے کے بعد فرمایا:
وَاكْتَفَيْنَا بِمَا أَوْرَدْنَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ وَالْمُسْتَجَادَاتِ، عَمَّا سِوَاهَا مِنَ الْمَوْضَعَاتِ وَالْمُنْكَرَاتِ.(البدایۃ 11-409)
یعنی ہم نے صرف صحیح، حسن اور جید احادیث پر اکتفا کیا ہے اور موضوع اور منکر روایات سے پرہیز کیا ہے۔
نیز امام ابن کثیر نے: اللّھمّ اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ: اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ: وَقَدِ اعْتَنَى ابْنُ عَسَاكِرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَطْنَبَ فيه وأطيب وَأَطْرَبَ، وَأَفَادَ وَأَجَادَ وَأَحْسَنَ الِانْتِقَادَ، فَرَحِمَهُ اللَّهُ. كم له من موطن قد تبرز فِيهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالنُّقَّادِ.
کہ امام ابن عساکر نے اس حدیث کا اہتمام کیا اور بہت ہی اچھا، مفصل اور فائدہ مند کلام کیا ہے اور اچھی تنقید کی ہے اور کتنے ہی مقامات ایسے ہیں جہاں امام ابن عساکر اپنے علاوہ دوسرے حفاظ اور نقاد پر بازی لے گئے ہیں.
(البدایۃ 8-121)

امام ابن عساکر کا یہ کلام (تاریخ دمشق 59-84) میں دیکھا جاسکتا ہے۔
حافظ ذھبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: وللحدیث شاھد قوی یعنی اس روایت کا ایک مضبوط شاھد ہے۔ (السیر 1-134)
اسی طرح حدیث "يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ" کو نقل کرکے امام بیھقی رحمہ اللہ اسکے ایک راوی کو ضعیف کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لیکن اس کے شواہد ہیں.(دلائل النبوۃ 6-446)
علامہ ذھبی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں مجموعی طرق کے اعتبار سے حسن ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔
(السیر 3-131)

امام آجری رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ کے بارے میں یہ باب قائم کیا ہے کہ:

كِتَابُ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ: مُعَاوِيَةُ رَحِمَهُ اللَّهُ كَاتِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الْقُرْآنُ بِأَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ, وَصَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ دَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقِيَهِ الْعَذَابَ, وَدَعَا لَهُ أَنْ يُعَلِّمَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَيُمَكِّنَ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَأَنْ يَجْعَلَهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَأَرْدَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ۔

اور اس باب میں ہی ان کی فضیلت میں تمام احادیث کی نسبت نبی ﷺ کے طرف بالجزم کر کے ان احادیث کے صحیح ہونے کا اشارہ فرما دیا۔(الشریعة 5-2431)

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 38 پر لکھتے ہیں۔

قولِ ابن راھویہ کے مؤیدین

امام اسحاق بن راھویہ کے قول کو امام ابن الجوزی کے علاوہ محدث ابوالحسین مبارک، علامہ ابن قیم حنبلی، امام ذہبی، علامہ مجد الدین فیروز آبادی، امام عینی، امام سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملاعلی قاری، علامہ ابن عراق الکنانی، علامہ محمد طاہر پٹنی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عجلونی، قاضی شوکانی، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری اور علامہ عبد الرشید نعمانی نے بھی تائیداً نقل کیا ہے۔ سطور ذیل میں ہم اِن علماء کی تصریحات وعبارات میں سے بعض کے الفاظ کو نقل کر رہے ہیں اور بعض کے الفاظ کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں۔

تبصرہ:

پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

- ابن القیم فرماتے ھیں کہ

قُلْتُ وَمُرَادُهُ وَمُرَادُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ حَدِيثٌ فِي مَنَاقِبِهِ بِخُصُوصِهِ وَإِلا فَمَا صَحَّ عِنْدَهُمْ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَمَنَاقِبِ قُرَيْشٍ فَمُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِيهِ

میں کہتاہوں کہ انکی مراد اور جس نے بھی اہل حدیثوں میں سے ایسا کہا اسکی مراد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بالخصوص کوئی حدیث ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام اور قریش کی فضیلت میں جو عام احادیث ثابت ہیں تو سیدنا معاویہ اس میں داخل ہیں۔ (المنار المنیف 1-116)

- نیز امام ابن جوزی نے جس باب میں یہ قول ذکر کیا ہے "بَابٌ فِي ذِكرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ" اسکے شروع میں ہی لکھا ہے کہ

قَدْ تعصب قوم مِمَّن يَدعِي السّنة فوضعوا فِي فَضله أَحَادِيث ليغضبوا الرافضة وتعصب قوم من الرافضة فوضعوا فِي ذمه أَحَادِيث، وكلا الْفَرِيقَيْنِ على الْخَطَأ الْقَبِيح. (الموضوعات 2-15)

بعض لوگوں جو اہل سنت ہونے کا دعوی کرتے ہے نے تعصب میں آکر روافض کو غصہ دلانے کے سیدنا معاویہ کے فضائل میں جھوٹی احادیث بنائی اور بعض رافضیوں نے تعصب میں آکر سیدنا معاویہ کی مذمت میں جھوٹی روایات بنائی، اور دونوں گروہوں ہی قبیح غلطی پر ہے۔

اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کی امام صاحب تک صحیح سند سے کوئی روایت نہ پہنچی ہو اور دوسرے ائمہ تک پہنچ گئی ہو۔

نیز اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو اسکو امام اسحق کا اپنا اجتہاد اور رائے سمجھا جائے گا نہ کہ تمام کا موقف۔ اس لئے امام اسحق رحمہ اللہ وغیرہ نے جو فرمایا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے محل نظر ہے۔

- امام ابن عساکر نے بھی امام اسحق کا یہ قول نقل کر کے اس پر تعقب کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہے۔

وأصح ما روى في فضل معاوية حديث أبي حمزة عن ابن عباس أنه كاتب النبي (صلى الله عليه وسلم) فقد أخرجه مسلم في صحيحه وبعده حديث العرباض اللهم علمه الكتاب وبعده حديث ابن أبي عميرة اللهم اجعله هاديا مهديا.(تاريخ دمشق 59-106)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم دے، پھر اس کے بعد عبدالرحمن عن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ھادی و مھدی بنا۔

اس لئے امام اسحق کا یہ قول درست نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ روایات صحیح ہیں متقدمین محدثین کرام امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام ترمذی رحمھم اللہ کی آرا بھی ان کے برعکس ہیں۔

- اور اسی بات کی طرف قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ وہ امام اسحق کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قلت: قد ذكر الترمذي في الباب الذي ذكره في مناقب معاوية من سننه ما هو معروف فليراجع.(الفوائد المجموعة 1-407)

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں میں سیدنا معاویہ کی فضیلت میں باب باندھا ہے اس میں ان کے بارے میں معروف روایت ذکر کیا ہیں اس کو دیکھنا چاہیے۔

- امام ابن عراقی رحمہ اللہ نے امام اسحٰق اور امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ: اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَةَ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا. (تنزیہ الشریعة 2-8).

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے صحیح حدیث وہ ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے، پھر اس کے بعد حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم دے، پھر اسکے بعد عبدالرحمن عن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ھادی و مھدی بنا۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 43-42 پر لکھتے ہیں۔

إِنَّهُ فَقِيهٌ

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کا باب کے عنوان پر اِس بات کو موقوف کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں فضائل الصحابہ کی کتاب میں تقریباً دس سے زائد ابواب پر ''باب ذکر'' کا عنوان قائم کیا ہے، لہٰذا یہ توجیہ قوی نہیں۔ اِس سلسلے میں اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی تکلف سے کام لیا ہے اور معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہو کر کسی نہ کسی طرح اُن کا ذکر اپنی صحیح میں داخل کرنا ضروری سمجھا ہے، ورنہ وہ بہت سے ایسے صحابہ کرام ﷺ کے فضائل کو بخاری میں نہیں لائے جن کے فضائل میں واضح طور پر احادیث نبویہ آئی ہیں۔ قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر شام کے حق میں سیدنا ابن عباس ﷺ کا یہ قول اِس لیے لائے ہیں کہ معاویہ نے ایک مرتبہ وتروں کی ایک رکعت پڑھی تو ابن ابی ملیکہ نے سیدنا ابن عباس ﷺ کو شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اُنہوں نے وتروں کی ایک رکعت پڑھی ہے۔ اِس پر سیدنا ابن عباس ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ فَقِيهٌ.

''وہ فقیہ ہیں''۔

(بخاري ص ١١٥ حديث ٣٧٦٥)

اِس مقام پر بلاتبصرہ سیدنا ابن عباس ﷺ سے اسی سلسلۂ وتر میں میں ایک اور روایت بھی سن لیجئے۔ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابن عباس ﷺ کے ساتھ معاویہ کے پاس تھا کہ رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد معاویہ اُٹھے اور ایک رکعت وتر پڑھی۔ اس پر ابن عباس ﷺ نے فرمایا:

مِنْ أَيْنَ تَرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ ؟

''یہ اس حمار نے کہاں سے لے لی؟''۔

(شرح معاني الآثار ج ١ ص ٢٨٩؛ فيض الباري شرح صحيح البخاري للكشميري ج٤ ص ٤٩٥)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَنَّ أَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتَّى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ، فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ أَيْنَ تُرَى أَخَذَهَا الْحِمَارُ ؟.

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ رویات کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں پہلا راوی اباغسان مالک بن یحیی الھمدانی کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی محدث سے منقول نہیں ہے۔اور ابن حبان توثیق میں متساہل ہیں۔جس کی وجہ سے راوی کی توثیق محل نظر ہوتی ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ سند میں دوسرا راوی عبدالوہاب بن عطا متکلم فیہ ہے، جس پر محدثین کرام نے کلام بھی کیا ہے۔

1۔امام نسائی فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيّ۔ (الضعفاء والمتروکون 68/1)

2۔امام بخاری فرماتے ہیں۔

عبد الْوَهَّاب بن عَطاء الْخفاف لَيْسَ بِالْقَوِيّ. (الضعفاء الصغير 77/1)

3۔ محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

قال أحمد ضعيف الحديث مضطرب وقال الرازي ليس بقوى. (الضعفاء والمتروكين 158/2)

4۔حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

صدوق ربما أخطأ. (تقريب التهذيب 368/1)

5۔ محدث عقیلی لکھتے ہیں۔

حدثني محمد بن عبد الرحمن قال حدثنا عبد الملك بن عبد الحميد قال سمعت أحمد بن حنبل قال عبد الوهاب بن عطاء الخفاف ضعيف الحديث مضطرب۔

(ضعفاء العقيلي 77/3)

5۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

"ضعيف الحديث"۔ (تاريخ بغداد: 23/11)

6۔ محدث البزار فرماتے ہیں۔

"لیس بقوی، وقد احتمل أهل العلم حديثه". (التهذيب: 453/6)

7۔ محدث زکریا الساجی فرماتے ہیں۔

"صدوق ليس بالقوى عندهم ..." (تاريخ بغداد: 22/11)

تیسری علت:

روایت میں عبد الوہاب بن عطاء روایات میں غلطیاں بھی کرتے تھے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"الحمصي وأقوام أحاديث مناكير."

(تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس طبقه الثالثه 41/1)

اس روایت میں دیگر راویوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے اس لیے یہ خطا ظاہر ہے۔

نوٹ: قاری فیضی صاحب ابن حجر عسقلانی کے حوالہ میں احادیث مناکیر کی جرح کو غور سے ملاحظہ کریں اور اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ میں "منکر" پر موضوع کا اطلاق کا حکم بھی پڑھ لیں۔ تاکہ جناب کو اپنے اصول کے تحت اس روایت کے موضوع ہونے کا علم ہو سکے تاکہ دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں۔

چوتھی علت:

راوی عبد الوہاب مدلس بھی ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

قال البخاري كان يدلس عن ثور الحمصي وأقوام أحاديث مناكير

(تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس 41/1)

پانچویں علت:

محدث یحیی بن سعید نے سند کے راوی عبد الوہاب بن عطاء کو تشیع کی طرف عقیدہ لکھا ہے۔

وقال يحيى بن سعيد: تكلم في مذهبه ونسب إلى التشيع.

(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال 377/8)

اس روایت کے برعکس سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے ہمیشہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے۔
سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

"ما رأيت رجلاً كان أخلق يعني للملك من معاوية"

میں نے معاویہ سے زیادہ حکومت کے لئے مناسب (خلفائے راشدین کے بعد) کوئی نہیں دیکھا۔

(تاریخ دمشق ۱۲۱/۶۲ وسندہ صحیح، مصنف عبدالرزاق ۴۵۳/۱۱ ح ۲۰۹۸۵)

لہذا اس تحقیق سے پتہ چلا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص50 پر لکھتے ہیں۔

امام ابن المبارکؒ

امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے۔علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ يَحْيىٰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: هَاهُنَا قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ عَنْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ، وَبِحَسْبِ مُعَاوِيَةَ أَنْ يُتْرَكَ كَفَافًا.

"مجھے حسین بن علی بن اسود نے بیان کیا، اُنہوں نے یحییٰ سے روایت کیا، اُنہوں نے امام عبد اللہ بن المبارک سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: یہاں ایک قوم ہے جو فضائلِ معاویہ کے متعلق سوال کرتی ہے، حالانکہ معاویہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ اُنہیں چھوڑ دیا جائے"۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص١٣٧)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْن بْن عَلِيّ بْن الأَسْوَدِ عَنْ يحيى عَنْ «» عبد الله بن المبارك قال: هاهنا قوم يسألون «عَنْ فضائل مُعَاوِيَة. وبحسب مُعَاوِيَة أن يترك كفافًا.

(جمل من أنساب الأشراف رقم 375)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔
اس روایت میں ایک راوی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الأَسْوَدِ کے بارے میں محدثین کرام کی آراء پیش خدمت ہیں۔

- أَبُو أَحْمَدَ بْنِ عَدِیٍّ: یسرق الحدیث، وأحادیثه لا یتابع علیها. (الکامل: 1/الورقة 271.)
- أبو الفتح الأزدی: ضعیف جدا، یتکلمون فی حدیثه. (تاریخ الخطیب: 8/69)
- ابن المواق: رمی بالکذب وسرقة الحدیث". (اکمال 1/الورقة 260)
- امام ذهبی: قال ابن عدی: یسرق الحدیث.-، (دیوان الضعفاء والمتروکین 89/1)
- ابن حجر عسقلانی: صدوق یخطیء کثیرا. (تقریب التهذیب 1/167)

نوٹ: جناب فیضی صاحب نے اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص128-129 پر "سارق الحدیث" کو شدید جرح اور حدیث چرانے والا یعنی جو جھوٹ پر جھوٹ چلائے لکھا ہے۔

الزامی جواب:

موصوف اپنی تحقیق میں شامی اور حمصی راویوں کی روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ حضرت علی کے خلاف اور حضرت معاویہ کے حق میں تھے۔ اگر اسی اصول کو الزامی طور پر پیش کیا جائے تو محدثین کرام کی آراء کتب اسماء الرجال میں موجود ہیں کہ کوفیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل میں اور حضرت معاویہ کے خلاف روایات گھڑیں۔

اس اصول کے تحت اس سند میں ایک راوی کے بارے میں علامہ ذہبی کا قول ملاحظہ کریں۔

-یحیی بن آدم الحافظ العلامة أبو زکریا القرشی مولاهم الکوفی الأحول. (تذکرة الحفاظ 263/1)

کیونکہ یحیی بن آدم راوی کوفی تھے، اس لیے الزامی طور پر یہ روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت قابل استدلال نہیں۔ موصوف کو ذرا بھی حیا نہ آئی محب اہل بیت ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں لیکن روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

امام حاکم کا قول!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 52-51 پر لکھتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر مصائب کا سبب؟

انہی مصائب کا سامنا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کرنا پڑا۔اُن کے دور کے جاہل پیروں کے مریدین چاہتے تھے کہ وہ شانِ معاویہ میں کوئی حدیث پیش کریں اور چونکہ اُن کے علم میں کوئی قابلِ ذکر حدیث تھی ہی نہیں اس لیے وہ اُن لوگوں کی فرمائش پوری کرنے سے قاصر رہے تو وہ لوگ زیادتیوں پر اتر آئے۔چنانچہ متعدد علماء کرام نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ ابو عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں:

”میں ابو عبداللہ الحاکم کے پاس گیا جبکہ وہ ابو عبداللہ بن کرّام کے پیروکاروں کے مظالم کی وجہ سے اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے تھے،”لَا یُمْکِنُهُ الْخُرُوْجُ إِلَى الْمَسْجِدِ“ (اُن کا مسجد کی طرف نکلنا ممکن نہیں تھا)

وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ كَسَرُوْا مِنْبَرَهُ وَمَنَعُوْهُ مِنَ الْخُرُوْجِ ، فَقُلْتُ لَهُ : لَوْ خَرَجْتَ وَأَمْلَيْتَ فِيْ فَضَائِلِ هٰذَا الرَّجُلِ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ لَا سْتَرَحْتَ مِنْ هٰذِهِ الْمِحْنَةِ ، فَقَالَ: لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ ، لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ ، لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ.

اور یہ اس لیے کہ اُن لوگوں نے اُن کا منبر توڑ دیا تھا اور باہر نکلنے سے منع کر دیا تھا۔میں نے امام حاکم سے عرض کیا:اگر آپ اس شخص یعنی معاویہ کے فضائل میں کچھ روایت کر دیں اور املاء کرا دیں تو آپ اِس مصیبت سے نجات پا جائیں گے۔اُنہوں نے فرمایا: میرا دل نہیں مانتا، میرا دل نہیں مانتا، میرا دل نہیں مانتا“۔

(المنتظم لابن الجوزي ج ١٥ ص ١١٠ ؛ سير أعلام النبلاء ج ١٧ ص ١٧٥ ؛ طبقات الشافعية الكبرى للسبكي ج ٤ ص ١٦٣ ؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج ١٨ ص ٢٣٨، ٢٣٩ ؛ الوافي بالوفيات للصفدي ج ٣ ص ٢٦٠)

اندازہ کیجئے!اوّلین بادشاہ کے دور میں جو احادیث گھڑی گئی تھیں اور وہ پھیل چکی تھیں اور پھر وہ عامۃ الناس کے کانوں اور مزاجوں میں رچ بس بھی گئی تھیں،اگر ایسی احادیث کے بیان و املاء سے کوئی ماہر نقاد،متقی اور پرہیزگار محدث اجتناب کرتا تو احادیث موضوعہ کے عادی اور رسیا لوگ اُسے کیونکر چین سے بیٹھنے دیتے؟ سو جب تک موضوع و باطل روایات کے رسیا محبانِ معاویہ لوگ باقی رہیں گے اُس وقت تک ایسی احادیث سے اجتناب کرنے والوں پر رفض کے فتوے لگتے رہیں گے،مساجد میں داخلے کی ممانعت ہوتی رہے گی اور مصائب و تکالیف بھی آتی رہیں گی۔

تبصرہ:

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔
بعض علماء نے امام حاکم کے بارے میں تشیع کا اثبات کیا ہے۔

۱) الخطیب البغدادي (تاریخ بغداد 473/5)

۲) امام ذھبی (السیر 17-174)

۳) ابن تیمیہ نے بھی کہا کے انکی نسبت تشیع کی طرف کی گئی ہے۔ (منہاج السنۃ 373/7)

۴) ابن الجوزي (المنتظم 269/8)۔

۵) ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ 243/9,583/8)

۶) ابن الجزري (غایۃ النہایۃ 185/2)

۷) ابن الوزیر (الروض الباسم 568,237)

۸) أبو سعد السمعاني (الأنساب 371/2)

اگر امام صاحب نے سیدنا معاویہ کے فضائل بیان نہیں کئے تو اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے جو بعض ائمہ نے بتلائی ہے یعنی انکا تشیع۔

اگرچہ امام حاکم پر رافضی کی جرح سے اکثر محدثین کرام متفق نہیں بلکہ حقائق بھی اس کے برعکس ہیں مگر امام حاکم کو علامہ ذہبی نے شیعہ لکھا ہے۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب (تذکرۃ الحفاظ 3/ 608) پر لکھتے ہیں:

هوشيعي لا رافضي۔ یعنی امام حاکم رافضی نہیں بلکہ شیعہ ہیں۔

اس حوالہ سے تو یہ ثابت ہوا کہ اصول اہل سنت و محدثین کرام کے تحت شیعہ راوی کی مذہب کی تائید میں جب حدیث قبول نہیں کی جاتی، تو پھر کسی محدث سے منسوب قول کیسے مان لیا جائے؟ اہل علم کو اس نکتہ پر دعوت تحقیق ہے۔

امام حاکم کے تشیع کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَحْمَدَ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ مَعَالِي، أنا ابْنُ خَلِيلٍ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، سَمَاعًا، أنا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ، كِتَابَةً، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمُ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ، رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ.

كَذَا قَالَ شَيْخُ الإِسْلامِ الأَنْصَارِيُّ، وَلَمْ يُصِبْ، فَإِنَّ الْحَاكِمَ لَيْسَ بِرَافِضِيٍّ، بَلْ هُوَ شِيعِيٌّ مُعَظِّمٌ لِلشَّيْخَيْنِ بِيَقِينٍ وَلِذِي النُّورَيْنِ، وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأُوذِيَ.

(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی 281/1)

علامہ ذہبی شیخ الاسلام الانصاری کی امام حاکم کی جرح رافضی خبیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حاکم رافضی نہیں بلکہ وہ شیعہ ہیں جو شیخین کریمین کی تعظیم کرتے ہیں مگر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کرتے تھے۔ اب علامہ ذہبی کا کلام ملاحظہ کریں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ کے ذکر خیر کرنے والوں کے بارے میں غالی شیعیت کا اطلاق ہے۔

علامہ ذہبی کی تحقیق!

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قُلْتُ: هَذَا التَّشَيُّعُ الَّذِي لاَ مَحْذُوْرَ فِيْهِ - إِنْ شَاءَ اللهُ - إِلاَّ مِنْ قَبِيْلِ الكَلاَمِ فِيْمَنْ حَارَبَ عَلِيّاً - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - مِنَ الصَّحَابَةِ، فَإِنَّهُ قَبِيْحٌ يُؤَدَّبُ فَاعِلُهُ، وَلاَ نَذْكُرُ أَحَداً مِنَ الصَّحَابَةِ إِلاَّ بِخَيْرٍ، (سیر أعلام النبلاء 209/8)

تشیع کی وہ قسم جس سے روایت حدیث مضر نہیں ہوتی، سوائے اس شخص کے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی لڑنے والوں کے بارے میں بری رائے رکھے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی کرنے والے صحابہ کرام کو اچھے اور احسن طریقہ سے یاد نہ کرنے والوں پر غالی شیعیت کا اطلاق کیا ہے۔

اور علامہ ذہبی نے معجم الشیوخ الکبیر 281/1 پر امام حاکم کو حضرت معاویہ کے بارے میں برا کلام کرنے والا لکھا ہے۔

ان دونوں حوالہ جات سے یہ بات توثابت ہوئی کہ علامہ ذہبی کے نزدیک بھی امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ کے بارے میں کلام کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ کے خلاف غلط بات کرنا غالی شیعیت ہے۔

علامہ ذہبی کی تحقیق کے مطابق امام حاکم شیعہ راوی تھے، قارئین کرام انصاف سے نتیجہ اخذ کریں کہ شیعہ راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف محدث اسحق بن راھویہ کا قول نقل کرنا قابل قبول ہو سکتا ہے؟

اوراسی سے متعلق ایک قصہ بھی بیان کیا جاتاہے اوراس قصہ کی وجہ سے بعض ائمہ نے ان پر بہت سخت تبصرہ کیاہیں اور رافضی تک لکھ دیاہیں۔(دیکھئے میزان الإعتدال 608/3)

واقعہ یہ ہے کہ:

قال ابو عبدالرحمن السلمی: دخلت علی الحاکم وھو مختفٍ من الکرامیۃ لا یستطیع أن یخرج منھم فقلت لہ: لو خرجت حدیثاً فی فضائل معاویۃ لاسترحت مما أنت فیہ, فقال: لا یجئ من قلبی,-ومنھا لا یجئ من قلبی۔

کہ ابو عبدالرحمن السلمی فرماتے ھیں کہ میں امام حاکم کے پاس گیااور وہ کرامیہ فرقہ سے چھپے ہوئے تھے اوران سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو میں ان کو کہا کہ آپ سیدنا معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت کریں اس مسئلہ سے راحت میں آجائیں گے توانہوں نے کہا کہ: حدیث میرے دل سے نہیں آتی (یعنی میرا دل نہیں مانتا، بظاہر یہی مفھوم لگ رہاہے۔ واللہ اعلم۔)

اس واقعہ کو امام ابن کثیر نے (البدایۃ والنھایۃ (11\355)) میں بغیر کسی سند کے روایت کیاہے اور کسی کتاب کا نام بھی ذکر نہیں کیا جس میں سند ہو لھذا یہ واقعہ محتاج ثبوت ہے۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ امام حاکم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

والغالب علی ظنی أن ما عزی إلی أَبِی عَبْدِالرحمن السلمی کذب علیہ، ولم یبلغنا أن الحاکم ینال من معاویۃ، ولا یظن ذلك فیہ، وغایۃ ما قیل فیہ الإفراط فِی ولاء علی کرم اللّٰہ وجھہ،

ومقام الحاکم عندنا أجل من ذلك.

کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ امام حاکم کی طرف جو نسبت کیا گیا ہے یہ جھوٹ ہے اور نہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کی امام حاکم نے کبھی سیدنا معاویہ کے خلاف بولا ہو اور نہ ان سے ایسا گمان کیا جا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام حاکم سیدنا علی کی ولایت کے بارے میں غلو کرتے تھے اور امام حاکم کا مقام ہمارے ہاں اس بات سے بلند ہے (کہ وہ سیدنا معایہ کو کچھ کہے)۔ **(طبقات الشافعیة 4-163)**

نکتہ:

یہ بات یاد رہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المستدرک میں سیدنا معاویہ سے تقریبا بیس کے قریب روایات لائے ہیں اور انکے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزامات درست نہیں۔ اور یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ شروع میں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوں مگر بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا ہو۔

الزامی جواب:

اگر امام حاکم کا قول مخالفین کے نزدیک حجت ہے تو محدث اسحاق بن راھویہ کے قول کو نقل کرنے والے امام حاکم ہی ہیں۔ اور اگر اس مذکورہ قول کو مان لیا جائے تو محدث اسحاق بن راھویہ کے قول کو کیسے صحیح مانا جائے؟ کیونکہ شیعہ راوی کی اپنے مذہب کی تائید میں روایت پر محدثین کرام اعتراض کر کے نا قابل قبول کہتے ہیں تو پھر ایک محدث کا قول نقل کرنے میں کیسے شیعہ راوی کی بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

قاضی شریک کا قول!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 66 پر لکھتے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر شامی لکھتے ہیں:

ذَكَرَ قَوْمٌ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ شَرِيْكٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : كَانَ حَلِيْمًا ؟ فَقَالَ: لَيْسَ بِحَلِيْمٍ مَنْ سَفِهَ الْحَقَّ وَقَاتَلَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ.

''ایک قوم نے قاضی شریک کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا تو ایک شخص نے کہا: وہ حلیم تھے؟ اُنہوں نے فرمایا: وہ حلیم نہیں جس نے حق کو نہ پہچانا اور سیدنا علی بن ابی طالب ﷛ سے جنگ کی''۔

(مختصر تاریخ دمشق ج۲۵ ص۳۸؛ أنساب الأشراف ج۵ ص۱۳۷؛ البدایة والنهایة ج۱۱ ص ٤۲۷؛ وط: قطر ج۸ ص۱۸۸؛ العلم الشامخ ص۳۱٤)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو البركات الأنماطي أنا أبو بكر الساهي أنا أبو الحسن العتيقي أنا يوسف ابن أحمد أنا أبو جعفر العقيلي نا محمد بن عثمان العبسي نا عبد الله بن محمد بن سالم نا محمد بن سعيد قال ذكر قوم معاوية عند شريك فقال بعضهم كان حليما فقال ليس بحليم من سفه الحق وقاتل علي بن أبي طالب۔ (تاريخ دمشق 59/139)

وحدثت عَنْ شريك عَنِ الأعمش أنه قَالَ: كيف يعد مُعَاوِيَة حليمًا وقد قاتل علي بْن أبي طالب؟ (جمل من أنساب الأشراف 129/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- اس سند میں راوی محمد بن عثمان العبسی کے بارے میں محدثین کرام کی رائے ملاحظہ کریں۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

محمد بن عثمان بن أبي شيبة العبسي ضعيف۔

(سؤالات الحاکم 136/1 رقم: 172)

دوسری علت:

- اس سند میں دوسرا راوی شریك بن عبد الله النخعي کے بارے میں محدثین کرام کے آراء ملاحظہ کریں۔

1۔ امام علی بن عبد اللہ المدینی (المتوفی 234) فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی بن سعید القطان (المتوفی 120) کو فرماتے سنا:

"قَدِمَ شَرِيكٌ مَكَّةَ، فَقِيلَ لِي آتِهِ، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ بَيْنَ يَدَيَّ مَا سَأَلْتُهُ عَنْ شَيْءٍ، وَضَعَّفَ يَحْيَى حَدِيثَهُ جِدًّا"۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 193/2 واسنادہ صحیح)

شریک مکہ میں آئے تو مجھے ان کے آنے کی خبر دی گئی، تو میں نے کہا، اگر وہ میرے سامنے بھی ہوتے تو میں ان سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھتا، اور یحیی نے انہیں سخت ضعیف قرار دیا۔

2۔ امام ابراہیم بن سعید الجوہری (المتوفی 249) فرماتے ہیں":

"أخطأ شَرِيك في أربع مِئَة حديث

""شریک نے چار سو حدیثوں میں غلطی کی ہے"

(الکامل لابن عدی: 12/5 وسندہ صحیح)

3۔ امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (المتوفی 259) فرماتے ہیں:

"شريك بن عبد الله سيء الحفظ مضطرب الحديث مائل"۔

"شریک بن عبد اللہ خراب حافظے والے اور مضطرب الحدیث مائل شخص تھے"

(احوال الرجال للجوزجانی: 150/1)

4۔ امام ابوزرعہ الرازی (المتوفی 264) نے فرمایا:

"كان كثير الحديث صاحب وهم، يغلط أحيانا

"وہ کثیر الحدیث تھے، اور اکثر وہم اور غلطی کرتے تھے۔"

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 367/4)

5۔امام ابوالحسن الدارقطنی (المتوفی 385) فرماتے ہیں :

"شَرِيكٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِيمَا يَتَفَرَّدُ بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ "۔(سنن الدارقطنی: 150/2 ح1307)

" جس روایت کو شریک نے اکیلے ہی بیان کیا ہو اس میں قوی شمار نہیں ہوتے۔، واللہ اعلم"۔

نوٹ :ایک دوسری جگہ پر امام دارقطنی نے شریک کو" حفاظ ثقات "میں شمار کیا ہے۔(سنن: 89/1)

6۔امام ابو بکر البیہقی (المتوفی 458) فرماتے ہیں" :

وَشَرِيكٌ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِهِ فِيمَا يُخَالِفُهُ فِيهِ أَهْلُ الْحِفْظِ وَالثِّقَةُ لِمَا ظَهَرَ مِنْ سُوءِ حِفْظِهِ"

" شریک ان لوگوں میں سے ہے جو اگر اہل الحفظ والثقہ کی مخالفت کریں تو حجت نہیں پکڑی جاتی جیسا کہ ان کے حافظے میں خرابی ظاہر ہوئی ہے.(معرفۃ السنن والآثار: 388/12 # 17115)

نوٹ :اگر کوئی بھی زیادہ حافظے والے راوی کی مخالفت کرے تو حجت نہیں ہوتا.

7۔حافظ ابن حزم الاندلسی (المتوفی 456) نے شریک پر جھوٹ اور وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی: 109/9)

حافظ ذہبی ابن حزم کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں" :

وَهَذَا جَهْلٌ مِنِ ابْنِ حَزْمٍ، فَإِنَّ هَذَا الشَّيْخَ مِمَّنِ اتَّفَقَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَلَى الاحْتِجَاجِ بِهِ"

"یہ ابن حزم کی ناواقفیت ہے کیونکہ یہ شیخ تو بخاری اور مسلم کے اتفاق سے احتجاج کے قابل ہیں"

(تاریخ الاسلام: 109/9)

نوٹ:

ابن حزم کا قول تو مخالف پر حجت ہونا چاہیے کیونکہ ابن حزم کے قول سے جناب فیضی صاحب نے صحیح مسلم کی حدیث کو موضوع ثابت کیا ہے۔

8۔ حافظ ابن حجر العسقلانی (المتوفی 852) شریک کے متعلق فرماتے ہیں :

"صدوق یخطیء کثیرا تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالكوفة و كان عادلا فاضلا عابدا شديدا على أهل البدع"

" صدوق کثیر غلطیاں کرتے تھے، ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا جب سے انہوں نے کوفہ میں قضاۃ کا عہدہ سنبھالا، اور وہ عادل فاضل عابد اور اہل البدعت پر شدید رد کرنے والے تھے۔

(تقریب: 266/1)

9۔ عبداللہ بن أحمد بن حنبل فرماتے ہیں:

كذاب.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 642/3)

10۔ ابن خراش فرماتے ہیں:

كان يضع الحديث.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 642/3)

11۔ الدارقطني فرماتے ہیں:

يقال إنه أخذ كتاب غير محدث

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 642/3)

اس راوی پر سخت جرح کے ساتھ توثیق بھی کی گئ ہے مگر محققین نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بہر حال اس سند کا راوی شریک بن عبداللہ النخعی مختلف فیہ راوی ہے۔

تیسری علت:

- شریك بن عبداللہ النخعی کے تشیع کے بارے میں محدثین کرام کے آراء ملاحظہ کریں۔

امام عقیلی لکھتے ہیں:

وإن شریکا لشیعی۔ الضعفاء الکبیر للعقیلی 35/4

اور عقیلی نے فیضی صاحب کے پیش کردہ قول کو لکھ کر ہی اس کو شیعہ ثابت کیا ہے۔

وإن شریکا لشیعی حدثنا محمد بن عثمان قال: حدثنا عبد اللہ بن محمد بن سالم قال: حدثنا محمد بن سعید قال: ذکر قوم معاویة عند شریك، فقال بعضهم: کان حلیما، فقال: لیس بحلیم من سفه الحق وقاتل علی بن أبی طالب۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی) 35/4

امام ذہبی لکھتے ہیں:

فِيْهِ تَشَيُّعٌ خَفِيْفٌ عَلَى قَاعِدَةِ أَهْلِ بَلَدِهِ. (سیر أعلام النبلاء 246/7

محدث عبداللہ بن ادریس فرماتے ہیں:

الحمد للہ الذی أنطق به لسان حفص، فواللہ إنه لشیعی، وإن شریکا لشیعی.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 270/2)

چوتھی علت:

- محدثین کرام نے شریک بن عبداللہ النخعی کے حافظہ پر بھی کلام کیا ہے۔

شریک القاضی نے جب سے کوفہ میں قضاءۃ کا عہدہ سنبھالا تب سے ان کے حافظے میں اختلاط ہو گیا تھا اور وہ کوفہ کے قاضی 155ھ میں مقرر ہوئے۔

1۔ امام شریک بن عبداللہ خود فرماتے ہیں:

"إنی لأسمع الکلمة فیتغیر لها بولی"۔ (الثقات للعجلی 220/1 واسنادہ صحیح)۔

2۔ اسحاق الازرق، عباد بن العوام، اور یزید بن ہارون جنہوں نے شریک سے واسط میں ان کی کتاب سے روایت کیا کا ذکر کرنے کے بعد، امام احمد بن حنبل نے فرمایا": ان لوگوں کا سماع شریک سے بالکل صحیح

ہے "۔(سؤالات ابو داؤد: 321/1)۔

3۔امام ابن حبان (المتوفی 354) نے فرمایا:

"كَانَ فِي آخر أمره يخطىء فِيمَا يروى تغير عَلَيْهِ حفظه فسماع الْمُتَقَدّمين عَنهُ الَّذين سمعُوا مِنْهُ بواسط لَيْسَ فِيهِ تَخْلِيط مثل يزيد بن هَارُون وَإِسْحَاق الْأَزْرَق وَسَمَاع الْمُتَأَخِّرين عَنهُ بِالْكُوفَةِ فِيهِ أَوْهَام كَثِيرَة ".(الثقات لابن حبان: 444/6)

4۔حافظ ابوالحسن ابن القطان نے فرمایا:

"وَجُمْلَة أمره أَنه صَدُوق، ولي الْقَضَاء فَتغير محفوظه فَمن سمع مِنْهُ قبل ذَلِك فَحَدِيثه صَحِيح ("بيان الوهم والايهام: 295/3)

5۔حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں :

"ولما ولي القضاء تغير حفظه ".(طبقات المدلسين، ص 44)

6۔ابن سبطا العجمی لکھتے ہیں۔

" كذا رأيته في ثقات ابن حبان ولفظه فيها كان في آخر عمره يخطىء فيما يروي تغير عليه حفظه فسماع المتقدمين عنه الذين سمعوا بواسط ليس فيه تخليط مثل يزيد بن هارون وإسحاق الأزرق وسماع المتأخرين عنه بالكوفة فيه أوهام انتهى."

(الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط 170/1)

مذکورہ روایت کی سند میں شریک سے قول نقل کرنے والا راوی محمد بن سعید کا سماع اختلاط کے بعد کا ہے یا اختلاط سے قبل، یہ ثابت کرنا قاری صاحب کے ذمہ ہے۔

الزامی جواب:

موصوف مخالف جب شامی اور حمصی روایت کی روایت کو موضوع کہتا ہے تو کوفی راوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال 3/642 پر اس کو الکوفی بھی کہا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

اعمش کا قول!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 67-66 پر لکھتے ہیں۔

علامہ بلاذری امام اعظم ابوحنیفہ کے شیخ امام اعمش ؒ کا قول سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذُكِرَ مُعَاوِيَةُ عِنْدَ الأَعْمَشِ فَقَالُوا: كَانَ حَلِيمًا، فَقَالَ الأَعْمَشُ: كَيْفَ يَكُونُ حَلِيمًا وَقَدْ قَاتَلَ عَلِيًّا وَطَلَبَ ـ زَعَمَ ـ بِدَمِ عُثْمَانَ مَنْ لَمْ يَقْتُلْهُ، وَمَا هُوَ وَدَمُ عُثْمَانَ؟ وَغَيْرُهُ كَانَ أَوْلَى بِعُثْمَانَ مِنْهُ.

''امام اعمش ؒ کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا گیا تو لوگوں نے کہا: وہ حلیم تھے۔ امام اعمش ؒ نے فرمایا: وہ کیسے حلیم ہو گئے جبکہ اُنہوں نے سیدنا علی ؓ کے ساتھ جنگ کی اور اُس شخص سے قصاصِ عثمان ؓ کے مطالبہ کا ڈھونگ رچایا جس نے اُنہیں قتل نہیں کیا۔ بھلا وہ اور قصاصِ عثمان؟ دوسرے لوگ اُن سے زیادہ حضرت عثمان ؓ کے حق دار تھے''۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص١٣٧)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ الْعَجْلِيُّ عَنْ عبيد الله بْن موسى قَالَ: ذكر مُعَاوِيَة عند الأعمش فقالوا: كان حليمًا، فَقَالَ الأعمش: كيف يكون حليمًا وقد قاتل عليًا وطلب-زعم-بدم عثمان من لم يقتله؟ وما هو ودم عثمان، وغيره كان أولى بعثمان منه.

(جمل من أنساب الأشراف **129/5**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ رویات کی سند متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں ایک راوی عبید اللہ بن موسی العبسی الکوفی ہے۔ جس پر محدثین کرام نے غالی شیعہ ہونے کا اعتراض نقل کیا ہے۔

1۔ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وكان يتشيع ويروى أحاديث فى التشيع منكرة وضعف بذلك عند كثير من الناس

2۔ابن حبان فرماتے ہیں :

وقال كان يتشيع

3۔ محدث یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں:

شيعي وإن قال قائل رافضي لم أنكر عليه وهو منكر الحديث

4۔الجوزجاني نقل کرتے ہیں:

وعبيد الله بن موسى أغلى وأسوأ مذهبا وأروى للعجائب۔

5۔ أبا مسلم البغدادي الحافظ فرماتے ہیں:

يقول عبيد الله بن موسى من المتروكين تركه أحمد لتشيعه وقد عوتب عن روايته عن عبد الرزاق فذكر ان عبد الرزاق رجع۔

6۔ محدث ابن قانع فرماتے ہیں :

كوفى صالح يتشيع وقال الساجى صدوق كان يفرط فى التشيع قال أحمد روى مناكير۔

(تهذيب التهذيب 50/7)

7۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

أحمد بن حنبل يقرأ عليك السلام ويقول لك: هوذا تكثر الحديث عن عبيد الله بن موسى العبسي وأنا وأنت سمعناه يتناول معاوية بن أبي سفيان، وقد تركت الحديث عنه۔۔۔۔،فإن عثمان أفضل من معاوية.(تاريخ بغداد 427/14)

دوسری علت:

- عبیداللہ بن موسی العبسی کی اعمش سے روایات منکر وضعیف ہوتی ہیں۔اس سند میں بھی عبیداللہ بن موسی العبسی یہ روایت اعمش سے بیان کر رہے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں:

وقال ابن هانىء: سألت أبا عبد الله، عن عبيد الله بن موسى؟ قال: حديثه الذى روى عن مشايخهم لا يكتب. وقال: حدثنا يحيى عنه، وحديث الأعمش المناكير لا يكتب عنه. («سؤالاته»: 2303).

عبید اللہ بن موسی جب اپنے مشائخ سے روایت نقل کرے تو اس سے حدیث نہ لکھو، ان سے یحیی نے روایت نقل کی ہے اور اعمش سے عبید اللہ بن موسی کی روایات منکر ہوتی ہیں یہ روایات ان سے نہ لکھو۔

نوٹ: امام احمد بن حنبل کے حوالہ میں عبید اللہ بن موسی کی روایت کو منکر کہا گیا ہے۔اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں۔ موصوف فیضی کی تحریر کا عکس ملاحظہ کریں۔

خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حدیثِ منکر کا شمار شدید ضعیف احادیث میں ہوتا ہے لیکن اکثر اُسے موضوع و مردود کے مترادف مانتے ہیں۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تیسری علت:

- امام اعمش پر بعض لوگوں نے شیعہ ہونے کا الزام بھی لگایا ہے۔

چنانچہ امام عجلی فرماتے ہیں:

"وکان فیه تشیع" "اور ان میں تشیع پایا جاتا تھا"۔

(الثقات للعجلی: 205/1)

اسی طرح امام ذہبی فرماتے ہیں:

"رمی الأعمش بیسیر تشیع" "اعمش پر بہت ہلکے تشیع کا الزام لگایا گیا ہے."

(سیر اعلام النبلاء: 394/2)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قول نا قابل استدلال واحتجاج ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 72-71 پر لکھتے ہیں۔

حیاتِ مرتضوی میں اُن کے متبعین پر مظالم

معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ نے یہ سارے مظالم سیدنا علی ﷺ کی خلافت ہی میں اُن کے متبعین کرام ﷺ پر کیے تھے اور زبردستی اُن سے معاویہ کی بیعت لی تھی۔ چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:

"معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو شام سے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تو وہ چل پڑا حتی کہ مدینہ منورہ پہنچا، اُس وقت وہاں کے گورنر رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابو ایوب انصاری ﷺ تھے تو وہ وہاں سے سیدنا علی ﷺ کی طرف کوفہ بھاگ گئے۔ پھر بسر بن ابی ارطاۃ منبر نبوی پر چڑھ گیا اور انصار کو للکارنے لگا: یا دینار، یا زُرَیق، یا نجار! میں نے اس مقام پر کئی شیخ یعنی عثمان [ﷺ] سے عہد کیا تھا۔

اے اہل مدینہ! اگر مجھ سے امیر المومنین نے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تمہارے ہر بالغ شخص کو قتل کر دیتا۔ اہل مدینہ نے اُس کے ہاتھ پر معاویہ کی بیعت کی، اور اُس نے بنو سلمہ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: خدا کی قسم! میرے ہاں تمہارے لیے کوئی امان نہیں اور نہ ہی تمہاری بیعت قبول ہے جب تک کہ تم صحابیِ رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیعت کے لیے نہ پیش کرو۔ پس سیدنا جابر ﷺ خفیہ طور پر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا أُمَّهْ إِنِّيْ خَشِيْتُ عَلىٰ دِيْنِيْ وَهٰذِهِ بَيْعَةُ ضَلَا لَةٍ.

"امی! میں اپنے دین پر خدشہ محسوس کرتا ہوں، کیونکہ یہ گمراہی کی بیعت ہے"۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

تاریخ دمشق 153/10 اور تھذیب الکمال 65/4 میں اس کی سند یوں ہے۔

أخبرنا أبو بكر الباطرقاني أخبرنا أبو عبد الله بن مندة عن أبيه عبد الله أنبأنا أبو سعيد بن يونس حدثنا أسامة بن أحمد بن أسامة التجيبي حدثنا أحمد بن يحيى بن الوزير حدثنا عبد الحميد بن الوليد حدثني الهيثم بن عدي عن عبد الله بن عياش عن الشعبي أن معاوية بن أبي سفيان أرسل بسر بن أبي أرطأة القرشي العامري في جيش من الشام فسار حتى قدم المدينة وعليها يومئذ أبو أيوب خالد بن زيد الأنصاري صاحب النبي (صلى الله عليه وسلم) فهرب منه أبو أيوب إلى علي بالكوفة فصعد بسر منبر المدينة ولم يقاتله بها أحد فجعل ينادي يا دينار يا زريق

یا نجار شیخ سمح عهدته ها هنا بالأمس یعنی عثمان رضی الله عنه وجعل یقول یا أهل المدینة والله لولا ما عهد إلی أمیر المؤمنین ما ترکت بها محتلما إلا قتلته وبایع أهل المدینة لمعاویة وأرسل إلی بنی سلمة فقال لا والله ما لکم عندی من أمان ولا مبایعة حتی تأتونی بجابر بن عبد الله صاحب النبی (صلی الله علیه وسلم) فخرج جابر بن عبد الله حتی دخل علی أم سلمة خفیا فقال لها یا أمه إنی خشیت علی دینی وهذه بیعة ضلالة فقالت له أری أن تبایع فقد أمرت ابنی عمر بن أبی سلمة أن یبایع فخرج جابر بن عبد الله فبایع بسر بن أبی أرطأة لمعاویة وهدم بسر دورا کثیرا بالمدینة ثم خرج حتی أتی مکة فخافه أبو موسی الأشعری. (تاریخ دمشق 153/10)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- اس سند میں "عبد الحمید بن الولید بن المغیرہ" کی تاریخی اخبار میں عجیب باتیں شامل ہوتی تھیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

عبد الحمید بن الولید بن المغیرة. وکان فی الأخبار شیئا عجیبا.

(طبقات الشافعیین 140/1)

دوسری علت:

اس سند میں راوی "الهیثم بن عدی الطائی" کذاب ہے۔

- قال البخاری لیس بثقة کان یکذب
- قال یعقوب بن محمد حدثنا عبد الرحمن ۔۔۔۔ سکتوا عنه
- وروی عباس عن یحیی لیس بثقة کان یکذب
- وقال أبو داود کذاب
- وقال النسائی وغیره متروك الحدیث

- وقال ابن المدینی هو أوثق من الواقدی ولا أرضاه فی شیء ومن مناکیره
- وقال أبو حاتم متروك الحدیث محله محل الواقدی
- وقال أبو زرعة لیس بشیء
- وقال العجلی کذاب
- وقال الساجی سکن مکة وکان یکذب
- وقال الإمام أحمد کان صاحب أخبار وتدلیس
- وقال الحاکم والنقاش حدث عن الثقات بأحادیث منکرة
- وذکره ابن السکن وابن شاهین وابن الجارود والدارقطنی فی الضعفاء
- وقال ابن یونس فی تاریخ مصر الهیثم غیر موثق
- وقال محمود بن غیلان اسقطه أحمد ویحیی بن معین وأبو خیثمة
- وقال أبو نعیم یوجد فی حدیثه المناکیر. (لسان المیزان 209/6)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں راوی ضعیف اور مردود ہے۔ موصوف کو ذرا بھی حیا نہ آئی روایت لاتے ہیں، متہم، متروک، ضعیف راویوں کی۔

تیسری علت:

اس سند میں ایک راوی "أسامة بن أحمد بن أسامة التجیبی "مختلف فیہ ہے۔

- قَالَ أَبُو سَعِید بْن یونس: لم یکن فی الحدیث بذاك، تعرف وتُنْکَر.

(تاریخ ابن یونس المصری 36/1)

<u>نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں۔</u>

- قال السهمی: سألت الدَّارَقُطْنِیّ عن أسامة بن أحمد بن أسامة بن عبد الرحمن أبی سلمة التجیبی، بمصر؟ فقال: رأیت أهل حمص یضعفونه، ولا أدری لأی سبب.

(أسئلة السهمی 206)

چوتھی علت:

اس سند کا راوی عبداللہ بن عیاش غلطیاں کرنے والا راوی ہے۔

عَبْداللہ بن عیاش: صدوق یغلط (. تقریب التہذیب ت 3522)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کی مذکورہ روایت سے استدلال مردود ہے۔

ابن عبدالبر کی اسانید کا جائزہ:

ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

عن أَبِي مُحَمَّد عبد الله بن محمد بن عبد المؤمن، قال حدثنا أبو محمد إسماعيل بن عَلِيٍّ الْخُطَبِيُّ بِبَغْدَادَ فِي تَارِيخِهِ الْكَبِيرِ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُؤْمِنِ بْنِ حَمَّادٍ، قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْخٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ عَوَانَةَ، قَالَ: وَذَكَرَهُ زِيَادٌ أَيْضًا عَنْ عَوَانَةَ قَالَ: أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ تَحْكِيمِ الْحَكَمَيْنِ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ فِي جَيْشٍ .. فذكره بِنحوه، وزاد: ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى مَكَّةَ، وَبِهَا أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ، فَخَافَهُ أَبُو مُوسَى عَلَى نفسه أن يَقْتُلَهُ فَهَرَبَ، فَقِيلَ ذَلِكَ لِبُسْرٍ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لأَقْتُلَهُ، وَقَدْ خَلَعَ عَلِيًّا وَلَمْ يَطْلُبْهُ. "(الاستیعاب 162/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

- اس سند میں ایک راوی "مُحَمَّدُ بْنُ مُؤْمِنِ بْنِ حَمَّادٍ " کی توثیق مطلوب ہے۔

دوسری علت:

- اس سند میں ایک راوی "مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ " کی بھی توثیق مطلوب ہے۔

تیسری علت:

- اس سند میں ایک راوی عوانۃ بن الحکم پر نہ کسی نے جرح کی اور نہ ہی تعدیل کی۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

عوانة بن الحكم : قَلَّ أَنْ رَوَى حديثًا مُسْنَدًا ، ولهذا لم يُذكر بجرح ولا تعديل ، والظاهر أَنَّهُ صدوق أي "فِي نَقْلِهِ. (سير أعلام النبلاء 201/7)

مگر اس قول میں عوانہ کو نقل میں صدوق کہا نہ کہ روایات بیان کرنے میں۔ وہ نقل کرنے کے معاملے میں "صدوق" یعنی سچے آدمی تھے (یعنی جو سچ یا جھوٹ ان کے سامنے بیان ہوتا، اسے ٹھیک ٹھیک نقل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وكان عثمانيا ،فكان يَضَع الأخبار لبني أمية(لسان الميزان 247/6)

یعنی یہ راوی عثمانی تھا اور بنی امیہ کے لیے آثار وضع کرتا تھا، ایسے راوی کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

چوتھی علت:

محدثین کرام کے نزدیک واقعہ تحکیم 37ھ میں ہوا، اس لیے یہ واقعہ عوانہ نے کیسے بیان کیا۔ عوانہ کی تاریخ پیدائش بیان کی جائے تا کہ علت قادحہ واضح ہو اس لیے اس روایت میں انقطاع ہے۔

ابن عبدالبر کی دوسری سند:

ابن عبدالبر اپنی کتاب التمہید میں روایت لکھتے ہیں۔

عن أَحْمَد بن سَعِيد حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دُلَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَضَّاحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانٍ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بنَ عَبْدِ اللهِ يَقُول : لَمَّا قَدِمَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ الْمَدِينَةَ أَتَتِ الأَحْيَاءُ يُبَايِعُونَهُ ، فَأَتَى بَنُو سَلِمَةَ وَلَمْ آتِ مَعَهُمْ ، فَقَالَ : لا أُبَايِعُكُمْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَيَّ جَابِرٌ ، قَالَ فَأَتَانِي قَوْمِي فَنَاشَدُونِي اللهَ فَقُلْتُ لَهُمْ : أَنْظِرُونِي، فَأَتَيْتُ أُمَّ

سَلَمَةَ فَاسْتَشَرْتُهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَيْهِ فَقَالَتْ وَاللهِ إِنِّي لأَرَاهَا بَيْعَةَ ضَلاَلَةٍ ، وَلَكِنْ قَدْ أَمَرْتُ أَخِي عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ أَنْ يَأْتِيَهُ فَيُبَايِعَهُ ، كَأَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَحْقِنَ دَمَهُ . قَالَ جَابِرٌ : فَأَتَيْتُهُ فَبَايَعْتُهُ . "(التمهید۔354-355/16)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

- اس روایت کی سند میں راوی نعیم بن حماد کے بارے میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

نُعیم بن حمّاد: صدوق یخطئ کثیرا ،فَقِیہ عارِف بالفرائض.

(تقریب التهذیب: 7166)

دوسری علت:

- اس روایت کی سند میں راوی محمد بن وضّاح کے بارے میں محدث ابن الفرضي لکھتے ہیں۔

لَه خطأ کثیر محفوظ عنه، وأشیاء کان یغلط فیها ویُصَحّفها ، وکان لا عِلْم عِندہ بالفِقْه ولا بالعربیة ۔تاریخ علماء الأندلس، (ابن الفرضی19/2)

تیسری علت:

- اس رویات کی سند میں راوی أَحْمَد بن سَعِید کے بارے میں محدث ابن الفرضي لکھتے ہیں۔

من أَهْلِ قُرطبة، سَمِع الناس منه کَثیرا ، ولم یَکُنْ بالضّابط لِمَا کَتَب.

(تاریخ علماء الأندلس، ابن الفرضی 73/1، 74)

چوتھی علت:

- اس روایت میں مسلم بن عقبہ کا مدینہ میں آنے کا ذکر ہے، محققین کے نزدیک یہ واقعہ حرہ کے وقت ہوا، اس لیے یہ روایت منقطع ہونے کے ساتھ مشتبہ بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کی مذکورہ روایت سے استدلال مردود ہے اور ان روایات سے صحابی رسول ﷺ کی عظمت پر طعن کرنا جہالت سے زیادہ کچھ نہیں۔

ابن عبد البر کی تیسری سند:

ابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں روایت لکھتے ہیں۔

وذَكَر ابنُ الأنباري عن أبيه، عن أحمد بن عبيد، عن هشام بن مُحَمّد عن أبي مخنف، قَالَ : لَمّا توجّه بُسْر بن أرطاة إلى اليمن أُخْبِر عبيد الله بن العباس بذلك، وهو عامل لِعَليّ رضي الله عنه عليها ، فهرب۔ (الاستيعاب، ابن عبد البر 159/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

- اس روایت کی سند میں جَعْفَر بن مُحَمّد بن الْهَيْثَم کا ترجمہ و توثیق مطلوب ہے۔

دوسری علت:

- اس روایت کی سند میں أحمد بن عبيد کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أحمد بن عبيد : لين الحديث. (تقريب التهذيب : 78)

تیسری علت:

- اس روایت کی سند میں "هشام بن مُحَمّد" کے بارے میں محدثین کرام لکھتے ہیں۔
- .قال الدارقطني وغيره: متروك.
- وقال ابن عساكر : رافضي، ليس بثقة ۔، (ميزان الاعتدال 304/4)
- وقال ابن حبان : وَكَانَ غاليا فِي التَّشَيُّع أخباره فِي الأغلوطات أشهر من أَن يُحْتَاج إِلَى الإغراق فِي وصفهَا ۔(المجروحين 91/3)

چوتھی علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں " أبي مخنف " کے بارے میں محدثین کرام لکھتے ہیں۔

- قال یحیی بن معین: لیس بشیء۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی 241/7)
- وقال الذهبی: أخباری تالف، لا یوثق به۔ (میزان الاعتدال 419/3)
- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ھیں۔

ترکه أبو حاتم، وَغیره.

وقال الدارقطنی: ضعیف.

وقال ابن مَعِین: لیس بثقة.

وقال مرة: لیس بشیء.

وقال ابن عَدِی: شیعی محترق صاحب أخبارهم (.لسان میزان: 6248)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

تاریخ طبری کی سند:

تاریخ طبری میں اس کی سند ملاحظہ کریں۔

فذکر عن زیاد بن عَبْدِ اللَّهِ البکائی، عن عوانة، قال: ارسل معاویه ابن أَبِي سُفْيَانَ بعد تحکیم الحکمین بسر بن أبی أرطاة-وَهُوَ رجل من بنی عَامِر بن لؤی فِي جیش-فساروا من الشام حَتَّى قدموا الْمَدِینَة، وعامل علی عَلَى الْمَدِینَة یَوْمَئِذٍ أَبُو أیوب الأَنْصَارِيّ، ففر مِنْهُمْ أَبُو أیوب، فأتى عَلِيًّا بالکوفة، ودخل بسر الْمَدِینَة، قَالَ: فصعد منبرها ولم یقاتله بِهَا أحد، فنادى عَلَى الْمِنْبَر: یَا دینار، ویا نجار، ویا زریق، شیخی شیخی! عهدی بِهِ بالأمس، فأین هُوَ! یعنی عُثْمَان، ثُمَّ قَالَ: یَا أهل الْمَدِینَة، وَاللَّهِ لولا مَا عهد إلی مُعَاوِیَة مَا ترکت بِهَا محتلما إلا قتلته ثُمَّ بایع أهل الْمَدِینَة، وأرسل إِلَى بنی سلمة، فَقَالَ: وَاللَّهِ ما لکم عندی من أمان وَلا مبایعة حَتَّى تأتونی بجابر بن عَبْدِ اللَّهِ، فانطلق جابر إِلَى أم سلمة زوج النبی ص فَقَالَ لها: ماذا ترین؟ إنی قَدْ خشیت ان اقتل،

وهذه بیعه ضلاله. قالت: أَرَى أن تبايع، فإني قَدْ أمرت ابني عُمَر بن أبي سلمة أن يبايع، وأمرت ختني عَبْدَ اللَّهِ بن زمعة -وكانت ابنتها زينب ابنة أبي سلمة عِنْدَ عَبْدَ اللَّهِ بن زمعة- فأتاه جابر فبايعه، وهدم بسر دورا بِالْمَدِينَةِ، ثُمَّ مضى حَتَّى أتى مكة، فخافه أَبُو مُوسَى أن يقتله، فَقَالَ لَهُ بسر: مَا كنت لأفعل بصاحب رَسُول الله ص ذَلِكَ، فخلى عنه. (تاريخ الطبری 139/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- طبری سے لے کر "زیاد بن عَبْدِاللّٰهِ البکائی" تک سند نامعلوم ہے۔

دوسری علت:

- سند میں "عوانہ" کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ اس لیے منقطع روایت ہے۔

تیسری علت:

- عوانہ اخبار وضع کیا کرتا تھا۔

حافظ ابن کثیر ان واقعات کو بیان کر کے لکھتے ہیں۔

وَهَذَا الْخَبَرُ مَشْهُورٌ عِنْدَ أَصْحَابِ الْمَغَازِي وَالسِّيَرِ، وَفِي صِحَّتِهِ عِنْدِي نَظَرٌ،

(البدایۃ والنھایۃ 683/10)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سند منقطع اور نامعلوم راویوں کی وجہ سے ناقابل استدلال اور احتجاج ہے۔ ضعیف، مجہول اور متروک راویوں کی روایت سے صحابہ پر طعن علمی بدیانتی کے سواء کچھ نہیں۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 72 پر لکھتے ہیں۔

بیعتِ معاویہ بیعتِ ضلالت

اوپر آپ نے پڑھا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ ﷺ نے معاویہ کی بیعت کو اپنے دین کے لیے خطرہ اور بیعت کو بیعتِ ضلالت قرار دیا۔ امام بخاری نے بھی ایک مقام پر بیعتِ معاویہ کے بارے میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ ﷺ کے مکالمہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ نقل کیا ہے:

أَنَا أَعْلَمُ أَنَّهَا بَيْعَةُ ضَلَالَةٍ.

''میں بھی جانتی ہوں کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے''۔

(التاريخ الصغير للبخاري ج١ ص ١٤١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حدثني سعيد بن محمد الجرمي ثنا يعقوب بن إبراهيم ثنا أبي عن محمد بن إسحاق حدثني أبو نعيم وهب بن كيسان مولى الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول قدم بسر بن أرطاة المدينة زمان معاوية فقال لا أبايع رجلا من بني سلمة حتى يأتي جابر فأتيت أم سلمة بنت أبي أمية زوج النبي صلى الله عليه وسلم فقالت بايع فقد أمرت عبد الله بن أخي أن يبايع على دمه وماله أنا أعلم أنها بيعة ضلالة۔ (التاريخ الأوسط 115/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت کی سند میں "سعيد بن محمد الجرمي" کی وجہ سے یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

ثقة إلا أنه شيعي۔ (المغني في الضعفاء 265/1)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

صدوق رمی بالتشیع۔ (تقریب التہذیب 240/1)

امام سمعانی فرماتے ہیں۔

الکوفی من أهل الکوفۃ..... غیر أنه کان غالیا فی التشیع۔ (الأنساب 253/3)

دوسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں محمد بن اسحاق راوی کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

أنه کان یَتَشَیّع، ویُنْسَب إلی القَدَر، ویُدَلِّس فی حدیثه۔ (تاریخ بغداد وذیوله 239/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام پر اعتراض کرنے کے لیے غالی شیعہ کی روایات پیش کی جارہی ہیں۔ یہ ہے جناب ریسرچ اسکالر کی تحقیق۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت کو بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ بات اہم ہے کہ پیش کردہ روایت کا تعلق واقعہ تحکیم سے ہے جو 37ھ میں ہوا یا اس کے بعد 40ھ کا ہے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کا یہ واقعہ نہیں ہے۔

اس لیے اس قول کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت سمجھنا غلط ہے۔ اور خلافت کی بیعت کو ضلالت سمجھنا بھی ثابت نہیں۔

امام احمد بن حنبل کے قول کی تحقیق!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 73 پر لکھتے ہیں۔

یہ بیعت، بیعتِ ضلالت کیوں؟ اس لیے کہ اُس وقت سیدنا علی ؓ خلیفہ تھے اور خلیفۂ راشد و عادل کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت شرعاً جائز نہیں بلکہ اُس دوسرے مدعی خلافت کو قتل کر دینے کا حکم ہے۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا تھا:

مَنْ لَمْ يُثْبِتِ الإِمَامَةَ لِعَلِيٍّ ، فَهُوَ أَضَلُّ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ.

''جو شخص سیدنا علی ؓ کی خلافت کو نہ مانے تو وہ اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے''۔

(مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي ص ٢٢٠)

چونکہ سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ اِن تمام شرعی حدود و قیود سے زیادہ واقف تھے اسی لیے اُنہوں نے بیعتِ معاویہ کو گمراہی بھی قرار دیا تھا اور مجبوراً بسر بن ابی ارطاۃ کے ہاتھ پر بیعتِ معاویہ کر بھی لی تھی۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا عبد الملك بن أبي القاسم, قال: أخبرنا عبد الله بن محمد الأنصاري, قال: أخبرنا أبو يعقوب, قال: حدثنا بن أحمد بن بشر الحافظ, قال: حدثنا أحمد بن الحسين الرازي, قال: حدثنا محمد بن مخلد, قال: سمعت أبا سعيد هشام بن منصور البخاري, يقول: سمعت أحمد بن حنبل يقول: من لم يُثبت الإمامة لعلى, فهو أضل من حمار أهله.

(مناقب الإمام أحمد 220/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد وجوہات کی وجہ سے قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس سند کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں " محمد بْن أَحْمَد بْن بِشر " کی توثیق پیش کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں "أبا سعید هشام بن منصور البخاری" مجہول الحال راوی ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ سند میں مجہول الحال راوی ہیں جس کی وجہ سے روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

کیا معترض امام احمد بن حنبل کا قول مانتے ہیں؟

محدث ابن الجوزی نے حضرت معاویہ رضی اللہ کی تعریف امام احمد بن حنبل سے نقل کی ہے۔ کیا جناب قاری فیضی صاحب امام احمد بن حنبل کے قول کو مانتے ہیں؟

پہلا قول!

محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ناصر, قال: أنبأنا بن أحمد الفقيه, قال: أخبرنا محمد بن أحمد, قال: حدثنا ابن سلم, قال: أخبرنا أحمد بن عبد الخالق, قال: حدثنا أبو بكر المروذی, قال: قيل لأبی عبد الله أحمد بن حنبل ونحن بالعسكر, وقد جاء بعض رُسل الخليفة فقال: يا أبا عبد الله, ما تقول فيما كان بين علی ومعاوية؟ فقال أبو عبد الله: ما أقول فيهم إلا الحُسنی.

امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہ رضی اللہ کے درمیان ہوا اس کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے؟ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: میں تو ان دونوں کے بارے میں اچھی بات ہی کہوں گا۔ (مناقب الإمام أحمد 220-221/1)

دوسرا قول!

ابن الجوزی نقل کرتے ہیں:

قال المروذی: وسمعت أبا عبد الله وذُكر له أصحاب رسول الله، فقال: رحمهم الله اجمعين، ومعاوية وعمرو وأبو موسى الأشعري والمغيرة كلهم وصفهم الله تعالى فى كتابه فقال: (سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ).

علامہ مروذی فرماتے ہیں کہ امام احمد کے سامنے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا (یعنی ان کے متعلق آپکی رائے پوچھی گئی) تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: سب صحابہ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ دیکھو سیدنا معاویہ، عمرو بن العاص۔ ابو موسی اشعری، اور مغیرہ بن شعبہ، سب اصحاب کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں "سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ" سے موصوف فرمایا ہے. (یعنی ایمان خالص و محبت الہی سے کی گئی عبادت کا اثر ان کے مکرم چہروں پر جھلکتا ہے لہذا سب اللہ کے پیارے ہیں)۔ (مناقب الإمام أحمد 220-221/1)

امام احمد بن حنبل کے ان اقوال کو بیان نہ کر کے اور ضعیف قول سے استدلال کرنا بہت بڑی تدلیس ہے، اور جناب فیضی کی ساری کتاب ایسی تدلیسات سے بھری پڑی ہے۔ شاید موصوف اس قول پر عمل پیرا ہیں کہ جھوٹ اتنا بولا جائے کہ سچ معلوم ہو۔ ان کی غلط بیانیاں اور یک طرفہ ضعیف اقوال سے استدلال اس قدر زیادہ ہیں کہ موصوف کی کتاب پڑھ کر ایک عام قاری کا ذہن انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے جناب کی اس کاروائی کو بے نقاب کرنے کے لیے ان کے تمام پیش کردہ اعتراضات کا جائزہ لینا ضروری تھا تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔

جناب فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 73 پر لکھتے ہیں۔

قاتل اگر فقیہ ہو تو اُس سے حساب ہوگا؟

ابھی ابھی آپ متعدد کتب کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے یمن میں سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ کے بھتیجوں کو اُن کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا تھا تو اُن کی ماں دیوانی ہوگئی تھی۔ اِس واقعہ کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے اور صراحۃ لکھا ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ کو معاویہ نے بھیجا تھا۔

(التاریخ الصغیر للبخاري ج١ ص١١١؛ تهذیب الکمال ج٤ ص٦٤؛ تهذیب التهذیب ج١ ص ٤٠٩؛ تذهیب تهذیب الکمال للذهبي ج٢ ص١٧)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن تہذیب الکمال اور تاریخ الاوسط میں ملاحظہ کریں۔

وقَال البُخارِيُّ فِي التاريخ الصغير: حَدَّثَنَا سَعِيد بْن يحيى بْن سَعِيد، عَنْ زياد، عَنِ ابْن إِسْحَاق، قال: بعث معاوية بسر بْن أَبي أرطاة سنة تسع وثلاثين، فقدم المدينة فبايع، ثم انطلق إِلَى مكة واليمن، فقتل عبد الرحمن وقثم ابني عُبَيد الله بْن عباس.

(تهذيب الكمال في أسماء الرجال 64/1)

وَقَالَ سعيد بْن يحيى بْن سعيد عَن زِيَاد عَن بن إِسْحَاق بعث مُعَاوِيَة بسر بْن أَرْطَاة سنة سبع وَثَلَاثِينَ فَقدم الْمَدِينَة فَبَايع ثمَّ انْطلق إِلَى مَكَّة واليمن فَقتل عبد الرَّحْمَن وَقثم وَعبيد الله ابني عَبَّاس. (التاريخ الأوسط مطبوع خطأً باسم التاريخ الصغير 86/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت میں راوی "زیاد بن عبداللہ البکائی" متکلم فیہ ہے۔ اگرچہ چند محدثین کرام نے اس مغازی میں صدوق کا ہے۔ مگر یہ روایت تو مغازی کی نہیں ہے۔

دوسری علت:

محمد بن اسحاق بن یسار ضعیف راوی ہے۔ بالفرض اس کی توثیق کا قائل ہے تو پھر بھی اس کی روایت حجت نہیں۔
محدث ابن نمیر فرماتے ہیں۔

إِذَا حَدَّثَ عَمَّنْ سَمِعَ مِنْهُ مِنَ المَعْرُوْفِيْنَ فَهُوَ حَسَنُ الحَدِيْثِ, صَدُوْقٌ, وَإِنَّمَا أُتِيَ مِنْ أَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنِ المَجْهُوْلِيْنَ أَحَادِيْثَ بَاطِلَةً. (سير أعلام النبلاء 498/6)

معلوم ہو کہ یہ معروف لوگوں سے روایت کر رہا ہے تو یہ حسن الحدیث اور صدوق ہے، اور اس کی طرف سے ایسی روایت بیان کی جائے جو مجہول راویوں سے ہو تو وہ باطل ہوتی ہیں۔ اس روایت میں بھی محمد بن اسحاق نے مجہول طریق سے روایت پیش کی ہے۔

تیسری علت:

محمد بن اسحاق شیعہ راوی ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أنه كان يَتَشَيَّع، ويُنْسَب إلى القَدَر، ويُدَلِّس في حديثه. (تاریخ بغداد وذیوله 239/1)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت منقطع ہے۔ کیونکہ محمد بن اسحاق بن یسار نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایات قابل استدلال نہیں ہے۔ اور اس سے استدلال مردود ہے۔

جناب فیضی صاحب نے ان ابتدائی اعتراضات اور نام نہاد اصول کو وضع کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی مخالفت میں چند روایات سے استدلال کرتے ہوئے ان پر طعن و تشنیع کرنے کی ناکام کوشش کی۔ موصوف کے پیش کردہ اعتراضات کا نمبر وار جواب قارئین کرام کے سامنے پیش خدمت ہے۔ ان روایات کی فنی حیثیت اور جناب فیضی صاحب کا حدیث اور اصولِ حدیث سے نابلد ہونے کا نتیجہ قارئین کرام کی صوابدید پر موقوف ہے۔

الزام نمبر 1:

مسلم خواتین کو لونڈی بنانا اور انہیں بازار میں برائے فروخت کھڑا کرنا!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 75-74 پر لکھتے ہیں۔

مسلم خواتین کو لونڈی بنا کر فروخت کرنا

ظلم کی حد یہ ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا اور بازار میں فروخت کے لیے کھڑا کر دیا۔ چنانچہ امام ذہبی نے پہلے تو یوں لکھا ہے:

فَمِنْ أَخْبَثِ أَخْبَارِهِ الَّتِيْ مَا عَمِلَهَا الْحَجَّاجُ.

''سو اُس کی خبیث ترین خبروں میں سے ایسے اعمال ہیں جیسے حجاج نے کیے تھے''۔

اس کے بعد مذکورہ بالا تین واقعات نقل کیے اور پھر لکھا ہے:

فَسَبِيَ نِسَاءَ مُسْلِمَاتٍ ، فَأُقِمْنَ فِي السُّوْقِ.

''پھر اُس نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا تو وہ بازار میں کھڑی کی گئیں''۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ٥ ص ٣٦٩)

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

فَأُقِمْنَ لِلْبَيْعِ.

''تو وہ فروخت کے لیے کھڑی کی گئیں''۔

(سير أعلام النبلاء ج ٣ ص ٤١٠)

امام ابن عبد البر اور امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے:

فَكُنَّ أَوَّلَ مُسْلِمَاتٍ سُبِيْنَ فِي الْإِسْلَامِ.

''پس وہ پہلی مسلم خواتین ہیں جو اسلام میں لونڈی بنائی گئیں''۔

(الاستيعاب ج ١ ص ١٠٢؛ أسد الغابة ج ١ ص ٣٧٥)

تمام اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب سیدنا علی ؓ نے سنا کہ اس خبیث نے بچوں تک کو ذبح کیا ہے تو اُنہوں نے اس کو بددعا دی تو وہ آخری عمر میں پاگل ہو گیا تھا۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ: ثنا زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلامَةَ، عَنْ أَبِي الرَّيَّاتِ، وَآخَرَ، سَمِعَا أَبَا ذَرٍّ يَتَعَوَّذُ مِنْ يَوْمِ الْعَوْرَةِ قَالَ زَيْدٌ: فَقُتِلَ عُثْمَانُ، ثُمَّ أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بُسْرَ بْنَ أَرْطَأَةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى نِسَاءً مُسْلِمَاتٍ، فأقمن في السوق. (تاريخ الإسلام 220/5)

ابن عبد البر کی سند:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بن محمد بن علي، قال حدثنا أبي، قال: حدثنا عبد الله ابن يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلامَةَ، أَبُو سَلامَةَ. عَنْ أَبِي الرَّبَابِ وَصَاحِبٌ لَهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا ذر رضي الله عنه [يدعو و] يتعوّذ فِي صَلاةٍ صَلاهَا أَطَالَ قِيَامَهَا وَرُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا قال: فَسَأَلْنَاهُ مِمَّ تَعَوَّذْتَ؟ وَفِيمَ دَعَوْتَ؟ فَقَالَ: تَعَوَّذْتُ بالله من يوم البلاء وَيَوْمِ الْعَوْرَةِ. فَقُلْنَا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: أَمَّا يوم البلاء فَتَلْتَقِي فِتْيَانٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. وَأَمَّا يَوْمُ الْعَوْرَةِ فَإِنَّ نِسَاءً مِنَ الْمُسْلِمَاتِ لَيُسْبَيْنَ، فَيُكْشَفُ عَنْ سُوقِهِنَّ فَأَيَّتُهُنَّ كَانَتْ أَعْظَمَ سَاقًا اشْتُرِيَتْ عَلَى عِظَمِ سَاقِهَا. فَدَعَوْتُ اللَّهَ أَلا يُدْرِكَنِي هَذَا الزَّمَانُ، وَلَعَلَّكُمَا تُدْرِكَانَهُ. قَالَ: فقتل عثمان، ثُمَّ أَرْسَلَ مُعَاوِيَةُ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى نِسَاءً مُسْلِمَاتٍ، فَأُقِمْنَ فِي السُّوقِ. (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 161/1)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند:

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قال: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، قال: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ أَبُو سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي الرَّبَابِ، وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا: سَمِعَا أَبَا ذَرٍّ يَدْعُو، قَالَ:

فَقُلْنَا لَهُ: رَأَيْنَاكَ صَلَّيْتَ فِي هَذَا الْبَلَدِ صَلَاةً لَمْ نَرَ أَطْوَلَ مَقَامًا وَرُكُوعًا وَسُجُودًا، فَلَمَّا أَنْ فَرَغْتَ رَفَعْتَ يَدَيْكَ فَدَعَوْتَ، فَتَعَوَّذْتَ مِنْ يَوْمِ الْبَلَاءِ وَيَوْمِ الْعَوْرَةِ !، قَالَ: « فَمَا أَنْكَرْتُمْ ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ »، قَالَ: « أَمَّا يَوْمُ الْبَلَاءِ ، فَتَلْتَقِي فِئَتَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَيَوْمُ الْعَوْرَةِ، إِنَّ النِّسَاءَ مِنَ الْمُسْلِمَاتِ يُسْبَيْنَ فَيُكْشَفُ عَنْ سُوقِهِنَّ، فَأَيَّتُهُنَّ أَعْظَمُ سَاقًا اشْتُرِيَتْ عَلَى عِظَمِ سَاقِهَا، فَدَعَوْتُ أَنْ لَا يُدْرِكَنِي هَذَا الزَّمَانُ، وَلَعَلَّكُمَا تُدْرِكَانِهِ »، قَالَ: فَقُتِلَ عُثْمَانُ، وَأُرْسِلَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي أَرْطَاةَ إِلَى الْيَمَنِ، فَسَبَى نِسَاءً مِنَ الْمُسْلِمَاتِ فَأُقِمْنَ فِي السُّوقِ.

(المصنف للإمام أبي بكر بن أبي شيبة ج21ص,273ط دار قرطبة: محمد عوّامة)

روایت کی اسنادی حیثیت:

علامہ ذہبی کی نقل کردہ روایت کی مکمل سند مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں نقل کی ہے۔اس لیے اس کی سند پر کلام ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں راوی زید بن الحباب جو فی نفسہ ثقہ ہے مگر اس کی مجہول اور ضعیف راویوں سے روایت کے بارے میں محدثین کرام نے کلام کیاہے۔

ابن حبان لکھتے ہیں:

وكان ممن يخطىء يعتبر حديثه إذا روى عن المشاهير وأما روايته عن المجاهيل ففيها المناكير ۔(الثقات ابن حبان 250/8)

اس کی حدیث کا اعتبار کیاجائے گاجب یہ مشاہیر محدثین سے روایت کرے اور مجاہیل کے روایات میں مناکیر ہیں۔

اس روایت میں زید بن الحباب موسیٰ بن عبیدۃ سے روایت کر رہا ہے جو مشاہیر میں سے نہیں ہیں، بلکہ ضعیف ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔ اور جناب فیضی صاحب تو حدیث منکر کو موضوع ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگادیا ہے۔

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں۔ کیا اسی کا نام تحقیق ہے کہ دوسروں کو منکر روایات پر مطعون کیا جائے اور ان کو ناصبی کہا جائے؟

دوسری علت:

اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں۔

وكان صالحاً ضعيفاً باتفاق۔

یعنی عادل تو ہیں مگر ضابط نہیں۔ (العبر فی خبر من غبر 169/1)

امام بیہقی فرماتے ہیں۔

- **ضعيف۔ (السنن الكبرى: 387/2)**
- **لا يحتجّ به۔ (السنن الكبرى: 387/2)**
- **ضعيف۔ (السنن الكبرى: 117/5)**

امام بخاری فرماتے ہیں۔

منكر الحديث قاله أحمد بن حنبل. «التاريخ الكبير» 1242/7).

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

لا يكتب حديث موسى بن عُبيدة ولم أخرج عنه شيئًا، حديثه منكر. (الكامل: 1813)

امام دار قطنی فرماتے ہیں۔

لا يتابع على حديثه. ۔ (الضعفاء والمتروكين: 517)

ضعيف.» («السنن: 3511)

ليس بالقوي. («العلل: 33911)

محدثین کرام کے رائے ملاحظہ کریں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

1. وقال محمد بن إسحاق الصائغ عن أحمد: لا تحل الرواية عنه
2. وقال أحمد بن الحسن الترمذي عن أحمد: لا يكتب حديث أربعة موسى بن عبيدة وإسحاق بن أبي فروة وجويبر وعبد الرحمن بن زياد
3. وقال البخاري قال أحمد: منكر الحديث
4. وقال الأثرم عن أحمد: ليس حديثه عندي بشيء
5. قال أبو داود عن أحمد: ليس بشيء
6. وقال صالح بن أحمد عن أبيه: لا يشتغل به
7. وقال عبد الله بن أحمد عن أبيه: اضرب على حديثه
8. وسمعت أحمد بن حنبل يقول: لا يكتب حديثه وحديثه منكر
9. وقال عباس عن بن معين: لا يحتج بحديثه.
10. وقال علي بن المديني: موسى بن عبيدة ضعيف الحديث حدث بأحاديث مناكير
11. وقال أبو زرعة: ليس بقوي الأحاديث
12. وقال أبو حاتم: منكر الحديث
13. وقال الترمذي: يضعف
14. وقال النسائي: ضعيف وقال مرة ليس بثقة
15. وقال ابن سعد: كان ثقة كثير الحديث وليس بحجة
16. وقال يعقوب بن شيبة: صدوق ضعيف الحديث جدا ومن الناس من لا يكتب حديثه لوهائه وضعفه وكثرة اختلاطه وكان من أهل الصدق
17. وقال ابن عدي: التي ذكرتها لموسى عامتها غير محفوظة والضعف على رواياته بين

18. قال أبو بكر البزار :موسى بن عبيدة رجل مفيد وليس بالحافظ

19. أبو أحمد الحاكم :ليس بالقوي عندهم

20. وقال الساجي منكر الحديث: وكان رجلا صالحا

21. وكان القطان: لا يحدث عنه

22. وذكره البرقي :في باب من كان الضعف غالبا في حديثه وقد تركه بعض أهل العلم

23. وقال ابن قانع :فيه ضعف

24. وقال ابن حبان: ضعيف. (تهذيب التهذيب 10/356)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ راوی موسی بن عبیدۃ ضعیف اور متروک راوی ہے۔اور جناب امام بخاری کا کسی راوی کو منکر الحدیث کہنے پر اس روایت نہ لینے کی حرمت کے قائل بھی ہیں۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں " زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلَامَةَ أَبُو سَلَامَةَ " راوی کی توثیق پیش کریں۔

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں " أَبِي الرَّبَاب " کی توثیق ثابت کریں۔ مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

پانچویں علت:

مذکورہ روایت میں " وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا " کی تصریح کیں کہ اس میں یہ مجہول شخص کون ہے؟

چھٹی علت:

مذکورہ رویات میں " ابی الرباب یا وَصَاحِبٍ لَهُ أَنَّهُمَا " کا سماع حضرت " أَبَا ذَرٍّ رضی اللہ عنہ " سے ثابت کریں۔اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت کی سند منقطع ہونے کے ساتھ متروک بھی ہے اور ایسی روایت کے بل بوتے پر ایک صحابی رسول ﷺ کی ذات پر حرف گیری کرنا علمی بدیانتی ہے۔

الزام نمبر 2:

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن وغیرہ مقامات پر افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنا!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 68 پر لکھتے ہیں۔

کے بغیر ایمان قلب میں داخل ہی نہیں ہوتا اُن سے عداوت رکھتا تھا۔ چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ شِيْعَةِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ ، وَشَهِدَ مَعَ مُعَاوِيَةَ صِفِّيْنَ ، وَكَانَ مُعَاوِيَةُ وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ وَالْحِجَازِ فِيْ أَوَّلِ سَنَةِ أَرْبَعِيْنَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَتَقَرّٰى مَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ عَلِيٍّ فَيُوْقِعُ بِهِمْ ، فَفَعَلَ بِمَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَالْيَمَنِ أَفْعَالًا قَبِيْحَةً.

''یہ معاویہ بن ابی سفیان کے شیعہ (طرفداروں) سے تھا اور جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھا، معاویہ نے اس کو سنہ ۴۰ھ کے آغاز میں یمن اور حجاز کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو لوگ طاعت علی پر قائم ہوں چن چن کر اُن کا کام تمام کردے تو اُس نے خوب اُن سے جنگ کی۔ پس اُس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا''۔

(تاریخ دمشق ج ۱۰ ص ۱۴۵؛ تہذیب الکمال ج ۴ ص ۶۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۳؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۰۹)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

655-قال: أخبرنا محمد بن عمر. قال: حدثني داود بن جبيرة. عن عطاء بن أبي مروان. قال: بعث معاوية بسر بن أرطاة إلى المدينة ومكة واليمن يستعرض الناس. فيقتل من كان في طاعة علي بن أبي طالب. فأقام بالمدينة شهرا ليس يقال له في أحد إن هذا ممن أعلن على عثمان إلا قتله. (الجزء المتمم لطبقات ابن سعد **185/2**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں محمد بن عمر الواقدی پر محدثین کرام کی جرح ضعف اور متروک موجود ہیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں داود بن جبیرۃ مجہول راوی ہے۔ محدثین کرام سے اس کی توثیق پیش کریں۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں داود بن جبیرۃ کا سماع عطاء بن أبی مروان سے ثابت نہیں ہے۔

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں عطاء بن أبی مروان کا اس واقعہ کے وقت ہونا قابل تحقیق ہے۔

کتاب کا محقق اس روایت کے بارے میں لکھتا ہے۔

إسناده: ضعيف ومنقطع. وفي متنه نكارة.

اس کی سند ضعیف اور منقطع اور اس کے متن میں نکارت ہے۔

الجزء المتمم لطبقات ابن سعد **185/2**

موصوف اگر طبقات ابن سعد کے محقق کی بات ہی پڑھ لیتے تو ایسی روایت کو پیش نہ کرتے۔ مگر کیونہ عام قاری کے ذہن کو منتشر کرنے کا پروگرام تھا اس لیے جو روایت ملی اس کو نقل کر کے استدلال کیا۔ دوسروں کو صحیح روایت سے استدلال کا درس اور خود متروک اور مردود قسم کی روایت سے استدلال۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بات کہنے سے ڈرنا!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 108-107 پر لکھتے ہیں۔

حلیم و بردبار کے سامنے تو کوئی عام شخص بھی سچ بولنے سے نہیں گھبراتا، چہ جائیکہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما گھبرا جائیں جو انہیں اپنے والد اور سیدنا ابوبکر ﷺ سے بھی زیادہ حلیم مانتے تھے؟ امیر اہل سنت کی تحقیق سے روگردانی کرنے سے بھی ہم خوف زدہ ہیں لیکن ہمارے سامنے ایسے حقائق بھی ہیں کہ اُن کے ممدوح کے سامنے ایسا سچ بولنا دشوار تھا جو اُن کے مفاد کے خلاف ہوتا تھا۔ چنانچہ متعدد علماء کرام سیدنا امام حسن بصری ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

ذَكَرُوا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ شَيْئًا ، فَتَكَلَّمُوا ، وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : تَكَلَّمْ يَا أَبَا بَحْرٍ ، فَقَالَ : أَخَافُ اللَّهَ إِنْ كَذِبْتُ وَأَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْتُ.

''لوگوں نے معاویہ کی مجلس میں کسی چیز کا ذکر کیا تو اُس میں خوب بحث کی لیکن احنف بن قیس خاموش رہے، اس پر معاویہ نے اُنہیں کہا: اے ابو بحر تم بھی کچھ بولو۔ اُنہوں نے فرمایا: اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کا ڈر ہے اور اگر سچ بولوں تو تمہارا ڈر ہے''۔

(الطبقات الكبرى ج٩ ص٩٤؛ الكامل فى اللغة للمبرد ج١ ص٩٨؛ المنتظم ج٦ ص٩٣،٩٤؛ تاريخ دمشق ج٢٤ ص٣٢٧؛ عيون الأخبار ج٢ ص١٨٠؛ تهذيب الكمال ج١ ص٤٧٩؛ سير أعلام النبلاء ج٤ ص٩٢؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٣٥١؛ تذهيب تهذيب الكمال ج١ ص٢٩١؛ كنز الدرر لابن أيبك ج٤ ص٤٥؛ العقد الفريد ج١ ص٥٦؛ تاريخ اسلام للندوي حصه سوم ص٢٩٤)

اگر احنف بن قیس اُنہیں شیخین کریمین ﷺ سے بھی زیادہ حلیم سمجھتے تو اُن کے سامنے اظہار حق سے کیوں خوف زدہ ہوتے؟ شاید کوئی شخص اس کی یہ تاویل کرے کہ احنف بن قیس سکوت کے عادی تھے، اس لیے اُنہوں نے وہ کہا جو کہا، لیکن یہ تاویل باطل ہے، اس لیے کہ وہ حق گو آدمی تھے اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ حق گوئی آسان نہیں

تبصرہ:

مذکورہ روایت کو جس طرح پیش کیا گیا ہے اس کی تو واقعی داد تحسین دینی چاہیے کہ کیسے ایک واقعہ کو اپنے ذہنی اختراع کے لیے پیش کیا گیا۔

روایت میں واضح ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پر سب لوگ خوب بحث ومباحثہ کر رہے تھے اور اپنی رائے دے رہے تھے۔ اس مجلس میں سب نے رائے دی مگر حضرت الاحنف بن قیس جو کہ حق گوئی میں مشہور تھے وہ اپنے رائے دینے سے اجتناب کرتے رہے۔ جبکہ خود ریسرچ اسکالر صاحب الاحادیث الموضوعہ صفحہ 108 پر حضرت الاحنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حق گوئی کی روایت پیش کر رہے ہیں۔

ہوتی، الا یہ کہ سامنے والا بھی حق پسند ہو۔ چنانچہ یہی احنف بن قیس تھے جو ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جلال بھرے دربار میں بھی حق گوئی سے نہیں رہ سکے تھے۔ چنانچہ امام ابن سعد لکھتے ہیں:

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنو تمیم قبیلے کا ذکر کیا تو اُن کی مذمت فرمائی، اس پر حضرت احنف نے کھڑے ہو کر کہا: امیر المومنین مجھے بولنے کی اجازت دیجئے! فرمایا: بولیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے بنو تمیم کا ذکر کیا تو پورے قبیلے کی مذمت کر دی، حالانکہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح لوگ ہی ہیں، اور لوگوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خوبصورت طریقے سے معذرت کی“۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ج۹ ص۹۳؛ سیر أعلام النبلاء ج٤ ص۹۱؛ تاریخ دمشق ج۲٤ ص۳۱۵؛ مختصر تاریخ دمشق ج۱۱ ص۱٤۰؛ تاریخ الإسلام للذهبي ج۵ ص۳٤۹)

مذکورہ روایت میں "سچ بولنے سے ڈر" کا مطلب یہ کیسے نکالا کہ حضرت الاحنف بن قیس رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ جیسے جلیل القدر کے سامنے حق بات کرتے تھے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حق بات کرنے سے کیسے سکوت کریں گے؟

پیش کردہ روایت میں " کسی چیز کا ذکر کیا" کی تفصیل موجود نہیں تاکہ اس واقعہ نوعیت اور حقیقت واضح ہو۔ جبکہ اس کا ذکر تفصیل سے حافظ ابن کثیر نے کیا ہے جس سے حقیقت آشکار ہوتی ہے۔

اصل حقیقت!

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفَدَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ، وَمَعَهُ أَشْرَافُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَالْعِرَاقِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُمْ عُبَيْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ مِنْهُ، فَكَانَ آخِرَ مَنْ أَدْخَلَهُ عَلَى مُعَاوِيَةَ الْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ، وَلَمْ يَكُنْ عُبَيْدُ اللَّهِ يُجِلُّهُ، فَلَمَّا رَأَى مُعَاوِيَةُ الْأَحْنَفَ رَحَّبَ بِهِ وَعَظَّمَهُ وَأَجَلَّهُ وَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى السَّرِيرِ، ثُمَّ تَكَلَّمَ الْقَوْمُ فَأَثْنَوْا عَلَى عُبَيْدِ اللَّهِ، وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا لَكَ يَا أَبَا بَحْرٍ لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالَ: إِنْ تَكَلَّمْتُ خَالَفْتُ الْقَوْمَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: انْهَضُوا فَقَدْ عَزَلْتُهُ عَنْكُمْ، فَاطْلُبُوا وَالِيًا تَرْضَوْنَهُ. فَمَكَثُوا أَيَّامًا يَتَرَدَّدُونَ إِلَى أَشْرَافِ بَنِي أُمَيَّةَ، يَسْأَلُونَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَتَوَلَّى عَلَيْهِمْ، فَلَمْ يَقْبَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ جَمَعَهُمْ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنِ اخْتَرْتُمْ؟ فَاخْتَلَفُوا عَلَيْهِ وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ، فَقَالَ

لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا لَكَ لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ غَيْرَ أَهْلِ بَيْتِكَ فَرَاءِ رَأْيَكَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ أَعَدْتُهُ إِلَيْكُمْ.
وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: قَالَ الْأَحْنَفُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنْ وَلَّيْتَ عَلَيْنَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ فَإِنَّا لَا نَعْدِلُ بِعُبَيْدِ اللَّهِ أَحَدًا، وَإِنَّ وَلَّيْتَ عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِهِمْ فَانْظُرْ لَنَا فِي ذَلِكَ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ أَعَدْتُهُ إِلَيْكُمْ. ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْصَى عُبَيْدَ اللَّهِ بِالْأَحْنَفِ خَيْرًا، وَقَبَّحَ رَأْيَهُ فِي مُبَاعَدَتِهِ، فَكَانَ الْأَحْنَفُ بَعْدَ ذَلِكَ أَخَصَّ أَصْحَابِ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ لَمْ يَفِ لِعُبَيْدِ اللَّهِ غَيْرُ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ. (البداية والنهاية 345/11)

عبیداللہ بن زیاد ان کی تعظیم نہ کرتا تھا اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عن نے حضرت احنف بن قیس کو دیکھا تو آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی تعظیم کی۔۔۔۔ پھر لوگوں سے گفتگو کی تو حضرت معاویہ نے عبیداللہ بن زیاد کی تعریف کی اور حضرت احنف خاموش رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ نے آپ سے کہا: اے ابوبحر آپ گفتگو نہیں کرتے؟ آپ نے ان سے کہا اگر میں نے بات کی تو میں لوگوں کے خلاف بات کروں گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اٹھو، میں نے اسے تم سے معزول کیا، اپنے پسند کے والی کو تلاش کرو، پس وہ کئی روز تک قیام کر کے بنو امیہ کے اشراف کے پاس آتے رہے اور ہر ایک سے کہتے کہ وہ ان پر والی بن جائے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ان کی بات نہ مانی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جمع کر کے فرمایا تم نے سے منتخب کیا ہے؟ تو انہوں نے اس پر اختلاف کیا اور حضرت احنف خاموش رہے، حضرت احنف خاموش رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ کیوں نہیں بولتے؟ آپ نے کہا یا امیر المومنین اگر آپ اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو چاہتے ہیں تو آپ کی اپنی رائے ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں دوبارہ آپ سے یہ بات کہتا ہوں۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ حضرت احنف نے کہا یا امیر المومنین اپنے اہل بیت سے ہم پر امیر مقرر کریں تو ہم کسی کو عبیداللہ بن زیاد کے برابر قرار نہیں دیتے۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت احنف نے عبیداللہ بن زیاد کی امارت کے معاملے پر خاموشی اختیار کی اور پوچھنے پر حق بات کہی۔ حضرت احنف کی طرف سکوت کا قول باطل و مردود ہے۔

گروہِ معاویہ پر ضلالت کا الزام!

جناب ریسرچ اسکالر قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 159 پر محدث الجورقانی کے قول پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نیز اس کی یہ بات اُس اثر کے بھی خلاف ہے جس میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے گروہِ معاویہ کے بارے میں فرمایا تھا: ''أَنَّهُمْ عَلَى الضَّلَالَةِ'' (وہ لوگ ضلالت پر ہیں)۔

(مسند أحمد ج٤ ص٣١٩ وط: ج٦ ص٤٠٥، حديث ١٩٠٩٠ وبتحقيق أحمد شاكر ج١٤ ص ٢٩٣؛ صحيح ابن حبان ج١٥ ص٥٥٥، ٥٥٦، حديث ٧٠٨٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ عَمَّارًا يَوْمَ صِفِّينَ، شَيْخًا كَبِيرًا آدَمَ، طُوَالًا آخِذًا الْحَرْبَةَ بِيَدِهِ، وَيَدُهُ تَرْعَدُ فَقَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ قَاتَلْتُ بِهَذِهِ الرَّايَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَهَذِهِ الرَّابِعَةُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ ضَرَبُونَا حَتَّى يَبْلُغُوا بِنَا سَعَفَاتِ هَجَرَ، لَعَرَفْتُ أَنَّ مُصْلِحِينَا عَلَى الْحَقِّ، وَأَنَّهُمْ عَلَى الضَّلَالَةِ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، 179/31، رقم: 18884)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا أبو داود. قال: أخبرنا شعبة، عن عمرو بن مرة. قال: كان عبد الله بن سلمة قد كبر، فكان يحدثنا فتعرف وتنكر. (العلل: 1824).

نوٹ : فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں۔

- محدث ابن الکیال نے عبداللہ بن سلمہ کے مختلط ہونے کا لکھا ہے۔

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات 479/1)

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن سلمۃ بکسر اللام المرادی الکوفی صدوق تغیر حفظه.

(تقریب التہذیب 306/1، رقم: 3364)

مذکورہ روایت میں عبداللہ بن سلمۃ سے روایت نقل کرنے والا راوی عمرو بن مرۃ ہے، جس کا سماع عبداللہ بن سلمۃ سے اختلاط کے بعد کا ہے۔

دوسری علت:

- امام بخاری لکھتے ہیں۔

لا یُتابَعُ فی حدیثه۔ التاریخ الکبیر **99/5**

اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اور موصوف کے اپنی کتاب کے شروع میں بیان کردہ اصول کے بھی خلاف ہے۔

حصولِ مملکت اور دنیا طلبی کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 160 پر لکھتے ہیں۔

گئی، رضا ورغبت سے کسی کو امیر بنانا اور ہے اور شر سے بچنے کے لیے کسی کو کچھ دینا اور معنیٰ رکھتا ہے۔اس فرق کو سمجھنے کے لیے حسب ذیل واقعہ میں غور فرمایئے! امام ذہبی لکھتے ہیں:

''عمرو بن الحکم عوانہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷛ معاویہ کے پاس گئے تو اُنہیں امیر المومنین کے الفاظ سے سلام نہ کیا۔معاویہ نے اس کی وجہ پوچھی تو اُنہوں نے فرمایا: ہم مومن ہیں اور ہم نے آپ کو اپنا امیر نہیں بنایا، پھر سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷛ نے فرمایا: تم تو اس حال میں بہت خوش ہو، اور اللہ کی قسم! میں اگر اس مقام پر ہوتا جہاں اب تم ہو تو مجھے اس میں خوشی نہ ہوتی کہ میں ذرہ برابر خون بہا کر یہ مقام حاصل کرتا''۔

(سیر أعلام النبلاء ج۱ ص۱۲۲؛ مسالك الأبصار لابن فضل الله العمري ج۲٤ ص۲۷۲؛ الأنساب للبلاذري ج٥ ص۳۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷛ کے نزدیک قصاصِ عثمانِ غنی ﷛ محض بہانہ تھا، اصل مقصود حصولِ مملکت اور دنیا طلبی تھی۔سیدنا عمار بن یاسر ﷛ (جنہیں شیطان کی شر انگیزی سے محفوظ فرمایا گیا ہے) بھی فرماتے تھے کہ قصاص محض بہانہ ہے، اصل جذبہ حصولِ اقتدار ہے۔خود امیرِ شام کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَرَوَى: عُمَرُ بنُ الحَكَمِ، عَنْ عَوَانَةَ، قَالَ: دَخَلَ سَعْدٌ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَلَمْ يُسَلِّمْ عَلَيْهِ بِالإِمْرَةِ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَوْ شِئْتَ أَنْ تَقُوْلَ غَيْرَهَا لَقُلْتَ. قَالَ: فَنَحْنُ المُؤْمِنُوْنَ، وَلَمْ نُؤَمِّرْكَ، فَإِنَّكَ مُعْجَبٌ بِمَا أَنْتَ فِيْهِ، وَاللهِ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي عَلَى الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، وَأَنِّي هَرَقْتُ مِحْجَمَةَ دَمٍ.

قُلْتُ: اعْتَزَلَ سَعْدٌ الفِتْنَةَ، فَلاَ حَضَرَ الجَمَلَ، وَلاَ صِفِّيْنَ، وَلاَ التَّحْكِيْمَ، وَلَقَدْ كَانَ أَهْلاً لِلإِمَامَةِ، كَبِيْرَ الشَّأْنِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔(سیر أعلام النبلاء 3/83)

علامہ ذہبی نے سیر الاعلام النبلاء میں اس روایت کی مکمل سند نہیں نقل کی، اس روایت کی مکمل سند تاریخ دمشق اور الانساب الاشراف میں ہے۔

تاریخ دمشق کی سند:

أخبرنا أبو بكر محمد بن شجاع أنا أبو عمرو بن منده أنا الحسن بن محمد بن يوسف أنا أبو الحسن النسائي نا أبو بكر بن أبي الدنيا نا سليمان بن منصور الخزاعي نا عمر بن الحكم عن عوانة قال دخل سعد بن أبي وقاص على معاوية فسلم عليه ولم يسلم بإمرة المؤمنين فقال له معاوية لو شئت أن تقول غيرها لقلت قال فنحن المؤمنون ولم نؤمرك كأنك معجب بما أنت فيه يا معاوية والله ما يسرني أني على الذي أنت عليه وأني هرقت محجمة من دم قال لكني وابن عمك عليا يا أبا إسحاق قد هرقنا فيه أكثر من محجمة ومحجمتين تعال فاجلس معي على السرير.

(تاریخ دمشق 359/20)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- اس سند کا راوی سلیمان بن منصور الخزاعی کی بھی توثیق مطلوب ہے۔

دوسری علت:

- اس سند میں ایک راوی مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ کی بھی توثیق مطلوب ہے۔

تیسری علت:

- اس سند میں ایک راوی عوانۃ بن الحکم پر نہ کسی نے جرح کی اور نہ ہی تعدیل کی۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

عوانة بن الحكم: قَلَّ أَنْ رَوَى حديثًا مُسْنَدًا، ولهذا لم يُذكر بجرح ولا تعديل، والظاهر أَنَّهُ صدوق أي "فِي نَقْلِهِ. (سير أعلام النبلاء 201/7)

مگر اس قول میں عوانہ کو نقل میں صدوق کہا نہ کہ روایات بیان کرنے میں۔ وہ نقل کرنے کے معاملے میں "صدوق" یعنی سچے آدمی تھے (یعنی جو سچ یا جھوٹ ان کے سامنے بیان ہوتا، اسے ٹھیک ٹھیک نقل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وكان عثمانيا ، فكان يَضَع الأخبار لبني أمية. لسان الميزان (247/6)

یعنی یہ راوی عثمانی تھا اور بنی امیہ کے لیے آثار وضع کرتا تھا۔

ایسا راوی جو کہ خبر س گھڑتا ہو، کی روایت کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

چوتھی علت:

- یہ واقعہ "عوانہ" نے کس راوی سے سنا اس کا ذکر نہیں، اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔

انساب الاشراف کی سند:

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَيُّوبَ عن خالد بْنِ عَجْلانَ قَالَ: دَخَلَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ: يَا مُعَاوِيَةُ أَرَاكَ مُعْجَبًا بِمَا أَنْتَ فِيهِ، وَاللَّهِ مَا أُحِبُّ أَنِّي نِلْتُ مَا أَنْتَ فِيهِ وَأَنِّي هرقت محجمة من دم، قال: لكنّني وَابْنَ عَمِّكَ قَدْ هَرَقْنَا مَحْجَمَةً وَمَحْجَمَةً وَمَحَاجِمَ.

(جمل من أنساب الأشراف 84/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

- مذکورہ سند میں " إِسْحَاقَ بْنِ أَيُّوبَ" کی توثیق کسی محدث سے ثابت ہو تو پیش کریں۔

دوسری علت:

- "خالد بن خداش بن عجلان" کا سماع حضرت سعد بن ابی وقاص سے ثابت نہیں ہے۔ یہ روایت "خالد بن خداش بن عجلان" نے کس سے سنی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔ صحابی رسول کی شان میں حدیثِ صحیح قبول نہیں ہوتی، دوسری طرف موصوف فیضی ضعیف اور متروک روایت پیش کر کے ریسرچ اسکالر بنے بیٹھے ہیں۔

حصول مملکت اور دنیا طلبی کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 160 پر لکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷺ کے نزدیک قصاصِ عثمانِ غنی ﷺ محض بہانہ تھا، اصل مقصود حصولِ مملکت اور دنیا طلبی تھی۔ سیدنا عمار بن یاسر ﷺ (جنہیں شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ فرمایا گیا ہے) بھی فرماتے تھے کہ قصاص محض بہانہ ہے، اصل جذبہ حصولِ اقتدار ہے۔ خود امیرِ شام کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا۔

چنانچہ امام فسوی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''سعید بن سوید نے بیان کیا کہ معاویہ نے ہمیں کوفہ سے باہر نخیلہ کے مقام پر نماز جمعہ پڑھائی تو

خطبہ میں کہا:

مَا قَاتَلْتُكُمْ لِتَصُومُوا وَلَا لِتُصَلُّوا وَلَا لِتَحُجُّوا وَلَا لِتَزَكُّوا، قَدْ عَرَفْتُ أَنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا قَاتَلْتُكُمْ لِأَتَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ، فَقَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ ذٰلِكَ وَأَنْتُمْ كَارِهُونَ.

''میں نے تمہارے ساتھ اس لیے نہیں جنگ کی کہ تم روزے رکھو، نہ اس لیے کہ نماز پڑھو، حج کرو اور نہ ہی اس لیے کہ زکوۃ ادا کرو، میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کرتے ہو، لیکن میں نے تو فقط اس لیے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے کہ تم پر حکومت کروں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دی حالانکہ تم ناپسند کرتے ہو''۔

(المعرفة والتاريخ للفسوي ص٦٦٤؛ تاريخ دمشق ج٥٩ ص١٥٠؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٤٧؛ البداية والنهاية ج٨ ص١٩٠، وط: ج١١ ص٤٢٩، ٤٣٠)

امام حسن مجتبیٰ ﷺ نے دستبرداری کے وقت جو کڑوا گھونٹ پیا تھا اُس پر اُن کے خیر خواہ حضرات کی اکثریت ناراض تھی لیکن اس کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں تھا، خود سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ فرما گئے تھے:

''اگر تم نے معاویہ کی امارت کو ناپسند کیا تو تم دیکھو گے کہ گردنیں کندھوں سے کٹ کٹ کر گریں گی''۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٤٤)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

محدث فسوی لکھتے ہیں۔

وقال يعقوب بن سفيان: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وسعيد بن منصور قالا: ثنا أبو معاوية ثنا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سعيد بن سويد قال: صلى بنا معاوية بالنخيلة-يعني خارج الكوفة-الجمعة في الضحى، ثم خطبنا فقال: ما قاتلتكم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزكوا، قد عرفت أنكم تفعلون ذلك، ولكن انما قاتلتكم لا تأمر عليكم، فقد أعطاني الله ذلك وأنتم كارهون. (المعرفة والتاريخ 318/3)

حافظ ابن عساکر قول کی سند نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو محمد بن حمزة نا أبو بكر الحافظ ح وأخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو بكر بن اللالكائي قال أنا ابن الفضل أنا عبد الله نا يعقوب نا أبو بكر بن أبي شيبة وسعيد بن منصور قالا نا أبو معاوية نا الأعمش عن عمرو بن مرة عن سعيد بن سويد قال صلى بنا معاوية بالنخيلة الجمعة في الضحى ثم خطبنا فقال ما قاتلتكم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزكوا قد عرف أنكم تفعلون ذلك ولكن إنما قاتلتكم لأتأمر عليكم فقد أعطاني الله ذلك وأنتم كارهون۔ (تاريخ دمشق 150/59)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت جس کی سند محدث فسوی اور حافظ ابن عساکر نے نقل کی ہے، قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

روایت مذکورہ میں راوی "سعید بن سوید" کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں۔

دوسری علت:

روایت کے راوی " سعید بن سوید " کی حدیث کے متابعت نہیں ہوتی، اس لیے ضعیف ہے۔
امام بخاری فرماتے ہیں۔

ولا یتابع علیه. التاریخ الکبیر 476/3

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں اعمش مدلس ہے۔
امام اعمش اگر اپنے درج ذیل تین اساتذہ سے روایت کریں تو ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔

- ابو صالح السمان، ابو وائل شقیق، ابراہیم بن یزید النخعی

چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں:

"قلت: وهو يدلس، وربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به، فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال " عن " تطرق إلى احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم: كإبراهيم، [وأبي] وائل، وأبي صالح السمان، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال"
"میں کہتا ہوں کہ اعمش تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ ضعیف راوی سے بھی تدلیس کیا کرتے تھے اور انہیں اس کا علم نہیں ہوتا لہٰذا جب آپ حدثنا کہیں تو اس کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب آپ "عن" کہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال آجاتا ہے سوائے ان شیوخ میں جن سے آپ نے کثرت سے روایات لی ہیں مثلا ابراہیم (النخعی)، ابی وائل (شقیق بن سلمہ)، اور ابو صالح السمان، کیونکہ ان کی روایت اس صنف سے اتصال پر محمول ہوتی ہے۔"

(میزان الاعتدال: 224/2)

پیش کردہ روایت میں اعمش راوی عمرو بن مرۃ سے روایت بیان کر رہے ہیں اس لیے تدلیس ثابت ہوتی ہے۔
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال علمی خیانت ہے۔

دنیوی سلطنت اور فرعون کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 162-161 پر لکھتے ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی امارت کے بارے میں جو [Remarks] دیے تھے اگر اُن میں غور کیا جائے تو اصل حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ اُنہوں نے اُن کی مملکت کو دنیوی سلطنت قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ کیا فرعون کو ملک نہیں ملا تھا؟ اُن کے اصل الفاظ میں غور فرمائیں۔ امام ابن عساکر، امام ذہبی اور ابن کثیر حالاتِ معاویہ میں سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَلَا تَعْجَبِيْنَ لِرَجُلٍ مِّنَ الطُّلَقَاءِ يُنَازِعُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فِي الْخِلَافَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا تَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ؟ هُوَ سُلْطَانُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ الْبَرَّ وَالْفَاجِرَ، وَقَدْ مَلَكَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ أَرْبَعَ مِئَةِ سَنَةٍ.

''حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ خلافت کے معاملہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ایسا شخص تنازع کر رہا ہے جو طلقاء میں سے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: تم اس معاملہ میں حیرت زدہ کیوں ہو؟ یہ خدا کا ملک ہے وہ نیک و فاجر ہر ایک کو دے دیتا ہے، فرعون نے بھی تو مصر پر چار سو سال حکومت کی تھی''۔

(تاريخ دمشق ج٥٩ ص١٤٥؛ مختصر تاريخ دمشق ج٢٥ ص٤٢؛ سير أعلام النبلاء، ج٣ ص١٤٣؛ البداية والنهاية ج١١ ص٤٣٠، وط: ج٨ ص١٩٠؛ الدر المنثور ج١٣ ص٢١٥، ٢١٦، سورة الزخرف، آية: ٥١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا عبد الرحمن بن محمد بن ياسر أنا علي بن يعقوب بن أبي العقب حدثني القاسم بن موسى بن الحسن نا عبدة الصفار نا أبو داود نا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق عن الأسود بن يزيد قال قلت لعائشة ألا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) في الخلافة قالت وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يؤتيه البر والفاجر وقد ملك فرعون أهل مصر أربع مائة سنة.

(تاریخ دمشق 145/59)

حافظ ذہبی نے اس روایت کی مکمل سند نقل نہیں کی مگر موصوف نے حوالہ دیا ہے۔

أَيُّوبُ بنُ جَابِرٍ: عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الأَسْوَدِ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَلاَ تَعْجَبِيْنَ لِرَجُلٍ مِنَ الطُّلَقَاءِ يُنَازِعُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فِي الخِلاَفَةِ؟ قَالَتْ: وَمَا يُعْجَبُ؟ هُوَ سُلْطَانُ اللهِ يُؤْتِيْهِ البَرَّ وَالفَاجِرَ، وَقَدْ مَلَكَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ أَرْبَعَ مائَةِ سَنَةٍ. (سیر أعلام النبلاء 143/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت کا راوی أَيُّوبُ بنُ جَابِرٍ ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

- قال عبد الله بن أحمد عن أبيه حديثه يشبه حديث أهل الصدق
- وقال الدوری قلت لابن معين كيف حديثه قال "ضعيف ليس بشیء". قلت: هو أمثل أو أخوه محمد قال لا ولا واحد منهما
- وقال معاوية بن صالح عنه "ليس بشیء"
- وقال أحمد ابن عصام الأصبهانی كان علی بن المدينی يضع حديث أيوب بن جابر أی يضعفه
- وقال عمرو بن علی "صالح" وقال النسائی: "ضعيف"
- وقال أبو زرعة: "واهی الحديث ضعيف وهو أشبه من أخيه"
- وقال أبو حاتم: "ضعيف الحديث"
- وقال ابن عدی وسائر أحاديث أيوب بن جابر متقاربة يحمل بعضها بعضا وهو ممن يكتب حديثه.
- قلت: وقال البخاری فی التاريخ الأوسط هو أوثق من أخيه محمد
- وقال ابن حبان: "كان يخطیء حتى خرج عن حد الاحتجاج به لكثرة وهمه"

- وذکرہ یعقوب بن سفیان فی باب من یرغب عن الروایۃ عنھم.

(تهذیب التهذیب 399/1)

- امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ من أهل اليمامة، ضعيف، لا يحتج به.(العلل: 1605)

محمد بن جابر، وأيوب بن جابر، أخوان، ضعيفان متقاربان، قيل له يتركان، قال لا يعتبر بهما.

(العلل: 469)

- محدث ابن المدینی لکھتے ہیں۔ یضع الحدیث. الضعفاء والمتروکون 130/1
- حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔

أبو العرب القيرواني، وأبو حفص ابن شاهين في (جلمة الضعفاء). وقال أبو محمد بن الجارود ليس بشيء (.إكمال تهذيب الكمال 328/2)

- محدث یعقوب الفسوی نے کہا: ضعیف۔ (المعرفة والتاريخ 121/2)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ " أيوب بن جابر "ضعیف ومتروک راوی ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں "السبیعی" طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے جس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
امام بیہقی لکھتے ہیں۔

كان يدلس۔ (السنن الكبرى: 137/6).

حافظ ابن حجر عسقلانی "السبیعی" کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھتے ہیں۔

عمرو بن عبد الله السبيعي الكوفي مشهور بالتدليس.(. تعريف اهل التقديس 42/1)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "القاسم بن موسی بن الحسن" مجہول الحال راوی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کے راوی ضعیف ومردود ہیں اور نا قابل استدلال ہے۔

بیعت کے لیے دھمکیاں اور جھوٹ بولنے کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 167-165 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی بیعت اتنا آسان؟

جورقانی نے یزید کی بیعت کو آسان بنا کر پیش کیا ہے کہ بس معاویہ مدینہ منورہ آئے اور کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت کر لی ہے تو تم بھی اس کی بیعت کرو۔ یہ جورقانی کی دھوکہ دہی ہے، کیونکہ یہ معاملہ اتنا آسان نہیں تھا۔ یزید کی بیعت کے لیے رشوتیں دی گئیں، جھوٹ بولا گیا، دھمکیاں دی گئیں، دھوکہ دہی کی گئی حتیٰ کہ قتل کیے گئے۔ ان میں سے ایک ایک جملے پر دلائل کا انبار ہے، لیکن یہاں فقط ایک حوالہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں، اور یہ اقتباس اُس شخصیت کی کتاب سے ہے جن کے نام کے بغیر پاک و ہند کے کسی عالم کی علمی سند کامل نہیں ہو سکتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''۵۱ھ میں امیر معاویہ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لیے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا اور ان سے کہا: اے ابنِ عمر! آپ ہم سے کہا کرتے تھے: ''مجھے اُس شب تار میں بھی سونا پسند نہیں جبکہ ہم پر کوئی امیر نہ ہو''۔ اب مسلمانوں میں فساد انگیزی اور ان کی لاٹھی کے دو ٹکڑے کرنے سے تم کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ کھڑے ہوئے اور حمد و صلاۃ کے بعد کہا: تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے بھی فرزند تھے اور تمہارا بیٹا ان کے فرزندوں سے بہتر نہیں۔ ان خلفاء راشدین نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ امر ناپسند کیا جو تم اپنے بیٹے کے لیے کرنا چاہتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اُنہوں نے خلیفہ کا انتخاب عام لوگوں پر چھوڑا اور ہر دور کے مسلمانوں نے اپنے حق خود اختیاری کے پیش نظر اپنے لیے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اب بحالت موجودہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ میں مسلمانوں کی متحدہ قوت کے دو ٹکڑے نہ کروں۔ بخدا میں مسلمانوں میں انتشار کرنے والا نہیں ہوں، میں اُمت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ جب پوری اُمت کسی پر اجماع کر لے گی تو میں بھی ان کو مان لوں گا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے۔ (یہ کہہ کر) حضرت

عبداللہ ابن عمر ﷺ واپس چلے گئے۔

پھر امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن ابنِ ابوبکر صدیق ﷺ کو بلوا کر پہلے کی طرح اُن سے بھی کہا: دورانِ حکم میں حضرت عبدالرحمن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: آپ کو گمان ہو گیا ہے کہ آپ کے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے متعلق ہم لوگوں نے آپ کو اپنا وکیل ومختار عام بنالیا ہے۔ بخدا آپ کا یہ گمان بالکل باطل ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان مجلسِ شوریٰ میں کسی بات پر متفق ہو جائیں۔ ورنہ میں بتائے دیتا ہوں کہ تفرقہ اندازی کا بار آپ کے کندھوں پر رہے گا۔ اتنا کہہ کر حضرت عبدالرحمن جانے کے لیے بیٹھ گئے تو امیر معاویہ نے کہا: اے اللہ میری مدد کر اور یزید کی ولی عہدی وخلافت کے نتائج سے میری ذات کو محفوظ رکھ۔ پھر عبدالرحمٰن سے کہا: اے جانے والے! یہاں سے شامیوں کے پاس اپنا تخیل نہ جانے دیجئے۔ مجھے خوف ہے کہ میرے اس معاملہ میں آپ سبقت کر بیٹھیں گے۔ مجھے صرف اتنی مہلت دیجئے کہ میں سب کو مطلع کر دوں کہ آپ نے بیعت کر لی ہے۔ پھر حسبِ دلخواہ جو چاہے کر لیجئے گا۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر ﷺ کو بلوا کر کہا: اے ابنِ زبیر! تم اس تیز لومڑی کی مانند ہو جو ایک بل سے نکل کر دوسری میں گھس جاتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ ابوبکر وعمر کے فرزندوں سے تم مل چکے ہو اور ان کے کان میں تم نے کچھ پھونک دیا ہے اور ان دونوں کو ان کی ذاتی رائے کے خلاف کسی اور کے حق میں رائے دہی پر آمادہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ ابنِ زبیر ﷺ نے کہا: اگر آپ تختِ شاہی سے بیزار ہو گئے ہیں تو بصد شوق استعفاء دیجئے اور اس کے بعد اپنے صاحبزادہ کو کھڑا کیجئے تاکہ ہم اس کی بیعت کر سکیں تو فرمائیے کہ ہم کس کی سنیں اور کس کا کہا مانیں؟ کیونکہ دو خلیفہ موجود رہیں گے اور واضح رہے کہ وقت واحد میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہہ کر عبداللہ ابنِ زبیر چلے گئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے منبر پر چڑھ کر حمد وثناء کے بعد کہا: میں نے کج رو اشخاص کی یہ باتیں سنی ہیں کہ ابنِ ابوبکر، ابنِ عمر اور ابنِ زبیر کسی قیمت پر یزید کی خلافت کی بیعت نہیں کریں گے حالانکہ ان حضرات نے برضا ورغبت یزید کی بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر شامیوں نے کہا: ہم اِس وقت ہرگز ہرگز یہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ اُس وقت مان لیں گے جب وہ ہم سب کی موجودگی میں بیعت یزید کا علی الاعلان اقرار کریں گے، بصورت دیگر ہم

ان کے سر قلم کر دیں گے۔اس پر امیر معاویہ نے کہا: سبحان اللہ، استغفر اللہ، قریش کی شان میں اس قدر جلد بازی اور یہ شرارت۔ یاد رکھو آج کے بعد تم میں سے کسی کی زبان سے آئندہ ایسی گستاخ باتیں نہ سنوں۔اس کے بعد منبر سے اُتر گئے۔

لوگوں نے باہم کہنا شروع کیا کہ ابن ابو بکر، ابن عمر اور ابن زبیر نے بیعت کر لی، حالانکہ یہ ہر سہ حضرات قسمیہ کہتے رہے کہ ہم میں سے کسی نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور کیفیت یہ کہ لوگ ہاں اور نہیں یعنی مثبت و منفی اقوال زبان پر لاتے رہے، اور امیر معاویہ مدینہ سے روانہ ہو کر مملکت شام واپس چلے گئے''۔

(ماثبت بالسنة عن أعمال السنة، مترجم اردو: مومن کے ماہ وسال ص٣٦، ٣٧، ٣٨؛ تاریخ خليفة بن خياط ص٢١٣، ٢١٤؛ الأوائل لأبي هلال العسكري ص٢٣٥، ٢٣٦؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص٣٢٦، ٣٢٧)

اس سے آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ یزید کی بیعت کس طرح لی گئی، اور خود ہی انصاف فرمائیں کہ جورقانی کا بیعتِ یزید کو آسان کہنا اور تحکیم کے بعد بیعتِ معاویہ پر اجماع کا قول کرنا، کس حد تک درست ہے؟

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت کی سند مورخ خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وهب بْن جرير بْن حَازِم قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا النُّعْمَان بْن رَاشد عَن الزُّهْرِيّ عَن ذكْوَان مولى عَائِشَة قَالَ لما أجمع مُعَاوِيَة أَن يُبَايع لِابْنِهِ يزِيد حج فَقدم مَكَّة فِي نَحْو من ألف رجل فَلَمَّا دنا من الْمَدِينَة خرج ابْن عُمَر وَابْن الزبير وَعبد الرَّحْمَن بْن أَبِي بَكْر فَلَمَّا قدم مُعَاوِيَة الْمَدِينَة صعد الْمِنْبَر فَحَمدَ اللَّه وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ ذكر ابْنه يزِيد فَقَالَ من أَحَق بِهَذَا الْأَمر مِنْهُ ثمَّ ارتحل فَقدم مَكَّة فَقضى طَوَافه وَدخل منزله فَبعث إِلَى ابْن عُمَر فَتشهد وَقَالَ أما بعد يَا ابْن عُمَر فَإنَّك قد كنت تُحَدِّثنِي أَنَّك لَا تحب أَن تبيت لَيْلَة سَوْدَاء لَيْسَ عَلَيْك أَمِير وَإِنِّي أحذرك أَن تشق عَصا الْمُسلمين وَأَن تسْعَى فِي فَسَاد ذَات بَينهم فَلَمَّا سكت تكلم بن عُمَر فَحَمدَ اللَّه وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ أما بعد فَإِنَّهُ قد كَانَت قبلك خلفاء لَهُم أَبنَاء لَيْسَ ابْنك بِخَير من أبنائهم فَلم يرَوا فِي أبنائهم مَا رَأَيْت أَنْت فِي ابْنك وَلَكنهُمْ اخْتَارُوا لِلْمُسلمين حَيْثُ علمُوا الْخِيَار وَإنَّك تحذرني أَن أشق

عَصا الْمُسلمین وَأَن أسعی فِی فَسَاد ذَات بَینهم وَلم أکن لأَفْعَل إِنَّمَا أَنا رجل من الْمُسلمین فَإِذا اجْتَمعُوا عَلَی أَمر فَإِنَّمَا أَنا رجل مِنْهُم فَقَالَ یَرْحَمك الله فَخرج ابْن عُمَر وَأرْسل إِلَی عَبْد الرَّحْمَن بْن أَبِی بَکْر فَتشهد وَأخذ فِی الْکَلَام فقطع عَلَیْهِ کَلَامه فَقَالَ إِنَّك وَالله لَوَدِدْت أَنا وکلناك فِی أَمر ابْنك إِلَی الله وَإِنَّا وَالله لانفعل وَالله لتردن هَذَا الْأَمر شُورَی فِی الْمُسلمین أَو لنعیدنها عَلَیْك جَذَعَة ثمَّ وثب فَقَامَ فَقَالَ مُعَاوِیَة اللَّهُمَّ اکفنیه بِمَ شِئْت ثمَّ قَالَ عَلَی رسلك أَیهَا الرجل لَا تشرفن بِأَهْل الشَّام فَإِنِّی أَخَاف أَن یسبقونی بِنَفْسِك حَتَّی أخبر العشیة أَنَّك قد بَایَعت ثمَّ کن بعد ذَلِكَ عَلَی مَا بدا لَك من أَمرك ثمَّ أرسل إِلَی ابْن الزبیر فَقَالَ یَا ابْن الزبیر إِنَّمَا أَنْت ثَعْلَب رواغ کلما خرج من جُحر دخل آخر وَإِنَّك عَمَدت إِلَی هذَیْن الرجلَیْن فنفخت فِی مناخرهما وحملتهما عَلَی غیر رأیهما فَتکلم ابْن الزبیر فَقَالَ إِن کنت قد مللت الْإِمَارَة فَاعْتَزلهَا وهلم ابْنك فلنبایعه أَرَأَیْت إِذا بَایعنَا ابْنك مَعَك لأیکما نَسْمع لأیکما نطیع لَا نجمع الْبیعَة لَکمَا وَالله أبدا ثمَّ قَامَ فراح مُعَاوِیَة فَصَعدَ الْمِنْبَر فَحَمدَ الله وَأثْنی عَلَیْهِ ثمَّ قَالَ إِنَّا وجدنَا أَحَادِیث النَّاس وَذَوَات عوار زَعمُوا أَن ابْن عُمَر وَابْن الزبیر وَابْن أَبِی بَکْر الصّدیق لم یبایعوا یَزِید قد سمعُوا وأطاعوا وَبَایَعُوا لَهُ فَقَالَ أهل الشَّام لَا وَالله لَا نرضی حَتَّی یبایعوا علی رُؤُوس النَّاس وَإِلَّا ضربنا أَعْنَاقهم فَقَالَ مَه سُبْحَانَ الله مَا أسْرع النَّاس إِلَی قُرَیْش بالسوء لَا أسمع هَذِه الْمقَالة من أحد بعد الْیَوْم ثمَّ نزل فَقَالَ النَّاس بَایع ابْن عُمَر وَابْن الزبیر وَابْن أَبِی بَکْر وَیَقُولُونَ لَا وَالله مَا بَایعنَا وَیَقُول النَّاس بلَی لقد بایعتم وارتحل مُعَاوِیَة فلحق بِالشَّام۔

(تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص214-213)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت کی سند میں راوی نعمان بن راشد ضعیف الحفظ راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

سَأَلت أبي عَن النُّعْمَان بن رَاشد فَقَالَ روى أَحَادِيث مَنَاكِير.

(العلل ومعرفة الرجال 420/1)

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال لکھتے ہیں۔

- يحيى القطان فضعفه جدا
- وقال عبد الله بن أحمد سألت أبي عنه فقال مضطرب الحديث روى أحاديث مناكير
- وقال ابن معين ضعيف وقال مرة ليس بشيء
- وقال البخاري وأبو حاتم في حديثه وهم كثير وهو في الأصل صدوق
- وقال ابن أبي حاتم أدخله البخاري في الضعفاء فسمعت أبي يقول يحول منه
- وقال أبو داود ضعيف
- وقال النسائي ضعيف كثير الغلط وقال في موضع آخر أحاديثه مقلوبة
- وقال النسائي صدوق فيه ضعف قال
- وقال ابن معين مرة ضعيف مضطرب الحديث
- وقال العقيلي ليس بالقوي يعرف فيه الضعف

(تهذيب التهذيب 452/10)

حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔

- وقال الساجي: صدوق، فيه ضعف،
- وقال يحيى بن معين: مضطرب الحديث، ليس بشيء، وقال مرة أخرى: ثقة،
- قال أبو يحيى: روى عنه زهير بن جرير عن الزهري مناكير.
- وفي كتاب العقيلي: ليس بقوي يعرف فيه الضعف.
- وفي كتاب الدولابي: كثير الغلط.
- وذكره أبو العرب في جملة الضعفاء،

- وفی کتاب ابن الجارود: لیس بشیء، ضعیف الحدیث.

(إکمال تهذیب الکمال فی أسماء الرجال 59/12)

امام بخاری لکھتے ہیں۔

النُّعْمَان بن رَاشد الْجَزرِي عَن الزُّهْرِيّ وَمَيْمُون بن مهْرَان وَعنهُ وهيب فِي حَدِيثه همم كثير.

(الضعفاء الصغیر 113/1)

دوسری علت:

سند میں "النعمان بن راشد" روایت "زھری" سے بیان کر رہا ہے مگر محدثین کرام "النعمان بن راشد" کی "زھری" سے روایات کو ضعیف ثابت کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

النُّعْمَان بن رَاشد الْجَزرِي عَن الزُّهْرِيّ قَالَ أَحْمد مُضْطَرب الحَدِيث روى مَنَا كِير وَقَالَ ابْن معِين ضَعِيف وَقَالَ النَّسَائِيّ كثير الْغَلَط. (المغنی فی الضعفاء 699/2)

یہ روایت بھی "نعمان بن راشد" نے "الزھری" سے روایت کی ہے اس لیے یہ رویات مضطرب اور منکر ہے۔

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص83 پر حدیث منکر پر موضوع و مردود کا اطلاق کرتے ہیں۔

موصوف فیضی اس حوالہ کو بغور پڑھیں اور اپنی کتاب میں جو "منکر" پر موضوع کا حکم لگایا ہے اس کو مد نظر بھی رکھے۔ جناب کی نام نہاد تحقیق کے مطابق تو یہ روایت موضوع بنتی ہے اور جناب ایسی روایات سے استدلال بھی کرتے ہیں اور اپنے مخالف پر موضوع حدیث سے استدلال کرنے پر فقرے بھی کستے ہیں۔ واہ جناب! کیا اصول ہے آپ کا۔ عام قاری کو دھوکا دے کر حقیقت کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا۔

امام یحیی بن معین لکھتے ہیں۔

النعمان بن راشد ضعیف الحدیث»، قلت لیحیی: ضعیف فیما روی عن الزھری وحده؟ قال: «عن الزھری وغیر الزھری، ھو ضعیف الحدیث.

(سؤالات ابن الجنید لأبی زکریا یحیی بن معین 441/1)

دوسری علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی الزھری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح 624/2)

تیسری علت:

امام ابن شہاب زہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض اوقات روایات کی وضاحت کے لئے از خود تفسیر کر دیتے تھے، پھر اس مفسرانہ کلام کے تفسیری حروف واداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے۔ اس طریقے سے روایت کے اصل الفاظ اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا۔
امام زہری کے اس طریقہ کار کو علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیئتہ الحدیث للعراقی بحث مدرج میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "النکت" میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ

" کذا کان الزھری یفسر الاحادیث کثیرا و ربما اسقط اداۃ التفسیر فکان بغض قرانه دائما یقول له افصل کلامك من کلام النبی ﷺ الیٰ غیر ذالك من الحکایات"۔) النکت علی کتاب ابن صلاح الفیته للعراقی لابن حجر عسقلانی۔ تحت النوع العشرون (المدرج) ۔(فتح المغیث سخاوی صفحہ 103 بحث مدرج مطبوعہ انوار محمدی لکھنو۔ طبع قدیم۔)

نیز امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اپنی مرویات میں اختلاط و تخلیط فرمایا کرتے تھے، اس وجہ انکے ہم عصر حضرات کو انہیں یہ نصیحت کرنا پڑی کہ جب آپ لوگوں کو روایات بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں، تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے۔
علامہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے ادراجات فی روایات بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بہت سے اکابر علماء مثلا

دارقطنیؒ، طحاویؒ، ابن عبد البر، بیہقیؒ، ابو بکر الحازمیؒ، امام نوویؒ، جمال الدین الزیلعیؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاریؒ وغیرہ ہم نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے۔

الاوائل کی سند:

أخبرنا أبو أحمد قال: أخبرنا الجوهري قال: أخبرنا عمر بن شبة عن صلت بن مسعود عن أحمد بن شبوية عن سليمان بن عبد الله بن معمر قال: قدم معاوية مكة أو قال المدينة فأتى المسجد فقعد في حلقة فيها ابن عمر وابن عباس وعبد الرحمن بن أبي بكر، فأقبلوا إليه وأعرض ابن عباس عنه فقال: وأنا أحق بهذا الأمر من هذا المعرض وابن عمه فقال ابن عباس: ولم التقدم في الإسلام أم سابقة مع رسول الله أم قرابة منه؟ قال: لا ولكن ابن عمي المقتول ظلماً. قال: فهذا أحق به يريد ابن أبي بكر. قال: إن أباه مات موتاً. قال: فهذا أحق به يريد ابن عمر. قال: إن أباه قتله كافر قال: فذاك أدحض لحجتك أن المسلمين عتبوا على ابن عمك فقتلوه في كلام هذا معناه. (الأوائل ص10)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں راوی "سلیمان بن عبداللہ بن معمر" کی توثیق نہیں اس لیے یہ مجہول راوی ہے۔

دوسری علت:

یہ روایت "سلیمان بن عبداللہ بن معمر" نے کس راوی سے سنی، اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لیے روایت منقطع ہے۔

الزام نمبر 4:

امام حسن کی شہادت فاجعہ کو مصیبت کیوں نہ سمجھنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 183-182 پر لکھتے ہیں۔

امام ابوداود اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''خالد بیان کرتے ہیں: حضرت مقدام بن معد یکرب ﷺ، عمرو بن اسود اور اہل قنسرین سے بنو اسد کا ایک شخص معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے حضرت مقدام ﷺ سے کہا:

أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي حِجْرِهِ، فَقَالَ: هٰذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ﷻ، قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا، فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتّٰى أُغِيظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ:

قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللّٰهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهَ يَنْهٰى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللّٰهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللّٰهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هٰذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ! فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ، وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِئَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ عَلٰى أَصْحَابِهِ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

''کیا تم جانتے ہو کہ حسن بن علی وفات پا گئے؟ اس پر حضرت مقدام ﷺ نے ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ'' کہا، اس پر کسی شخص نے انہیں کہا: کیا تم اس کو مصیبت سمجھتے ہو؟ انہوں نے اس کو فرمایا: میں اس بات کو کیوں نہ مصیبت سمجھوں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر

فرمایا تھا: ''یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے''۔ اس پر اسدی نے کہا: وہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ ﷻ نے بجھا دیا۔ خالد کہتے ہیں: اس پر مقدام ؓ نے معاویہ کو کہا: آج میں تم کو اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تمہیں غصہ نہ دلاؤں اور وہ کچھ نہ سناؤں جو تمہیں ناگوار ہو۔ پھر فرمایا: اے معاویہ! میں بات شروع کرتا ہوں، اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا۔ معاویہ نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت مقدام ؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سونا پہننے کی ممانعت سنی تھی؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

حضرت مقدام ؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

حضرت مقدام ؓ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی جلد کو پہننے اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا تھا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

اس پر حضرت مقدام ؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! اے معاویہ! میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں۔ اس پر معاویہ نے کہا: اے مقدام! مجھے معلوم ہے، آج میں تم سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ خالد کہتے ہیں: اس کے بعد معاویہ نے حضرت مقدام ؓ کے لیے اتنے مال کا حکم دیا کہ اتنا اُن کے دوسرے ساتھیوں کے لیے نہ دیا اور اُن کے بیٹے کا وظیفہ دو سو دینار والے لوگوں کے برابر کر دیا۔ پس حضرات مقدام ؓ نے وہ سب کچھ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ خالد کہتے ہیں: اسدی کو جو ملا تھا وہ اس نے کسی کو نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اُنہوں نے کہا: مقدام ایک کریم شخص ہیں اُنہوں نے اپنے ہاتھ کھول دیے، رہا اسدی تو وہ اپنی چیز کو اچھے طریقے سے سنبھالنے والا ہے''۔

(سنن أبي داود بتحقيق الألباني ص ٧٣٨ حديث ٤١٣١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ، وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: «هَذَا مِنِّي» وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟، فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى

أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللَّهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ، قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.(سنن ابوداود رقم 4131)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت بقیہ بن الولید کی تدلیس التسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اعتراض:

مسند احمد میں اس سند میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے سند پیش ہے۔

حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟(مسند احمد رقم 17189)

اس میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے اور محدثین کے مطابق جب بقیہ بن الولید سماع کی تصریح کر دے تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے. اور البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے.

(سلسلہ احادیث الصحیحۃ 811)

ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں بقیہ بن الولید نے سماع کی تصریح کی ہے اور اس کی ثقات سے سماع کی تصریح والی روایات عندالمحدثین قبول ہیں اس لئے یہ روایت حسن ہے۔

اعتراض کا تحقیقی جائزہ:

مسند امام احمد کی پیش کردہ روایت بھی ضعیف ہے۔

حدثنا حیوۃ بن شریح حدثنا بقیۃ حدثنا بحیر بن سعد عن خالد بن معدان قال: وفد المقدام بن معدی کرب وعمرو بن الأسود إلی معاویۃ فقال معاویۃ للمقدام: أعلمت أن الحسن بن علی توفی؟ فرجع المقدام فقال له معاویۃ: أتراها مصیبۃ؟ فقال: ولم لا أراها مصیبۃ وقد وضعه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجرہ وقال: ہذا منی وحسین من علی. (مسند احمد: 17189)

یہ روایت بھی ضعیف ہی ہے کیوں کہ بقیہ بن الولید کی تدلیس "تدلیس تسویہ" ہے۔تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کے لیے صرف اپنے استاذ سے ہی نہیں، بلکہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرنا ضروری ہے۔

بقیہ کا تدلیس التسویہ کا ثبوت:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے فرماتے ہیں:

ہذا حدیث منکر وبقیۃ من المدلسین یحدث عن الضعفاء ویحذف ذکرہم فی أوقات

"یہ منکر حدیث ہے، بقیہ مدلسین میں سے ہے، بسا اوقات ضعیف راویوں سے روایت کرکے سند کے مختلف مقامات میں انہیں حذف کردیتے تھے۔"

(الجامع لعلوم الإمام أحمد-علل الحدیث: 227/15)

لہذا اگرچہ مسند احمد: 16817 میں بقیہ کے بعد لفظ "حدثنی" بھی موجود ہے، اس کے باوجود روایت منکر ہے کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔

بقیہ بن الولید سند میں ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو حذف کر دیتے تھے تاکہ سند صحیح معلوم ہو۔

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ بقیہ کی تدلیس تسویہ کی دلیل دینے کے بعد فرماتے ہیں :

وکان بقیة من أفعل الناس لهذا ۔

"بقیہ یہ کام (تدلیس تسویہ) سب سے زیادہ کرنے والے تھے۔

(علل الحدیث لابن أبي حاتم :115/1، الکفایة في علم الروایة للخطیب البغدادي، ص: 364)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بقیہ کے تدلیس تسویہ کی مثال دی ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو گرادیتے تھے۔(المجروحین: 200/1، 201)

ابن القطان فاسی رحمہ اللہ "بقیہ قال نا ابن جریج" سند کے بارے فرماتے ہیں :

فما بقي فیه إلا التسویة ۔

"اس میں صرف تدلیس تسویہ (کی علت) باقی ہے۔(التلخیص الحبیر ط قرطبة :309/3)

حافظ ابن الملقن فرماتے ہیں :

قلت: قد صرح بقیة بالتحدیث فقال: نا شعبة. لکن لا ینفعه ذلك فإنه معروف بتدلیس التسویة ۔

"میں کہتا ہوں کہ بقیہ نے "نا شعبہ" کہہ کر سماع کی صراحت کی ہے لیکن یہ بات ان کو فائدہ نہیں دے گی کیونکہ وہ تدلیس تسویہ کی وجہ سے معروف ہیں۔(البدر المنیر :102/5)

حافظ بوصیری لکھتے ہیں :

وبقیة هو ابن الولید یدلس بتدلیس التسویة ۔

"بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔"

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه :136/1)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "بقیة حدثني یونس بن یزید عن الزهري" سند کے بارے فرماتے ہیں :

ففيه تدليسه التسوية لأنه عنعن لشيخه۔

"اس میں بقیہ کی تدلیس تسویہ ہے کیوں کہ انہوں نے اپنے شیخ سے آگے عن سے روایت بیان کی ہے۔

(التلخیص الحبیر ط العلمیة :2/107)

حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:

وبقية صدوق لكنه يدلس ويسوى وقد عنعنه عن شيخه وعن شيخ شيخه۔

"بقیہ صدوق ہیں، لیکن تدلیس تسویہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے معنعن بیان کی ہے۔(موافقة الخبر الخبر فی تخریج أحادیث المختصر :1/276)

حافظ ابن حجر عسقلانی مزید "بقية بن الوليد ثنا مسلم بن زياد قال: سمعت أنس بن مالك رضى الله عنه" سند کے بارے لکھتے ہیں :

وإنما عابوا عليه التدليس والتسوية وقد صرح بتحديث شيخه له وبسماع شيخه فانتفت الريبة۔ (نتائج الأفكار لابن حجر :2/376)

"محدثین نے بقیہ پر تدلیس تسویہ کا الزام لگایا ہے (لیکن اس سند میں) انہوں نے اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ سے سماع کی صراحت کر رکھی، لھذا تدلیس کا شک رفع ہوا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ کی تدلیس کا شبہ تب ہی رفع ہوگا، جب وہ پوری سند میں سماع کی تصریح کرے، ورنہ نہیں۔

نیز ایک سند "بقية بن الوليد ثنا بحير بن سعد عن خالد بن معدان" کے بارے لکھتے ہیں :

وقد أمن تدليسه لتصريحه فى هذا بالتحديث، لكن ينظر فى حديث بحير عن خالد لأن بقية كان يسوى۔

"بقیہ نے اس سند میں سماع کی صراحت کر کے اپنی تدلیس سے بے خوف کر دیا ہے، لیکن "بحیر عن خالد" میں غور کیا جائے گا، کیوں کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتے تھے۔

(إتحاف المهرة لابن حجر :13/233)

معترض کی ذکر کردہ روایت بھی " بقیہ " کی "بحیر عن خالد" روایت کردہ ہی ہے، لہذا اسے صحیح قرار دینا معترض صاحب کی اپنی کم علمی ہے۔

البانی کے شاگرد کی تصریح:

البانی کے شاگرد شیخ ابو اسحاق حوینی کے نزدیک بھی تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے اور جب تک پوری سند میں سماع کی صراحت نہ کردے اس کی روایت قبول نہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

بقية بن الوليد كان يدلس تدليس التسوية وهو ما يسمى عند القدماء بتدليس التجويد فنحتاج أن يصرح في كل طبقات السند و كنت أعتقد قديمًا أنه يدلسُ تدليس الإسناد كالأعمش و ابن جريج وغيرهما. وقال لي شيخنا أبو عبد الرحمن الألباني رحمه الله: إنه يقع لي أن تدليس بقية هو من التدليس المعتاد. ولكن ثبت أن بقيّة كان يدلس تدليس التسوية .

"بقیہ تدلیس تسویہ کرتا ہے اور قدماء اس کو تدلیس تجوید کہتے ہیں۔ ہم محتاج ہوتے ہیں کہ یہ سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت کرے۔ پہلے میں سمجھتا تھا کہ بقیہ بن ولید اعمش، اور ابن جریج وغیرھما کی طرح تدلیس الاسناد کرتا ہے ہمارے شیخ ابو عبد الرحمن البانی نے فرمایا: کہ میرے مطابق بقیہ عام مدلس ہے (ان کے یہ بات صحیح نہیں) لیکن (بعد میں دلائل سے) ثابت ہوا کہ بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا۔ (نثل النبال بمعجم الرجال: 302/1)

اور شیخ حوینی نے بقیہ کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے کئی روایات کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے رفقاء نے بھی (مسند احمد: 17189) کی تحقیق میں زیر بحث روایت کی سند کو بقیہ بن ولید کی تدلیس تسویہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

یاد رہے کہ اصول حدیث کی کتب میں تدلیس تسویہ کی مثال میں بقیہ بن ولید کو خاص طور پر پیش کیا گیا ہے۔

علت قادعہ:

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ زیر بحث روایت میں بقیہ سے روایت کرنے والے حیوۃ بن شریح حمصی ہیں اور امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ ایک روایت جو "ابو تقی قال حدثنی بقیۃ قال: حدثنی عبد العزیز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر" کی سند سے مروی ہے، اس کے بارے فرماتے ہیں:

لم یسمع بقیۃ هذا الحدیث من عبد العزیز إنما هو عن أهل حمص وأهل حمص لا یمیزون هذا۔

"بقیہ نے یہ حدیث عبدالعزیز سے نہیں سنی یہ روایت اہل حمص سے ہے اور وہ اس میں تمیز نہیں کرتے تھے (عدم سماع کو صیغہ سماع سے ذکر کر دیتے تھے)۔

(علل الحدیث لابن أبي حاتم :6/271)

لہذا حیوہ بن شریح نے اگرچہ بقیہ کی تحدیث ذکر کی ہے، لیکن محدثین محققین کے نزدیک یہ حمص والوں سے قابل قبول نہیں۔

اہم نکتہ: الزامی جواب!

اس روایت کی سند میں ایک راوی "حیوۃ بن شریح حمصی" بھی ہے۔ اور حمصی راویوں کے بارے میں جناب فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص132 پر جو لکھتے ہیں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

میں (فیضی) کہتا ہوں: اس معاملہ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ وزنی ہے، کیونکہ یہ محمد بن زیاد حمص کا باشندہ تھا اور اہل حمص سیدنا علی ؓ کے بغض میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت

جناب فیضی صاحب کی اس تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ حمصی راوی تنقیصِ اہل بیت میں میں ملوث تھے۔ اس روایت میں بھی بالفرض بظاہراً تنقیصِ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ثابت ہو رہی ہے تو اس روایت میں تنقیص والے الفاظ بھی اسی حمصی راوی حیوۃ بن شریح حمصی کے کیوں نہیں ہو سکتے؟ ان بظاہراً تنقیص والے الفاظ کا الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیوں؟ کیا فیضی صاحب اس نکتہ پر بھی روشنی ڈالنا پسند کریں گے؟

الزام نمبر 6:

امام حسن کو انگارہ کہنے والے کو ڈانٹنے کی بجائے پیسہ دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 188 پر لکھتے ہیں۔

امیر شام نے اہل بیت کی قدر نہ کی

اہل حدیث عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ مِنْ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا عَرَفَ قَدْرَ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى قَالَ مَا قَالَ، فَإِنَّ مَوْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ، وَجَزَى اللّٰهُ الْمِقْدَامَ وَرَضِيَ عَنْهُ فَإِنَّهُ مَا سَكَتَ عَنْ تَكَلُّمِ الْحَقِّ حَتَّى أَظْهَرَهُ، وَهٰكَذَا شَأْنُ الْمُؤْمِنِ الْكَامِلِ الْمُخْلِصِ.

"معاویہ پر تعجب اور حیرت ہے، انہوں نے اہل بیت کی قدر نہیں جانی حتیٰ کہ انہوں نے وہ کہا جو کہا۔ بیشک سیدنا حسن بن علی ﷺ کی وفات بڑی مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مقدام ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے، بلاشبہ وہ حق کے اظہار سے خاموش نہ رہ سکے حتیٰ کہ اُسے ظاہر کر دیا اور یہی کامل مخلص مومن کی شان ہوتی ہے"۔

(عون المعبود في مجلد واحد ص١٨٨٤وط: ج ١١ ص ١٩١)

الزامی تبصرہ:۔

جناب قاری صاحب نے غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی کے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ اہل سنت پر کیسے حجت بن سکتا ہے؟ اس عبارت کا جواب تو غیر مقلدین خود دینگے۔ مگر کیونکہ قاری صاحب نے متعدد مقامات پر غیر دیوبندی علماء کے حوالہ جات دیے ہیں، اس لیے شمس الحق عظیم آبادی کے بارے میں ایک دیوبندی عالم کا جواب ملاحظہ کر لیں۔

غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی کا جواب قاضی مظہر حسین دیوبندی کی تحریر سے!

قاضی مظہر حسین چکوالی دیوبندی اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ ص 102-100 پر جو لکھتے ہیں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

مسلک اہلحدیث کے ایک عالم مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والمراد بفلان هو معاويه بن سفيانؓ الخ .

(عون المعبود حاشیہ سنن ابی داؤد جلد ۴ ص ۱۱۴)

فلاں سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔

لیکن ان کی یہ بات مرجوح ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اور اگر مسند امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں ایسا مذکور ہے تو یہ راوی کی غلط فہمی ہے۔

② اسی سلسلے میں مولانا عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والعجب كل العجب من معاوية فانه ماعرف قدر اهل البيت حتى قال ماقال الخ . (ايضا ص ۱۱۵)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تعجب آتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کی قدر نہ پہچانی حتیٰ کہ کہا جو کچھ کہا۔

ہم کہتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ تو دس سال کی مدت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ کو عطا کر دیا، کیا یہ ان کی قدر و منزلت نہیں ہے اور کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر انا لله وانا اليه راجعون پڑھنے پر برملا اعتراض کر سکتے تھے اور اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام سے یہ فرمایا ہے کہ أتعدها مصيبة۔ (کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے) تو اس کا منشاء کچھ اور ہوگا۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف لکھتے ہیں:

انما قال الاسدى ذلك القول الشديد السخيف لان معاوية رضي الله عنه كان يخلف على نفسه من زوال الخلافة عنه و خروج الحسن رضي الله عنه كذا خروج الحسين رضي الله عنه (ایضا ص ۱۱۶)

اسدی نے یہ سخت اور بیہودہ بات اس لیے کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں آپ کی خلافت کا تختہ نہ الٹ دیا جائے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے خلاف خروج کر دیں۔

الجواب: مولانا عظیم آبادی نے تو یہ عجیب وغریب نکتہ نکالا ہے۔ وہ شارح ابی داؤد ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے جو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کے متعلق تھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابنی هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فيئتين من المسلمين.

(فتح الباری شرح البخاری جلد ہفتم، ص ۴۷)

اور عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۳ میں "فئیتین عظیمتین" کے الفاظ ہیں یعنی میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

اس صلح کی صورت منجانب اللہ یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال تمام امت مسلمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئی تھی۔ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد آپ پر حرف گیری کرنا اور آپ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا شیعیت کا راستہ ہے نہ کہ سنیت کا۔

② آنحضرت کی یہ پیشگوئی وحی خداوندی پر مبنی ہے۔ اس کے بعد یہ احتمال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر کوئی خروج کر سکتے تھے۔ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی حکومت کا تختہ نہ اُلٹ دیں اور گو ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس صلح سے اختلاف تھا لیکن آخر وہ بھی راضی ہو گئے۔ اور سب اہل بیت نبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے عطیات لیتے رہے۔ کیا مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی مرحوم کے نزدیک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اندر اندر سے اب بھی انقلاب لانا چاہتے تھے؟ یہ تو محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی کا نظریہ ہے جن کے دلوں میں زیغ اور ان حضرات اہل بیت کے بارے میں بغض و بیر ہے۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف کی اس نکتہ آفرینی سے تو یہ افسوس ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے اندر بھی کوئی بیماری تھی۔ واللہ اعلم.

الزام نمبر 5:

امام حسن کی شہادت کی خبر پر خوش ہونا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 185 پر لکھتے ہیں۔

شہادتِ امام حسن علیہ السلام پر خوشی؟

یہ واقعہ دوسرے الفاظ میں علامہ ابن خلکان اور علامہ دمیری نے بھی نقل کیا ہے، اُس میں ہے کہ معاویہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر کہا:

اِسْتَرَاحَ قَلْبِيْ.

''میرے دل نے راحت حاصل کی ہے''۔

ان دونوں کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اُس وقت شام میں تھے، اُنہوں نے معاویہ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے تو وجہ پوچھی، معاویہ نے کہا:

مَاتَ الْحَسَنُ.

''حسن مر گیا''۔

(ملخصاً: وفيات الأعيان ج٢ ص٦٦، ٦٧؛ حياة الحيوان ج١ ص٢١٢)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

واللہ ما کبرت شماتة بموته، ولكن استراح قلبي ودخل عليه ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فقال له: يا ابن عباس هل تدري ما حدث في أهل بيتك؟ فقال: لا أدري ما حدث. إلا أني أراك مستبشرا وقد بلغني تكبيرك. فقال: مات الحسن فقال ابن عباس يرحم الله أبا محمد ثلاثا. (حياة الحيوان الكبرى 89/1)

علامہ دمیری اور ابن خلکان نے اس روایت کو لکھا مگر سند نہیں لکھی۔

مگر اس روایت کی سند مورخ مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کی ہے۔

حدثنا محمد بن جریر الطبری، عن محمد بن حُمَید الرّازی، عن علی بن مجاهد، عن محمد بن إسحاق، عن الفضل بن عباس بن ربیعة، قال: وفد عبد الله بن العباس علی معاویة، قال: فوالله إنی لفی المسجد إذ كبرّ معاویة فی الخضراء فكبر أهل الخضراء، ثم كبر أهل المسجد بتكبیر أهل الخضراء، فخرجَتْ فاختة بنت قرظ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف من خوخةٍ لها، فقالت: سَرَّكَ الله یا أمیر المؤمنین! ما هذا الذی بلغك فسررت به؟ قال: موت الحسن بن علی، فقالت: إنا لله وإنا إلیه راجعون، ثم بكَتْ وقالت: مات سیّد المسلمین، وابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال معاویة: نعما والله ما فعلت، إنه كان كذلك أهلاً أن تبكی علیه۔ (مروج الذهب 347/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت کی سند میں محمد بن حمید الرازی ضعیف راوی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں " عَلِیّ بن مُجَاهِد " کذاب ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

عَلِیّ بن مُجَاهِد كَذَّاب تَرَاهُ۔ (المغنی فی الضعفاء، رقم: 4323)

یہ بات تو عام قاری کو معلوم ہے کہ کذاب راوی کی روایت مردود اور باطل ہوتی ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں " عَلِیّ بن مُجَاهِد" کا سماع "ابْن إسحاق" سے نہیں ہے۔

امام ابو حاتم لکھتے ہیں۔

وَقَال يحيى بْن المغيرة الرازی: سمعت يحيى بْن الضريس يقول: علی بْن مجاهد لم يسمع من ابْن إسحاق. (الجرح والتعديل: 1123)

چوتھی علت:

مذکورہ سند میں ''محمد بن إسحاق'' مدلس راوی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"ابن اسحاق يدلس"

محمد بن اسحاق تدلیس کرتا ہے۔(تہذیب التہذیب ج۹ ص۴۳)

اثرم کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا:

ما تقول فی محمد بن إسحاق؟ قالهو كثير التدليس جدا

آپ محمد بن اسحاق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے۔

(الجرح والتعدیل ج۷ ص۱۹۳)

قيل له: فإذا قال أخبرنی وحدثنی فهو ثقة؟ قال: هو يقول أخبرنی ويخالف.

نیز امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ جب وہ اخبرنی اور حدثنی کے ساتھ روای کرے اس کی روایت معتبر ہے؟ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ وہ اخبرنی کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی کہہ دیتا ہے۔

(میزان الاعتدال ج۳ ص۴۷۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "محمد بن إسحاق" کو چوتھے طبقہ کا مدلس لکھا ہے، جس کی عن والی راویت ضعیف ہوتی ہے۔(تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس ص51)

پانچویں علت:

مذکورہ روایت میں "محمد بن إسحاق" شیعہ راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ

محمد ابن إسحاق ابن یسار ۔۔۔ ورمی بالتشیع والقدر

محمد بن اسحاق شیعہ مذہب کے ساتھ قدری بھی ہے یعنی تقدیر کا منکر۔

(تقریب التہذیب جلد ۱ ص ۴۶۷)

علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:

وقد أمسك عن الاحتجاج بروایات ابن إسحاق غیر واحد من العلماء لأسباب منها أنه کان یتشیع.

محمد بن اسحاق کی روایت کے ساتھ دلیل پکڑنے سے بہت سے علماء مختلف اسباب کی وجہ سے رک گئے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۴)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت جھوٹی اور متروک ہے اور اس سے استدلال علمی میدان میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کا سب کرنا: ایک منقطع روایت!

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خطبے میں برا بھلا کہنے یہ دلیل پیش کرتے ہیں :

أخبرنا محمد بن المثنى، ومحمد بن بشار قالا: حدثنا ابن أبي عدي، عن شعبة، عن حصين، عن هلال بن يساف، عن عبد الله بن ظالم قال: خطب المغيرة بن شعبة فسب عليا فقال سعيد بن زيد: أشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم لسمعته يقول: «اثبت حراء، فإنه ليس عليك إلا نبي، أو صديق، أو شهيد» وعليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبو بكر، وعمر، وعثمان، وعلي، وطلحة، والزبير وسعد، وعبد الرحمن بن عوف، وسعيد بن زيد هلال بن يساف لم يسمعه من عبد الله بن ظالم.

(السنن الكبرى للنسائي: 8148)

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد خود اس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا ہے کہ ھلال بن یساف نے اس کو عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنا۔

اور یہ صرف امام نسائی رحمہ اللہ کا فیصلہ نہیں، دیگر ائمہ بھی یہی کہتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا فیصلہ آئندہ سطور میں ذکر ہوگا۔

اہل علم و معرفت نے امام بخاری رحمہ اللہ کے صحیح نہ ہونے سے مراد اس حدیث کا صحیح نہ ہونا بتایا ہے، نہ کہ واسطے کا صحیح نہ ہونا۔ جیسا کہ :

حافظ مغلطائی امام عقیلی رحمہ اللہ کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وقال أبو جعفر العقيلي: كوفي لا يصح حديثه قاله البخاري.

"ابو جعفر عقیلی نے کہا: عبداللہ بن ظالم کوفی ہے اس کی حدیث صحیح نہیں اسی بات کے امام بخاری رحمہ اللہ (بھی) قائل ہیں۔" (إکمال تھذیب الکمال: 7/ 416)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وھذا الحدیث ھو الذی أرادہ البُخارِیّ ۔ "یہی وہ حدیث ہے جس (کی عدم صحت کا) امام بخاری رحمہ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔" (الکامل فی ضعفاء الرجال: 5/ 371)

امام دار قطنی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس سند میں ایک رجل (مجہول) کا واسطہ ہونا ہی درست ہے، اور ھلال نے اس حدیث کو ابن ظالم سے نہیں سنا، وہ فرماتے ہیں:

والذی عندنا أن الصواب قول من رواہ، عن الثوری، عن منصور، عن ھلال، عن فلان بن حیان، أو حیان بن فلان، عن عبد اللہ بن ظالم، لأن منصور أحد الإثبات، وقد بین فی روایتہ عن ھلال أنہ لم یسمعہ من ابن ظالم، وأن بینھما رجلا

(علل الدارقطنی = العلل الواردۃ فی الأحادیث النبویۃ: 4/ 412)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن ظالم: عن سعید بن زید، قال البخاری: لا یصح حدیثہ۔

"عبد اللہ بن ظالم عن سعید والی حدیث صحیح نہیں۔" (دیوان الضعفاء، ص: 219)

مزید امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن ظالم [عو]. عن سعید بن زید بحدیث العشرۃ فی الجنۃ، قال البخاری: لم یصح. رواہ عنہ ھلال بن یساف۔ (میزان الاعتدال: 2/ 448)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: بل قال البخاری: لم یصح حدیثہ۔

"میں (ذھبی) کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ کہتے ہیں اس کی حدیث صحیح نہیں۔"

(مختصر تلخیص الذھبی: 4/ 1979)

یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تمام محدثین کی تضعیف کے مقابلے میں البانی اور شیخ احمد شاکر کا اس حدیث کو صحیح کہہ دینا ان کی علمی خطا اور مرجوح قول ہے۔

ایسی نا قابل قبول روایات سے کچھ ثابت کرنے کی کوشش سے دلائل کی دنیا میں ان لوگوں کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے۔

لفظِ "سب" کے مختلف معانی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح مسلم کی روایت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے کیے تھے، نہ کہ کسی اور کے بارے میں۔ جب کہ مذکورہ روایت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر "سب" کرانے کا جھوٹ بولا اس روایت میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے، اللہ کی ہمیشہ کی رضامندی کے مستحق ہیں۔

الزام نمبر 7:

ممانعت نبوی ﷺ کے باوجود سونا، ریشم، اور درندوں کی کھالوں کا استعمال

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 187 پر لکھتے ہیں۔

۹۔ اس حدیث میں ہے کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ﷺ نے سونے، ریشم اور درندوں کی کھال کے استعمال کے متعلق ممانعتِ نبوی بیان کی تو معاویہ نے اُن کی تردید نہ کر سکے، جس پر اُنہوں نے فرمایا: اے معاویہ! میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں تو معاویہ اس کی بھی کوئی تردید کر سکے اور نہ ہی تاویل، یعنی وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی خواتین استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ حضرت مقدام ایک شامی شخص تھے اور وہاں کے حقائق وحالات سے باخبر تھے اس لیے اُن کے سامنے خود صاحب معاملہ کی بھی تردید اور تاویل نہ چل سکی تو کسی دوسرے کی تاویل کیا چلے گی؟ لہٰذا سوال قائم ہوتا ہے کہ جب یہ چیزیں ممنوع ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان کا استعمال ہدایت ہے یا ضلالت؟ اگر ہدایت ہے تو ثابت کیجئے اور اگر ہدایت نہیں تو پھر بتلایئے کہ "اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا" کی صحت اور مقبولیت کہاں گئی؟

تبصرہ:

قاری صاحب جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اس لیے مزید تفصیل کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔

الزامی جواب:

جناب قاری جس متن سے ممنوع اشیاء کے استعمال کو ہدایات یا ضلالت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ تو مناسب ہے کہ ان کے ممدوح دیوبندی حضرات سے ہی ان کو الزامی جواب دیا جائے۔

دیوبندی عالم قاضی مظہر حسین چکوالی صاحب اپنی کتاب "دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ص 99-98" پر جو لکھتے ہیں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

(ب) روایت کے ان الفاظ کے تحت کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔'' حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ لاباس بافتراش الحریر والنوم علیھا وکذا الوسادۃ والمرافق والبسط والستور اذا لم یکن فیھا تماثیل۔ وقالا یکرہ جمیع ذلک وحاصلہ ان النھی محمول علی التحریم عندھما وعندہ علی التنزیہ۔ کان الامام ماحصل لہ دلیل قطعی علی کون النھی للتحریم والنصوص علی تحریم لبس الحریر لایشملہ لان القعود لایطلق علیہ لبسہ فلھذا حکم بالتنزیہ وھذا من ورعہ فی الفتوی واما عملہ بالتقوی فمشھور لایخفی الخ۔

(التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ریشم کے بچھونے اور اس پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح ریشم کے تکیے اور بچھونے اور پردے ان میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان پر تصویریں نہ ہوں اور صاحبین (یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب کام مکروہ ہیں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور امام اعظم صاحب کو نہی تحریمی ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی اور جن نصوص (احادیث) میں ریشم کے لباس کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس کو شامل نہیں کیونکہ (ریشمی کپڑے پر) بیٹھنے کو ریشمی کپڑا پہننا نہیں کہتے۔ اسی بنا پر حضرت امام صاحب نے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا اور یہ فتویٰ میں آپ کی احتیاط ہے ورنہ تقویٰ پر آپ کا عمل کرنا مشہور ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں'' بہرحال ریشمی کپڑوں کے اسی طرح کے استعمال میں (مثلاً بچھونے اور تکیے وغیرہ) میں اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود تو ریشم استعمال نہیں کیا اور اگر گھر والوں کو آپ نے منع نہیں فرمایا تو آپ کی اجتہادی رائے پر اس کی گنجائش ہوگی۔ اور اسی اجتہادی اختلاف کے پیش نظر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتراض تو کر دیا۔ لیکن بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات بھی وصول کر لیے۔ یہ ہے اس روایت کی اصل حیثیت مگر مولانا لعل شاہ صاحب نے......

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

الزام نمبر8:

انصار کے بارے میں نصیحت نبوی ﷺ کے باوجود ان پر دوسروں کو ترجیح دینا۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص190-189 پر لکھتے ہیں۔

فرمائیں کہ انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُس ترجیحی سلوک کا مرتکب پہلا شخص کون تھا۔ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

قَالَ الْيَعْمَرِيُّ: كَانَتْ هٰذِهِ الْأَثَرَةُ فِيْ زَمَنِ مُعَاوِيَةَ.

''علامہ یعمری فرماتے ہیں: یہ ترجیحی سلوک معاویہ کے زمانے میں ہوا''۔

(شرح الشفا لعلي القاري ج١ ص٦٩٦؛ مدارج النبوة ص٢٥٣)

ممکن ہے کہ بزعم خویش کسی باادب شخص کو ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ یعمری کے قول سے اتفاق نہ ہو تو ہم ایسے نام نہاد باادب لوگوں کے سامنے کتب حدیث کی تصریح پیش کیے دیتے ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ مِقْسَمٍ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَتٰى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ لَهٗ حَاجَةً ، قَالَ: أَلَسْتَ صَاحِبَ عُثْمَانَ ؟ قَالَ: أَمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَخْبَرَنَا أَنَّهٗ سَيُصِيْبُنَا بَعْدَهٗ أَثَرَةٌ ، قَالَ : وَمَا أَمَرَكُمْ ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتّٰى نَرِدَ عَلَيْهِ الْحَوْضَ، قَالَ : فَاصْبِرُوْا ، قَالَ: فَغَضِبَ أَبُوْ أَيُّوْبَ وَحَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهٗ أَبَدًا.

''مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے پاس آکر اپنی کوئی ضرورت ذکر فرمائی تو معاویہ نے کہا: کیا تم عثمان کے قاتل نہیں ہو؟ (معاویہ سب انصار رضی اللہ عنہم کو ایسا سمجھتے تھے) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آپ کے بعد عنقریب ہمیں ترجیحی سلوک کا سامنا کرنا ہوگا۔ معاویہ نے کہا: اور آپ نے تمہیں کیا

حکم دیا تھا؟ فرمایا: ہمیں آپ نے صبر کا حکم دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: پھر تم صبر کرو۔ مقسم کہتے ہیں: اس پر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے اور قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی معاویہ کے ساتھ کلام نہیں کریں گے"۔

(المستدرك ج٣ص٤٥٩،وط: ج٣ص٥٢٠،حديث ٥٩٣٥؛حياة الصحابة للكاندهلوي ج١ص ٤٨٧؛المعجم الكبير ج٤ص١٢٥،حديث٣٨٧٦؛مجمع الزوائد ج٩ص٣٢٢،وط: ج١٩ص ٢٠٣ حديث ١٥٧٦٤)

امام طبرانی کی بعض روایات میں ہے کہ میزبانِ رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے سامنے اپنے مقروض ہونے کی شکایت کی تھی۔

(المعجم الكبير ج٤ص١١٨،حديث٣٨٥٢؛مجمع الزوائد ج٩ص٣٢٣،وط: ج١٩ص٣٠٤، حديث ١٥٧٦٥)

امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(تلخيص المستدرك على المستدرك للذهبي ج٣ص٤٥٩،٤٦٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ، ثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ، أَتَى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ لَهُ حَاجَةً، قَالَ: أَلَسْتَ صَاحِبَ عُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَا «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ أَثَرَةٌ» قَالَ: وَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: «أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَرِدَ عَلَيْهِ الْحَوْضَ». قَالَ: فَاصْبِرُوا قَالَ: فَغَضِبَ أَبُو أَيُّوبَ، وَحَلَفَ أَنْ لَا يُكَلِّمَهُ أَبَدًا، ثُمَّ إِنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَذَكَرَ لَهُ فَخَرَجَ لَهُ عَنْ بَيْتِهِ كَمَا خَرَجَ أَبُو أَيُّوبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْتِهِ، وَقَالَ: إِيشْ تُرِيدُ؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ غِلْمَةٍ يَكُونُونَ فِي مَحِلِّي، قَالَ: لَكَ عِنْدِي عِشْرُونَ غُلَامًا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» (. المستدرك على الصحيحين 520/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند میں "الاعمش "طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے، جس کی عن والی روایات چند استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہے اور اس روایت میں وہ استثناء جس میں اس کے چند استاد اور شاگرد ہیں وہ نہیں ہیں۔اس لیے یہ روایت الاعمش کی تدلیس یا عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح 640/2)

دوسری علت:

روایت مذکورہ میں راوی الحکم نے مقسم سے محدثین کرام کے نزدیک چند روایات کے علاوہ کچھ نہیں سنا۔ محدثین کرام نے وہ تمام کے تمام روایات نقل کر دیں ہیں جو الحکم نے مقسم سے سماع کیں ہیں۔ مگر مذکورہ روایت ان روایات میں نہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"إلا خمسة أشياء، وعدّها يحيى القطان: حديث الوتر، والقنوت، وعزمة الطلاق، وجزاء الصيد، والرجل يأتي امرأته وهي حائض".(التهذيب 434/2)

- حافظ صلاح الدین العلائی نے جامع تحصیل میں ان ۵ روایات کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ روایت ان روایت میں نہیں جو الحکم نے مقسم سے سنیں۔(جامع التصحیل ص200-204)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔اور جناب اس روایت میں ہمت کر کے کوفی راوی کی فہرست بھی دیکھ لیں کہ کتنے راوی کوفی ہیں؟جب حمصی راوی کی روایت دفاعِ صحابہ میں قابل قبول نہیں ہیں تو پھر کوفی راویوں کی وہ روایات جو طعنِ صحابہ میں مروی ہیں وہ کیسے قبول کی جاسکتی ہیں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار صحابہ سے سلوک!

جناب قاری صاحب نے اپنی کتاب میں چند حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک اور رویہ انصار صحابہ کے ساتھ مناسب نہیں تھا۔

قاری صاحب کے لیے حوالہ جات پیش خدمت ہیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک انصار صحابہ کا مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کے ساتھ محبت کا سلوک رکھا اور ان کو اہم عہدوں پر فائز کیا۔

- حضرت فضالہ بن عبید الانصاری کو دمشق میں فائز کیا۔(الاصابہ 371/5)
- حضرت نعمان بن بشیر الانصاری کو کوفہ پر امیر مقرر کیا۔
- حضرت مسلمہ بن مخلد الانصاری کو مصر اور مغرب کا امیر مقرر کیا۔
- حضرت رویفع بن ثابت الانصاری کو طرابلس کا امیر مقرر کیا۔(الاستیعاب 504/2)

اہم عہدوں پر انصاری صحابہ کو فائز کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان پر اعتماد اور اچھے سلوک کو ثابت کرتا ہے۔

موصوف فیضی کا اپنی پوری کتاب میں یہ طریقہ استدلال رہا ہے کہ ایک رخ کی ضعیف احادیث پیش کی جائیں اور تحقیق کے دوسرے پہلو کی صحیح مروایات کو نظر انداز کیا جائے تاکہ اپنا خاص مدعا ثابت کیا جاسکے۔ مگر ایسی کوشش علمی میدان میں مردود ہوتی ہے۔

الزام نمبر 9:

میزبان مصطفی ﷺ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کر کے ان کی توہین کرنا۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کا سیدنا ابوایوب الانصاریؓ سے سلوک!

آگے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث دوبارہ تفصیلاً آئی ہے، اس میں ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری ﷺ سرزمین روم میں جہاد میں شرکت کے لیے جا رہے تھے:

فَمَرَّ عَلىٰ مَعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا.

''پس اُن کا گذر معاویہ پر ہوا تو معاویہ نے اُن سے زیادتی کی، پھر وہ غزوہ سے لوٹے تو بھی اُنہوں نے اُن سے زیادتی کی اور اُن کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا''۔

(المستدرك ج٣ص ٤٦١ ،وط: ج٣ص ٥٢٢ ،حديث ٥٩٤١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُخَرِّمِيُّ، ثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، ثَنَا فِرْدَوْسٌ الْأَشْعَرِيُّ، ثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ خَالِدَ بْنَ زَيْدٍ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي دَارِهِ غَزَا أَرْضَ الرُّومِ، فَمَرَّ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ رَجَعَ مِنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا، قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْبَأَنَا أَنَّا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً»، قَالَ مُعَاوِيَةُ فَبِمَ أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: «أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ»، قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا، فَأَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِالْبَصْرَةِ، وَقَدْ أَمَّرَهُ عَلِيٌّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ عَلَيْهَا، فَقَالَ: يَا أَبَا أَيُّوبَ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ لَكَ مِنْ

مَسْكَنِي كَمَا خَرَجْتَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ أَهْلَهُ فَخَرَجُوا، وَأَعْطَاهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ فِي الدَّارِ، فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ انْطِلَاقِهِ قَالَ: حَاجَتُكَ؟ قَالَ: حَاجَتِي عَطَائِي وَثَمَانِيَةُ أَعْبُدٍ يَعْمَلُونَ فِي أَرْضِي، وَكَانَ عَطَاؤُهُ أَرْبَعَةَ آلَفٍ فَأَضْعَفَهَا لَهُ خَمْسَ مِرَارًا، وَأَعْطَاهُ عِشْرِينَ أَلْفًا وَأَرْبَعِينَ عَبْدًا «قَدْ تَقَدَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ صَحِيحٍ، وَأَعَدْتُهُ لِلزِّيَادَاتِ فِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ»۔

(المستدرك على الصحيحين 522/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں راوی "فردوس بن الأشعری " کی توثیق پیش کریں۔ متساہل محدث کی توثیق قابل قبول نہیں ہوتی۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "مَسْعُودُ بْنُ سُلَيْمٍ " کی توثیق ثابت کریں، مجہول راوی کی روایت سے استدلال مردود ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ" طبقہ ثالثہ کا مدلس راوی ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ طبقہ ثالثہ کی مدلس راوی کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حبيب بن أبي ثابت الكوفي تابعي مشهور يكثر التدليس۔

(تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس، رقم:69)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت میں مجہول راوی ہیں اور سند مرسل منقطع ہے۔

سیدنا ابو سعید الخدری ؓ سے سلوک کا اعتراض!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں۔

پھر یہ جفا اور ترجیحی سلوک صرف سیدنا ابوایوب انصاری ﷜ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سیدنا ابوسعید خدری انصاری ﷜ نے بھی معاویہ کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو انہیں بھی معاویہ نے صاف کہہ دیا: پھر تم صبر ہی کرو۔

(مسند أحمد [شاکر] ج ١٠ ص ٢٨٠، ٢٨١ حدیث ١١٧٨١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لِأَصْحَابِهِ: أَمَا وَاللهِ لَقَدْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ أَنَّهُ لَوْ قَدِ اسْتَقَامَتِ الْأُمُورُ قَدْ آثَرَ عَلَيْكُمْ. قَالَ: فَرَدُّوا عَلَيْهِ رَدًّا عَنِيفًا، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَجَاءَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ أَشْيَاءَ لَا أَحْفَظُهَا. قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: "فَكُنْتُمْ لَا تَرْكَبُونَ الْخَيْلَ، قَالَ: فَكُلَّمَا (2) قَالَ لَهُمْ شَيْئًا: قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: فَلَمَّا رَآهُمْ لَا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ: "أَفَلَا تَقُولُونَ قَاتَلَكَ قَوْمُكَ فَنَصَرْنَاكَ، وَأَخْرَجَكَ قَوْمُكَ، فَآوَيْنَاكَ؟" قَالُوا: نَحْنُ لَا نَقُولُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْتَ تَقُولُهُ: قَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَذْهَبُونَ أَنْتُمْ بِرَسُولِ اللهِ؟" (1) قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنَّ النَّاسَ لَوْ سَلَكُوا وَادِيًا، وَسَلَكْتُمْ وَادِيًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ؟" قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: "لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ كَرِشِي، وَأَهْلُ بَيْتِي، وَعَيْبَتِي (2) الَّتِي آوِي إِلَيْهَا، فَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ". قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قُلْتُ لِمُعَاوِيَةَ: "أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّنَا سَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً؟ قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قُلْتُ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ، قَالَ: فَاصْبِرُوا إِذًا. (مسند الإمام أحمد بن حنبل 356/18)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس سند میں ایک راوی "الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ" پر محدثین کرام کا کلام موجود ہے۔ جس کی وجہ سے یہ متکلم فیہ راوی ہے۔

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

هو صدوق صالح الحديث يهم كثيرا يكتب حديثه، قلت يحتج به؟ قال لا.

(الجرح والتعديل 75/7)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

لا يكاد يحدث عن غير عطية. (تهذيب التهذيب 298/8)

اور یہ روایت تو عطیہ العوفی سے مروی ہے۔

دوسری علت:

سند مذکورہ کا راوی "الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ" محدثین کرام کے نزدیک شیعہ راوی ہے۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

وقال عبد الخالق بن منصور عن بن معين صالح الحديث إلا أنه شديد التشيع.

(تهذيب التهذيب 298/8)

امام عجلی فرماتے ہیں۔

وقال العجلي جائز الحديث صدوق وكان فيه تشيع. (تهذيب التهذيب 298/8)

تیسری علت:

یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی عطیہ العوفی ہے۔

ائمہ جمہور نے اس کے "ضعف" پر جرح کی ہے جن کے اقوال حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی نے جمع کئے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے :

مجمع علی ضعفه. (المغني في الضعفاء 436/2)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ضعفه الثَّوْرِيّ وهشيم وَيحيى وَأحمد والرازي وَالنَّسَائِيّ. (الضعفاء والمتروكون 230/2)

عطیہ کی "تضعیف" ، امام سفیان ثوری، ہشیم بن بشیر، امام یحیی، امام احمد بن حنبل، رازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی کی ہے۔

اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے :

فلا يحل الاحتجاج به ولا كتابة حديثه إلا على جهة التعجب.

"یعنی اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے مگر صرف تعجب کے لیے۔ (المجروحین 176/2)

چوتھی علت :

مذکورہ روایت میں عطیہ العوفی شیعہ اور مدلس بھی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

صدوق يخطىء كثيرا وكان شيعيا مدلسا.

یعنی وہ صدوق ہے لیکن کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا ہے اور وہ مدلس شیعہ تھا۔ (تقریب التہذیب 393/1)

قارئین کے سامنے راویوں کی علمی حیثیت پیش کی گئی ہے۔ جس سے ایسی روایات کے مردود ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

حضرت معاویہ کا سیدنا عبادہ بن صامتؓ سے سلوک!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 190 پر لکھتے ہیں۔

سیدنا عبادہ بن صامت انصاری ﷺ کو بھی ایک موقع پر یہ حدیث پیش کرنے پر یہی کہا گیا۔

(تاریخ دمشق ج٢٦ ص ٢٠١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم زاهر بن طاهر أنا أبو الحسين أحمد بن عبد الرحمن الكيالى المقرء أنا أبو نصر محمد بن على بن الفضل الخزاعى أنا أبو بكر محمد بن الحسين القطان نا أحمد بن يوسف نا عمر بن عبد الوهاب أنا المعتمر عن أبيه عن عطاء عن ابن عبادة بن الصامت عن أبيه أن معاوية قال لهم يا معشر الأنصار ما لكم لم تلقونى مع إخوانكم من قريش قال عبادة الحاجة قال هلا على النواضح قال أنصبناها مع رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يوم بدر فما أجابه قال وقال لنا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إنها ستكون أثرة بعدى قال معاوية فما أمركم قال أمرنا أن نصبر قال فاصبروا حتى تلقوه. (تاريخ دمشق 201/26)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "سليمان بن طرخان التيمى أبو المعتمر" مدلس راوی ہے اور اس کا سماع عطاء سے نہیں ہے۔

محدث ابو غسان النہدی فرماتے ہیں۔

لم يسمع من نافع ولا من عطاء. (تهذيب التهذيب 201/4)

یعنی سلیمان بن طرخان التیمی أبو المعتمر نے نہ ہی نافع سے سنا اور نہ ہی عطاء سے۔

اس لیے یہ روایت مرسل ثابت ہوئی۔

اور امام یحیی بن سعید روایت کے راوی "سلیمان بن طرخان التیمی أبو المعتمر" کے مرسل روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مرسلاته شبة لا شيء۔ سلیمان بن طرخان کی مرسل کچھی بھی نہیں یعنی ضعیف ہے۔

(تہذیب التہذیب 202/4)

دوسری علت:

اس روایت میں راوی عطاء بن السائب کو اختلاط ہو گیا تھا، اور یہ بات محققین کو معلوم ہے کہ اختلاط سے قبل کی روایات صحیح ہوتی ہیں اور اختلاط کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ روایت میں راوی کا اختلاط سے قبل روایت ثابت کریں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

وقال عبد الله: سألته (يعني أباه) عن عطاء بن السائب. فقال: صالح، من سمع منه. يعني قديماً. وقد تغير، فإنه ليس بذاك، إنه ليرفع إلى ابن عباس. «(العلل:882)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

- **وقال الحاكم: قلتُ للدَّارَقُطْنِيّ عطاء بن السائب؟ قال تركوه.(الحاكم: 448)**
- **تغير حفظه.(العلل: 2083)**
- **اختلط في آخر عمره. (العلل، 1885و2888)**

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

الكوفي صدوق اختلط. (تقريب التهذيب 391/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور مرسل ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فلسطین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قاضی تھے۔(تاریخ الاسلام 118/2)

حضرت معاویہ رضی اللہ کے دور میں حضرت عبادہ بن صامت قاضی تھے جو ان کی منزلت اور شرف کا ثبوت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ سے محبت کی حدیث!

معترض نے یک طرفہ حوالہ جات اور وہ بھی ضعیف پیش کیے ہیں۔ مگر قاری فیضی صاحب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار صحابہ کی فضیلت اور محبت کے بارے میں روایت معلوم نہ ہو سکی۔

- امام طبرانی معجم الکبیر میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ جَعْفَرٍ الْعَطَّارُ، ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَّافُ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا حَوْلَ سَرِيرِ مُعَاوِيَةَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا، فَقَالَ: مَا كُنْتُمْ تَتَحَدَّثُونَ؟، قَالُوا: كُنَّا فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: أَلَا أَزِيدُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالُوا: بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللهُ».

(المعجم الکبیر 317/19)

حضرت معاویہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے انصارؓ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جس نے انصارؓ سے بغض کیا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض کرتا ہے۔“

علامہ ہیثمی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو يَعْلَى قَالَ مِثْلَهُ، وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ، وَرِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 39/10)

- امام طبرانی دوسری سند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْحَاقَ التُّسْتَرِيُّ، ثنا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مَرَّةَ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ»۔ **(المعجم الکبیر 341/19)**

حضرت معاویہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے انصارؓ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جس نے انصارؓ سے بغض کیا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض کرتا ہے۔“
علامہ ہیثمی حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 39/10)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انصار صحابہ کی قدر اور محبت کرتے بلکہ ان کے فضائل کی روایات خود بیان کرتے تھے۔ اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابہ کرام کی قدر اور محبت نہ کرنے کا الزام لغو اور باطل ہے۔ اور چند ضعیف روایات کو بنیاد بنا کر خاص رنگ دینا علمی خیانت بھی ہے۔

سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ کے ساتھ رویہ کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 191 پر لکھتے ہیں۔

سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ کو بھی ایسا ہی کہا گیا۔ چنانچہ امام عبدالرزاق صنعانیؒ لکھتے ہیں:

''امام معمر سیدنا عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابو طالبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ جب مدینہ منورہ آئے تو اُن کی ملاقات سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ سے ہوئی، اُنہوں نے اُن سے پوچھا: اے انصار کی جماعت! سب لوگ مجھے ملنے آئے لیکن تم نہیں آئے، تمہیں مجھ سے ملاقات سے کس چیز نے روکا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا: اونٹنیاں کہاں گئیں؟ اُنہوں نے فرمایا:

عَقَرْنَاهَا فِيْ طَلَبِكَ وَطَلَبِ أَبِيْكَ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُوْقَتَادَةَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا: إِنَّا لَنَرٰى بَعْدَهُ أَثَرَةً، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَّصْبِرَ حَتّٰى نَلْقَاهُ، قَالَ: فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْهُ.

اُنہیں ہم بدر کی جنگ میں تمہاری اور تمہارے باپ کی تلاش میں کھپا چکے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: پھر سیدنا ابو قتادہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا: ہم آپ کے بعد ترجیحی سلوک دیکھیں گے۔ معاویہ نے پوچھا: پھر آپ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہمیں آپ ﷺ نے اپنے ساتھ ملاقات تک صبر کرنے کا حکم دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: پھر تم آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنے تک صبر کرو۔ یہ بات حضرت عبدالرحمان بن حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما کے فرزند کو پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا:

أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ ۔۔۔ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَنَا كَلَامٌ
فَإِنَّا صَابِرُوْنَ وَمُنْظِرُوْكُمْ ۔۔۔ إِلٰى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامِ

''خبردار! معاویہ بن حرب امیر المومنین کو میرا کلام پہنچا دو، بیشک ہم حساب اور احتجاج کے دن تک صبر کرنے والے ہیں اور تمہارا انتظار کرنے والے ہیں''۔

(المصنّف للإمام عبدالرزاق ج ١١ ص ٦٠ حديث ١٩٩٠٩؛ الاستيعاب ج ٢ ص ٢٤٧؛ تاريخ دمشق ج ٣٤ ص ٢٩٦؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص ٣٣٣؛ عون القدير من فتاوى ورسائل ابن الأمير ج ٥ ص ٣٣٩، ٣٤٠)

مذہبی تعصب سے بالا ہو کر بتلائیں کہ انصارؓ کے ساتھ ایسے جفا، ناروا سلوک اور اُن کی تذلیل کو کیا کہا

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

19909 - أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ لَقِيَهُ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: تَلَقَّانِي النَّاسُ كُلُّهُمْ غَيْرَكُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، فَمَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَلْقَوْنِي؟ قَالَ: لَمْ تَكُنْ لَنَا دَوَابُّ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَأَيْنَ النَّوَاضِحُ؟ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَقَرْنَاهَا فِي طَلَبِكَ، وَطَلَبِ أَبِيكَ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: «إِنَّا لَنَرَى بَعْدَهُ أَثَرَةً»، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: «أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتَّى نَلْقَاهُ»، قَالَ: فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْهُ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ حِينَ بَلَغَهُ ذَلِكَ:

ال: فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ حِينَ بَلَغَهُ ذَلِكَ:

[البحر الوافر]

أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ... أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَنَا كَلَامُ

فَإِنَّا صَابِرُونَ وَمُنْظِرُوكُمْ... إِلَى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامِ.

[مصنف عبد الرزاق **60/11**]

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

روایت میں "عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ" پر محدثین کرام کی جرح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی محدثین کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

- وذكره ابن سعد وقال كان منكر الحديث لا يحتجون بحديثه وكان كثير العلم
- وقال بشر بن عمر كان مالك لا يروى عنه
- وقال على بن المدينى وكان يحيى بن سعيد لا يروى عنه

- وقال یعقوب بن شیبۃ عن ابن المدینی لم یدخلہ مالک فی کتبہ
- قال یعقوب وابن عقیل صدوق وفی حدیثہ ضعف شدید جدا
- وکان ابن عیینۃ یقول أربعۃ من قریش یترک حدیثہم فذکرہ فیہم
- وقال ابن المدینی عن ابن عیینۃ رأیتہ یحدث نفسہ فحملتہ علی أنہ قد تغیر
- وقال عمرو بن علی سمعت یحیی وعبد الرحمن یحدثان عنہ والناس یختلفون علیہ
- وقال أبو معمر القطیعی کان ابن عیینۃ لا یحمد حفظہ
- وقال الحمیدی عن ابن عیینۃ کان فی حفظہ شیء فکرہت أن ألقیہ
- قال حنبل عن أحمد منکر الحدیث
- وقال الدوری عن ابن معین بن عقیل لا یحتج بحدیثہ
- وقال معاویۃ بن صالح عن ابن معین ضعیف الحدیث
- وقال ابن أبی خیثمۃ عن ابن معین لیس بذاک
- وقال محمد ابن عثمان بن أبی شیبۃ عن ابن المدینی کان ضعیفا
- وقال العجلی مدنی تابعی جائز الحدیث.
- قال الجوزجانی أتوقف عنہ عامۃ ما یرویہ غریب
- وقال أبو زرعۃ مختلف عنہ فی الأسانید
- وقال أبو حاتم لین الحدیث لیس بالقوی ولا ممن یحتج بحدیثہ وهو أحب إلی من تمام بن نجیح یکتب حدیثہ
- وقال النسائی ضعیف
- وقال ابن خزیمۃ لا أحتج بہ لسوء حفظہ
- وقال أبو أحمد الحاکم کان أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهویہ یحتجان بحدیثہ ولیس بذاک المتین المعتمد وقال الترمذی صدوق وقد تکلم فیہ بعض أهل العلم من قبل حفظہ
- وسمعت محمد بن إسماعیل یقول کان أحمد وإسحاق والحمیدی یحتجون بحدیث بن عقیل

- قال محمد بن إسماعیل وھو مقارب الحدیث
- وقال ابن عدی روی عنه جماعة من المعروفین الثقات وھو خیر من بن سمعان ویکتب حدیثه
- وقال العقیلی کان فاضلا خیرا موصوفا بالعبادۃ وکان فی حفظه شیء
- وقال ابن خراش تکلم الناس فیه
- وقال الساجی کان من أھل الصدق ولم یکن بمتقن فی الحدیث
- وقال مسعود السجزی عن الحاکم عمر فساء حفظه فحدث علی التخمین وقال فی موضع آخر مستقیم الحدیث
- وقال الخطیب کان سیء الحفظ
- وقال ابن حبان کان ردیء الحفظ یحدث علی التوھم فیجیء بالخبر علی غیر سننه فوجب بجانبه اخبارہ
- وقال ابن عبد البر ھو أوثق من کل من تکلم فیه انتھی وھذا إفراط.

(تھذیب التھذیب 13/6)

امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ قال ضعیف.(العلل، 2223)

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

صدوق فی حدیثه لین ویقال تغیر بأخرۃ.(تقریب التھذیب 321/1)

دوسری علت:

یہ روایت مرسل ہے کیونکہ "راوی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدٍ" نے کس سے سنا؟ اس کا ذکر نہیں کیا۔ جبکہ حضرت معاویہ سے سماع یا مشاہدہ ثابت نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف و متروک ہے اور ایسی روایات سے استدلال مخالف کی علمی حیثیت بھی ظاہر کرتی ہے۔

الزام نمبر 10:

نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموش رہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص194-193 پر لکھتے ہیں۔

آقا ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموشی؟

امام طحاوی، امام خطابی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

أَخبَرنِي سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، عَن عُمَرَ بنِ سَعِيدٍ أَخِي سُفيَانَ بنِ سَعِيدٍ الثَّورِيِّ عَن أَبِيهِ عَن عُبَايَةَ قَالَ: ذُكِرَ قَتلُ ابنِ الأَشرَفِ عِندَ مُعَاوِيَةَ ، فَقَالَ: ابنُ يَامِينَ: كَانَ قَتلُهُ غَدرًا، فَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ مَسلَمَةَ : يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغَدَّرُ عِندَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ لَا تُنكِرُ ؟وَاللّٰهِ لَايُظِلُّنِي وَإِيَّاكَ سَقفُ بَيتٍ أَبَدًا، وَلَا يَخلُولِي دَمُ هٰذَا إِلَّا قَتَلتُهُ.

''حضرت عبایہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے دربار میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر ہوا تو ابن یامین نے کہا: وہ دھوکے کا قتل تھا، اس پر حضرت محمد بن مسلمہ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاویہ! تیرے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جارہی ہے پھر بھی تم منع نہیں کر رہے؟ اللہ کی قسم! میں اور تم کبھی ایک چھت کے سایہ میں اکٹھے نہیں ہوں گے، اور یہ شخص کبھی بھی مجھے تنہا مل گیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا''۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''ہم اب تک جو کچھ اس سلسلے میں بیان کر چکے ہیں اور جو عنقریب بیان کریں گے اُس سے کعب بن اشرف کی غداری، اُس کی عہد شکنی، اُس کی نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر طنز، اُس کی حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ عداوت اور اُن کے خلاف بھڑکانے وغیرہ سے اس شخص [ابن یامین] کا کذاب ہونا، اس کی رائے کا برا ہونا اور اس کے قول کا قبیح ہونا ظاہر ہو جائے گا اور کعب بن اشرف کا مستحق قتل ہونا متحقق ہو جائے گا''۔

(شرح مشکل الآثار ج۱ ص۱۹۰، ۱۹۱ حدیث ۲۰۰؛ معالم السنن ج۲ ص۳۳۷؛ دلائل النبوۃ للبیهقي ج۳ ص۱۹۳)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ الضَّبْعِيِّ قَالَ: ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الأَنْصَارِيُّ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ قَتْلَ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ الْيَهُودِيِّ، فَقَالَ يَهُودِيٌّ كَانَ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ: غَدَرَ بِهِ، فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَا مُعَاوِيَةُ أَتُمْسِكُ عَنْهُ وَقَدْ نَسَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَدْرِ؟ فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: اخْرُجْ عَنَّا، وَطَلَبَهُ مُحَمَّدٌ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ وَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ: وَاللَّهِ لا كَلَّمْتُكَ أَبَدًا وَلأَقْتُلَنَّ الْيَهُودِيَّ إِنْ قَدَرْتُ عَلَيْهِ.(أنساب الأشراف 160/5)

حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سَابِقٍ الْخَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ أَخِي سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ: قَالَ ذُكِرَ قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ ابْنُ يَامِينَ: كَانَ قَتْلُهُ غَدْرًا فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: " يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغْدَرُ عِنْدَكَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تُنْكِرُ، وَاللهِ لَا يُظِلُّنِي وَإِيَّاكَ سَقْفُ بَيْتٍ أَبَدًا وَلَا يَخْلُو لِي دَمُ هَذَا إِلَّا قَتَلْتُهُ " فَتَوَهَّمَ مُتَوَهِّمٌ أَنَّ فِيمَا رَوَيْنَا مِمَّا كَانَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَأَصْحَابِهِ قَدْ دَخَلُوا بِهِ فِي خِلَافِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(شرح مشكل الآثار 190/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں حضرت "عبایۃ بن رفاعۃ" کا سماع حضرت معاویہ سے معروف نہیں ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں یہودی ابن یامین نے کہا کہ کعب بن اشرف کے قتل کو دھوکے سے نسبت دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

- یہودی ابن یامین کے قول سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ دھوکہ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے۔
- جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن یامین یہودی کے قول میں کوئی ایسی بات بظاہر اَنہ پائی جس کی وجہ سے وہ ابن یامین کو کچھ کہتے۔

اس لیے مذکورہ روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن یا اعتراض کرنا جہالت ہے۔

امام سبکی کے طرف ایک تاویل کی نسبت کا الزام!

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص195 پر لکھتے ہیں۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تاویل

یہاں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے بوجہ عدم تدبر ایک غلط تاویل ہوگئی۔ پہلے تو انہوں نے لکھا کہ واقدی نے اس واقعہ کی نسبت دربارِ مروان کی طرف کی ہے لیکن دوسرے تمام حضرات نے دربارِ معاویہ میں ہی اس کا وقوع بیان کیا ہے۔ پھر لکھا ہے:

وَلَعَلَّ مَرْوَانَ أَوْمُعَاوِيَةَ ۔ إِنْ ثَبَتَ أَنَّ الْقِصَّةَ كَانَتْ عِنْدَهُ ۔ إِنَّمَا سَكَتَ عَنْ قَتْلِهِ لِتَجْوِيْزِهِ أَنْ يَكُوْنَ ابْنُ يَامِيْنَ إِنَّمَا نَسَبَ الْغَدْرَ إِلَى ابْنِ مَسْلَمَةَ وَأَصْحَابِهِ ، وَلَوْ تَحَقَّقَ مِنْهُ أَنَّهُ نَسَبَهُ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَتَوَقَّفْ فِيْ قَتْلِهِ.

''شاید مروان یا معاویہ نے ۔ اگر ثابت ہو کہ یہ واقعہ اُن کے سامنے پیش آیا۔ اُس شخص کو قتل کرنے سے اس لیے باز رہے کہ اُنہوں نے سمجھا کہ ابن یامین دھوکہ کی نسبت ابن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں کی طرف کر رہا ہے، اگر اُن پر واضح ہو جاتا کہ اُس نے دھوکہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے تو وہ اُس کو قتل کرنے میں توقف نہ کرتے''۔

(السیف المسلول علی من سب الرسول ص۳۰۲)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تاویل کا تصنع اور تکلف پر مبنی ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ سیدنا محمد بن مسلمہ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا:

يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغَدَّرُ عِنْدَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ ؟

''اے معاویہ! تیرے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جا رہی ہے پھر بھی تم برا نہیں منا رہے؟''۔

تبصرہ:

قاری صاحب نے جو امام سبکی کی اس تاویل کو تصنع اور تکلف پر مبنی لکھا ہے، وہ جناب کا دلائل سے لاعلمی ظاہر کرتی ہے کیونکہ امام سبکی نے روایات کے پیش نظر ہی اس روایت کو مروان کے بارے میں لکھا ہے۔

محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں۔ جس میں رجل میں الامراء کا تذکرہ ہے۔

أخبرنا أبو الحسن بن البقشلان أنبأنا أبو الحسين بن الآبنوسی أنبأنا عيسى بن على أنبأنا عبد الله بن محمد ثنا محمد بن عباد المكى وسويد بن سعيد واللفظ لسويد ثنا سفيان عن عمر بن سعيد عن أبيه عن عباية بن رفاعة قال: ذكر كعب بن الأشرف عند رجل يعنى من الأمراء زاد ابن عباد فى حديثه وعنده محمد بن مسلمة فقال ابن يامين ما قتل إلا غدرا فقال محمد بن مسلمة للرجل أيغدر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عندك والله لا يظلنى وإياك سقف بيت أبدا ولا يخلو لى هذا فى مكان أستطيع أن أقتله إلا قتلته.

محدث ابن عساکر دوسری روایت نقل کرتے ہیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں بلکہ "مروان "کا ذکر ہے۔

أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الباقى أنبأنا أبو محمد الجوهرى أنبأنا أبو عمر بن حيوية أنبأنا أبو القاسم بن أبى حية أنبأنا محمد بن شجاع أنبأنا محمد بن عمر حدثنى إبراهيم بن جعفر عن أبيه قال قال مروان بن الحكم وهو على المدينة وعنده ابن يامين النضرى كيف كان قتل ابن الأشرف قال ابن يامين كان غدرا ومحمد بن مسلمة جالس شيخ كبير فقال يا مروان أيغدر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عندك والله ما قتلناه إلا بأمر رسول الله (صلى الله عليه وسلم) والله لا يؤوينى.(تاريخ دمشق 275/55)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ علامہ سبکی کی تاویل بالکل صحیح ہے اور علامہ سبکی پر اعتراض باطل و مردود ہے۔

الزام نمبر 11:

صحابہ کرام کو دھمکیاں دینا

اس الزام کا تحقیقی جواب، الزام نمبر 18 کے بعد ملاحظہ کریں تاکہ کتاب کی ترتیب برقرار رہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سود کا الزام!

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص197-198 پر لکھتے ہیں۔

''ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ میں ملک شام میں لوگوں کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوالاشعث تشریف لائے، لوگ کہنے لگے: ابوالاشعث، ابوالاشعث، یہاں تک کہ وہ بیٹھ گئے تو میں نے اُنہیں عرض کیا: اے ہمارے بھائی: آپ ہمیں عبادہ بن صامت کی حدیث بیان فرمائیں۔ اُنہوں نے کہا: ہاں: ہم نے ایک جہاد کیا جس میں معاویہ لوگوں کے امیر تھے، سو ہمیں بہت مالِ غنیمت حاصل ہوا، اُس میں ایک چاندی کا برتن بھی تھا، جناب معاویہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو لوگوں میں اُن کی تنخواہ کے عوض فروخت کردو، لوگ اُس کو خریدنے میں جلدی کرنے لگے۔ یہ خبر حضرت عبادہ بن صامت ﷜ کو پہنچی تو وہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ ، وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ ، عَيْنًا بِعَيْنٍ ، فَمَنْ زَادَ أَوْ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى ، فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ : أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَادِيْثَ ، قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ ، أَوْقَالَ: وَإِنْ رَغِمَ ، مَا أُبَالِيْ أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِيْ جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: آپ نے سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور اور نمک کو نمک کے بدلے بیچنے سے منع کیا مگر برابر برابر اور نقد بانقد۔ سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو وہ سود کا مرتکب ہوا۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے جو کچھ لیا تھا سب کا سب واپس کر دیا۔ اس کی اطلاع معاویہ کو پہنچی تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں؟ ہم نے بھی آپ کا مشاہدہ کیا ہے اور آپ کی صحبت میں رہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے یہ احادیث نہیں سنیں۔ اس پر سیدنا عبادہ ﷜ نے کھڑے ہو کر دوبارہ اُسی حدیث کا اعادہ کیا، پھر فرمایا: ہم ضرور بالضرور وہ احادیث بیان کریں گے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں، اگرچہ وہ معاویہ کو ناپسند ہوں یا فرمایا کہ اس کی رسوائی ہو۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اس کے لشکر کی سیاہ رات میں نہ رہوں''۔

(صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقداً، ص ٧٤٤، حدیث ١٥٨٧)

تبصرہ:

معترض نے پیش کردہ روایت کا پس منظر بیان نہ کرکے بددیانتی سے کام لیاہے،جوجناب کی پختہ عادت کریمہ ہے۔ حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جواختلاف ہوا،اس کی وجہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح موجود ہے، جس سے مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

امام مالک نے موطامیں روایت نقل کی ہے۔

حدثنا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ له أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عَلَيه وَسَلم يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا أَرَى بِهَذَا بَأْسًا فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ، أُخْبِرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عَلَيه وَسَلم وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهِ، لا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - رضى الله عنه - فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لا تبع ذَلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ أو وَزْنًا بِوَزْنٍ.

(موطأ الإمام مالك 2/335،رقم: 2541 ,السنن الكبرى للبيهقي: ج٥،ص٢٨٠)

"عطاء بن یسارؒ بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے ایک سونے یا چاندی کا پیالہ اس کے وزن سے زیادہ سونا، چاندی کے تبادلہ میں فروخت کیا تو ابوالدرداء نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنایا کہ آپ ﷺ ایسی خرید وفروخت میں برابری کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ معاویہؓ نے رائے دی کہ میں اس سودے میں کوئی حرج نہیں پاتا جس پر ابوالدرداء کہنے لگے: "کس کی جرات ہے کہ وہ معاویہؓ کی طرف سے عذر خواہی کرے؟ میں تو انہیں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد سنا رہا ہوں اور وہ اپنی رائے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔" (اے معاویہؓ!) میں اس علاقہ میں تیرے ساتھ رہ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ابوالدرداءؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ کہہ سنایا جس پر حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ وہ ایسی چیز کی فروخت صرف ہم وزن برابر برابر ہی کریں"

بظاہر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی کے زیورات کی خرید و فروخت کے وقت سونا چاندی (درہم، دینار) کے تبادلہ میں برابری اس قدر ضروری ہے کہ زیورات کی صنعت و حرفت کا معاوضہ بھی نہیں لیا جا سکتا جس طرح پیالہ کی صنعت کا معاوضہ زائد سونے چاندی کی صورت میں ابوالدرداء نے غلط قرار دیا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تائید کی۔

ابن قیم کی تحقیق!

لیکن علامہ ابن قیم اس واقعہ کی روشنی میں ایک اصولی نکتہ پیش کرتے ہیں کہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ناجائز ہونے کی بنا پر ان کی صنعت کے بدلے زائد سونا چاندی نہیں لیا جا سکتا لیکن زیورات کا استعمال چونکہ جائز امر ہے لہٰذا ان کی خرید و فروخت میں مزدوری کے طور پر اضافی سونا چاندی جائز ہونا چاہئے۔

ابن قیم لکھتے ہیں۔

..."اگر کوئی صنعت یا زیور قسم حرام سے (مثلاً سونے چاندی کا برتن) ہے تو انہیں ان کی جنس سے اور غیر جنس سے تبادلہ حرام ہے۔ اسی کی بیع کا انکار حضرت معاویہؓ پر حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کیا تھا، اس لئے کہ اس میں حرام صنعت کی قیمت بھی شامل ہے اور یہ جائز نہیں جیسے کہ باجے گاجے کی بیع حرام ہے۔ اگر صنعت از قسم مباح ہو جیسے چاندی کی انگوٹھی، عورتوں کے زیور، ہتھیار وغیرہ کے زیور تو کوئی عاقل ایسا نہیں کہ انہیں ان کے وزن کے برابر انہی کی جنس سے بیچ دے۔ اس لئے کہ اس طرح جو دام اسے صنعت پر بیٹھے ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے۔ شارع کی حکمت اس سے بہت اعلیٰ ہے کہ وہ اُمت پر یہ لازم کر دے۔ نہ ہی شریعت کے لائق یہ حکم ہے"

حاصل یہ ہے کہ ربا الفضل کے تحت آنے والی اشیاء کے معاملات میں مقاصد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ سود کی صورتیں بدلتے حالات میں نئی سے نئی پیش آتی رہتی ہیں اور کئی نئی صورتوں کے بارے میں نبی ﷺ کی صراحت موجود نہیں ہوتی یا بعض صحابہ کرامؓ کے علم میں نہیں (کیونکہ نبی ﷺ کا علم تمام صحابہؓ میں پھیلا ہوا تھا اور صحابہؓ ایسے انداز کی گفتگو اس لیے بھی کرتے رہتے تھے تاکہ مذاکرہ سے معلومات ملتی رہیں) لہٰذا سود کے بارے میں محتاط رویہ اپنانا بڑا ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ ایک دوسرے موقعہ پر خطاب کرتے ہیں جو یوں ہے:

»قال عمر بن الخطاب ﷺ: إنكم تزعمون أنا لا نعلم أبواب الربا، ولأن أكون أعلمها أحبّ إلى من أن يكون لى مثل مصر و كورها، ومن الأمور أمور لا يكن يخفين على أحد: هو أن يبتاع الذهب بالورق نسيئا وأن يبتاع الثمرة وهى معصفرة لا تطب، وأن يسلم فى سن. (المصنّف لعبد الرزاق ج٨ ص٢٦ حديث ١٤١٦١)

"حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم خیال کرتے ہو کہ ہم سود کی بعض شکلوں سے واقف نہیں۔ اللہ کی قسم! سود کی ایسی صورتوں کا علم میرے نزدیک مصر اور اس کے اضلاع سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پھر سودی معاملات میں سے بہت سے اُمور ایسے ہیں جو کسی پر بھی مخفی نہیں مثلاً سونے کی چاندی کے بدلے اُدھار خریداری اور درختوں پر موجود پھل کی خریداری جبکہ وہ زرد ہو، پوری طرح تیار نہ ہو اور حیوانات میں بیع سلم"

حضرت عمرؓ اپنے مذکورہ بالا خطاب میں ربا الفضل کی دو قسموں (جو مذکورہ تین صورتوں میں سے پہلی دو ہیں) کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ وہ کسی پر مخفی نہیں ہیں البتہ ایک اور قسم (چند مخصوص اشیا کا نقد کمی بیشی سے سودا) صحابہؓ کے درمیان اختلافی امر تھا اس کے بارے میں حضرت عمرؓ اپنے بھرپور اطمینان نہ ہونے کا حسرت سے ذکر کر رہے ہیں۔

یہ اعتراض کس پر؟

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ معاملہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا جب حضرت معاویہ شام کے امیر تھے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سودی لین دین کرنے والے ہوتے تو کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا عہدہ بحال رکھتے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے عمال اور گورنر پر شریعت کے معاملے میں بہت سختی کرتے تھے۔ اس پر مزید گفتگو آگے آرہی ہے۔

حضرت فاروق اعظم کی شان پر حرف گیری!

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس قسم کا لین دین ربا الفضل کے قبیل سے تھا، جس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ایک موقف تھا۔اس لیے اختلافی مسائل کی آڑ میں صحابہ کرام پر اعتراض مذموم فعل ہے۔اور یہ اعتراض صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان پر ہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف بھی ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہوں اور کوئی گورنر سودی کاروبار کرے۔کیا یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں حرف گیری کرنا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر سود کھانے کا الزام!

اگر ایسی روایات سے صحابہ کی شان میں کلام کرنا ہے تو جناب ایسی روایات تو کتب احادیث موجود ہیں جس میں ایک صحابی نے دوسرے صحابی پر سخت کلام کیا۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سود کھانے اور سود کھلانے والا کہا۔
امام طبرانی المعجم الاوسط میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا طَاهِرُ بْنُ خَالِدِ بْنِ نِزَارٍ قَالَ: نا أَبِي قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ فِي دِرْهَمَيْنِ تُسَوَى بِدِرْهَمٍ جَيِّدٍ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذَلِكَ؟ هَلْ ذَلِكَ إِلَّا كَالْبَعِيرَيْنِ بِالنَّاقَةِ السَّمِينَةِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَنْتَ الَّذِي تَأْكُلُ الرِّبَا وَتُطْعِمُهُ النَّاسَ؟ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَعْلَمُ قَرَابَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَرِئُ عَلَيَّ هَذِهِ الْجُرْأَةَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللَّهِ، مَا أَقُولُ لَكَ ذَلِكَ إِلَّا نَصِيحَةً لَكَ، وَشَفَقَةً عَلَيْكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ» (المعجم الأوسط 338/2، رقم: 2158)

حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا،اس نے عرض کی: آپ کیا فرماتے ہیں،دو درہم ایک جید درہم کے بدلے؟ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا دو اونٹ ایک گھابن اونٹنی کے برابر نہیں ہیں؟
حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس تم سود کھاتے ہو اور لوگوں کو بھی کھلاتے ہو؟ حضرت ابن عباس نے پوچھا یہ بات کرنے والا کون ہے؟؟ فرمایا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔۔تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: میرے گمان میں نہ تھا کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے میری قرابت جاننے کے بعد بھی مجھ پر اعتراض کی جرات کرے گا۔ تو حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں آپ کی خیر خوائی اور آپ پر شفقت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے برابر برابر، چاندی چاندی کے بدلے برابر، اور کھجور کے کھجور بدلے برابر برابر، اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر فروخت کرو۔

اس لیے جو فتوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگے وہ فتوی جناب فیضی صاحب، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر لگانے کی جسارت کرینگے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت کا الزام!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 199-198 پر لکھتے ہیں۔

جہالتِ حاکم

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے پر "فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا" (لوگوں نے جو کچھ لیا تھا واپس کر دیا) کی تشریح میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى فَسْخِ هٰذِهِ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ.

"واپس کرنے کا یہ عمل اُس فاسد خرید وفروخت کے فسخ پر دلالت کرتا ہے"۔

(إكمال المعلم ج٥ ص٢٦٨)

نووی اسی جملہ کے تحت لکھتے ہیں:

هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الْبَيْعَ الْمَذْكُوْرَ بَاطِلٌ.

"یہ مذکورہ خرید وفروخت کے باطل ہونے کی دلیل ہے"۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج١١ ص١٩)

اولاً لوگوں نے جو اُس برتن کو خریدنے میں جلدی کی، اس پر امام ابو العباس قرطبی لکھتے ہیں:

وَهُوَ يَدُلُّ عَلٰى أَقَلِّيَّةِ الْعُلَمَاءِ، وَأَنَّ الْأَكْثَرَ الْجُهَّالُ، أَلَا تَرٰى مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَدْ جَهِلَ ذٰلِكَ مَعَ صُحْبَتِهِ، وَكَوْنِهِ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْيِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ لَا يَرٰى رِبَا الْفَضْلِ كَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ. وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ مِنْ مَسَاقِ هٰذَا الْخَبَرِ. فَتَأَمَّلْ نَصَّهُ، فَإِنَّهُ صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ عَلِمَ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ.

"یہ جلد بازی علماء کی قلت اور جہلاء کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ صحابی اور کاتبانِ وحی میں سے ہونے کے باوجود اس مسئلہ سے جاہل رہے۔ احتمال ہے کہ یہاں یہ کہا جائے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ابن عباس

وغیرہ، لیکن پہلا قول حدیث کے متن کی رو سے زیادہ ظاہر ہے، لہٰذا تم بھی اس نص میں غور کرو کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ معاویہ کو اس سلسلے میں کچھ بھی علم نہیں تھا"۔

(المفهم لأبي العباس القرطبي ج٤ ص٤٧٣)

معاویہ نے جو یہ کہا کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ سے احادیث سنیں لیکن ہم نے آپ ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس پر اہل حدیث عالم صفی الرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

لٰكِنْ عَدَمُ سِمَاعِهٖ لَهَا لَيْسَ بِدَلِيْلٍ عَلٰى عَدَمِ صُدُوْرِهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَكَمْ صَدَرَ مِنْهُ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْفِعْلٍ لَمْ يَشْهَدْهُ مُعَاوِيَةُ وَلَمْ يَرَهُ وَلَمْ يَسْمَعْهُ۔

"معاویہ کا حضور ﷺ سے اس حدیث کا عدم سماع اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہی نہیں ہوئی۔ بہت کچھ آپ ﷺ سے قول وفعل کی صورت میں صادر ہوا جبکہ معاویہ اُس وقت حاضر تھا، نہ اُس نے آپ کو دیکھا تھا اور نہ ہی آپ کو سنا تھا"۔

(منة المنعم في شرح صحيح مسلم، ج٣ ص٥٧)

تبصرہ:

قاری فیضی صاحب کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت کے لفظ کا اطلاق بہت ہی قبیح فعل ہے۔ عربی زبان کے لفظ "جہل" کا ترجمہ جہالت کرنا جناب قاری صاحب کی علمی استعداد کے ساتھ اندرونی بغض کو بھی ثابت کرتا ہے۔ کسی حدیث کو نہ جاننا اور جہالت میں بہت فرق ہے۔

'ھو عالم لیس بجاھل' (وہ عالم ہے، جاہل نہیں ہے)، اِس لیے زبان کے اِس مسلمہ قاعدے کی رو سے مشترک معنی کے حامل الفاظ جب اپنے ضد کے ساتھ استعمال ہوں تو اُن کا مفہوم اُن کے اِس ضد کی رعایت سے متعین ہو جاتا ہے، پھر وہ مشترک نہیں رہتے، عربی زبان میں، مثال کے طور پر 'جہل' ایک مشترک لفظ ہے جو 'نہ جاننے' کے معنی میں بھی آتا ہے اور 'جوش میں آنے'، 'جذبات سے مغلوب ہو جانے' کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے۔

جلیل القدر صحابہ تک حدیث کانہ پہنچنا!

رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات فرماتے یا کوئی عمل کرتے تو اس محفل میں موجود صحابہ کرام اس بات کو یاد رکھتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اس بات کو دوسروں تک پہنچاتے اور بعض اوقات ایک مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن باتوں کا علم ہوتا دوسری مجلس والے ان سے محروم رہتے۔اور جب کسی کو حدیث نہ ملے تو وہ اس پر کیسے عمل کر سکتا ہے؟ شرعاً بھی وہ اس حدیث پر عمل کرنے کا مکلف نہیں۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں ۔

(1)سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تھے) سے پوچھا گیا کہ کیا میراث میں دادی کا حصہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ " اللہ کی کتاب میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں اور میرے علم کے مطابق سنت رسول میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں البتہ میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ پھر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ میراث دلوائی"۔(ابوداود۔ترمذی)

6245 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ إِذْ جَاءَ أَبُو مُوسَى كَأَنَّهُ مَذْعُورٌ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ قُلْتُ اسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعْتُ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ .(بخاری،٦٢٤٥مسلم٢١٥٣)

(2)سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان معلوم نہ تھا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے۔ابو سعید خدری اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی خبر دی۔ حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام دیگر صحابہ سے بہت بلند ہے۔

5729 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ فَاخْتَلَفُوا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللَّهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

(3)سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام جارہے تھے راستہ میں انہیں معلوم ہوا کہ شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے۔آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔کسی کو بھی حدیث رسول معلوم نہ تھی یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث

بیان کی کہ " جب کسی علاقہ میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو اور جب تمہیں پتہ چلے کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاو۔(بخاری: ۵۷۲۹.)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بڑے عالم، فقیہ اور صاحب تقویٰ تھے وہ بھی بعض دینی احکام ومسائل سے آگاہ نہ تھے.

346- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمْ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا قَالَ نَعَمْ .

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جنبی ہو جائے ، پانی دستیاب نہ ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے۔ فرمایا جب تک پانی نہ ملے نماز ادا نہ کرے۔ یہ سن کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ اونٹوں کے ریوڑ میں مقیم تھے اور ہم جنبی ہو گئے۔ میں مٹی میں ایسے لوٹا جیسے چوپایہ لوٹتا ہے (پھر نماز ادا کرلی) مگر آپ نے نماز ادا نہ کی اور یہ ماجرا بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "تمہارے لیئے صرف یہ کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان دونوں سے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا " اے عمار اللہ سے ڈرو " ۔ عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کیا کروں۔ سیدنا عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا مطلب یہ نہیں۔ جب تم نے اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر ڈالی ہے تو ہم بھی اسے تم پر ڈالتے ہیں۔ (بخاری ٣٤٥ مسلم ٣٦٨)

گویا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہ آیا لیکن آپ نے عمار کو جھوٹا قرار نہ دیا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دی۔

ان مذکورہ حوالہ جات کے علاوہ متعدد ایسی روایات ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو کسی خاص مسئلہ پر یا حدیث نہیں پہنچی یا اپنی سماعت کا انکار کیا۔ موصوف کا ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا فتویٰ ہو گا؟

جہالت کا فتویٰ کس کس پر؟

قارئین کرام! چند روایات ملاحظہ کریں، اور پھر خود فیصلہ کریں کہ بالفرض اگر کسی صحابہ کو کوئی خاص معاملہ کا علم نہیں تو اس پر کیا جاہل ہونے کا فتویٰ جائز ہے؟ کیا فتویٰ باز لوگوں کے ہاتھوں میں شریعت کا مذاق بنادیا جائے؟

اگر کسی مسئلہ میں لاعلم ہونے پر جاہل کا فتویٰ ہے تو پھر یہ فتویٰ کس کس پر لگے گا؟

1. معاویہ بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنھما کی مجلس میں موجود تھا اتنے میں محمد بن ایاس بن البکیر آئے اور کہنے لگے: ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے قبل تین طلاقیں دی ہیں، اس بارے میں آپ دونوں کی کیا رائے ہے؟، تو عبداللہ بن الزبیر نے فرمایا: ہمیں اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں، تم عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ سے پوچھو، ان دونوں کو میں سیدہ عائشہ کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں، ان سے پوچھ کر ہمیں بھی ان کے جواب سے آگاہ کرنا، محمد بن ایاس البکیر ان دونوں کے پاس آئے اور مسئلہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أفته يا أباهريرة فقد جاءتك معضلة

(اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک پیچیدہ مسئلہ آیا ہے آپ ہی اس کے متعلق فتویٰ دیں، تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا):

الواحدۃ تبینھا والثلاث تحرمھا حتی تنکح زوجاً غیرہ
(پہلی طلاق طلاقِ بائنہ (یعنی وہ طلاق جس میں شوہر کو رجوع کا حق ختم اور عورت کی مرضی سے نیا عقد کی گنجائش ہو) ہوگی، اور تین طلاقیں اس عورت کو حرام کردے گی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پھر اسے طلاق ہوجائے۔(جامع بیان العلم وفضلہ 2/274۔275)

2. جلیل القدر صحابی سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص آپ کی مجلس میں آیا اور پکارا اے امیر المؤمنین! یہ زید بن ثابت مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو غسلِ جنابت کے متعلق اپنی رائے سے فتویٰ دے رہے ہیں، امیر المؤمنین نے فوراً انہیں اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا، زید بن ثابت حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین ان سے مخاطب ہوئے کہ (أي عدو نفسه قد بلغت أنك تفتي الناس برأيك) اے اپنی ذات کے دشمن! تم لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہے ہو؟! تو زید بن ثابت نے جواباً عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے اپنی رائے سے تو فتویٰ نہیں دیا بلکہ میں نے یہ ابوایوب انصاری، ابی بن کعب، اور رفاعہ بن رافع سے سنا ہے، یہ سن کر امیر المؤمنین، رفاعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم لوگ جب اپنی بیویوں سے جماع کرتے عدمِ انزال کی صورت میں غسل نہیں کرتے تھے؟ تو رفاعہ گویا ہوئے: ہم اللہ کے نبی ﷺ کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے، ہمیں اللہ کی طرف سے کوئی حرمت نہیں ملی اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع کیا، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ ﷺ جانتے تھے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں؟ تو رفاعہ نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو امیر المؤمنین نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں مشورہ کیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں، لیکن معاذ بن جبل اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھما نے ان کے اس جواب سے اختلاف کیا اور فرمایا (إذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل) مرد عورت کی شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ ان کا یہ اختلاف سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا:

(هذا وأنتم أصحاب بدر، قد اختلفتم فمن بعد کم اشد اختلافاً)
تم اصحاب بدر اختلاف کا شکار ہو، تمہارے بعد والے اس سے کہیں زیادہ اختلاف کا شکار ہوں گے، تو حضرت علی بن ابی طالب -جو سیدنا عمر کے سُسر اور مشیر خاص تھے- نے فرمایا: اس مسئلے میں ازواج مطہرات سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں، آپ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی کو پوچھنے کے لیے بھیج دیں، جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا (لا علم لی بها فأرسل إلى عائشة) مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جائے، جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو معاذ اور علی بن ابی طالب کا جواب تھا: (إذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل)،
جب مسئلہ کی وضاحت ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آج کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ کسی نے ایسا کیا ہے تو میں اس کو سزا دوں گا۔ (مصنف ابن أبي شيبہ، حدیث نمبر: 952)
اب کوئی قاری یا ریسرچ اسکالر ایسی روایات کو جمع کر کے ایک کتاب لکھے اور کہے کہ جلیل القدر صحابہ جب نعوذ باللہ جاہل تھے تو۔۔۔؟ اس لیے محققین علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابی کی تکذیب کا الزام!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 200 پر لکھتے ہیں۔

انصاری صحابی کی تکذیب کر ڈالی اور حدیث نبوی ﷺ کی پروا بھی نہ کی۔ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی تو معاویہ نے کہا:

إِنَّ هٰذَا لَا يَقُوْلُ شَيْئًا لِعُبَادَةَ . فَقَالَ عُبَادَةُ : إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أُبَالِيْ أَنْ لَا أَكُوْنَ بِأَرْضٍ يَكُوْنُ فِيْهَا مُعَاوِيَةُ ، أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذٰلِكَ.

''رسول اللہ ﷺ نے یہ بات عبادہ کو نہیں کہی۔ اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم مجھے پروا نہیں کہ میں اس زمین میں نہ رہوں جہاں معاویہ ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا''۔

(مسند أحمد ج١٦ ص٤٠٣ حديث ٢٢٦٢٢؛ سنن النسائي المجتبىٰ ج٧ ص ٢٧٥، وط: ج٤ ص ٣١٩ حديث ٤٥٨٠؛ السنن الكبرى للبيهقي ج٥ ص ٢٧٨، وط: ج٥ ص ٤٥٦ حديث ١٠٤٨٤)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت سے جناب قاری فیضی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر انصار صحابہ کو جھٹلانے اور تکذیب کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اگر جناب نے خود سے کوئی تحقیق کی ہوتی تو وہ عظمت صحابہ پر ایسی رکیک جملے کسنے سے پہلے کچھ سوچتے۔ اگر جناب قرآت پر ہی توجہ دیتے تو بہتر ہوتا، احادیث سے استنباط فقیہ ہی کر سکتا ہے۔

اس حدیث کے متن کو غور سے پڑھیں، قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکذیب حدیث نبوی ﷺ کی ہے؟ یا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے نہ سننے کا اعتراض وارد کیا ہے؟

صحابہ کرام کی روایت حدیث میں احتیاط!

امام بخاری اور امام مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمْ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا قَالَ نَعَمْ ۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جنبی ہو جائے ، پانی دستیاب نہ ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے۔ فرمایا جب تک پانی نہ ملے نماز ادا نہ کرے۔ یہ سن کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ اونٹوں کے ریوڑ میں مقیم تھے اور ہم جنبی ہو گئے۔ میں مٹی میں ایسے لوٹا جیسے چوپایا لوٹتا ہے (پھر نماز ادا کر لی) مگر آپ نے نماز ادا نہ کی اور یہ ماجرا بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "تمہارے لیئے صرف یہ کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان دونوں سے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا" اے عمار اللہ سے ڈرو" ۔ عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کیا کروں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا مطلب یہ نہیں۔ جب تم نے اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر ڈالی ہے تو ہم بھی اسے تم پر ڈالتے ہیں (بخاری ۳۴۵ مسلم ۳۶۸)

اعتراض سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر؟

گویا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہ آیا لیکن آپ نے عمار کو جھوٹا قرار نہ دیا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دی۔اب اس حدیث کے پیش نظر کس پر اعتراض وارد ہو گا؟

نکتہ: معزولی میں سختی !

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم میں جب بات آئی توانہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث کے مطابق عمل کرنے کو کہااوران کو معزول نہیں کیا۔اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حقیقتاً نبی کریم ﷺ کی حدیث کی تکذیب کی ہوتی یااس کو نہ مانا ہوتاتو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کواس عہدہ پر نہ رکھتے۔حضرت امیر معاویہ کو معزول نہ کرنا ہی اس بات پر دلیل ہے کہ آپ سیدنا عمر فاروق اعظم کے نزدیک بھی مجتہد اور فقیہ تھے۔آپ کی علمیت سے سیدنا عمر بھی واقف تھے تبھی صرف ایک رائے دینے پر ہی اکتفا کرلیا۔
موصوف قاری صاحب نے اس واقعہ کو حدیث کی تکذیب کا رنگ دے کر صحابہ کرام پر طعن کرنے کے ناکام کوشش کی ہے۔اور موصوف کاکسی بھی واقعہ کو رنگ دے کر اپنی ذہنی اختراع کو بیان کرنا ایک مذموم حرکت ہے۔

موصوف فیضی صاحب کوامام اعظم پر اعتراض کا شاید معلوم نہیں کہ ان کے مخالفین کچھ یہ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔اگر کسی بھی استدلال کو کوئی غلط رنگ دینا ہو توامام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی شان پر طعن بنتا ہے، مگر محققین کو حقیقت حال معلوم ہے کہ امام اعظم کی کسی بھی معاملہ میں قبول یارد کرنے کی شرائط کیاہیں؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حدیث میں احتیاط کرنا!

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ماننے سے اس لیے تردد کا اظہار نہیں کیا کہ وہ حدیث صحیح کی تکذیب کرتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے اعتراض حدیث پر نہیں بلکہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی سماعت پر کیا تھا۔

مسند امام احمد میں واضح طور پر لکھا ہے۔

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ إِنَّ هَذَا لَا يَقُولُ: شَيْئًا لِعُبَادَةَ۔(مسند الإمام أحمد بن حنبل 395/37)

حضرت معاویہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے یہ بات حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو نہیں کی۔

اب روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ کی سماعت کا انکار کیا ہے نہ کہ آقا کریم ﷺ کی حدیث کا۔

امام شافعی کی تحقیق!

امام شافعی، صحابہ کرام کے اختلاف اور مختلف روایات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وأُخبرنا أن أبا سعيد الخدري لقي رجلاً، فأخبره عن رسول الله شيئاً، فذكر الرجل خبراً يخالفه، فقال أبو سعيد: والله لا آواني وإياك سقف بيت أبداً.(الرسالة ص447)

اور ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی، حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کی۔اس شخص نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی مخالف حدیث کو بیان کیا، حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم دونوں ایک مقام پر کبھی نہیں رہ سکتے۔

ناگواری کی وجوہات!

امام شافعی اس روایت اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے اس غصہ پر فرماتے ہیں۔

قال "الشافعي": يرى أن ضَيِّقاً على المخبر أن لا يقبل خبره، وقد ذكر خبراً يخالف خبرَ أبي سعيد عن النبي، ولكنْ في خبره وجهان: أحدهما: يحتمل به خلافَ خبر أبي سعيد، والآخر: لا يحتمله. (الرسالۃ ص447)

حدیث بیان کرنے والے پر یہ امر ناگوار گذرتا ہے کہ اس کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کیا جائے۔ دوسرے شخص نے بھی حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مخالف کوئی حدیث نبی کریم ﷺ کی ہی روایت کی تھی۔ لیکن حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی ناگواری کی ۲ وجہیں ہو سکتی ہیں۔

اول: اس شخص نے جو حدیث پیش کی اس میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث کے خلاف کا احتمال تھا۔

دوم: یہ کہ اس شخص کی پیش کردہ حدیث میں مخالفت کا احتمال نہیں تھا صرف مقابلہ تھا۔

کسی حدیث کو نہ ماننے کے اسباب:

امام شافعی حدیث کو رد کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ويردَّ مثله: إلا من جهة أن يكون عنده حديث يخالفه، أو يكونَ ما سمع ومَن سمع منه أوثقَ عنده ممن حدَّثه خلافه، أو يكونَ من حدثه ليس بحافظ، أو يكونَ متهماً عنده، أو يَتَّهِمَ من فوقه ممن حدثه، أو يكونَ الحديث محتملا معنيين، فيتأوَّلُ فيذهبُ إلى أحدهما دون الآخر. (الرسالۃ ص459)

یہ جائز نہیں کہ وہ اس خبر کو بھی رد کردے۔ مگر اس صورت میں کہ جب حدیث کے مقابلہ میں اس کے پاس کوئی دوسری مخالف حدیث موجود ہو، یا یہ کہ جو حدیث اس نے جس شخص سے سنی ہے اس کی مخالف روایت کرنے والا راوی اس کے نزدیک پہلے راوی سے زیادہ قابل وثوق ہو، یا یہ کہ اول حافظ حدیث نہ ہو، یا یہ کہ اس کے نزدیک متہم ہو، یا اس راوی نے جس سے روایت کیا ہے اس سے

اوپر والا راوی متہم نہ ہو، یا یہ کہ اول حدیث جو پیش کی گئی ہے دو معنوں کی محتمل ہو، اور اس نے اپنے اجتہاد سے ایک معنی چھوڑ کر دوسرے مراد لیے ہوں۔

موصوف قاری صاحب نے ادھر ادھر کے حوالہ جات پیش کیے مگر امام شافعی کی تحقیق پیش کرنے کو اہمیت نہیں دی اور وہ اس لیے کہ لفاظی اور واقعہ کو رنگ دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بات جو کرنی تھی۔ مگر کسی بھی روایت سے نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی حدیث کی تکذیب کرنا اور نہ ہی کسی جلیل القدر صحابی کی تکذیب کرنا۔

کیا حضرت عبادہ بن ثابت نے بھی انصاری صحابی کی تکذیب کی؟

سنن ابی داود کی ایک روایت میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری صحابی کی تکذیب کی۔ جناب موصوف کا کیا فتوی ہے؟

حدَّثنا محمَّد بن حرب الواسطيُّ، حدَّثنا يزيدُ -يعني ابنَ هارون- أخبرنا محمَّد بن مُطرِّف، عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يَسار عن عبد الله الصُّنابحيّ، قال: زعمَ أبو محمَّد أنَّ الوِترَ واجبٌ، فقال عُبادةُ بن الصامت: كذبَ أبو محمَّد، أَشهَدُ أَنِّي سمعتُ رسولَ الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: "خمسُ صلواتٍ افترَضَهُنَّ اللهُ عز وجل.

(سنن أبي داود 317/1)

عبداللہ بن صنابحی سے روایت ہے کہ ابو محمد الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی کا خیال ہے کہ وتر واجب ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت نے جب سنا تو انہوں نے کہا کہ: ابو محمد نے کذب بیانی کی ہے۔ حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں فرض ہیں۔

اب اس روایت کے الفاظ " کذب" کی جو بھی تاویل کریں، وہ تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی قبول کریں۔

کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس حدیث کو پیش کر کے یہ کہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ ایک انصاری صحابی کی تکذیب کی؟ اس لیے لفاظی کے ذریعے صحابہ کرام کو مطعون کرنا مردود فعل ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے رویہ پر اعتراض!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 200 پر لکھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ہے کہ معاویہ نے سیدنا عبادہ ﷺ کو کہا:

أُسْكُتْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَا تَذْكُرْهُ ، فَقَالَ لَهُ عُبَادَةُ : بَلٰى ، وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ مُعَاوِيَةَ.

''اس حدیث کے بیان سے خاموشی اختیار کر، اس پر سیدنا عبادہ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہم بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کی رسوائی ہو''۔

(تاریخ دمشق ج٢٦ ص١٩٩؛ تکملة فتح الملهم ج١ ص٥٥٦)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قال وأنا الهيثم بن كليب نا الحسن بن علي بن عفان العامري نا أسباط بن محمد القرشي عن رجل من أهل البصرة عن الحسن قال كان عبادة بن الصامت بالشام فرأى آنية من فضة تباع الإناء بمثلي ما فيه أو نحو ذلك فمشى إليهم عبادة فقال أيها الناس من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فأنا عبادة بن الصامت ألا وإني سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) في مجلس من مجالس الأنصار ليلة الخميس في رمضان لم يصم رمضان بعده يقول الذهب بالذهب مثلا بمثل سواء بسواء وزنا بوزن يدا بيد فما زاد فهو ربا والحنطة بالحنطة قفيز بقفيز يد بيد فما زاد فهو ربا والتمر بالتمر قفيز بقفيز يد بيد فما زاد فهو ربا قال فتفرق الناس عنه فأتى معاوية فأخبر بذلك فأرسل إلى عبادة فأتاه فقال له معاوية لئن كنت صحبت النبي (صلى الله عليه وسلم) وسمعت منه لقد صحبناه وسمعنا منه فقال له عبادة لقد صحبته وسمعت منه فقال له معاوية فما هذا الحديث الذي تذكره فأخبره فقال له معاوية اسكت عن هذا الحديث ولا تذكره فقال له عبادة بلى وإن رغم أنف معاوية قال ثم قام فقال له معاوية ما نجد شيئا أبلغ فيما بيني وبين أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) من الصفح ۔ (تاريخ دمشق 199/2)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

کیونکہ روایت کی سند میں "عن رجل من أهل البصرة" مجہول راوی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ اور ضعیف روایات کے سہارے صحابی پر اعتراض کرنا جناب فیضی صاحب کا شیوہ تو ہو سکتا ہے مگر تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت کی سند میں حضرت حسن البصری کا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک لکھتے ہیں۔

قال عبد الله: ومتى لقي الحسن عبادة فحكم فيه أنه باطل.

(إكمال تهذيب الكمال 90/4)

محدث البزار لکھتے ہیں:

عن الحسن، عن عبادة مرسلا ۔(مسند البزار 162/7)

محدث ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

وَيُنْظَرُ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ عَنْ عُبَادَةَ ۔(نصب الراية لأحاديث الهداية 172/1)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت حسن بصری کی حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کو منقطع کہا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

هَذَا مُنْقَطِعٌ فِي مَوْضِعَيْنِ ۔ا(لمطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية 255/13)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور اس سے استدلال فریق مخالف کی علمی استعداد ظاہر کرتی ہے۔

الزامی جواب!

موصوف معترض جیسے فضائل معاویہ میں تمام شامی اور حمصی راویوں کی روایات کو موضوع قرار دیتے ہیں تو پھر جناب کوفیوں کی روایات حضرت معاویہ کے خلاف کیسے مان لی جائیں؟

اس روایات میں کوفی راوی ملاحظہ کریں۔

- الحسن بن علی بن عفان العامری أبو محمد الکوفی۔ (تقریب التہذیب162/1)
- أسباط بْن مُحَمَّد بْن عَبْد الرَّحْمَنِ بن خالد الکوفی.

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال354/2)

جناب موصوف اگر تحقیقی بات کا جواب نہ دے سکیں تو رہنے دیں مگر الزامی جواب پر کچھ ارشادات عالیہ ضرور فرمائیں تاکہ لوگ ان سے مستفید ہونے کی کوشش کر سکیں۔ اور تاویلات رکیکہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس کا متن دوسری روایات سے ثابت ہے۔ متن سے جو ثابت ہے اس پر تو تفصیلی کلام کیا گیا ہے مگر روایت مذکورہ میں جو قابل اعتراض جملہ فقال له معاویة اسکت عن هذا الحدیث یعنی "حضرت معاویہ نے اس حدیث کو بیان کرنے سے خاموشی اختیار کروانا "ثابت نہیں۔

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 203-202 پر لکھتے ہیں۔

اس جرأت پر بعض محدثین کا باب قائم کرنا

اس سلسلے میں ایک حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور اس پر یوں باب قائم کیا گیا ہے "بَابُ تَعْظِيمِ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالتَّغْلِيْظِ عَلىٰ مَنْ عَارَضَهُ" (رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت اور جو شخص حدیث کی مخالفت کرے اُس پر غصہ کرنے کا باب) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابی نقیب الانصار سیدنا عبادہ بن صامت ؓ سرزمین روم میں معاویہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ وہ سونے کے ٹکڑوں کو دیناروں اور چاندی کے ٹکڑوں کو درہموں کے بدلے میں خرید وفروخت کر رہے ہیں تو فرمایا: لوگو! تم سود کھا رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: سونا سونے کے بدلے میں برابر بیچو، اُس میں کوئی کمی اور زیادتی ہو اور نہ ہی ادھار ہو۔ اس پر معاویہ نے کہا: اے ابوالولید! میں اس میں سود نہیں سمجھتا الا یہ کہ ادھار ہو۔ اس پر حضرت عبادہ ؓ نے فرمایا:

أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِيْ عَنْ رَأْيِكَ ، لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللّٰهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيْهَا إِمْرَةٌ ، فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِيْنَةِ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ ، فَقَالَ : اِرْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ ! إِلىٰ أَرْضِكَ ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيْهَا وَأَمْثَالُكَ ، وَكَتَبَ إِلىٰ مُعَاوِيَةَ : لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ ، وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلىٰ مَا قَالَ ، فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ .

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم مجھے اپنی رائے پیش کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقعہ دے تو میں اُس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر تمہاری حکومت ہو، پھر وہ لوٹے تو مدینہ منورہ چلے گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے اُن سے پوچھا: ابوالولید آپ کیوں واپس آئے؟ اُنہوں نے پورا قصہ بیان کیا اور اپنے وہاں نہ رہنے کی وجہ بھی بتائی تو سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: اے ابوالولید آپ اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جائیے! خدا اُس زمین کو خراب کرے جہاں آپ اور آپ جیسے حضرات نہ ہوں، اور معاویہ کی طرف لکھ بھیجا کہ ان پر تمہاری کوئی حکومت نہیں اور لوگوں کو اسی مسئلہ پر گامزن کرو جو اُنہوں (عبادہ) نے بیان کیا، کیونکہ یہی حق ہے''۔

(سنن ابن ماجه ص١٦ حديث ١٨)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ النَّقِيبَ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - غَزَا مَعَ مُعَاوِيَةَ أَرْضَ الرُّومِ، فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ وَهُمْ يَتَبَايَعُونَ كِسَرَ الذَّهَبِ بِالدَّنَانِيرِ وَ كِسَرَ الْفِضَّةِ بِالدَّرَاهِمِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَأْكُلُونَ الرِّبَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: "لَا تَبْتَاعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا زِيَادَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا نَظِرَةَ". فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ، لَا أَرَى الرِّبَا فِي هَذَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَظِرَةٍ، فَقَالَ عُبَادَةُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَتُحَدِّثُنِي عَنْ رَأْيِكَ! لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللَّهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيهَا إِمْرَةٌ. فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيدِ إِلَى أَرْضِكَ، فَقَبَحَ اللَّهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيهَا وَأَمْثَالُكَ. وَ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ، وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلَى مَا قَالَ، فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ.

(سنن ابن ماجه ت الأرنؤوط 14/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

علت:

اس روایت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کے محقق شعیب الارنووط لکھتے ہیں۔

إسناده ضعيف لانقطاعه، قبيصة بن ذؤيب لم يسمع من عبادة بن الصامت.

اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ " قبیصۃ بن ذؤیب " نے "حضرت عبادہ بن صامت " سے نہیں سنا۔ .(سنن ابن ماجه ت الأرنؤوط 14/1 حاشيه)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گورنروں پر گرفت!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں پر جو گرفت کرتے تھے وہ ایک طالبعلم سے مخفی نہیں۔اس لیے مختصراً چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

1۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک قصیدہ گو کو انعام دینے پر معزول کیا۔(الکامل ابن اثیر 418/2)

2۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب محل تعمیر کروایا تو اس کے دروازے کو آگ لگادی۔

(کنزالعمال 355/3)

3۔حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو باریک کرتا پہننے پر سزا بھی دی۔کتاب الخراج ص66

4۔سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس لیے سزا دی کہ ان کے ساتھ لوگ ادب کے ساتھ چلے۔

(مسند دارمی ص71)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے گورنروں کا احتساب اور ان کے اخلاق وعدات کی اتنی نگرانی کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ کسی ایک گورنر کی خلاف اولی کام پر گرفت کرتے تھے۔

نکتہ:

مذکورہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کے سخت احتساب کرتے تھے تو یہ کیسے مان لیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سود اور ربا کو جائز کہیں بلکہ اس کا کام بھی کریں،اور صحابہ کرام حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی دیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرفت کی بجائے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث پر عمل کرنے کو کہیں ؟اور معزول نہ کریں۔

معترض نے ان روایات کو "سودی کاروبار کرنے "اور" حدیث کی مخالفت" کرنے کا جورنگ دیا ہے، کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں ہوا؟اور صرف خط لکھ کر ان کو فتوی پر عمل کرنے کو کہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر بحال رکھا؟

ایک جاہل بھی یہ بات جانتا ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سودی کام کیا ہوتا اور حدیث صحیح کی مخالفت کی ہوتی تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں ان کے عہدہ سے تو ضرور ہٹاتے اور ساتھ سزا بھی دیتے۔
معترض کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ اعتراض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس معاملہ سے باخبر تھے۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفت میں قاری فیضی صاحب کو اکابر صحابہ کا بھی خیال نہیں رہا۔ لگتا ہے کہ تنقیصِ صحابہ "فتوی باز ملا" کے لیے لازم و ملزوم ہے۔

ابوالحسن سندھی کا مسلک!

جناب قاری صاحب نے متعدد مقامات پر علامہ ابوالحسن سندھی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا پر شور مچایا۔ قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب میں دیانبہ اور خارج اہل سنت علماء کے بہت حوالہ جات دیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری فیضی صاحب ان کی تحقیقات پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔
اس لیے الزامی طور پر ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔
ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی الکبیر کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"حالانکہ یہ ابوالحسن سندھی غیر مقلد تھا..." (تجلیات صفدر ج6 ص44)

اب قاری فیضی کے معتمد علماء سے یہ ثابت ہوا کہ ابوالحسن سندھی صاحب غیر مقلد تھے۔ اس لیے ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی طرح کا بھی حوالہ قابل قبول نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نبی کریم ﷺ کی حدیث کے انکار کا الزام!

قاری فیضی صاحب نے اپنی کتاب ص203-204 پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ حب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حدیث مبارکہ پیش کی گی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی ذاتی رائے پر ڈٹے رہے۔

سیدنا ابوالدرداء ؓ نے بھی برہم ہوکر فرمایا: ''میں اُس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں تو ہوگا''۔ پھر وہ بھی سیدنا عمر ؓ کے پاس چلے گئے تو سیدنا عمر ؓ نے اُن کی تائید فرمائی اور معاویہ کو خط لکھ بھیجا:

فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى مُعَاوِيَةَ : أَنْ لَا تَبِيعَ ذٰلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ.

''پھر سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تو اس معاملہ میں خرید وفروخت مت کر مگر مثل در مثل برابر وزن کے ساتھ''۔

(الموطا للإمام مالك ج٣ ص١٣٩١ حديث٢٤٤٢؛ مسند الإمام الشافعي مع شرحه الشافي لابن الأثير الجزري ج٤ ص٩٧؛ السنن للإمام الشافعي ج١ ص٣١٨ حديث٢١٨؛ الرسالة للإمام الشافعي ص٤٤٦ فقرة١٢٢٨؛ تهذيب الكمال ج٧ ص١٦٤، ١٦٥)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابوالدرداء ؓ کے حدیث نبوی ﷺ کے سنانے کا امیر شام پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ذاتی رائے پر ڈٹے رہے تو سیدنا ابوالدرداء ؓ دل برداشتہ ہوکر شام سے چلے گئے، حتیٰ کہ سیدنا عمر ؓ کو معاویہ کی طرف خط لکھنا پڑا۔

تبصرہ:

جناب قاری فیضی کی حدیث اور اسماء الرجال میں علمی استعداد قارئین کرام کے سامنے ہے۔ یہ علوم قاری فیضی صاحب کی علمی استعداد سے خارج ہیں۔

امام شافعی کا روایت پر کلام!

جناب قاری فیضی نے اس روایت کو امام شافعی کی کتاب الرسالہ ص446، رقم:1228 سے نقل کر دیا مگر امام شافعی نے اس روایت پر جو نکات بیان کیے اس کو ذکر نہیں کیا، جو اس بحث کے بارے میں اہم ہیں۔

حضرت معاویہ نے خبر کی مخالفت کی یا خبر دینے والے کی؟

فتوی باز ملا نے اس طرح کی روایات کو ایک خاص طرح کا رنگ دے کر یک طرفہ بات کی ہے۔

اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو نہیں مانا بلکہ اپنی رائے کو ترجیح دی ہے۔ مگر بات اس کے برعکس ہے۔
امام شافعی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فرأى أبو الدرداء الحجة تقوم على معاوية بخبره، ولما لم يَرَ ذلك معاوية فارق أبو الدرداء الأرض التي هو بها، إعظاماً لِأَنْ تَرَكَ خبر ثقة عن النبي. الرسالة ص447

چناچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی خبر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حجت تصور کیا۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے تابع نہ ہوئے یعنی نہ مانا تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے وہ مقام ہی چھوڑ دیا جہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اقامت پذیر تھے۔ اس بات کو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم جرم تصور کیا کہ ایک ثقہ شخص کی حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ترک کیا۔

اس حوالہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ کا یہ بات کرنا حدیث کو رد کرنے پر نہیں بلکہ ثقہ راوی کی حدیث کو ترک کرنے پر ہے۔ امام شافعی نے اس روایت کو خبر واحد کے قبول کرنے کی بحث میں نقل کیا ہے۔
ایک طالبعلم پر یہ بات واضح ہے کہ ثقہ راوی کی روایت کو ترک کرنا اور حدیث نبوی ﷺ کہہ کر رد کر دینے میں بہت فرق ہے۔ اسی طریقہ کو علماء نے خاص رنگ دینا کہا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسئلہ پر اپنا موقف پیش کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو اپنی رائے کے مقابلے میں رد نہیں کیا۔ بلکہ اس کے مروی ہونے پر احتمال کا ذکر کیا۔ اور ایک عالم کسی بھی حدیث کے احتمال پر کیسے رائے دیتا ہے، امام شافعی کے حوالہ سے تفصیل سے کلام پیش ہوا ہے۔
بہر حال اگر انہوں نے فقہ کی کتابوں کا ہی مطالعہ کر لیا ہوتا تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام بعض اوقات کن احادیث کو بظاہراً نہیں مانتے تھے اور ان کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟

کیا صحابہ کرام مخالف قران تھے؟

اس مقام پر مناسب ہوگا کہ قاری فیضی کو جناب شاہ حسین گردیزی صاحب کی کتاب کا حوالہ پیش کیا جائے تاکہ ان کو بات سمجھ آسکے۔

مسئلہ ذنب پر جب علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے عطا خراسانی کے قول کو احادیث صحیحہ کے خلاف لکھا اور عطا خراسانی تابعی کی رائے کو رد کر دیا کیونکہ مقابلہ میں حدیث صحیح تھی، تو جناب قبلہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے جو جواب لکھا وہ عکس کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب فی القران ص383 پر صحابہ کرام کا قرآن حکیم کے حکم کے خلاف عمل پر لکھتے ہیں۔

صحابہ کرام اور قرآنِ حکیم کے حکم کا موقوف ہونا

قرآنِ حکیم کی آیات کے نسخ کا علماء امت کا ایک بڑا طبقہ قائل ہے گو اس میں اختلاف ہے۔ کبھی کسی آیت کے نسخ کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے اور کبھی دلائل نسخ میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال فرمانے کے بعد حضرات صحابہ کرام نے کئی آیات کے بارے میں قیاس سے ان کے حکم کے سقوط کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ آیت غنیمت میں وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی میں ذَوِی الْقُرْبٰی کے حصہ کے بارے میں علماء کا ایک طبقہ اس کو ساقط کرتا ہے اور اس کا کہنا یہ ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ کان علی ستۃ للہ

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 384 پر صحابہ کرام کا قرآن حکیم کے حکم کے خلاف عمل پر لکھتے ہیں۔

۳۸۴

وللرسول سهما وسهم لاقاربه، فاجرى ابوبكر رضى الله عنه الخمس على ثلاثة، وكذا عمر رضى الله عنه ومن بعده من الخلفاء رضى الله عنهم۔(۱)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مالِ غنیمت کے چھ حصے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حصہ اور ایک حصہ آپ کے اقارب کا تھا (اور اسی طرح یتیم، مسکین اور ابن السبیل کا ایک ایک حصہ) تو یہ چھ حصے ہو گئے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے بعد آنے والے خلفاء علیہم الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کی تقسیم اسی طرح کی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مالِ غنیمت کا خمس یعنی پانچویں حصے کے چھ حصے تھے اور اسے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حصہ قرار دے کر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا رہا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد آپ کا اور ذوی القربیٰ کا حصہ ختم کر دیا گیا۔ اور یہ کام خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں ہوا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس پر قائم رہے۔ حضرت ملا احمد جیون لکھتے ہیں:

ان نسخ القرآن بالخبر المتواتر جائز عندنا لا عنده، فان سهم ذوى القربى منصوص فى الكتاب ولم يعمل به الخلفاء الراشدون فصار منسوخا به عندنا لا عنده۔(۲)

ہمارے یعنی حنفیہ کے نزدیک خبر متواتر سے قرآنِ حکیم کی کسی آیت کے حکم کا موقوف کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ ذوی القربیٰ کا حصہ قرآنِ حکیم میں منصوص ہے اور حضرات خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا اس سبب سے وہ ہمارے نزدیک ساقط و موقوف ہے۔ مگر حضرت امام شافعی کے نزدیک موقوف نہیں ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآنِ حکیم کی آیت کے اس حصہ پر

۱۔ مدارک التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۷۔ ۲۔ التفسیرات الاحمدیہ، ص ۳۳۷۔

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 385 پر صحابہ کرام کا قرآن حکیم کے حکم کے خلاف عمل پر لکھتے ہیں۔

۳۸۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں عمل ہوتا تھا مگر خلفاء راشدین نے اس پر عمل نہیں کیا اور فہرست سے اسے خارج کر دیا۔ ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی تھی مگر خلفاء راشدین نے اس حکم اور اس سنت دونوں کے حکم کو موقوف کر دیا۔ یعنی آیت کریمہ کے ایک جزء پر عمل کرنے سے منع کر دیا اور پھر ''سنت صحیحہ'' پر بھی عمل سے منع کر دیا۔ اور اس عبارت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا بھی یہی موقف تھا اور ان کا قیاس بھی اسی کا متقاضی تھا۔ حضرت ملا احمد جیون لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمة الله علیه یقسم الغنائم بعد وفاته صلی الله علیه وسلم علی ثلثة اسهم، سهم للیتامی وسهم للمساکین و سهم لابن السبیل، لان ذکر الله تعالٰی للتبرک، وسهم الرسول سقط بموته صلی الله علیه وسلم، وسهم ذوی القربٰی ایضاً سقط بموته صلی الله علیه وسلم۔(۱)

حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد مالِ غنیمت کے خمس کی تقسیم تین حصوں میں ہوتی تھی۔ ایک حصہ یتامیٰ کا دوسرا حصہ مساکین کا اور تیسرا حصہ ابن السبیل یعنی مسافر کا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تبرک کے لئے تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا اور ذوی القربیٰ کا حصہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ساقط ہو گیا۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اس قرآنی حکم میں تبدیلی کا نفاذ حضرات صحابہ کرام نے کیا ہے۔ بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے برعکس فیصلہ ہوا۔ اور یہ ابتداءً بعض صحابہ کرام کا قیاس تھا اور پھر دوسرے صحابہ کرام نے اس قیاس کی تائید کر دی تو گویا صحابہ کرام کا اجماعی فیصلہ ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

التفسیرات الاحمدیہ، ۴۳۷۔

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 383 پر صحابہ کرام قرآن حکیم کے حکم خلاف عمل پر لکھتے ہیں۔

یک کتاب ''اصولِ کرخی'' کے نام سے معروف ہے اس میں انھوں نے فقہ حنفی کے کچھ ر
اصول بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اصل یہ ہے۔

ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح، والاولٰی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق۔(۱)

ہر وہ آیت کریمہ جو ہمارے فقہ حنفی کے ائمہ کرام کے قول کے خلاف ہو تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا اسے ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے تا کہ اس میں توافق و موافقت ہو جائے۔ اس میں نسخ کی مثال دیتے ہوئے امام عمر نسفی لکھتے ہیں:

یحمل علی النسخ کقوله تعالٰی ولرسوله ولذی القربٰی فی الآیة ثبوت سهم ذوی القربٰی فی الغنیمة، ونحن نقول انتسخ ذلک باجماع الصحابة رضی الله عنهم۔(۲)

یعنی آیت غنیمت کے اس حصے ''ولرسوله ولذی القربٰی'' میں مالِ غنیمت میں ذوی القربٰی کا حصہ موجود ہے اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ اس حصہ پر عمل حضرات صحابہ کرام کے اجماع سے ساقط ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو خلیفۃ الرسول تھے ان کے دور اقدس میں حضرات صحابہ کرام کے اجماع سے یہ فیصلہ ہوا کہ آیت کریمہ کے اس حصہ پر عمل ساقط ہے، اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ذوی القربیٰ کا حصہ بھی ختم ہو گیا۔ اجماع سے مراد حضرات صحابہ کرام کی آراء کا متفق ہو جانا ہے۔ یعنی مجتہدین صحابہ کرام میں جو لوگ تھے

۱۔ تاسیس النظر، ص ۲۳۔ ۲۔ تاسیس النظر، ص ۲۳۔

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 387 پر لکھتے ہیں۔

اس کی دوسری مثال مؤلفۃ القلوب ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم۔(۱)

قرآنِ حکیم میں زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کیا گیا ہے اور وہ کل آٹھ مصارف ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے عہد میں مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دیتے رہے اور ان کی اس مد سے مدد کرتے رہے اور ان کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوئے تو ان کے عہد میں یہ مسئلہ ان کی خدمت عالیہ میں پیش ہوا، حضرت علی مرغینانی لکھتے ہیں:

قد سقط المؤلفة قلوبهم لان الله تعالی اعز الاسلام و اغنی

قرآن حکیم، سورۃ توبہ، آیت ۶۰۔

شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 388 پر لکھتے ہیں۔

۳۸۸

عنهم وعلی ذلک انعقد الاجماع۔(۱)

انھوں نے مؤلفۃ القلوب کو ساقط کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے اور ان سے مستغنی کر دیا ہے اور اسی پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو گیا۔ حضرت ملا احمد

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب فی القران ص 389 پر لکھتے ہیں۔

۳۸۹

اور "والمؤلفة قلوبهم" پیش کی ہیں جو سورہ انفال اور سورۃ توبہ میں موجود ہیں مگر ان پر عمل نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان پر عمل ساقط قرار دے دیا۔ حضرات علماء حنفیہ نے حضرات صحابہ کرام کے اس مؤقف کو قبول کیا اور آج تک قبول کئے ہوئے ہیں۔ حضرت امام شافعی نے علماء حنفیہ کے اس مؤقف کو قبول نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ذوی القربیٰ کا خمس بھی بحال ہے اور مؤلفۃ القلوب بھی مصارف زکوٰۃ میں شامل ہیں۔ مگر حضرت امام شافعی یا ان کے کسی پیرو نے آج تک یہ نہیں کہا کہ علماء حنفیہ نے قرآن حکیم کے کلمات پر عمل ساقط قرار دے دیا اور اس میں اللہ جل جلالہ یا اس کے کلام کا استخفاف ہو گیا ہے اور کلمات قرآن کا استخفاف کفر ہے لہٰذا علماء حنفیہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان قرآنی کلمات کے مفہوم پر عمل کو ساقط قرار دینا ایسا عمل نہیں ہے کہ اس پر ان کی تکفیر کر دی جائے۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے اسے ساقط قرار دیا ہے اور جن لوگوں نے ان کا ساقط ہونا قبول کیا ہے انھوں نے اپنے قیاس یا قول کو بالا اور راجح قرار دے کر ان کو ساقط کیا ہے۔

تو جب قرآن حکیم کے کلمات سے ثابت شدہ حکم کی علماء حنفیہ کے نزدیک یہ صورت حال ہے تو پھر وہ اخبار احاد جو محض دلیل ظنی ہوتیں ہیں اور عمل ہی میں اثر انداز ہوتیں ہیں اسلئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ان کی اسناد و اضافت کمزور ہوتی ہے اور عقیدہ میں قبول بھی نہیں کی جاسکتیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے خلاف تو ان کا کوئی کردار ہی نہیں ہے تو ان کے مقابلہ میں یا ان کے بدلے میں یا انہیں اصل اور قاعدہ کے مطابق قبول نہ کر سکنے کی وجہ سے حضرت عطاء خراسانی قدس سرہ کا قول یا ان کا قیاس یا ان کا مؤقف قبول کر لینے سے حضرت خراسانی یا ان کے قول کو قبول کر کے ترجمہ میں اختیار کرنے والا عالم دین یا دلائل سے اس کی تائید و توثیق کرنیوالا شخص کافر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور پھر دلائل سے کسی چیز کا ترک اسکا استخفاف نہیں ہوتا جیسے دلائل سے ذوی القربیٰ اور مؤلفۃ القلوب کا حکم ساقط کرنے سے آیات قرآن حکیم کا استخفاف نہیں ہے اسی طرح دلائل سے خبر واحد کو ترک کرنا اس کا [استخف]اف نہیں ہو سکتا۔ فتدبر و تشکر۔

شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں الذنب فی القرآن ص383 تا ص389 تک ۲ مسائل میں صحابہ کرام کو قرآن کے حکم کو موقوف اور خلاف کرنے کا اثبات کیا ہے۔ کیا قاری صاحب ان مسائل میں صحابہ کرام کو قرآن کا مخالف کہیں گے یا کوئی تاویل پیش کریں گئے۔؟ قاری فیضی کا اس معاملہ پر جو جواب ہو گا وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہمارا جواب ہو گا۔

شاہ صاحب کا احادیث سے استدلال!

قبلہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے الذنب فی القرآن ص390 تا ص414 تک ایسی روایات پیش کیں ہیں جس میں صحابہ کرام نے حدیثِ صحیح کو نہیں مانا یا حدیثِ صحیح انکار کیا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب فی القران ص390 پر لکھتے ہیں۔

۳۹۰

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور صحیح حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

یا ابا هریره واعطانی نعلیه فقال اذهب بنعلی هاتین فمن لقیت من وراء هذا الحائط یشهد ان لا اله الا الله مستقینا بها قلبه، فبشره بالجنة فکان اوّل من لقیت عمر بن الخطاب فقال ما هاتان النعلان یاابا هریرة قلت هاتین نعلا رسول الله صلی الله علیه وسلم بعثنی بهما من لقیت یشهد ان لا اله الا الله مطمئنا بها قلبه بشرته بالجنة، قال فضرب عمر بیده بین ثدی فخررت لاستی، فقال ارجع یاابا هریرة فرجعت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاجهشت بکاءً، ورکبنی عمر فاذا هو علی اثری فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مالک یاابا هریرة قلت لقیت عمر فاخبرته بالذی بعثنی به فضرب بین ثديّ ضربة فخررت لاستی فقال ارجع، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عمر ما حملک علی ما فعلت قال یارسول الله یابی انت وامی ابعثت بابی هریره بنعلیک من لقی یشهد ان لا اله الا الله مستیقنا بها قلبه، بشره بالجنة، قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس فخلهم یعملون قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فخلهم. (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنی نعلین عطا فرماتے ہوئے حکم دیا میرے نعلین لے کر جاؤ اور اس دیوار کے بعد جو

صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۴۔

قبلہ شاہ صاحب اپنی کتاب الذنب بی القران ص 391 پر لکھتے ہیں۔

۳۹۱

شخص تمہیں لا الٰہ الا اللہ دل سے کہنے والا ملے اسے جنت کی بشارت دو۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب مجھے ملے، انھوں نے پوچھا یہ نعلین کیوں اُٹھائے ہوئے ہو۔ تو میں نے کہا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین ہیں اور آپ نے مجھے یہ اس لئے دی ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ دل سے کہنے والا مجھے ملے میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے میں پشت کے بل گر پڑا تو حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا واپس جاؤ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوا۔ اور اتنے میں حضرت عمر بن خطاب بھی پہنچ گئے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ آپ کو کیا ہوا تو میں نے یہ سارا قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر دیا۔ اس پر آپ نے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس پر حضرت عمر نے گزارش کی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے نعلین دے کر بھیجا ہے کہ جو شخص ملے اور لا الٰہ الا اللہ دل کے یقین کیساتھ کہنے والا ہو اسے جنت کی بشارت دو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یارسول اللہ ایسا نہ کریں۔ مجھے خوف ہے کہ لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے انہیں عمل کرنے دیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خَلِّهِمْ یعنی انہیں عمل کرنے دو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ کا پورا بیان سننے کے بعد انہیں مارا اور لوٹایا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا موقف پیش کیا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف یا تجویز کو شرف پذیرائی بخشی۔

نکتہ :

شاہ صاحب نے ایک اہم نکتہ کتاب الذنب فی القران ص 392 بیان کیا ہے، اس کو ملاحظہ کریں۔ قبلہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

۳۹۲

قارئین کرام! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو قبول نہ کیا اور اپنے قیاس کو غالب کیا اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں فرمائی تھی اس وقت تک، مولانا سعیدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کون سا حکم لگائیں گے۔

اس نکتہ پر قاری فیضی بھی کچھ غور کریں۔ مگر فیصلہ قارئین کرام کریں کہ اس طرح کی روایت پیش کر کے کن کن صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں ہو سکتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے کے لیے شریعت کے تمام اصول اور اہل سنت کے ضوابط کو رد کر دینا قابل مذمت تو ضرور ہے مگر قابل تحسین بات ہر گز ہر گز نہیں۔ اور جن کا کام، سنوارنا نہیں بلکہ بھگاڑنا ہو ان سے ہر طرح کی امید کی جاسکتی ہے۔۔

شاہ صاحب کا موقف!

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص394پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہم یہاں یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہیں دیا اور تین کو تین قرار دے دیا تو حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف آواز نہیں اٹھائی کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کے مقابلہ میں اپنے قیاسی فیصلہ کو راجح قرار دیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ''فکر'' کو ان حضرات گرامی نے تسلیم کیا۔

شاہ صاحب کی فتویٰ باز ملا کے بارے میں رائے!

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص394پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر ہم تکفیر باز ملا ہوتے تو ضرور کوئی کارروائی کرتے۔ اس عبارت کو استہزاء و استخفاف کا روپ دے کر ان کے سر پر تکفیری و تضلیلی قراقلی رکھ دیتے۔ اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے ہمارا مقصود تو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا و مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا تحفظ اور ان کی شان کو بالا کرنا تھا۔ مگر یہ کوئلہ کا کاروبار ہے جس سے منہ اور کپڑے سیاہ ہو جاتے ہیں اس لئے ہم یہ کام نہیں کرتے۔ بس ہماری بارگاہ خداوندی میں درخواست ہے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی انا اور نفس پرستی کی خاطر ''تکفیر سازی'' کے بدترین عمل اور شر من تحت ادیم السماء۔ کے بڑے کردار سے بچا۔ صدق و دیانت اور حق و ہدایت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔

شاہ صاحب کی تحریر میں ایک عبارت بہت اہم ہے، اس پر غور کریں۔

" اس عبارت کو استہزاء و استخفاف کو روپ دے کر"۔

شاہ صاحب کی عبارت کو ذہن نشین کر کے ذرا قاری فیضی کی تحریر کا مطالعہ کریں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قاری فیضی نے کس طرح روایات اور عبارات کو "حدیث کی مخالفت" کا روپ دیا ہے۔ اور کس طرح صحابی پر فتویٰ لگانے کی جسارت کی ہے۔

قارئین کرام ایک بات یاد رکھیں کہ قبلہ شاہ صاحب کے نزدیک "عبارت کو کوئی روپ دینا" اور "کوئلہ کا کاروبار" ایک جیسا عمل ہے۔ قارئین کرام اس عبارت کی حساسیت اور اہمیت کو ضرور سمجھیں۔ اور موصوف قاری صاحب کو اس بات کی طرف دھیان دینا چاہیے۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر مخالفت حدیث کا فتویٰ؟

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص397 پر لکھتے ہیں۔

۳۹۷

حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حدیث تغریب عامٍ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے:

البکر بالبکر جلد ماۃ و تغریب عام

کنوارہ اور کنواری جب زنا کریں تو ان کے لئے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص400 پر مزید لکھتے ہیں۔

۴۰۰

رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل سے یہ استدلال کیا کہ جلد اور تغریب کو جمع کرنے کا حکم منسوخ ہے۔

یعنی ان دونوں جلیل القدر خلفاء راشدین نے حدیث کو صحیح اور مشہور سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہیں کیا تو حضرات فقہاء کرام نے ان کے اس عمل سے ''جلد'' اور ''تغریب'' میں اجتماع کو منسوخ سمجھ لیا۔ یہ حدیث خبر مشہور ہے اور ان دونوں ائمہ ہدیٰ نے اس پر عمل نہ کر کے جو پیغام دیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اسے مزید بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

قاری فیضی صاحب اب ان دو جلیل القدر خلفاء کے بارے میں کیا رائے دیں گے؟

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مخالفت حدیث کا فتویٰ؟

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص400 ۔401 پر لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ترک حدیث

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ فتح مکہ کے روز جن چند آدمیوں کے قتل کا آپ نے اس طرح حکم دیا تھا کہ یہ اگر غلاف کعبہ میں چھپے ہوئے ہوں تو بھی ان کو قتل کر دیا جائے ان میں ایک یہ بھی تھے، حضرت ابوبکر جصاص اس حوالے سے لکھتے ہیں:

ومنه قصة عبدالله بن سعد بن ابی سرح حين جاء به عثمان يشفع فيه، فامسک النبی صلی الله عليه وسلم عن بيعته رجاء ان يقتله بعضهم، لانه قد كان تقدم بقتله، و كان فعل عثمان ذلک اجتهاداً فلم ينكره النبی صلی الله عليه وسلم.(۱)

ان ہی میں سے ایک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا قصہ ہے۔ جب انہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان کی سفارش کی کہ انہیں معاف کر دیا جائے اور یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے

الفصول فی الاصول، ص ۷۷۔

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص400 ۔401 پر لکھتے ہیں۔

۴۰۱

انہیں بیعت کرنے سے اس لئے توقف فرمایا کہ کوئی انہیں قتل کر دے اس لئے کہ آپ ان کے قتل کا حکم صادر فرما چکے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کرتے ہوئے ان کی سفارش کی۔ اور آپ نے حضرت عثمان ﷺ پر نکیر نہیں کی اور انہیں عتاب نہیں کیا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن سعد بن ابی سرح کے قتل کا حکم دے دیا تھا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی اور پھر ان کی سفارش کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر کا تقاضا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جاتا۔ آپ نے ان کی بیعت میں اسی لئے تاخیر کی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام میں سے کسی نے انہیں قتل نہ کیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ پر اپنے اجتہاد اور قیاس کو مقدم قرار دیا تو پھر کیا حکم ہوگا۔

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اس روایت کے بعد واضح لکھا ہے کہ
"اب اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فیصلہ پر اپنے اجتہاد اور قیاس کو مقدم قرار دیا تو پھر کیا حکم ہو گا؟"
میرے خیال میں قارئین کرام کو بات سمجھ آگئی ہو گی کہ معاملہ کیا اور تحریری کو روپ دینا کیا ہوتا ہے؟
قاری فیضی صاحب اگر شاہ حسین گردیزی صاحب سے یہ مسئلہ سمجھ لیں تو بہتر ہو گا۔

شاہ صاحب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عمل:

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص403۔401پر لکھتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ترک حدیث

حدیبیہ وہ مقام ہے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور کفارِ مکہ کے مابین اس مقام میں ایک معاہدہ ہوا تھا جسے معاہدہ حدیبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس معاہدہ کے کاتب تھے۔ حضرت ابوبکر جصاص اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

۳۰۲

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما امر بکتب الکتاب یوم الحدیبیة بینه و بین سهیل بن عمرو، وکان الکاتب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه. کتب هذا ما اصطلح علیه محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وسهیل بن عمرو، فقال سهیل لو علمنا انک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما کذبناک ولکن اکتب هذا ما اصطلح علیه محمد بن عبداللہ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لعلی. امح رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واکتب محمد بن عبداللہ فقال علی ما کنت لا محوها، فمحاها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ولم ینکر علی علی رضی اللہ عنه اجتهاده فی ترک محوها، لانه لم یقصد به مخالفة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و انما قصد به تعظیم رسول اللہ و تبجیل ذلک الاسم، ورای ان لا یمحوه هو لیمحوه غیره، فقال ذلک طاعة منه للہ تعالیٰ ولو کان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال له: فرض اللہ علیک محوها لمحاها بیده۔(۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوم الحدیبیہ میں جب اپنے اور سہیل بن عمرو کے مابین معاہدہ لکھنے کا حکم فرمایا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس معاہدے کے کاتب مقرر ہوئے تھے۔ تو انھوں نے لکھا:

هذا ما اصطلح علیه محمد رسول اللہ وسهیل بن عمرو.

تو سہیل نے اعتراض اُٹھایا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کی تکذیب نہ کرتے۔ اس لئے یہ تحریر یوں لکھی جائے۔

هذا ما اصطلح علیه محمد بن عبداللہ.

۱۔ الفصول فی الاصول، ص ۷۱۔

۴۰۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی بن ابی طالب سے فرمایا اس سے ''رسول اللہ'' کا کلمہ مٹا دو اور ''بن عبداللہ'' لکھ دو، تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ میں آپ کے نام سے ''رسول اللہ'' کا کلمہ نہیں مٹا سکتا۔ اس پر آپ نے خود ''رسول اللہ'' کے کلمہ کو مٹا دیا۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نہ مٹانے کے عمل میں اجتہاد پر کوئی نکیر نہیں کی کیونکہ ان کا ارادہ حضور علیہ الصلوٰۃ واسلام کی مخالفت کا نہ تھا بلکہ ''رسول اللہ'' کی تعظیم اور بڑائی کی وجہ سے اسے مٹا نہیں رہے تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ وہ خود اسے نہ مٹائیں کوئی اور مٹا دے۔ یہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے کیا اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر لازم کیا ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے مٹا دیتے۔

حضرت ابو بکر جصاص قدس سرہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اجتہاد میں یہ بات شامل کی ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیاس تھا اور انھوں نے امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں یہ قیاس کیا اور آپ کی بارگاہ میں گزارش کر دی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے یہ نہیں فرمایا کہ:

تم نے میری صحیح حدیث پر اپنے قیاس کو غالب قرار دیا ہے۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قیاس اور اجتہاد تھا اور ان کا بنیادی نقطہ نظر تھا کہ آپ کے نام کے ساتھ سے ''رسول اللہ'' کا کلمہ میں نہیں مٹا سکتا اس لئے اس سے ''امر رسول'' میں استخفاف کا قول بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی استدلال کے طریقہ سے کسی حدیث کو ترک کر ہے اور دلیل مقابل کو ترجیح دیدے تو اسے استخفاف کا نام دے کر کفر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

صحابہ کرام کا حدیث کے خلاف عمل کرنا؟

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص 405-403 پر لکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حدیث کے خلاف فیصلہ پر سکوت

حضرت امام ابوزید دبوسی قدس سرہ لکھتے ہیں:

فان قیل ألیس ان عمراً رضی اللہ عنہ شاور الصحابة فی مال فضل عندہ للمسلمین. فاشاروا علیہ بالامساک الی وقت

۴۰۴

الحاجة، وعلی رضی اللہ عنہ کان ساکتا فی القوم فسالہ عمر رضی اللہ عنہ فقال: قد تکلم القوم، فقال لتتکلمنَّ فامر بالقسمة وروی فیھا حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد استجاز علی رضی اللہ عنہ السکوت وعندہ الحکم بخلاف ما افتوا

قلنا ان علیا رضی اللہ عنہ استجاز السکوت لان ما اشار القوم الیہ من الامساک الی وقت نائبة اخری کان حسنا جائزاً ولکن لما استنطق نطق بالقسمة ففیھا الاحتیاط للخروج عن الامانة وھو الاحسن والنطق بمثل ھذا لا یجب ولکن یحسن فیجوز السکوت عنہ۔(۱)

اگر یہ بات کہی جائے کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام کو مجلس مشاورت میں جمع کیا اس مال کے بارے میں جو فی الوقت مسلمانوں کی ضرورت سے زائد ہے۔ اسے کیا کیا جائے۔تو حضرات صحابہ نے حاجت وضرورت کے وقت تک اس کے روک لینے کا مشورہ دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مجلس میں صحابہ کرام کے سامنے خاموش رہے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے کہا کہ آپ بھی بات کریں تو آپ نے فرمایا حضرات صحابہ کرام اس پر مشورہ دے چکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ بھی تو اس پر کچھ کہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تقسیم کا مشورہ دیا اور اس پر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث بھی بیان فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حدیث کے خلاف فتویٰ دیا گیا اور آپ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور اسے جائز سمجھا، اور فتویٰ

تقویم الادلہ، ص ۲۹۔

۴۰۵

حکم حدیث کے خلاف تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سکوت کو جائز سمجھا کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے جو فیصلہ کیا کہ اسے دوسری ضرورت پڑنے کے وقت تک روک لیا جائے ان کا یہ فیصلہ حسن اور جائز تھا لیکن جب وہ بولے تو انہوں نے تقسیم کرنے کا فیصلہ دیا اور اس میں امانت کے حق دار تک پہچانے میں احتیاط ہے۔ اور یہ ''احسن'' ہے تو ایسی صورت حال میں بات کرنا واجب و لازم نہیں ہوتی لیکن ''حسن'' ضرور ہوتی ہے تو ایسی صورت میں سکوت جائز ہوتا ہے۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے خلاف فیصلہ ہو گیا تھا مگر آپ خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سوال کرنا پڑا، تو پھر آپ نے حدیث کے مطابق فیصلہ دیا۔ امام دبوسی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے ''حدیث رسول'' کے برعکس جو فیصلہ دیا تھا وہ ''حسن'' تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''حدیث رسول'' کے مطابق جو فیصلہ دیا وہ ''احسن'' تھا اور ایسے وقت میں سکوت جائز ہوتا ہے۔ امام دبوسی قدس سرہ نے ''حدیث رسول'' کے خلاف فیصلہ کو ''حسن'' قرار دیا ہے کفر قرار دیا۔ فتدبر و تشکر

قاری فیضی صاحب اس روایت میں صحابہ کرام کا حدیث صحیح کے خلاف عمل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سکوت اختیار کرنے میں کیا فتوی دیں گے ؟

حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ کا عمل:

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص 407-405 پر لکھتے ہیں۔

حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور ترک حدیث

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تین سو تیرہ مجاہدین کا لشکر لے کر بدر میں تشریف فرما ہوئے اور لشکر کے قیام کے لئے ایک جگہ متعین کی۔ حضرت ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

ان الخباب بن المنذر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل نزلا یرید المشرکین فی وقعة بدر: أرایت یارسول اللہ هذا المنزل نزلته أبامر اللہ هو، فنسلم لامر اللہ، ام بالرای والمکیدة؟ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هو بالرای، فقال

۴۰۶

أری ان نبادر الی الماء، فنزل علیه قبل ان یسبق المشرکون الیه. فقبل ذلک۔(۱)

غزوہ بدر میں مشرکین سے جہاد کے ارادہ سے جب آپ نے ایک مقام لشکر کے لئے متعین فرمایا تو حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یارسول اللہ یہ جو آپ نے لشکر گاہ متعین کی ہے تو کیا آپ نے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں یا آپ نے رائے اور تدبیر سے یہ جگہ لشکر کے لئے متعین کی ہے تو جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنی رائے سے متعین کی ہے۔ تو حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر ہم پانی کے قریب پہنچ کر وہاں لشکر گاہ بنالیں قبل اس کے کہ مشرکین وہاں ڈیرہ جمائیں تو یہ ہمارے لئے بہتر اور مناسب ہوگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی رائے اور قیاس کو قبول کیا اور اس مقام میں لشکر گاہ مقرر کر دی۔

حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کے مقابلہ میں اپنی رائے اور قیاس کو درست اور صحیح سمجھ کر آپکی بارگاہ میں گزارش کی نہ یہ کہ باطل اور غلط تصور کر کے پیش کی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ:

میری حدیث صحیح کے مقابلہ میں اگر کوئی اپنے قیاس اور قول کو راجح قرار دے گا تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

بلکہ آپ نے ان کے قیاس اور قول کو قبول فرمایا۔ حضرت جصاص قدس سرہ نے یہ روایت حضرت حباب رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے حوالے سے پیش کی ہے کہ انھوں نے استدلال سے حدیث صحیح سے اختلاف کیا اور آپ کی بارگاہ عالی میں اپنے قول کو دلیل کے ساتھ پیش کیا۔ اور اس ذات عالی کی طرف سے منظوری بھی ہو گئی۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ استدلال سے کبھی

الفصول فی الاصول، ص ۶۵۔

۴۰۷

بھی صحیح حدیث کو اگر ترک کر دیا جائے تو اس میں استخفاف نہیں ہوتا۔ یہ لشکر گاہ کی بات اگر چہ بظاہر دنیاوی امور سے متعلق ہے مگر غلبہ اسلام کے حوالہ سے دیکھا جائے تو یہ بھی دینی امور میں شامل ہو گی۔

قاری فیضی صاحب اس روایت پر غور و فکر کریں تو ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل پر اعتراض کرنے پر نظر ثانی کی وجہ معلوم ہو جائے گی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث کی مخالفت کے الزام پر ندامت ضرور ہو گی۔

حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اختلاف!

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص 411-408 پر لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین ترک حدیث پر مباحثہ

بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران رکن اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا جاتا ہے۔ دوسرے دونوں رکن شامی اور عراقی کا استلام نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے:

لم ار النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت الا الرکنین الیمانیین۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف دو رکن، حجر اسود اور رکن یمانی کو استلام کرتے دیکھا

اور ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی بن امیہ کو چاروں ارکان کا استلام کرتے دیکھا تو ان سے باز پرس کی تو انہوں نے جواب دیا۔

استلمها کلها لانہ لیس شیء من البیت یهجر۔

میں نے تمام ارکان کا استلام اس لئے کیا ہے کہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

صحیح البخاری، ج ا، ص ۲۱۸۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حجر اسود کے علاوہ کسی دوسرے رکن کو استلام کرتے دیکھا تو حضرت یعلی نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ایسا نہیں دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو آپ کے لئے وہی ہونا چاہئے اور حضرت یعلی نے اسے قبول کر لیا۔(۱)

حضرت یعلی نے چاروں ارکان کے استلام پر جو کچھ پیش کیا وہ ان کا اپنا نقطہ نظر تھا۔ ان کے پاس کوئی حدیث نہ تھی۔ اگر ہوتی تو وہ اس موقع پر پیش کرتے گویا یہ ان کا اپنا اجتہادی عمل تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھاری بھرکم شخصیت کے سامنے اپنے اجتہاد پر وہ عمل کرنے سے رک گئے۔ لیکن حدیث کے مقابلہ میں انہوں نے اجتہاد کیا اور اس عمل کو نہ تو انہوں نے خود کفر سمجھا اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کفر سمجھ کر منع کیا۔ مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

کان معاویہ رضی اللہ عنہ یستلم الارکان فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ لا یستلم ھذان الرکنان، فقال لیس شیء من البیت مھجوراً وکان ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یستلمھن کلھن۔(۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام ارکان کا استلام کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ان دو رکنوں یعنی رکن شامی اور عراقی کا استلام نہ کیا جائے تو حضرت معاویہ نے کہا کہ بیت اللہ میں کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے۔

بخاری کی اس حدیث میں بھی اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے قیاس سے استدلال کیا اور کہا ہے کہ بیت اللہ تمام کا تمام برکت والا ہے اس لئے کہیں سے بھی اس کا استلام کیا جا سکتا ہے مگر حضرت عمر اور حضرت ابن عباس دونوں حضرات، حضور علیہ الصلوٰۃ

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۱۸۵۔ ۲۔ صحیح البخاری، ج ۱، ص ۳۱۸۔

۴۱۰

والسلام کے عمل سے استدلال کر رہے ہیں اور حضرت ابن عباس نے تو بعض اوقات قرآن حکیم کی آیت کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سے حدیثی عمل کی تائید کی مگر یہ حضرات اپنے موقف سے دستبردار نہیں ہوئے۔

دونوں حضرات میں جو مباحثے ہوئے کسی نے چاروں ارکان کے استلام پر کوئی حدیث پیش نہ کی اور اس کی نفی پر بھی کوئی حدیث پیش نہیں کی گئی۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ارکان اربعہ کے استلام اور عدم استلام پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے۔ حدیثی ثبوت صرف دو ارکان رکن اسود اور رکن یمانی کا ہے۔ ارکان اربعہ کے استلام کے حق میں جو حضرات ہیں وہ قیاس سے کام لے رہے ہیں اور قیاس کو حدیث رسول کے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں۔ حضرت بدرالدین عینی دونوں طبقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یستفاد من هذا الحدیث مذهبان. الاول من یستلم الارکان کلها وهو مذهب معاویه وعبدالله بن زبیر و جابر بن زید و عروه بن الزبیر و سوید بن غفله، وقال ابن المنذر وهو مذهب جابر بن عبدالله والحسن والحسین وانس بن مالک. الثانی مذهب ابن عباس و عمر بن الخطاب رضی الله عنهم ومذهبهما انه : لا یستلم الا الرکن الاسود والرکن الیمانی وهو مذهب اصحابنا الحنفیه۔(۱)

اس حدیث سے جو چیز مستفاد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں دو مذہب ہیں۔ (۱) وہ لوگ جو تمام ارکان کا استلام کرتے ہیں اور یہ مذہب حضرت معاویہ، عبداللہ بن زبیر، جابر بن زید، عروہ بن زبیر اور سوید بن غفلہ کا ہے اور ابن منذر نے کہا اور یہی مذہب ہے حضرت جابر بن عبداللہ، امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور حضرت انس بن مالک کا ہے۔ اور (۲) حضرت ابن عباس، حضرت عمر بن

عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۱۸۵۔

۴۱۱

خطاب رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف رکن اسود اور
رکن یمانی کا استلام کیا جائے اور علماء حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اب یہاں حضرات صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کا مؤقف و مذہب ارکان اربعہ کا استلام ہے جو قیاس پر موقوف ہے اور اس میں بنو امیہ اور آلِ علی ایک ساتھ کھڑے ہیں بلکہ آلِ زبیر بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں حدیث موجود ہے۔ اور اس حوالے سے کسی صحابی نے یا ان کے قیاسی مؤقف کے خلاف جو حضرات صحابہ کرام اس وقت موجود تھے ان کے اس عمل کو کفر قرار نہیں دیا کہ آپ یہ عمل حدیث کے خلاف کرتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ تاہم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا مؤقف و مذہب حدیث پر زیادتی کے مفہوم کو متضمن ہے اس لئے اسے حدیث کے خلاف نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس پر اضافہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کا یہ اجتہاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی صورت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دونوں ارکان یعنی رکن شامی اور رکن عراقی کے بارے میں عدم استلام کا ہے اور یہ حضرات اپنے قیاس کے مطابق اس میں استلام کے قائل ہیں اس لئے یہ عمل آپ کے عدم فعل کے مقابلہ میں فعل کا ہے تو گویا یہ فعلی حدیث کے مقابلہ میں قیاسی عمل ہے۔

شاہ صاحب کا حضرت سعید بن مسیب کے قول سے استدلال!

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص412 پر لکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ اور حدیث مشہور

حضرت نظام الدین شاشی لکھتے ہیں:

والکتاب مطلق فی انتهاء الحرمة الغليظة بالنكاح وقد قیدتموہ بالدخول بحدیث امرأة رفاعه۔

یعنی قرآن حکیم میں "تنکح زوجا غیرہ" کی تفسیر میں یہ بات ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دیں تو دوسرے شخص کے ساتھ صرف نکاح ہو جانے اور اس کے طلاق دے دینے سے شوہر اول کے لئے اس سے نکاح کر لینا درست ہو جاتا ہے۔ مگر حضرات علماء حنفیہ نے اس مطلق کو حدیث امرۃ رفاعہ سے مقید کر دیا ہے۔ حضرت نظام الدین شاشیؒ

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص413 پر مزید لکھتے ہیں۔

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ حدیث "مشہور" ہے۔ اور اتنی طاقت ور ہے کہ اس سے کتاب اللہ کے مطلق پر زیادتی جائز ہے۔ مگر حضرت سعید بن میسّب جو اجلّہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور جو مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں جن کے

شاہ حسین گردیزی صاحب نے اپنی کتاب الذنب فی القرآن ص 414 پر مزید لکھتے ہیں۔

۴۱۴

علم وفضل کے ذکر سے کتابیں بھری ہوئی ہیں وہ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

نقل عن سعید بن المسیب انه حکم بظاهر الآیة وقال انه یکفی مجرد النکاح وهو مردود لمخالفة الحدیث المشهور ولو قضی به القاضی لا ینفذ قضاء ه۔(۱)

حضرت سعید بن میتب سے منقول ہے کہ وہ اس آیۃ کریمہ کے ظاہر پر حکم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ صرف نکاح کافی ہے یعنی دخول کی قید ضروری نہیں ہے۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اپنے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان کا یہ مؤقف مردود ہے اس لئے کہ اس میں حدیث مشہور کی مخالفت ہے اور اگر کوئی قاضی ان کے اس قول پر فیصلہ کرے گا تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرت سعید بن میتب نے قرآنی حکم کو مطلق سمجھا اور اس پر حدیث کی زیادتی کو جو اس پر ''دخول'' کا اضافہ کرتی تھی قبول نہ کیا۔ انھوں نے نہ صرف خبر واحد کو بلکہ خبر مشہور کو ترک کیا ہے اور اپنے قیاس پر عمل کیا ہے اور ان کا قیاس تھا کہ قرآنی حکم مطلق ہے۔ اس کے بارے میں کسی حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا، سو انھوں نے نہیں کیا تو کیا اپنے قیاس یا تحقیق کے مقابلہ میں حدیث مشہور کو ترک کرنے سے کسی کی تکفیر جائز ہو سکتی ہے۔ نہیں نہیں نہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ استدلالی طریقہ سے بات کر رہے ہیں۔ حدیث مشہور کو استدلال سے ترک کر رہے ہیں۔ اس کا انکار نہیں کر رہے۔ اگر اس صورت میں تکفیر جائز ہوتی تو کسی فقیہ محدث مفسر نے حضرت سعید بن میتب پر تکفیر کا فتویٰ دیا ہوتا۔

شاہ حسین گردیزی صاحب نے چند روایات پیش کیں ہیں جس میں صحابہ کرام پر حدیث صحیح کی مخالف کا رنگ ملتا ہے مگر اسکی حقیقت الگ ہے۔ قاری فیضی صاحب نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطلقا حدیث صحیح کی مخالفت کا الزام لگایا ہے تو ان روایات کا جواب جو آپ کا ہو گا وہی جواب ہمارا ہو گا۔

موصوف فیضی کا الزام!

قاری فیضی نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سود کا الزام اور حدیث صحیح کا مخالف کہہ کر اس کو ایک خاص رنگ دینے کی کوشش کی ہے، تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

دراصل معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی لہذا ان کا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ سے اختلاف ہوا۔ اور اس معاملہ پر جب اس حدیث کی تصدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہو گی تو حضرت معاویہ نے اس کی مخالفت نہیں بلکہ اس پر عمل کیا ہے۔

حیرانگی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے بعد اس پر عمل کیا تو کس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا جا سکتا ہے؟

صحابہ کرام کا علمی اختلاف!

علماء اس معاملہ میں بخوبی واقف ہیں کہ صحابہ کرام کا آپس میں علمی اختلاف بھی ہوتا تھا۔ اس اختلاف کو بہانہ کر کسی اہل سنت کے عالم نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کیا۔ قارئین کرام کے لیے چند روایات پیش خدمت ہیں۔

- قرآن و حدیث کے کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال، جیسے قرآن نے تین ''قرؤ'' کو عدت قرار دیا ہے ''قرأ'' کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی؛ چنانچہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس سے حیض کا معنی مراد لیا اور حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابتؓ نے طہر کا۔
- بعض دفعہ حضور ﷺ کے کسی عمل کا مقصد و منشاء متعین کرنے میں اختلافِ رائے ہوتا تھا، جیسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ طواف میں رمل کا عمل آپ نے مشرکین کی

تردید کے لیے فرمایا جو کہتے تھے کہ مدینہ کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دیا ہے، یہ آپ کی مستقل سنت نہیں، دوسرے صحابہ اس کو مستقل قرار دیتے تھے۔

- اس طرح حج میں منی سے مکہ لوٹتے ہوئے وادی ابطح میں توقف، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ اسے سنت نہیں سمجھتے تھے اور اس کو حضور کا ایک طبعی فعل قرار دیتے تھے کہ اس کا مقصد آرام کرنا تھا لیکن دوسرے صحابہؓ اسے سنت قرار دیتے تھے۔

غور کیا جائے! تو صحابہ کے درمیان اختلاف رائے کا ایک سبب ذوق اور طریقہ استنباط کا فرق بھی تھا، بعض صحابہ کا مزاج حدیث کے ظاہری الفاظ پر قناعت کا تھا، جیسے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ وغیرہ بعض صحابہؓ حدیث کے مقصد و منشاء پر نظر رکھتے تھے اور قرآن مجید اور دین کے عمومی مزاج و مذاق کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کی کوشش کرتے تھے، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ الباجی المالکی کے قول پر تحقیق!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص204 پر لکھتے ہیں۔

علامہ ابوالولید الباجی المالکی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے الفاظ "مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ ،الخ" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

إِنْكَارٌ مِنْهُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ ، التَّعَلُّقُ بِالرَّأْيِ يُخَالِفُ النَّصَّ ، وَلَمْ يَحْمِلْ ذٰلِكَ مِنْ مُعَاوِيَةَ عَلَى التَّأْوِيلِ ، وَإِنَّمَا حَمَلَهُ مِنْهُ عَلٰى رَدِّ الْحَدِيثِ بِالرَّأْيِ.

"یہ اُن کی طرف سے معاویہ پر نکیر ہے کہ اُس نے رائے سے نص کی مخالفت کی، اُنہوں نے اس کو معاویہ کی تاویل نہیں سمجھا بلکہ رائے سے حدیث کو مسترد کرنا سمجھا ہے"۔

(المنتقیٰ شرح موطأ ج٦ ص٢٣٦)

تبصرہ:

قاری فیضی نے علامہ الباجی المالکی کا جو حوالہ لکھا وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے موقف کے طور پر لکھا۔ جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حقیقت بھی ایسی ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام اپنا اپنا موقف رکھتے تھے اور اختلاف کرتے تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہ اپنے علم کی بنیاد پر کہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے علم اور معلومات کے مطابق بات کی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو موقف پیش کیا وہ متعدد صحابہ کرام کا بھی تھا۔ اس لیے کسی طرح کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ذاتی رائے کا الزام!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 207 پر لکھتے ہیں۔

بمقابلہ نصوصِ شرعیہ ذاتی رائے سے رجوع

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سامنے تو معاویہ نے نہ حدیث کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی کوئی لچک دکھائی، اگر وہ تھوڑی سی بھی لچک دکھاتے تو سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو شام سے مدینہ منورہ نہ جانا پڑتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُنہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے بعد رجوع کر لیا تھا یا اپنے ہی اجتہاد پر ڈٹے رہے تھے؟ اس پر اُن کا دفاع کرنے والے محدثین نے رجوع کا احتمال تو بیان کیا ہے لیکن کوئی بھی محدث نقلی ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ ہمیں بھی اس رجوع یا عدم رجوع پر بات کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے، البتہ یہاں ہم یہ موازنہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب کوئی ایسی شرعی نص آتی جو پہلے اُن کے علم میں نہ ہوتی تو اُس پر اُن کا ردِ عمل کیا ہوتا تھا۔

تبصرہ:

قاری فیضی کے اس پوری بحث میں ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ پر حدیث کا علم نہیں تھا۔حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے آقا کریم ﷺ کی حدیث سنائی،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے لا علمی کا اظہار کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط لکھنے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ سے رجوع کیا۔

موصوف قاری صاحب نے اس پر اعتراض یہ کیا کہ جب حدیث سنائی تو عمل نہیں کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط لکھنے پر مسئلہ میں رجوع کیا۔قاری ظہور احمد صاحب نے بغض معاویہ میں قے تو کر ڈالی لیکن انھیں یہ نہیں پتا چلا کہ اعراض کہاں تک ہو گیا۔

اول: امیر معاویہ نص قطعی کے مخالف تھے۔

دوم: عمر فاروق اعظم نے انھیں منع کیا۔

سوم: رجوع پر کوئی دلیل نہیں۔

پہلی بات مان لیجیے تو سوال۔۔عمر فاروق اعظم نے معزول کیوں نہیں کیا ؟

سوم کو مان لیا جائے توصاف اعتراض عمر فاروق اعظم۔رجوع ثابت نہیں تو گورنری پر تقرر تو ثابت ہی رہا ۔معاذاللہ عمر فارروق اعظم نے ایسے گورنر کو برقرار رکھا جوان کے کہنے پر بھی اپنی بات سے نہ ہٹا۔۔واہ۔۔
جناب آپ اگر کتب احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابی کا کسی معاملہ میں لاعلم ہونا جہالت ثابت نہیں کرتا اور یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فتاوی دینے کے لیے خاص صحابہ مقرر کر رکھے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فتویٰ کے لیے بعض صحابہ کرام کو مخصوص کی!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فتویٰ دینے کے لیے بعض صحابہ کرام کو مخصوص کیا ہوا تھا، اور جن صحابہ کرام کو جس جس علم پر عبور حاصل تھا صرف اسی کے بارے میں فتویٰ دیتے تھے۔
آپ کا ارشاد ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي، فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي لَهُ خَازِنًا وَقَاسِمًا.

"اگر کوئی شخص قرآن کریم کے بارے میں پوچھتا ہے تو اسے ابی بن کعب کے پاس آنے دو، اور جو شخص فرائض اور واجب احکام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے، زید بن ثابت سے پوچھے، اور جو شخص فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے، اور جو کوئی مال یا لین دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے، تو مجھ سے پوچھے، خدا نے مجھے خازن بنایا۔

(کتاب الأموال،ابوعبید ،حدیث نمبر: 560 ،سنن کبریٰ بیھقی: 210/6، المعرفۃ والتاریخ 463/1)

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قانون بنوأمیہ کے دور میں بھی رائج رہا، حج میں فتویٰ کے لئے عطاء بن أبی رباح رحمہ اللہ مقرر تھے۔

امام ذہبی، امام عطاء بن ابی رباح کی حالت زندگی میں لکھتے ہیں:

بنوامیہ کے دور میں ایام حج میں یہ اعلان ہوتا تھا کہ

(لا یفتی الناس إلا عطاء بن أبی رباح فإن لم یکن عطاء فعبداللہ بن نجیح)

(سیر أعلام النبلاء 2/459-582)

لوگوں کو فتویٰ صرف عطاء بن ابی رباح دیں گے اگر وہ نہ ہوں تو عبداللہ بن نجیح۔

کیونکہ یہ مسئلہ مال اور لین دین کے متعلق تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود مال اور لین دین کے معاملات میں فتوی دیتے تھے۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ لین دین کے معاملات میں کوئی شبہ ہوا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فتوی پر عمل کیا۔

حق کی طرف رجوع کرنے کے دو طریقے

پیچھے آپ امام ابوالعباس قرطبی کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کہا: ”ہوسکتا ہے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہ سمجھتے ہوں، جیسا کہ ابن عباس وغیرہ“۔ پھر خود ہی اُنہوں نے معاویہ کے بارے میں اس احتمال کو مسترد کر دیا، تاہم اُن کا یہ کہنا درست ہے کہ پہلے ابن عباس وغیرہ ربا الفضل کو جائز سمجھتے تھے۔ لفظ ”وغیرہ“ سے اُن کا اشارہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ہے، کیونکہ یہ دونوں حضرات پہلے یہی موقف رکھتے تھے لیکن جونہی اُنہیں حدیث معلوم ہوئی تو اُنہوں نے کسی قسم کی لیت ولعل اور تردید وتکذیب کے فوراً رجوع کر لیا تھا۔ اس رجوع

تبصرہ:

جناب کی لفاظی کو قارئین ملاحظہ کریں۔ ان کے لکھنے سے یہ بات تو واضح ہوئی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ پر اپنا ذاتی موقف نہیں تھا بلکہ دیگر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ان صحابہ کرام کی مرویات معرفۃ السنن والآثار 41/8، رقم : 11045، 11047، 11052، 11059، 11061 ملاحظہ کریں۔اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ افتراء ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی رائے کو حدیث پر ترجیح دیا۔ جناب کی یہ لفاظی کس حد تک ہتک آمیز ہے کہ مطلقا "ربا" یعنی سود اور "ربا الفضل" کو ایک ہی شمار کرکے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سود کا کام کرنے والا کہا۔

جناب قاری صاحب کو یہ بھی تحقیق پیش کر دینی چاہیے تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رجوع کب کیا؟اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے کیاان پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ اس حدیث سے نعوذ باللہ نعوذ باللہ جاہل تھے؟ جیسے کہ نام نہاد محقق نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جہالت جیسے نارواالفاظ استعمال کیے۔

"ربا "یا ربا الفضل کی بحث؟

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 209 پر لکھتے ہیں۔

کے سلسلے میں صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں آیا ہے:

''حضرت ابونضرہ نے سیدنا ابوسعید خدری ﷛ سے اس مسئلہ میں بات کی تو اُنہوں نے ربا الفضل کو ناجائز کہا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اُن کی بات نہ مانی اور اُن کے سامنے اِن دونوں (ابن عباس وابن عمر ﷛) کا موقف رکھا۔ اس پر ابوسعید خدری ﷛ نے اُن کے سامنے حدیثِ نبوی ﷺ پیش کی، پھر بعد میں اُن کی ملاقات ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو وہ اس سے رجوع کر چکے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں اُنہیں ابوالصہباء کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ بھی رجوع کر چکے ہیں''۔

(صحیح مسلم ملخصاص ۷٤۸ حدیث ۱٥۹٤)

تبصرہ:

موصوف فیضی کی اس پوری عبارت کو بار بار پڑھیں۔تابعی ابو نضرہ نے حضرت سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ربا الفضل کا پوچھا۔اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس کو ناجائز کہا۔ مگر تابعی ابو نضرہ رضی اللہ عنہ

نے ایک صحابہ کی بات نہیں مانی۔ جناب محقق ایک تابعی کے اس فعل پر وہی فتوی لگانے کی جسارت اور ہمت کریں گے جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگایا۔

جناب محقق کو جائز و مکروہ اور ناجائز و حرام کا فرق شاید معلوم نہیں یا صرف اس واقعہ کو رنگ دینے کے لیے ساری لفاظی کی۔ صحیح مسلم کی پیش کردہ روایت میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ "ربا الفضل" کو مکروہ کہیں اور جناب معترض اس کو حرام کام کے زمرے میں پیش کر کے صحابہ پر الزام لگائیں۔

صحیح مسلم کے مکمل روایات ملاحظہ کریں، اور معترض کے اعتراضات اور متن میں فرق ملاحظہ کریں کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں مکروہ ہے یا حرام؟

حَدَّثَنَا إِسْحَاق بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ ، قَالَ : " سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ ، وَابْنَ عَبَّاسٍ ، عَنِ الصَّرْفِ ، فَلَمْ يَرَيَا بِهِ بَأْسًا ، فَإِنِّي لَقَاعِدٌ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الصَّرْفِ ، فَقَالَ : مَا زَادَ فَهُوَ رِبًا ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ لِقَوْلِهِمَا ، فَقَالَ : لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، جَاءَهُ صَاحِبُ نَخْلِهِ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ طَيِّبٍ وَكَانَ تَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اللَّوْنَ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّى لَكَ هَذَا ، قَالَ : انْطَلَقْتُ بِصَاعَيْنِ فَاشْتَرَيْتُ بِهِ هَذَا الصَّاعَ ، فَإِنَّ سِعْرَ هَذَا فِي السُّوقِ كَذَا وَسِعْرَ هَذَا كَذَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَيْلَكَ أَرْبَيْتَ إِذَا أَرَدْتَ ذَلِكَ ، فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ أَيَّ تَمْرٍ شِئْتَ " ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : فَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ أَحَقُّ أَنْ يَكُونَ رِبًا ، أَمِ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ ، قَالَ : فَأَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ بَعْدُ ، فَنَهَانِي وَلَمْ آتِ ابْنَ عَبَّاسٍ ، قَالَ : فَحَدَّثَنِي أَبُو الصَّهْبَاءِ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْهُ بِمَكَّةَ فَكَرِهَهُ .

ابو نضرہ سے روایت ہے، میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے پوچھا» صرف «کو۔ انہوں نے اس میں کوئی قباحت نہیں دیکھی) اگرچہ کمی بیشی ہو بشرطیکہ نقد ہو(پھر میں بیٹھا تھا سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ان سے میں نے پوچھا» صرف «کو۔ انہوں نے کہا: جو زیادہ ہو وہ» ربا «ہے میں نے اس کا انکار کیا بوجہ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ

عنہم کے کہنے کے۔ انہوں نے کہا: میں تجھ سے بیان نہیں کروں گا مگر جو سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے پاس ایک کھجور والا ایک صاع عمدہ کھجور لے کر آیا اور رسول اللہ ﷺ کی کھجور اسی قسم کی تھی تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا'' : یہ کھجور کہاں سے لایا۔ ''وہ بولا: میں دو صاع کھجور لے کر گیا اور ان کے بدلے ایک صاع اس کا خریدا۔ کیونکہ اس کا نرخ بازار میں ایسا ہے اور اس کا نرخ ایسا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا'' : خرابی ہو تیری سود دیا تو نے، جب تو ایسا کرنا چاہے تو اپنی کھجور کسی اور شے کے بدلے بیچ ڈال پھر اس شے کے بدلے جو کھجور تو چاہے خرید لے۔ ''سیدنا ابو سعید نے کہا: تو کھجور جب بدلے کھجور کے دی جائے اس میں سود ہو تو چاندی جب چاندی کے بدلے دی جائے) کم یا زیادہ (تو اس میں سود ضرور ہو گا۔) اگرچہ نقدا نقد ہو(۔ابو نضرہ نے کہا: پھر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس کے بعد تو انہوں نے بھی منع کیا اس سے) شاید ان کو سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچ گئی ہو (اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس میں نہیں گیا لیکن مجھ سے ابو الصہباء نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے پوچھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو مکہ میں تو مکروہ کہا انہوں نے۔

(صحیح مسلم 1217/3 حدیث نمبر 4087 : ترقیم فواد عبدالباقی 1594 :)

صحیح مسلم کی مکمل روایات نقل نہ کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اصل حقیقت اور مسئلہ واضح نہ ہو سکے۔

دوسری روایت میں رجوع کا تذکرہ نہیں!

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے جس میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان ربا بالفضل پر بحث ہوئی مگر جواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی اور رجوع کا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِقْلٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ لَقِيَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ: أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ فِي الصَّرْفِ أَشَيْئًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْئًا وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ: كَلَّا لَا أَقُولُ أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِهِ وَأَمَّا كِتَابُ اللَّهِ فَلَا أَعْلَمُهُ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَلَا إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ."

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے اور ان سے پوچھا: تم جو» بیع صرف «کے باب میں کہتے ہو، تو کیا تم نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے، یا اللہ تعالیٰ کے کلام مجید میں پایا ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر گز نہیں میں تم سے نہ کہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو تو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو میں نہیں جانتا) یہ عاجزی کے طور پر کہا (لیکن مجھ سے حدیث بیان کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے'' :سود ادھار میں ہے۔'' **(حدیث نمبر 4091:ترقیم فواد عبد الباقی 1596:)**

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: " الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ مِثْلًا بِمِثْلٍ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ غَيْرَ هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي تَقُولُ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ."

ابو صالح سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے دینار بدلے دینار کے اور درہم بدلے درہم کے برابر برابر بیچنا چاہیے جو زیادہ دے یا زیادہ لے تو سود ہے میں نے کہا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اور کچھ کہتے ہیں انہوں نے کہا: میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ

عنہما سے ملا اور میں نے کہا: تم جو یہ کہتے ہو تو کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا یا قرآن میں پایا ہے؟ انہوں نے کہا: نہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نہ قرآن مجید میں پایا بلکہ مجھ سے حدیث بیان کی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» "'':ربا «ادھار میں ہے۔)"'' تو اس سے میں یہ سمجھا کہ اگر نقد کمی بیشی کے ساتھ بھی ہو تو ربا نہیں ہے۔(حدیث نمبر 4088:ترقیم فواد عبدالباقی1596:)

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی روایات!

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت ملاحظہ کریں جس میں حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا کہا۔

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيل بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: "سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا سَعِيدٍ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: أَيَدًا بِيَدٍ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا بَأْسَ بِهِ، قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ: إِنَّا سَنَكْتُبُ إِلَيْهِ، فَلَا يُفْتِيكُمُوهُ، قَالَ: فَوَاللَّهِ لَقَدْ جَاءَ بَعْضُ فِتْيَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ، فَأَنْكَرَهُ، فَقَالَ: كَأَنَّ هَذَا لَيْسَ مِنْ تَمْرِ أَرْضِنَا، قَالَ: كَانَ فِي تَمْرِ أَرْضِنَا أَوْ فِي تَمْرِنَا الْعَامَ بَعْضُ الشَّيْءِ، فَأَخَذْتُ هَذَا وَزِدْتُ بَعْضَ الزِّيَادَةِ، فَقَالَ: أَضْعَفْتَ أَرْبَيْتَ لَا تَقْرَبَنَّ هَذَا إِذَا رَابَكَ مِنْ تَمْرِكَ شَيْءٌ، فَبِعْهُ ثُمَّ اشْتَرِ الَّذِي تُرِيدُ مِنَ التَّمْرِ."

ابو نضرہ سے روایت ہے، میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا» صرف «کو یعنی سونے چاندی کی بیع کو چاندی سونے کے بدلے انہوں نے کہا: نقدا نقد؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا نقد انقد میں کچھ قباحت نہیں۔ میں نے سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا» صرف «کو انہوں نے کہا: نقدا نقد؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: نقدا نقد میں کچھ قباحت نہیں، سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا سیدنا ابن عباس رضی اللہ

عنہما نے ایسا کہا۔ ہم ان کو لکھیں گے وہ تم کو ایسا فتویٰ نہیں دیں گے اور کہا اللہ کی قسم! بعض جوان آدمی رسول اللہ ﷺ کے لیے کھجور لے کر آئے آپ ﷺ نے اس کو نیا سمجھا۔ اور فرمایا'' : یہ تو ہمارے ملک کی نہیں ہے۔ '' انہوں نے کہا: اس سال میں ہمارے ملک کی کھجور میں کچھ نقصان تھا تو میں نے یہ کھجور لی اور اس کے بدلے میں زیادہ کھجوریں دیں آپ ﷺ نے فرمایا'' : تو نے زیادہ دیا تو سود دیا۔ اب اس کے پاس نہ جانا۔ جب تم کو اپنی کھجور میں نقصان معلوم ہو تو اس کو بیچ ڈالو پھر جو کھجور پسند کرو وہ خرید کر لو۔''

(صحیح مسلم 1217/3 حدیث نمبر 4086 : ترقیم فواد عبد الباقی 1594 :)

حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 209 پر لکھتے ہیں۔

دوسری کتب حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ملے اور انہیں مکمل حدیث سنائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فوراً رجوع کیا اور انہیں اِن الفاظ میں دعا دی:

جَزَاكَ اللّٰهُ يَا أَبَا سَعِيْدٍ الْجَنَّةَ ، فَإِنَّكَ ذَكَّرْتَنِي أَمْرًا كُنْتُ نَسِيْتُهُ ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ ، فَكَانَ يَنْهٰى عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ.

''اے ابو سعید! اللہ تعالیٰ آپ کو جزا میں جنت عطا فرمائے، آپ نے مجھے ایسے امر کی طرف متوجہ کیا جس سے میں بے خبر تھا، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اُسی کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں، اس کے بعد وہ خود بھی اس سود سے شدت سے منع کرتے تھے''۔

(المستدرك ج٢ ص٤٣، وط: ج٢ ص٤٩ حديث ٢٢٨٢)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْفَقِيهُ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مُكْرَمٍ، ثنا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثنا حَيَّانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْعَدَوِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا مِجْلَزٍ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا زَمَانًا مِنْ عُمْرِهِ مَا كَانَ مِنْهُ عَيْنًا، يَعْنِي يَدًا بِيَدٍ، فَكَانَ يَقُولُ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ فَلَقِيَهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَلَا تَتَّقِي

اللَّهَ؟ إِلَى مَتَى تَوَكِّلُ النَّاسَ الرِّبَا؟ أَمَا بَلَغَكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدَ زَوْجَتِهِ أُمِّ سَلَمَةَ: إِنِّي "لَأَشْتَهِي تَمْرَ عَجْوَةٍ، فَبَعَثَتْ صَاعَيْنِ مِنْ تَمْرٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ بَدَلَ صَاعَيْنِ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ عَجْوَةٍ، فَقَامَتْ فَقَدَّمَتْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهُ أَعْجَبَهُ، فَتَنَاوَلَ تَمْرَةً، ثُمَّ أَمْسَكَ، فَقَالَ: «مِنْ أَيْنَ لَكُمْ هَذَا؟» فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: بَعَثْتُ صَاعَيْنِ مِنْ تَمْرٍ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَتَانَا بَدَلَ صَاعَيْنِ هَذَا الصَّاعُ الْوَاحِدُ، وَهَا هُوَ كُلْ فَأَلْقَى التَّمْرَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ: «رُدُّوهُ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ التَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، يَدًا بِيَدٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ رِبًا» ثُمَّ قَالَ: «كَذَلِكَ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ أَيْضًا» فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: جَزَاكَ اللَّهُ يَا أَبَا سَعِيدٍ الْجَنَّةَ، فَإِنَّكَ ذَكَّرْتَنِي أَمْرًا كُنْتُ نَسِيتُهُ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. فَكَانَ يَنْهَى عَنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ. «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ» (المستدرك على الصحيحين 49/2)

روایت کی اسنادی حیثیت:

اولاً تو یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

- علامہ ذہبی تلخیص المستدرک میں اس حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حبان بن عبید الله العدوی فیه ضعف ولیس بالحجة

(التعلیق - من تلخیص الذهبی، رقم: 2282)

حبان بن عبید اللہ العدوی میں ضعف ہے اور وہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

رجوع کا ذکر نہیں!

ایک روایت میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت کلمات بھی کہے اور اس میں رجوع کا ذکر موجود نہیں ہے۔
امام طبرانی المعجم الاوسط میں روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا طَاهِرُ بْنُ خَالِدِ بْنِ نِزَارٍ قَالَ: نا أَبِي قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ فِي دِرْهَمَيْنِ تُسَوَى بِدِرْهَمٍ جَيِّدٍ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذَلِكَ؟ هَلْ ذَلِكَ إِلَّا كَالْبَعِيرَيْنِ بِالنَّاقَةِ السَّمِينَةِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَنْتَ الَّذِي تَأْكُلُ الرِّبَا وَتُطْعِمُهُ النَّاسَ؟ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَعْلَمُ قَرَابَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَرِءُ عَلَيَّ هَذِهِ الْجُرْأَةَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللَّهِ، مَا أَقُولُ لَكَ ذَلِكَ إِلَّا نَصِيحَةً لَكَ، وَشَفَقَةً عَلَيْكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ» (المعجم الأوسط 338/2، رقم:2158)

حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا،اس نے عرض کی: آپ کیا فرماتے ہیں، دو درہم ایک جید درہم کے بدلے؟آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا دو اونٹ ایک گھابن اونٹنی کے برابر نہیں ہیں؟

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس تم سود کھاتے ہو اور لوگوں کو بھی کھلاتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کو جانتا ہو وہ مجھ پر یہ جرات کرے گا۔ تو حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں آپ کی خیر خوائی اور آپ پر شفقت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے برابر برابر، چاندی چاندی کے بدلے برابر، اور کھجور کے کھجور بدلے برابر برابر، اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر فروخت کرو۔

جناب نے تحقیق کے نام پر جو خرافات، یک طرفہ روایات پیش کر کے اور اسنادی حیثیت سے اجتناب کر کے جو رنگ دینے کی کوشش کی ہے اس کے مثال نہیں ملتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رجوع کی روایات کی اسنادی حیثیت!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص210 پر لکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت آئی ہے، چنانچہ ابوالجوزاء بیان کرتے ہیں:

''میں نے نو سال سیدنا ابن عباس ﷛ کی خدمت کی، ایک مرتبہ اُن سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ کیا ایک درہم کے بدلے میں دو درہم لینا جائز ہے؟ اس پر ابن عباس ﷛ نے چیخ کر فرمایا: یہ شخص چاہتا ہے کہ میں اس کو سود کھلاؤں۔ اس پر اُن کی مجلس کے حاضرین نے عرض کیا:

إِنَّا كُنَّا لَنَعْمَلُ هٰذَا بِفُتْيَاكَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَدْ كُنْتُ أُفْتِيْ بِذٰلِكَ حَتّٰى حَدَّثَنِيْ أَبُوْسَعِيْدٍ وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُ ، فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ.

''ہم تو آپ کے فتوی کی وجہ سے اس پر عمل کرتے رہے، اس پر ابن عباس ﷛ نے فرمایا: بیشک میں اس پر فتوی دیتا تھا یہاں تک کہ مجھے ابوسعید اور ابن عمر ﷛ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، لہٰذا اب میں بھی تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''۔

(السنن الکبریٰ للبیهقي ج٥ ص٢٨٢، وط: ج١١ ص٦٥ حدیث١٠٥٩٨)

امام طبرانی نے ایسی تصریحات پر مبنی متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں:

(المعجم الکبیر ج١ ص١٧٦، ١٧٧، حدیث ٤٥٤، ٤٥٥، ٤٥٦، ٤٥٧، ٤٥٨، ٤٥٩)

کتب حدیث میں یہ تمام مقامات دیکھ لیے جائیں کسی بھی مقام پر آپ کو سیدنا ابن عباس وابن عمر ﷛ کی طرف سے ویسی لیت یعنی ''مَا أَرٰى بِهَا بَأْسًا'' (میں اس میں حرج نہیں سمجھتا) وغیرہ تاویل نظر نہیں آئے گی جیسی معاویہ نے سیدنا عبادہ بن صامت ﷛ کے سامنے کی تھی۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ أَبُو عَلِيٍّ الْمَاسَرْجِسِيُّ حَدَّثَنَا جَدِّى أَبُو الْعَبَّاسِ : أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ ابْنَةِ الْحَسَنِ بْنِ عِيسَى حَدَّثَنَا جَدِّى الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ أَبِي الْقَعْقَاعِ عَنْ مَعْرُوفِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْجَوْزَاءِ يَقُولُ : كُنْتُ أَخْدُمُ ابْنَ عَبَّاسٍ تِسْعَ سِنِينَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ فَصَاحَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ : إِنَّ هٰذَا يَأْمُرُنِي أَنْ أُطْعِمَهُ

الرِّبَا فَقَالَ نَاسٌ حَوْلَهُ : إِنْ كُنَّا لَنَعْمَلُ بِفُتْيَاكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَدْ كُنْتُ أُفْتِي بِذَلِكَ حَتَّى حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- نَهَى عَنْهُ فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ. (السنن الکبری وفی ذیلہ الجوھر النقی 282/5 رقم: 10806)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

اس روایت کی سند میں مَعْرُوفِ بْنِ سَعْدٍ مجہول راوی ہے، جس کی وجہ سے روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

جناب نے جو روایت پیش کیں ان کی تحقیق پیش کر دی ہے کہ اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ اگر دوسری روایت یا اسانید پیش کرینگے تو اس پر بھی کلام پیش کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کرنے سے ہٹ کر ایک معاملہ ان عبارات سے استدلال کا ہے جو جناب قاری فیضی صاحب نے استدلال کرنے کے لیے پیش کیں، وہ اسنادی طور پر ضعیف ہیں اور قابل استدلال نہیں ہیں۔

جناب نے جو المعجم الکبیر الطبرانی کے جو حوالہ جات رجوع کے بارے میں "ایسی تصریحات" نقل کیے ہیں اگر ان کی اسنادی حیثیت پیش کر دیتے تو قارئین کو ان کی حیثیت کا معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ قابل استدلال نہیں ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ رجوع کی روایات کے بارے میں کلام کرنا قابل تحقیق نہیں بلکہ رجوع کی وہ روایات جس میں مختلف قسم کے الفاظ "ایسی تصریحات" نقل کیے گئے ہیں ان کی اسنادی حیثیت قابل استدلال نہیں۔

کیا یہ ہی تحقیق ہے؟

جناب قاری فیضی صاحب نے جو لفظ " دیسی لیت " کے الفاظ ایک صحابی کے لیے استعمال کیے ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ جناب میں اکابرین خصوصا صحابہ کرام کا کتنا ادب ہے؟

کیا رجوع ثابت ہے؟

اس مسئلہ میں ایک نکتہ پر تحقیق بہت اہم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رجوع کب کیا؟ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ربا بالفضل کے لین دین کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ پر اختلاف کیا۔

مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع تو بہت بعد میں کیا۔

محدث عبدالرزاق اپنی کتاب میں رجوع لکھتے ہیں۔

14548 - عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ، عَنْ زِيَادٍ قَالَ: «كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِالطَّائِفِ فَرَجَعَ عَنِ الصَّرْفِ، قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ، بِسَبْعِينَ يَوْمًا.

(المصنف 117/8)

اس روایت سے تو حضرت عبداللہ بن عباس کا رجوع بہت بعد میں ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا یا نہیں؟

بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کا ذکر موجود ہے، مگر بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع سے انکار ثابت ہوتا۔

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے حضرت سعید بن جبیر کا قول نقل کرتے ہیں جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کے رجوع کا انکار کیا ہے۔

14549 - عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ نَعُودُهُ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ الزَّرَّادُ: «كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَزَلَ عَنِ الصَّرْفِ»، فَقَالَ سَعِيدٌ: «عَهْدِي بِهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِسِتٍّ وَثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَهُوَ يَقُولُهُ» قَالَ: وَعَقَدَ بِيَدِهِ سِتَّةً وَثَلَاثِينَ. **(المصنف 117/8)**

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا موقف !

علامہ الارزقی فاکھی اپنی سند سے تابعی حضرت سعید بن جبیر کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے رجوع نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، قَالَ: عُدْنَا سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ مِنْ عِنْدِهِ، قَالَ لَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ: أَرَجَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الصَّرْفِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: " عَهْدِي بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسِتٍّ وَثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَمَا رَجَعَ عَنْهُ " (أخبار مكة 73/3 ـ رقم: 1852)

اس مذکورہ روایت سے تو واضح ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع کرنا یا اپنے موقف پر قائم رہنے کی روایات پر رائے اگر جناب قاری فیضی صاحب دیں تو عوام الناس ان سے فائدہ حاصل کر سکے گی۔ مگر موصوف فیضی صاحب کا وطیرہ ہی تحقیق کا ایک پہلو پیش کر کے دوسرے پہلو کو چھپا کر تدلیس کرنے کا ہے۔ مگر علمی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

الزام نمبر 12:

اپنے سے سابق بعض صحابہ کرام کو غصے کے ساتھ پاگل کہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 212 پر لکھتے ہیں۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جو حدیث بعض طلقاء کے مفاد کے منافی ہوتی تو وہ اُس حدیث سے منہ پھیر لیتے تھے اور اگر کوئی شخص وہ حدیث بیان کرنے لگ جاتا تو وہ اُس پر غضبناک ہوجاتے تھے۔ چنانچہ جنگ صفین میں جب اُنہی کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے بغاوت کی وہ حدیث پیش کی جو خود اُن کے گروہ پر صادق آرہی تھی تو معاویہ غضب ناک ہوکر کہنے لگے:

أَلَا تَنْهٰى عَنَّا مَجْنُوْنَکَ [هٰذَا] يَا عَمْرُو؟

''اے عمرو! تم اپنے اس پاگل سے ہماری جان کیوں نہیں چھڑاتے؟''۔

(مسند أحمد ج ٢ ص ٢٠٦ حديث ٦٩٢٩؛ الطبقات لابن سعد ج ٣ ص ٢٣٤؛ البداية والنهاية ج ٧ ص ٤٥٨ و ج ٦ ص ٣٢٠، و ط: بتحقيق التركي ج ١٠ ص ٥٣٣)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ حَدَّثَنِي أَسْوَدُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِيَطِبْ بِهِ أَحَدُكُمَا نَفْسًا لِصَاحِبِهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْد اللَّهِ بْن أَحْمَد كَذَا قَالَ أَبِي يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَلَا تُغْنِي عَنَّا مَجْنُونَكَ يَا عَمْرُو فَمَا بَالُكَ مَعَنَا قَالَ إِنَّ أَبِي شَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا وَلَا تَعْصِهِ فَأَنَا مَعَكُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ۔

حنظلۃ بن خُویلد کہتا ہے۔ معاویۃ کے سامنے جھگڑا ہوا کہ عمار کو کس نے قتل کیا.. معاویۃ نے عبد اللہ بن عمرو سے کہا تم ہمارے ساتھ کیوں ہو؟ (مسند الإمام أحمد بن حنبل 523/11)

روایت کی حیثیت:

مذکورہ روایت کے متن سے یہ ظاہر ہے کہ یہ " أَلَا تُغْنِي عَنَّا مَجْنُونَكَ يَا عَمْرُو " کہنا محاورۃ ہے۔اس لیے اس سے استدلال کر کے صحابہ پر طعن کرنا علمی بدیانتی ہے۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کے بارے میں ایسے بلکہ اس سے سخت الفاظ بولتے تھے مگر ان کا آپس میں اختلاف بطور اصلاح تھا نہ کہ بطور طعن۔ آگے کتاب میں ایسی متعدد مروایت پیش کی گئی ہیں جس میں صحابہ کرام ایک دوسرے کے بارے میں بطور اختلاف ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ مگر اصول اہل سنت میں غیر صحابی کے لیے ایسے الفاظ کسی ایک صحابی کے بارے میں استعمال کرنا مردود ہے۔

موصوف کا ایسی روایات کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنا، ان کی علمی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ جناب اگر اہل سنت کا راجح قول پیش کر دیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ مگر موصوف نے اس کو بیان نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔

الزام نمبر 13:

حدیث نبوی ﷺ کو فساد کی بات کہنا

قاری فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 212 پر لکھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے والد کو حدیثِ نبوی یاد دِلائی اور حضرت عمرو بن العاص نے معاویہ کو کہا کہ سنو یہ عبداللہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو معاویہ نے کہا:

لَایَزَالُ یَأْتِیْنَا بِهَنَةٍ بَعْدَ هَنَةٍ ، أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟

''وہ ایک کے بعد دوسری شرارت وفساد کی بات لاتا رہتا ہے، کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟''۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۳ ص ۱۹۱ وط: ج۳ ص ۱۲۵ وط: ج۲ ص ۲۳۴؛ البدایة والنهایة ج۷ ص ۴۶۰ وج۶ ص ۳۲۱)

امام ابن منظور افریقی نے '' هَنَةٌ '' کا معنی شر اور فساد کیا ہے۔

(لسان العرب ج۱۵ ص ۱۵۰)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: " إِنِّي لَأَسِيرُ مَعَ مُعَاوِيَةَ فِي مُنْصَرَفِهِ عَنْ صِفِّينَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: يَا أَبَتِ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم يَقُولُ لِعَمَّارٍ: «وَيْحَكَ يَا ابْنَ سُمَيَّةَ، تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ»، قَالَ: فَقَالَ عَمْرٌو لِمُعَاوِيَةَ: أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ هَذَا؟ قَالَ: فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا تَزَالُ تَأْتِينَا بِهَنَةٍ تَدْحَضُ بِهَا فِي بَوْلِكَ، أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟ إِنَّمَا قَتَلَهُ الَّذِينَ جَاءُوا بِهِ ". (الطبقات الکبریٰ 253/3)

اس روایت میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بحث ہوئی معاویہ نے عمرو کو ڈانٹا کہ جو سنتے ہو بولنے لگتے ہو نعوذ باللہ

روایت کی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ کیونکہ روایت کا بعض متن شرارت اور فساد کی بات درست نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ رویات میں راوی "عبد الرَّحمٰن بن زِیاد "مقبول راوی ہے اور مقبول راوی کی روایت بغیر متابعت کے قبول نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الرحمن بن زیاد وقیل بن أبي زیاد مولی بني هاشم مقبول۔ **(تقریب التهذیب 340/1)**

امام بخاری "عبد الرَّحمٰن بن زِیاد " کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وقال البخاري في عبد الرحمن نظر۔ **(تهذیب التهذیب6 177/6)**

جناب فیضی صاحب امام بخاری کا کسی راوی کو" فیه نظر "کہنے سے خود کیا مراد لیتے ہیں، خود ان کی تحریر ملاحظ کریں۔ جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 58 پر جو لکھتے ہیں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

قولِ بخاریؒ "فِیهِ نظَرٌ" کا مطلب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں محمد بن حجر کے بارے میں جو "فِیهِ نَظَرٌ" (اُس میں نظر ہے) آیا ہے، اس سے امام بخاری کی کیا مراد ہے؟ علماء اصول حدیث فرماتے ہیں: اس سے امام بخاری اُس شخص کے متروک اور جھوٹے ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی عبداللہ بن داود الواسطی کے حالات میں

وَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ : فِيهِ نَظَرٌ ، وَلَا يَقُولُ هٰذَا إِلَّا فِيمَنْ يَتَّهِمُهُ غَالِبًا.

"امام بخاری نے اُس کے بارے میں کہا: اُس میں نظر ہے، اور یہ وہ اکثر ایسے شخص کے بارے میں کہتے ہیں جو جھوٹ میں ملوث ہو"۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت کو اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فساد کی بات کہنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا حدیث کے اطلاق پر تھا نہ کہ حدیث کے بارے میں۔ اسی لیے علماء کرام واقعہ کو حقائق کے برعکس یا برخلاف پیش کرنے کو رنگ دینا کہتے ہیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کے متن میں نکارت ہے اور موصوف کی اپنی نام نہاد تحقیق کے مطابق متروک اور موضوع ہے۔

الزام نمبر 15:

باطل طریقے سے مال کھانا

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 213-214 پر لکھتے ہیں۔

ھادی، مہدی اور مالِ باطل

بعض طلقاء فقط سود ہی نہیں بلکہ دوسرے باطل طریقوں سے بھی مال کھاتے اور کھلاتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷛ صحن کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ اُن کے پاس جمع تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عبدرب الکعبہ فرماتے ہیں: میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔ وہ خیر کی باتوں کی تلقین اور شر سے بچنے کا حکم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص خلافت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اُس دوسرے کی گردن اڑا دو۔ عبدالرحمان بن عبد رب الکعبہ کہتے ہیں:

فَدَنَوْتُ مِنْهُ وَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَأَهْوىٰ إِلىٰ أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ ، وَقَالَ : سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ ، فَقُلْتُ لَهُ : هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ:﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ قَالَ: فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ : أَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَأَعْصِهِ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.

''اس پر میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے قریب ہوا اور عرض کیا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنے دل میں اس کو یاد رکھا، میں نے ان سے کہا: یہ تمہارا عم زاد معاویہ ہے جو ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناجائز قتل کریں، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، ہاں باہمی رضامندی سے تجارت مستثنیٰ ہے، اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے﴾[النساء: ٢٩] راوی نے کہا: پس حضرت عبداللہ بن عمرو کچھ دیر کے لیے خاموش رہے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اُس شخص کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اُس شخص کی نافرمانی کرو''۔

(صحیح مسلم: کتاب الإمارة، باب وجوب الأمر بالوفاء ببیعة الخلفاء ، الأول فالأول، ص ٨٩٤، ٨٩٥ حدیث ١٨٤٤؛ مسند أحمد بتحقیق الأرنؤوط ج ١١ ص ٤٧، ٤٨ حدیث ٦٥٠٣، وص ٣٩٩، ٤٠٠ حدیث ٦٧٩٣؛ المصنف لابن أبي شیبة بتحقیق محمد عوامة ج ٢١ ص ٢٣ حدیث ٣٨٢٦٤؛ البدایة والنهایة بتحقیق عبد الله الترکي ج ٣ ص ٩٨، ٩٩ وج ١٩ ص ٨٩، ٩٠؛ سنن أبي داود ج ٤ ص ٢٨٩ حدیث ٤٢٤٨)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

روایت کی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال لوٹتے اور ناحق قتل کرواتے تھے؟ معترض کے پاس دلیل ہے تو کوئی نہیں، دلیل تراشنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مذکورہ روایت کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ دیکھیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کا مال بھی لوٹتے تھے اور لوگوں کو ناحق طریقے سے قتل بھی کرواتے تھے۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ یہ بات جو کر رہا ہے وہ شخص کون ہے؟ وہ سیدنا معاویہ کا سیاسی حریف ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حامی ہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف ہے اور کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، یہ مخالف آدمی ہے، اگر کسی کو قتل کروانا تھا تو کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے حامیوں کو حکم دیتے یا پھر اپنے مخالف کو؟

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

الْمَقْصُودُ بِهَذَا الْكَلَامِ أَنَّ هَذَا الْقَائِلَ لَمَّا سَمِعَ كَلَامَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَذِكْرَ الْحَدِيثِ فِي تَحْرِيمِ مُنَازَعَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَوَّلِ وَأَنَّ الثَّانِيَ يُقْتَلُ فَاعْتَقَدَ هَذَا الْقَائِلُ هَذَا الْوَصْفَ فِي مُعَاوِيَةَ لِمُنَازَعَتِهِ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَتْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَةُ عَلِيٍّ فَرَأَى هَذَا أَنَّ نَفَقَةَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أَجْنَادِهِ وَأَتْبَاعِهِ فِي حَرْبِ عَلِيٍّ وَمُنَازَعَتِهِ وَمُقَاتَلَتِهِ إِيَّاهُ مِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ وَمِنْ قَتْلِ النَّفْسِ لِأَنَّهُ قِتَالٌ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَا يَسْتَحِقُّ أَحَدٌ مَالًا فِي مُقَاتَلَتِهِ۔ (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج234/12)

عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ مسلمانوں نے بیعت کرلی، بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے تو معاویہ جو اپنے لشکروں پر مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے

جارہے ہیں یہ تو گویا ناحق ہے تو اس تناظر میں عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہے جو درست نہیں ہے، حق نہیں ہے ناحق ہے، یہ ان کا ایک موقف تھا۔
اب سوال یہ ہے کہ اس حرام کھانے والے خلیفہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا معاہدہ کہ ان کو اس لوٹ کے مال میں سے خمس دیا جائے کیا ہے؟ کیا وہ حرام نہیں ہے؟

حضرت معاویہ پر مال حاصل کرنے کا الزام!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 217 پر لکھتے ہیں۔

کیا۔ اُنہوں نے خراسان کو فتح کر لیا اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا۔ زیاد نے اُنہیں ایک خط روانہ کیا، جس کا مضمون یہ تھا:

أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَتَبَ إِلَيَّ أَنِ اصْطُفِيَ لَهُ الصَفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ ، فَلاَ تُقْسَمُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَباً وَلاَ فِضَّةً.

''امابعد، امیر المومنین نے میری طرف ایک خط لکھا ہے کہ سونا چاندی اُن کے لیے الگ کر لیا جائے، لہٰذا سونا چاندی مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے''۔

جواباً سیدنا حکم بن عمرو غفاری ﷺ نے اُس کی طرف یوں لکھ بھیجا:

''تمہارا خط مجھے پہنچ چکا ہے، تم نے اُس میں امیر المؤمنین کی کتاب (خط) کا ذکر کیا ہے، جبکہ میرے پاس امیر المومنین کی کتاب (خط) سے قبل اللہ کی کتاب موجود ہے، اور اللہ کی قسم! اگر زمین و آسمان کسی بندے کو کچلنے کے لیے باہم مل جائیں اور وہ بندہ خوفِ الٰہی رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے نکلنے کی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، والسلام۔ پھر سیدنا حکم بن عمرو غفاری ﷺ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ وہ مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کر لیں۔ معاویہ نے چونکہ سیدنا حکم بن عمرو کو تقسیم کے متعلق ایک حکم کیا تھا، اُنہوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو اُنہیں قید کر دیا گیا اور وہ اسی قید ہی میں انتقال فرما گئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب اُن کے پاس یہ خط پہنچا اور اُنہوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو اس موقع پر اُن کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے تھے:

''اے اللہ! اگر میرے لیے تیرے پاس کوئی خیر ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے، پھر وہ اسی عرصہ میں خراسان کے علاقہ مَرْو میں انتقال فرما گئے''۔

(المستدرك قديم ج٣ص٤٤٢، وط: ج٣ص٥٠١ حديث٥٨٦٩؛ الطبقات الكبرى لابن سعد ج٩ ص٢٨؛ تاريخ الطبري ج٤ ص٢٧؛ الاستيعاب[قديم]ص٣٥٧، ٣٥٨؛ الكامل فى التاريخ لابن أثير ج٣ص٣٢٤؛ أسدالغابة ج٢ ص٥٢؛ معرفة الصحابة لأبي نعيم ج٢ص٧٠٨؛ المنتظم لابن الجوزي ج٥ص٢٣٠؛ صفة الصفوة ج١ ص٦٧٢؛ تهذيب الكمال ج٧ص١٢٧؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج٢ص٤١٦؛ سير أعلام النبلاء ج٢ ص٤٧٤، ٤٧٥؛ شرح أدب القاضي لابن مازة حنفي، ج

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

فَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ بَالَوَيْهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: بَعَثَ زِيَادٌ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ عَلَى خُرَاسَانَ فَأَصَابُوا غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يَصْطَفِيَ لَهُ الْبَيْضَاءَ وَالصَّفْرَاءَ، وَلَا تَقْسِمُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْحَكَمُ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّكَ كَتَبْتَ تَذْكُرُ كِتَابَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللَّهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ فَاتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ». أَمَرَ الْحَكَمُ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنِ اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ، وَأَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا فَعَلَ الْحَكَمُ فِي قِسْمَةِ الْفَيْءِ مَا فَعَلَ وَجَّهَ إِلَيْهِ مَنْ قَيَّدَهُ وَحَبَسَهُ فَمَاتَ فِي قُيُودِهِ وَدُفِنَ فِيهَا، وَقَالَ: «إِنِّي مُخَاصِمٌ».

(المستدرك علی الصحیحین 500/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے، یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ ہشام بن حسان القردوسی خشبی تھا۔ اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ شعيب بْن حرب، عن شعبة: لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 188/30، تہذیب التہذیب 34/11)

خشبی غالی شیعہ کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت کی تحقیق!

ابن ابی شیبہ کی سند ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: كَتَبَ زِيَادٌ إِلَى الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ وَهُوَ عَلَى خُرَاسَانَ: إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ: أَنْ تُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ، فَلاَ يُقَسَّمُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلاَ فِضَّةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: بَلَغَنِي كِتَابُك، تَذْكُرُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ تُصْطَفَى لَهُ الْبَيْضَاءُ وَالصَّفْرَاءُ، وَأَنِّي وَجَدْت كِتَابَ اللهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللهِ لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَى اللَّهَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مَخْرَجًا، وَالسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوَا عَلَيَّ بِمَالِكُمْ، فَغَدَوْا، فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ. (مُصنف ابن أبی شیبة 130/11)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

دوسری علت:

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، كان خشبیا.

(تهذیب الكمال فی أسماء الرجال 188/30، تهذیب التهذیب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

مسند الحارث کی سند کی تحقیق!

علامہ ہیثمی سند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّ زِيَادًا، اسْتَعْمَلَ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ عَلَى خُرَاسَانَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَجَاءَ كِتَابُ زِيَادٍ: " أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيْهِ: جَاءَنِي كِتَابُكَ يَذْكُرُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ أَنْ يُصْطَفَى لَهُ الصَّفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللَّهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللَّهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ عَلَى عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ " (بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث 689/2)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، کان خشبیا.

(تهذيب الكمال في أسماء الرجال 188/30، تهذيب التهذيب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

الاستیعاب کی سند کی تحقیق!

علامہ ابن عبد البر روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أحمد، حَدَّثَنَا أبي حَدَّثَنَا عَبْد الله حَدَّثَنَا بقي، حَدَّثَنَا أبو بكر بن أبي شيبة، حَدَّثَنَا ابن علية، عن هشام، عن الحسن، قَالَ: كتب زياد إلى الحكم ابن عمرو الغفاري وهو على خراسان أن أمير المؤمنين كتب [إلى] أن يصطفى له الصفراء والبيضاء، فلا تقسم بين الناس ذهبًا ولا فضة. فكتب إليه الحكم: بلغني أن أمير المؤمنين كتب أن يصطفى له البيضاء والصفراء، وإني وجدت كتاب الله قبل كتاب أمير المؤمنين، وإنه والله لو أنّ السماوات والأرض كانتا رتقًا على عَبْد، ثم اتقى الله جعل له مخرجًا، والسلام عليكم. ثم قال للناس: اغدوا على مالكم فغدوا فقسمه بينهم، وقال الحكم: اللّهمّ إن كان لي عندك خير فاقبضني إليك. فمات بخراسان بمرو، واستخلف لما حضرته الوفاة أنس بن أبي إياس.. (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 356/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، کان خشبیا.

(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال 188/30، تهذیب التهذیب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

الاستیعاب کی دوسری سند کی تحقیق!

ابن عبد البر دوسری سند نقل کرتے لکھتے ہیں۔

وروی یزید بن هارون، قَالَ: حَدَّثَنَا هشام بن حسان، عن الحسن، قَالَ: بعث زیاد الحکم بن عمرو الغفاری علی خراسان فأصاب مغنماً، فکتب إلیه: إن أمیر المؤمنین معاویة کتب إلی، وأمرنی أن أصطفی له کل صفراء وبیضاء، فإذا أتاك کتابی هذا فانظر ما کان من ذهب وفضة فلا تقسمه، واقسم ما سوی ذلك.فکتب إلیه الحکم: کتبت إلی تذکر أن أمیر المؤمنین کتب إلیك یأمرك أن تصطفی له کل صفراء وبیضاء، وإنی وجدت کتاب الله....فذکر الحدیث إلی آخره سواء.

(الاستیعاب فی معرفة الأصحاب 356/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، کان خشبیا۔

(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال 188/30، تهذیب التهذیب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہوسکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں ابن عبدالبر نے یزید بن ہارون تک سند مکمل نقل نہیں کی۔ اس لیے منقطع اور ضعیف روایت سے استدلال کرنا اور صحابی پر طعن کرنا کسی حیثیت کے حامل نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد کی روایت کی تحقیق!

ابن سعد اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ زِيَادًا بَعَثَ الْحَكَمَ بْنَ عَمْرٍو عَلَى خُرَاسَانَ، فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، وَأَصَابُوا أَمْوَالًا عَظِيمَةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ زِيَادٌ: أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ إِلَيَّ أَنْ أَصْطَفِيَ لَهُ الصَّفْرَاءَ وَالْبَيْضَاءَ، فَلَا تَقْسِمْ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ: " سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّكَ كَتَبْتَ إِلَيَّ تَذْكُرُ كِتَابَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ اللَّهِ قَبْلَ كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّهُ وَاللَّهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ، فَاتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ " قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: «اغْدُوا عَلَى فَيْئِكُمْ، فَاقْسِمُوهُ» (الطبقات الکبری 29/7)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، کان خشبیا.

(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال 188/30، تهذیب التهذیب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

ابن عدی کی روایات کی تحقیق!

ابن عدی اپنی کتاب الکامل میں روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن الحسین بن حفص الاشنانی حدثنا الحسین بن حریث حدثنا أوس یعنی بن عبد الله بن بریدة حدثنی سهل عن أبیه عبد الله ان الحکم بن عمرو الغفاری کان معاویة وجهه عاملا علی خراسان فغنم غنائما کثیرة وفتح علیه فکتب الی معاویة انی غنمت غنائم کثیرة فما تری فکتب الیه معاویة ان انظر کل صفراء وبیضاء فأصفها لأمیر المؤمنین واقسم سوی ذلك للجند فجمع أصحابه فقال ما ترون فقالوا ما تری یعنی نحن أحق به فکتب الی معاویة انی وجدت کتاب الله أحق ان یتبع من کتابك انی قسمت ما غنمت فی الجند فبعث الیه معاویة عاملا فحبسه وقیده فمات فی قیوده فأمر الحکم ان یدفن فی قیوده حتی یخاصم معاویة یوم القیامة فیما قیده. (الکامل فی ضعفاء الرجال 410/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی أوس بن عبداللہ بن بریدۃ ضعیف اور متروک ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں: مروزی متروك. « (الضعفاء والمتروکون **119**)

امام بخاری فرماتے ہیں۔ فِيهِ نظر. (التاریخ الکبیر **17/2**)

نوٹ: فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص58 پر امام بخاری کے قول فیہ نظر کو موضوع پر اطلاق کرتے ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں۔ لَيْسَ بِثِقَة. (الضعفاء والمتروکون **20/1**)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ سهل بْن عَبْد اللَّهِ بْن بُرَيْدَة منکر الحدیث ہے۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔

مُنكر الْحَدِيث يَرْوِي عَن أَبِيهِ مَالا أصل لَهُ لَا يجوز أَن يشْتَغل. (المجروحين من المحدثين **348/1**)

امام ابو نعیم الاصبہانی فرماتے ہیں۔

-سهل بن عبد الله بن بريدة روى عن أبيه في فضل مرو وغيره أحاديث منكرة.

(كتاب الضعفاء - أبو نعيم الأصبهاني **90/1**)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور متروک ہے اور اس سے استدلال علمی بدیانتی۔ جناب فیضی صاحب تو دوسروں کو درس حدیث صحیح کا دیتے ہیں اور خود جناب نے متروک اور ضعیف روایات سے کتاب بھر دی ہے۔ دوسروں کو نصیحت اور خود میاں۔۔۔۔۔

تاریخ طبری کی روایت کی تحقیق!

ابن جریر طبری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْمُبَارَكِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْمَاطِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدِ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُحَمَّدِ بن عبد الكريم المروزي، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ، قال: حدثنا الْهَيْثَمُ

بْنُ عَدِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ الْفِرْدَوْسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي حَلْقَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ مَرَّ بِنَا الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ وَقَدْ عَقَدَ لَهُ زِيَادُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى خُرَاسَانَ، فَقِيلَ لِعِمْرَانَ: هَذَا الْحَكَمُ اسْتُعْمِلَ عَلَى خُرَاسَانَ، فَقَالَ: عَلَيَّ بِهِ. فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا حَكَمُ، أَتَذكر حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أَنَا وَأَنْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: سَمِعْنَاهُ يَقُولُ: «لا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ». قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: إِذَا شِئْتَ [فَقُمْ]، قَالَ: فَأَتَى خُرَاسَانَ فَأَصَابَ بِهَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَتَبَ إِلَيْهِ زِيَادٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أمير المؤمنين كتب إلى أن أصطفى له الْبَيْضَاءَ وَالصَّفْرَاءَ، وَلا أُعْلَمَنَّ مَا قَسَمْتَ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلا فِضَّةً. فَلَمَّا جَاءَهُ الْكِتَابُ قَالَ لِلنَّاسِ: اغْدُوا عَلَى غَنَائِمِكُمْ فَخُذُوهَا، ثُمَّ كتب/ب إلى زياد: جاءني/ كتاب الأمير يذكر أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ يَصْطَفِيَ بِالصَّفْرَاءِ فَلا يَعْلَمَنَّ مَا قَسَمْتُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَبًا وَلا فِضَّةً، وَإِنِّي وَجَدْتُ كِتَابَ الله قد سبق كتاب أمير المؤمنين، ووالله الَّذِي لا إِلَهَ إِلا هُوَ لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا عَلَى عَبْدٍ اتَّقَى اللَّهَ لَجَعَلَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ مَخْرَجًا، وَالسَّلامُ.

(المنتظم في تاريخ الأمم والملوك 229/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں ہیثم بن عدی ضعیف اور متروک راوی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقه الثالثه)

اور فرقہ خشبی سے تعلق تھا اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں۔ لو حابیت أحدا لحابیت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(تهذیب الكمال فی أسماء الرجال 188/30، تهذیب التهذیب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔ موصوف فیضی نے خود اس اصول کا اقرار کیا تھا کہ محدثین کرام نے ناصبیوں کی روایات کو ترک کیا تھا، تو جناب والا، انہی محدثین کرام نے یہ بھی اصول وضع کیا تھا کہ رافضیوں کے روایات صحابہ کرام کے طعن پر قبول نہیں کی جائیں گی۔ اپنے لیے الگ اصول اور دوسروں کو کچھ اور نصحیت۔ کیا تحقیق فرمائی ہے جناب نے۔

انساب الاشرف کی روایت کی تحقیق!

علامہ بلازری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وحدثنی محمد بن خالد الواسطی حَدَّثَنَا یزید بن هارون عَنْ هشام بن حسان عَنِ الحسن أن زيادًا ولی الحكم بن عمرو الغفاری خراسان فغزا فغنم فكتب إليه زياد أن اصطف كل صفراء وبيضاء لأمير المؤمنين، ولا تقسم ذلك واقسم ما سواه فكتب الحكم إليه: إنی وجدت كتاب الله قبل كتابك، فلو أن السموات والأرض كانتا رتقًا على عبدٍ فاتقى الله لجعل له منهما مخرجًا، والسلام، وقسم الغنائم بين الناس. (أنساب الأشراف **221/5**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں راوی ہشام بن حسان القردوسی ہے، یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ہشام بن حسان القردوسی کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 47/1 طبقہ الثالثہ)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ ہشام بن حسان القردوسی خشبی تھا۔اور خشبی فرقہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے۔امام شعبہ فرماتے ہیں۔

لو حابيت أحدا لحابيت هشام بن حسان، كان خشبيا.

(تهذيب الكمال في أسماء الرجال 188/30، تهذيب التهذيب 34/11)

خشبی کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے۔اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف اور قابل استدلال نہیں ہے۔

موصوف فیضی اگران تمام اسانید کے بارے میں تعدد طرق کی وجہ سے ماننے پر اصرار کریں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اصول بھی لکھیں تاکہ حقیقت واضح ہو سکے۔عوام الناس کے سامنے سارے حقائق پیش کیے جائیں گے اور ان کے حوالہ جات کی حقیقت بیان کی جائے گی۔

حضرت معاویہ کا حضرت الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہما کی تعریف کرنا!

محدث ابن عساکر سند سے روایت لکھتے ہیں۔

رواها أبو عبيد بن سلام عن أبي اليمان كتب إلى أبو علي الحسن بن أحمد الحداد أنا أبو بكر أحمد بن الفضل الباطرقاني أنا أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن مندة أنا أبو العباس القاسم بن القاسم السياري أنا جدي أحمد بن سيار نا الشاه بن عمار نا أبو صالح وهو سليمان بن صالح المروزي حدثني محمد بن نبهان عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة قال لما انتهى كتاب الحكم بن عمرو إلى زياد كتب بذلك إلى معاوية وجعل كتاب الحكم في جوف كتابه فلما قدم الكتاب على معاوية خرج إلى الناس فأخبرهم بكتاب زياد وصنيع الحكم فقال ما ترون فقال بعضهم أرى أن تصلبه وقال بعضهم أرى أن تقطع

یدیه ورجلیه وقال بعضهم أری أن تغرمه المال الذی أعطی فقال معاویة بئس الوزراء أنتم لوزراء فرعون کانوا خیرا منکم أتأمرونی أن أعمد إلی رجل آثر کتاب الله تعالی علی کتابی وسنة رسول الله (صلی الله علیه وسلم) علی سنتی فأقطع یدیه ورجلیه بل أحسن وأجمل وأصاب، فکانت هذه مما تعد من مناقب معاویة۔

(تاریخ دمشق 170/59)

قتادہ نقل کرتے ہیں یہ جب حضرت الحکم بن عمرو کا جوابی خط زیاد کو پہنچا، تو زیاد نے یہ خط اور اپنے مکتوب کو یکجا کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خدمت میں بھیجا۔ جب یہ مکتوب حضرت معاویہ رضی اللہ کے پاس پہنچا۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے آئے اور زیاد کے خط کا تذکرہ کیا۔ اور حضرت عمرو بن الحکم کے جواب کو بیان کیا۔ حکم بن العمرو نے مرکز کی طرف سے دی گئی ہدایات کے برعکس اموال غنائم میں سے خمس کو الگ کر کے باقی مال مجاہدین میں اسی وقت تقسیم کر دیا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تم لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرو۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت الحکم بن عمرو اس عمل کی وجہ سے صلیب پر چڑھائے جائیں۔ بعض نے کہا کہ ان کے اعضاء کاٹ دیے جائیں۔ بعض نے کہا کہ جتنا مال انہوں نے وہاں تقسیم کیا ہے ان کا ضمان اور تاوان وصول کیا جائے۔

ان آراء کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ برے وزیر ہو۔ تم سے فرعون کے رائے دہندگان بھی بہتر تھے۔ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں ایسے شخص کو سزا دوں اور اس کے اعضاء کو کاٹ دوں جس نے اللہ کے فرمان کو میرے حکم پر ترجیح دی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو میرے طریقے سے مقدم رکھا۔ اس شخص نے بڑا اچھا اور عمدہ کردار ادا کیا ہے۔ اور اچھے عمل کا مظاہرہ کیا۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمدہ مناقب اور بہترین محامد میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام غلط اور خلاف حقیقت ہے۔ جناب قاری فیضی صاحب ہی کچھ فرمائیں کہ تاریخ دمشق کی یہ روایت کیوں نقل نہیں کی؟ ظاہر ہے تدلیس کی عادت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر دنیوی لالچ دینے کا الزام!

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 221 پر لکھتے ہیں۔

الأحاديث الموضوعة في فضائل معاوية ٢٢١

کی تمیز کیے بغیر خوب لڑائی کی، بلکہ اُن میں سے اکثریت نے معاویہ کا ساتھ ہی اس لیے دیا تھا کہ اُنہیں دنیوی مستقبل کے سہانے خواب دکھائے گئے تھے۔ بطورِ نمونہ فقط ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ علامہ بلاذری اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

الـمَـدَائِـنِيُّ عَنْ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفِ الْجَمْحِيُّ، لِمُعَاوِيَةَ : إِنَّا تَرَكْنَا الْحَقَّ وَعَلِيٌّ يَدْعُوْنَا إِلَيْهِ ، وَبَايَعْنَاكَ عَلَى مَا تَعْلَمُ ، فَلَمَّا تَسَهَّلَتِ الْأُمُوْرُ جَعَلْتَ الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةٍ : سَعِيْدُبْنُ الْعَاصِ، وَعَمْرُوبْنُ الْعَاصِ السَّهْمِيُّ، وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ ، وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ، وَتَرَكْتَنَا.

"امام مدائنی حضرت مسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا: امیہ بن خلف جمحی کی اولاد میں سے ایک شخص نے معاویہ کو کہا: ہم نے حق کو چھوڑا حالانکہ علی ہمیں اُس کی طرف بلاتے رہے اور جس بات پر ہم نے آپ کی بیعت کی وہ آپ جانتے ہیں۔ پھر جب آپ کے لیے تمام معاملات آسان ہو گئے تو آپ نے دنیا کو چار اشخاص کے لیے مخصوص کر لیا: سعید بن العاص، عمرو بن العاص سہمی، مروان بن الحکم اور مغیرہ بن شعبہ، جبکہ ہمیں آپ نے چھوڑ دیا"۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص١٣٢)

اندازہ فرمائیے! کیسے کیسے لوگ اُن کی فوج میں شامل تھے اور وہ کن امیدوں کے ساتھ بیعت کرتے اور جنگیں لڑتے تھے۔ آج تک دنیوی سیاستدان اُسی پالیسی پر گامزن ہیں اور دنیوی لحاظ سے دین پسند طبقات پر غالب بھی ہیں۔ دنیوی کامیابی کے یہ گر سیدنا علی علیہ السلام پر مخفی نہیں تھے لیکن جن ہستیوں کو قدم قدم پر اپنی آخرت مدنظر ہو وہ ایسے گر استعمال نہیں کیا کرتیں۔

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

الْمَدَائِنِيُّ عَنْ مَسْلَمَةَ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ الْجُمَحِيِّ لِمُعَاوِيَةَ: أَنَّا تَرَكْنَا الْحَقَّ وَعَلِيٌّ يَدْعُونَا إِلَيْهِ، وَبَايَعْنَاكَ عَلَى مَا تَعْلَمُ، فَلَمَّا تَسَهَّلَتْ لَكَ الْأُمُورُ جَعَلْتَ الدُّنْيَا

لأَرْبَعَةٍ: سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ السَّهْمِيُّ وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، وَتَرَكْتَنَا. (جمل من أنساب الأشراف 124/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

سند میں راوی مَسْلَمَةَ بْنِ مُحَارِبٍ کی توثیق پیش کریں تاکہ کتب اسماءالرجال سے اس کے بارے میں تفصیل پیش کی جاسکے۔

دوسری علت:

سند میں راوی مَسْلَمَةَ بْنِ مُحَارِبٍ کی نے یہ رویات کسی مجہول راوی " رجل" سے سنی۔

اس لیے یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے۔اور ایک صحابی رسول ﷺ کی ذات پر ایسی ضعیف اور منقطع روایات سے اعتراض کرنا، کیا یہ ہی تحقیق ہے؟

محدث عبدالرزاق نے کہا:

أنا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ النَّاسُ يَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى أَرْجَاءِ وَادٍ رَحْبٍ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حکومت کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہیں دیکھا آپ کو تمام لوگوں نے حد درجہ سخی اور کشادہ دل پایا۔

(الأمالی فی آثار الصحابة لعبد الرزاق ص: 74 واسنادہ صحیح، المصنف لعبد الرزاق: 11/ 453 رقم 20985 واخرجه ایضا ابن سعد فی الطبقات الکبری : 10/ 48 من طریق معمر به واسنادہ صحیح۔)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہرقل و قیصر کی سنت کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 222 پر لکھتے ہیں۔

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو رشوت

امام بخاری لکھتے ہیں:

''یوسف بن ماھک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ مروان حجاز مقدس پر گورنر تھا، اس کو معاویہ نے مقرر کیا تھا، اس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر چھیڑ دیا تا کہ اس کے باپ کے بعد اس کی بیعت کی جائے۔ اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر ﷺ نے کوئی بات کہی تو مروان نے کہا: اس کو پکڑ لو! پس سیدنا عبدالرحمٰن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے تو وہ لوگ اُن پر قادر نہ ہو سکے۔ مروان نے کہا: یہ وہ ہے جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ اس پر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کچھ نہیں نازل فرمایا، ماسوا میری پاک دامنی کے''۔

(بخاري ص ٦٨٤ حديث ٤٨٢٧؛ الجمع بين الصحيحين ج ٤ ص ٢٠١ حديث ٣٣٦١)

یہاں بخاری میں کچھ محذوف کر دیا گیا تو اس پر بعض شارحین نے کہا:

قَدْ اخْتَصَرَهُ فَأَفْسَدَهُ.

''امام بخاری نے اختصار کیا تو بات بگاڑ دی''۔

(فتح الباري ج ٩ ص ٥٤٨)

میں کہتا ہوں: روایت کا اتنا حصہ نقل کرنے پر بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشکور ہیں اور ہم اُن کے شاکر ہیں، بہر حال وہ محذوف جملہ یہ تھا کہ خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر ﷺ نے فرمایا: یہ سنتِ صدیقی نہیں بلکہ ہرقل و قیصر کی سنت ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(تفسير النسائي ج ٢ ص ٢٩٠ حديث ٥٥١؛ السنن الكبرىٰ للنسائي ج ١٠ ص ٢٥٧ حديث ١١٤٢٧؛ المستدرك ج ٤ ص ٤٨٠ وط: ج ٥ ص ٤٧٨ حديث ٨٥٣٠؛ تفسير ابن كثير ج ٤ ص ١٧٢؛ الكافى الشاف ص ٢٥٥؛ الإصابة ج ٤ ص ٢٧٦؛ الدر المنثور ج ٧ ص ٤٤٤ وط: ج ١٣ ص ٣٢٨؛ فتح القدير للشوكاني ج ٥ ص ٢٦؛ فتح البيان للقنوجي ج ١٣ ص ٢٦؛ روح المعاني ج ١٤ ص ٣٢)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

سنن الکبری کی روایت:

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: لَمَّا بَايَعَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِهِ، قَالَ مَرْوَانُ: سُنَّةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: سُنَّةُ هِرَقْلَ وَقَيْصَرَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: هَذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ فِيهِ {وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف: 17] الْآيَةَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: «كَذَبَ وَاللهِ، مَا هُوَ بِهِ، وَإِنْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الَّذِي أُنْزِلَتْ فِيهِ لَسَمَّيْتُهُ، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ، وَمَرْوَانُ فِي صُلْبِهِ فَمَرْوَانُ فَضَضٌ مِنْ لَعْنَةِ اللهِ». (السنن الکبری 257/10، رقم الحدیث: 1142)

مستدرک حاکم کی روایت:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ الْحَافِظُ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدِّرْهَمِيُّ، ثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: لَمَّا بَايَعَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِهِ يَزِيدَ، قَالَ مَرْوَانُ: سُنَّةُ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: سُنَّةُ هِرَقْلَ، وَقَيْصَرَ، فَقَالَ: أَنْزَلَ اللَّهُ فِيكَ: {وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف: 17] الْآيَةَ، قَالَ: فَبَلَغَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللَّهِ مَا هُوَ بِهِ، وَلَكِنْ «رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ وَمَرْوَانُ فِي صُلْبِهِ» فَمَرْوَانُ قَصَصٌ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ» (المستدرک علی الصحیحین 528/4، رقم الحدیث: 8483)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

علامہ ذہبی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

-فیہ انقطاع۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے۔

(التعلیق -من تلخیص الذہبی، رقم: 8483)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قال الذهبي: محمد بن زياد لم يدرك عائشة، فهو منقطع.

امام ذہبی نے کہا کہ محمد بن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کا زمانہ نہیں پایا، اور یہ منقطع ہے۔

(إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة 522/17)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس سے استدلال کرنا غلط ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی سند کا جائزہ!

حافظ ابن کثیر نے اس کی ایک سند امام ابو حاتم سے بھی نقل کی ہے۔

تبصرہ:

تفسیر ابن کثیر کی روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مروان فقال: إن الله تعالى قد أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا، وَإِنْ يَسْتَخْلِفْهُ فَقَدِ استخلف أبو بكر عمر رضی الله عنهما. فقال عبد الرحمن بن أبي بكر رضی الله عنهما: أهرقلية؟ إن أبا بكر رضی الله عنه وَاللَّهِ مَا جَعَلَهَا فِي أَحَدٍ مِنْ وَلَدِهِ وَلَا أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ فِي وَلَدِهِ إِلَّا رَحْمَةً وَكَرَامَةً لِوَلَدِهِ. فَقَالَ مَرْوَانُ: أَلَسْتَ الَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لكما؟ فقال عبد الرحمن رضی الله عنه: ألست ابن اللعين الذين لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أباك؟ قال وسمعتهما عائشة رضی الله عنها فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ رضی الله عنه كَذَا وَكَذَا؟ كَذَبْتَ مَا فِيهِ نَزَلَتْ وَلَكِنْ

نزلت فی فلان ابن فُلَانٍ، ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، حَتَّى أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا، فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ. (تفسیر القرآن العظیم۔ابن کثیر 260/7)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

روایت میں عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمَدِينِيُّ کی تعین ضروری ہے۔اگر یہ راوی "عبد اللہ بن جعفر بن نجیح المدینی" ہے تو اس پر محدثین کرام کی جرح موجود ہے۔

اس راوی پر محدثین کرام کی جرح ملاحظہ کیجئے۔

- يحيى بْن مَعِين: ليس بشيءٍ.
(الجرح والتعديل: 5/الترجمة 102، وضعفاء العقيلي، الورقة 100.)
- عَمْرو بْن علي العقيلي: ضعيف الحديث، (ضعفاء العقيلي، الورقة 100،)
- أَبُو حاتم: منكر الحَدِيث جدا۔ (الجرح والتعديل: 5/الترجمة 102.)
- إِبْرَاهِيم بْن يعقوب الجوزجاني: واهي الحَدِيث، كَانَ-فيما يقولون-مائلا عَنِ الطريق. (أحوال الرجال، الترجمة 175.)
- النَّسَائي: متروك الحديث. (الضعفاء والمتروكون، الترجمة 330.)
- امام بخاری:"": تكلم فيه يَحْيَى بْن مَعِين (التاريخ الكبير 5/الترجمة 148).
- التِّرْمِذِيّ: يضعف، ضعفه يحيى بْن مَعِين وغيره: (سنن الترمذی 389/5).
- ابن حبان: كان ممن يهم في الاخبار حتى يأتي بها مقلوبة، ويخطئ في الآثار حتى كأنها معمولة، وقد سئل عَلِيّ ابْن المديني عَن أَبِيهِ فقال: اسألوا غيري.فقالو سألناك. فأطرق ثم رفع رأسه، وَقَال: هذا هو الدين أبي ضعيف (المجروحون 2/14-15)
- الدَّارَقُطْنِيّ: كثير المناكير. (الضعفاء والمتروكين الترجمة 311)،

- الحاکم: روی عن عَبد اللّٰہِ بْن دینار، وسهیل بْن أَبی صالح أحادیث موضوعة.

(المدخل إلی الصحیح صفحة 149)

- أبو نعیم: تکلم فیه ابنه علی رحمه الله. (الضعفاء الترجمة 105)
- الساجی: قال ابن مَعِین: کان من أهل الحدیث ولکنه بلی فی آخر عُمَره.
- أبو أحمد الحاکم: فی حدیثه بعض المناکیر. (التهذیب 5/175-176)
- ابن حجر: ضعیف. (تقریب التهذیب 1/298)

نوٹ: اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص83 پر حدیث "منکر" پر "موضوع و مردود" کا اطلاق کرتے ہیں۔

دوسری علت:

"عبد اللہ بن جعفر بن نجیح المدینی" کو محدث ابن الکیال نے مختلط راویوں میں شمار کیا ہے۔

(الکواکب النیرات 1/501)

تحقیق کے میدان میں یہ بات ثابت ہے کہ جس راوی کا حافظہ خراب ہو تو اختلاط سے پہلے کی روایات صحیح اور اختلاط کے بعد کی روایات ضعیف ہیں۔

اس لیے معترض کو چاہیے کہ وہ ثابت کرے کہ "عبد اللہ بن جعفر بن نجیح المدینی" سے راوی "إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ" کا سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

تیسری علت:

عبد اللہ بن جعفر بن نجیح المدینی نے یہ روایت کس سے سنی یہ معلوم نہیں کیونکہ عبد اللہ بن جعفر بن نجیح المدینی کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے روایت منقطع ہے۔

اس مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ معترض کی روایت ضعیف اور منقطع اور موصوف کی اپنی تحقیق کے مطابق موضوع ہے۔ اور ایسی روایت سے صحابہ پر اعتراض کرنا کم علمی بلکہ جہالت ہے۔

الزام نمبر 14:

رشوت لینادینا

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 223 پر لکھتے ہیں۔

طرف کچھ پیسے بھیج دیے۔ چنانچہ ابن کثیر اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ ، بَعْدَ أَنْ أَبَى الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ ، فَرَدَّهَا عَبْدُ الرَّحْمَانِ وَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا ، وقَالَ : أَبِيعُ دِينِي بِدُنْيَايَ؟.

"معاویہ نے سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر ﷛ کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے، بعد اس کے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا تو انہوں نے وہ درہم مسترد کر دیے اور ان کے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ دوں؟"۔

(البداية والنهاية [قطر] ج٨ص ٢٩ ؛الإصابة ج٤ ص ٢٧٦ ؛الاستيعاب ج٢ ص ٣٦٩ ؛مختصر تاريخ دمشق ج١٤ ص ٢٨٤ ؛تهذيب الأسماء واللغات للنووي ج١ ص ٢٩٥ ؛شذرات الذهب ج٢ ص ٢٥١ ؛تبيان القرآن للعلامة غلام رسول سعيدي ج١١ ص ٩٤، ٩٥)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ الزبير ابن بَكَّارٍ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ. قَالَ: بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ بَعْدَ أَنْ أَبَى الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَرَدَّهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا، وَقَالَ: أَبِيعُ دِينِي بِدُنْيَايَ؟. (البداية والنهاية 89/8)

أخبرنا أبو غالب وأبو عبد الله قالا أنا أبو جعفر أنا أبو طاهر أنا أحمد بن سليمان نا الزبير بن بكار قال حدثني إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز الزهري عن أبيه عن جده قال بعث معاوية الى

عبد الرحمن بن أبي بكر الصديق بمائة ألف درهم بعد إذ أبى البيعة ليزيد بن معاوية فردها عبد الرحمن وأبى أن يأخذها وقال أبيع ديني بدنياي (. تاریخ دمشق 36/35)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "إِبْرَاهِيم بن مُحَمَّد بن عبد الْعَزِيز بن عمر بن عبد الرَّحْمَن بن عَوْف" ضعیف و متروک راوی ہے۔

- البُخَارِيّ: مُنكر الحَدِيث (مختصر الكامل في الضعفاء 126/1)
- وَقَالَ ابْن عدي: لَيْسَ بِكَثِير الحَدِيث، وَعَامة مَا يرويهِ مَنَاكِير كَمَا قَالَ البُخَارِيّ، وَلَا يشبه حَدِيثه حَدِيث أهل الصدْق. مختصر الكامل في الضعفاء 126/1
- علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ تركوه۔ (ديوان الضعفاء رقم: 12)
- امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعيف. (الضعفاء والمتروكون 249/1)

دوسری علت:

مذکورہ سند میں راوی "محمد بن عبد العزيز بن عمر الزهري" بھی ضعیف ومتروک ہے۔

- البخاري: منكر الحديث. التاريخ الكبير 167/1
- النسائي: متروك. الضعفاء والمتروكون 92/1
- الدارقطني: ضعيف. الضعفاء الضعفاء والمتروكون 129/3
- أبو حاتم: هم ثلاثة إخوة: محمد، وعبد الله، وعمران [وهم ضعفاء الحديث]، ليس لهم حديث مستقيم. (الجرح والتعديل 7/8)

نوٹ: اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث "منکر" پر "موضوع و مردود" کا اطلاق کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت اور خود میاں۔۔۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 223-224 پر لکھتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رشوت

خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اسی طرح رشوت دینے کی کوشش کی گئی تھی، چنانچہ امام ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفٍ ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: أرى ذَاكَ أَرَادَ ، إِن دِيْنِيْ عِنْدِيْ إِذًا لَرَخِيْصٌ.

''معاویہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ بھیجے، پھر جب معاویہ نے چاہا کہ وہ یزید کی بیعت کریں تو انہوں نے فرمایا: اب سمجھا ہوں میں کہ اس رقم سے اس کا یہ ارادہ تھا، تب تو میرا دین بڑا سستا ہے''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج٤ ص ١٧٠؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص ٢٢٥؛ الكامل في التاريخ للجزري ج٣ ص ٣٥١)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بات کو بخاری کی حدیث نمبر ۷۱۱۱ کے تحت زیادہ وضاحت سے لکھا ہے:

(فتح الباري ج١٣ ص ٧٠، وط: ج١٦ ص ٥٤٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفٍ, فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: أَرَى ذَاكَ أَرَادَ إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذًا لَرَخِيصٌ. (الطبقات الکبری 182/4)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ [ابن زيد] عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ, فَلَمَّا دَعَا مُعَاوِيَةُ إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدَ ابن مُعَاوِيَةَ [قَالَ]: أَتَرَوْنَ هَذَا أَرَادَ. [إِنَّ] دِينِي إِذًا عِنْدِي لَرَخِيصٌ. (المعرفة والتاريخ 492/1)

الْإِسْمَاعِيلِيّ مِنْ طَرِيق مُؤَمَّل بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ فِي أَوَّلِهِ مِنَ الزِّيَادَة عَن نَافِع ان مُعَاوِيَة أَرَادَ بن عُمَرَ عَلَى أَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ فَأَبَى وَقَالَ لَا أُبَايِعُ لِأَمِيرَيْنِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ بِمِائَةِ

أَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَخَذَهَا فَدَسَّ إِلَيْهِ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُبَايِعَ فَقَالَ إِنَّ ذَاكَ لِذَاكَ يَعْنِي عَطَاءَ ذَلِكَ الْمَالِ لِأَجْلِ وُقُوعِ الْمُبَايَعَةِ إِنَّ دِينِي عِنْدِي إِذًا لَرَخِيصٌ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 970/13)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

- کیونکہ طبقات ابن سعد کی سند میں عارم بن الفضل کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔
- فتح الباری کی سند میں مومل بن اسماعیل ضعیف راوی اور حماد بن زید اور نافع کے درمیان سند منقطع ہے۔
- المعرفہ والتاریخ کی سند میں ایوب السختیانی پر تدلیس کا الزام ہے۔

متن روایت کا مفہوم!

اگر اس مذکورہ روایت کو صحیح مان بھی لیا ہے جو تو اس میں رشوت دینے کا لفظ نہیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی وہ لوگوں کو مال و دولت سے نوازتے اور وظائف پیش کرتے۔

مذکورہ روایت میں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے مال وصول کیا۔ مگر جب ان کے سامنے بیعت کی بات کی تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ رقم بیعت کے لیے دی گئی ہے۔

یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ وہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ) اس بیعت کی لیے مال کی خواہش رکھتے ہوں۔

مگر یہ دونوں ہی احتمال ہیں، اور احتمال سے دعویٰ تو ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول واضح ہے کہ اگر انہوں (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے یہ مال بیعت کے لیے دیا ہے تو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ کے دین کو بہت سستا سمجھا۔ اس سے قول سے تو واضح طور پر رشوت کی نفی ہوتی ہے اور جناب معترض رشوت دینے کا اثبات کر رہے ہیں۔

روایت میں مال بطور تحفہ دینے کی صراحت ہے نہ کہ مال بطور رشوت دینے کی وضاحت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ ان کا دین اتنا سستا ہے تو ان کے اپنے خیال کی وضاحت کرتا ہے نہ کہ رشوت کے لین دین کی۔

الزام نمبر 14:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے تبادلہ رشوت

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 225 پر لکھتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ سے تبادلۂ رشوت

معاویہ نے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفے کی امارت سے معزول کر کے اُس کو لکھ بھیجا کہ تمہیں معزول کر دیا گیا ہے تم فوراً میرے پاس پہنچو، وہ کچھ تاخیر سے پہنچے تو معاویہ نے پوچھا: تم نے تاخیر کیوں کی؟ اُنہوں نے کہا: میں ایک خاص مہم میں مشغول تھا، وہ یہ کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں نے چاہا کہ لوگوں کو یزید کی ولی عہدی کے لیے تیار کروں، بس اسی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ معاویہ نے کہا: پھر تم اپنے منصب کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کام کو جلد مکمل کرو۔ وہ واپس گئے، وہاں دس افراد کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ وہ معاویہ کے پاس جا کر یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کی بات کریں۔ اُن لوگوں کے ساتھ مغیرہ نے اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کو بھی بھیجا۔ جب وہاں تفصیلی بات ہو گئی تو معاویہ نے ابن مغیرہ سے پوچھا:

بِكَمْ اشْتَرىٰ أَبُوْكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ دِيْنَهُمْ ؟ قَالَ : بِثَلَاثِيْنَ أَلْفًا ، قَالَ : لَقَدْ هَانَ عَلَيْهِمْ دِيْنُهُمْ.

”تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا؟ اُس نے بتایا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے“۔

(الکامل فی التاریخ لابن أثیر الجزري ملخصاً ج۳ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

تیس ہزار کے ذکر کے بغیر یہ واقعہ حافظ ابن کثیر اور ابن خلدون نے بھی بیان کیا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ [قطر] ج۸ ص ۱۱۵، ۱۱۶؛ تاریخ ابن خلدون ج۳ ص ۱۹)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

عبد الرحمن بن عمرو البجلي الحراني قرأت في كتاب أبي محمد عبد الله بن أحمد بن ربيعة رواية ابنه ابي سليمان عنه أنبأ أبو سعيد الضبعي يعني عبد الرحمن بن محمد بن منصور نا وهب بن جرير نا جويرية يعني ابن أسماء حدثني خالد الحذاء أن المغيرة بن شعبة حيث أراد معاوية البيعة ليزيد وفد أربعين من وجوه أهل الكوفة وأمر عليهم ابنه عروة بن المغيرة فدخلوا على معاوية فقاموا خطباء فذكروا أنه إنما أشخصهم إليه التيه والنظر لأمة محمد (صلى الله عليه وسلم)

فقالوا یا أمیر المؤمنین کبرت سنك و تخوفنا الانتشار (4) من بعدك یا أمیر المؤمنین اعلم لنا علم وحد لنا حدا ننتهی إلیه قال أشیروا علی قالوا نشیر علیك بیزید بن أمیر المؤمنین قال وقد رضیتموہ قالوا نعم قال وذاك رأیكم قالوا نعم ورأی من بعدنا فأصغی إلی عروۃ وهو أقرب القوم منه مجلسا فقال الله أبوك بكم اشتری أبوك من هؤلاء دینهم قال بأربعمائة قال لقد وجد دینهم عندهم رخیصا (.تاریخ دمشق 298/40)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت متعدد علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

پہلی علت:

روایت میں "عبد الرحمن بن محمد بن منصور" متکلم فیہ ہے۔اس کی منفرد روایات قابل قبول نہیں ہوتی۔

- امام دار قطنی فرماتے ہیں۔

عبد الرحمن بن محمد بن منصور الحارثی، أبو سعید، لیس بالقوی. (رجال حاکم 145).

- علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْن عدی حدث بِمَا لَا یُتَابع عَلَیْهِ. (المغنی فی الضعفاء 386/2)

دوسری علت:

روایت میں خالد بن مہران کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

محدث ابن الکیال نے ان کو مختلط راویوں میں لکھا ہے۔(الکواکب النیرات 461/1)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

أشار حماد بن زید إلی أن حفظه تغیر لما قدم من الشام وعاب علیه بعضهم دخوله فی عمل السلطان. (تقریب التهذیب 191/1)

تیسری علت:

خالد بن مہران الحذاء مرسل روایات بیان کرتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وھو ثقۃ یرسل ۔(تقریب التھذیب 191/1)

مذکورہ روایت بھی خالد بن مھران الحذاء نے حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت کی سند ضعیف اور منقطع ہے۔

یہ روایت درایتا بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ ولی عہد کی تحریک 56ھ میں شروع ہوئی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ!

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں جو عامیانہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، وہ قابل مذمت ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 5ھ میں اسلام لائے۔(الاستیعاب 258/1)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے 6ھ میں غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے۔اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔

قاری فیضی صاحب کو بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابی کی بارے میں تو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کن شخصیات پر برملا اعتراض کر رہا ہے؟ بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام کے بارے میں تو نصوص واضح موجود ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما پر فسادی کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 225 ـ 226 پر لکھتے ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیعت کے معاملہ میں پہلے معاویہ کی کذب بیانی درج کی اور پھر اس کے اسباب بیان کیے اور اُس میں اُنہوں نے دو ایسے صحابیوں کو فسادی بھی قرار دیا جو معاویہ کے ساتھی تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''حضرت حسن بصری ﷺ کا بیان ہے: لوگوں میں فتنہ و فساد کی آگ سلگانے والے صرف دو آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے امیر معاویہ کو نیزوں پر قرآن کریم اُٹھانے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم نیزوں پر اُٹھائے گئے۔ اور ابن قراء کا قول ہے کہ خارجیوں کو انہوں نے ہی ثالث بنایا تھا اور یہ وہ ثالث تھے جن کا چرچہ قیامت تک رہے گا۔
>
> فسادیوں میں سے دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کہ امیر معاویہ کے گورنر تھے جن کے نام امیر معاویہ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس کے حکم نامہ کی وصولیابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو۔ لیکن مغیرہ نے حکم میں تعویق (تاخیر) کی اور بہ تعویق دربار میں پہنچنے پر امیر معاویہ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ایک معاملہ پیش تھا جسے سلجھانے اور مفید طلب بنانے کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ بتاؤ! مغیرہ نے جواب دیا: آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لیے زمین ہموار کر رہا تھا۔ دریافت کیا کہ آیا تم نے یہ پورا کر لیا؟ جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا: اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسبِ سابق فرائض انجام دو۔ یہاں سے لوٹ کر جب مغیرہ اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: بتاؤ کیسی رہی؟ مغیرہ نے کہا: میں نے معاویہ کے پاؤں اُس ناواقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک وہ گرفتار رہیں گے''۔

(ما ثبت بالسنة مترجم ص ٣٨، وعربي: ملحق بمترجم: ص ٢٤٩؛ سير أعلام النبلاء ج ٤ ص ٣٩؛ تاريخ الخلفاء اردو، نفيس اكيڈمی ص ٢٠٧)

بتلایئے! اپنی موجودگی میں یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو رقبے، پلاٹ، عہدے اور مال دے کر اُن کے ضمیروں کا سوداگر بننا ہادی اور مہدی ہونے کی کون سی قسم ہے اور اگر یہ اجتہاد ہے تو کس درجے کا ہے؟

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

علامہ ذہبی نے سند کو اختصار کر کے بیان کیا ہے۔ مگر اس روایت کو محدث ابن عساکر نے مکمل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وَعَنِ الحَسَنِ: أَنَّ المُغِيْرَةَ بنَ شُعْبَةَ أَشَارَ عَلَى مُعَاوِيَةَ بِبَيْعَةِ ابْنِهِ، فَفَعَلَ، فَقِيْلَ لَهُ: مَا وَرَاءكَ؟
قَالَ: وَضَعْتُ رِجْلَ مُعَاوِيَةَ فِي غَرْزِ غَيٍّ لاَ يَزَالُ فِيْهِ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ.
قَالَ الحَسَنُ: فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَايَعَ هَؤُلاَءِ أَوْلاَدَهُم، وَلَوْلاَ ذَلِكَ لَكَانَتْ شُوْرَى.

(سیر أعلام النبلاء 39/4)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام میں مکمل سند نقل نہیں کی۔

وَرَوَى زَحْرُ بْنُ حِصْنٍ، عَنْ جَدِّهِ حُمَيْدِ بْنِ مُنْهِبٍ قَالَ: زُرْتُ الْحَسَنَ بْنَ أَبِي الحسن، فَخَلَوْتُ بِهِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَا تَرَى مَا النَّاسُ فِيهِ؟ فَقَالَ لِي: أَفْسَدَ أَمْرَ النَّاسِ اثْنَانِ: عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ يَوْمَ أَشَارَ عَلَى مُعَاوِيَةَ بِرَفْعِ الْمَصَاحِفِ فَحُمِلَتْ، وَقَالَ: أَيْنَ الْقُرَّاءُ، فَحَكَمَ الْخَوَارِجُ فَلا يَزَالُ هَذَا التَّحْكِيمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَإِنَّهُ كَانَ عَامِلَ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْكُوفَةِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ: إِذَا قَرَأْتَ كِتَابِي هَذَا فَأَقْبِلْ مَعْزُولا، فَأَبْطَأَ عَنْهُ، فلما وَرَدَ عَلَيْهِ قَالَ: مَا أَبْطَأَ بِكَ؟ قَالَ: أَمْرٌ كُنْتُ أُوَطِّئُهُ وَأُهَيِّئُهُ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟
قَالَ: الْبَيْعَةُ لِيَزِيدَ مِنْ بَعْدِكَ، قَالَ: أَوَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قال: ارجع إلى عَمَلِكَ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: مَا وَرَاءَكَ؟ قَالَ: وَضَعْتُ رِجْلَ مُعَاوِيَةَ فِي غَرْزِ غَيٍّ لا يَزَالُ فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ الْحَسَنُ: فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَايَعَ هَؤُلاءِ لأَبْنَائِهِمْ، وَلَوْلا ذَلِكَ لَكَانَتْ شُورَى إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(تاریخ الإسلام 272/5)

محدث ابن عساکر کتاب میں مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا أبو السعود أحمد بن علی بن محمد الواعظ انا أبو الحسین أحمد بن محمد بن النقور وأبو علی محمد بن وشاح الرسی ح وأخبرنا أبو القاسم بن السمرقندی انا أحمد بن محمد بن النقور قالا أنبأ

عيسى بن على بن عيسى نا أبو عبيد على بن الحسين بن حرب نا أبو السكين زكريا بن يحيى حدثنى عم أبى زحر بن حصن عن جده حميد بن منهب قال زرت الحسن بن أبى الحسن فخلوت به فقلت له يا أبا سعيد أما ترى ما الناس فيه من الاختلاف فقال لى يا أبا يحيى أصلح أمر الناس أربعة وأفسده اثنان أما الذين أصلحوا أمر الناس فعمر بن الخطاب يوم سقيفة بنى ساعدة حيث قالت قريش منا أمير وقالت الأنصار منا أمير فقال لهم عمر ألستم تعلمون أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال الأئمة من قريش.

[قالوا بلى قال أولستم تعلمون أنه أمر أبابكر يصلى بالناس قالوا بلى قال فأيكم يتقدم أبابكر قالوا لا أحد فسلمت لهم الأنصار ولولا ما احتج به عمر من ذلك لتنازع الناس هذه الخلافة إلى يوم القيامة وأبو بكر الصديق حيث ارتدت العرب فشاور فيهم الناس فكلهم أشار عليه بأن يقبل منهم الصلاة ويدع لهم الزكاة فقال والله لو منعونى عقالا مما كانوا يعطونه رسول الله (صلى الله عليه وسلم) لجاهدتهم ولولا ما فعل أبو بكر من ذلك لألحد الناس فى الزكاة إلى يوم القيامة وعثمان بن عفان حيث جمع الناس على هذه القراءة وقد كانوا يقرءونه على سبعة أحرف فكان هؤلاء يلقون هؤلاء فيقولون قراءتنا أفضل من قراءتكم حتى كاد بعضهم أن يكفر بعضا فجمعهم عثمان على هذا الحرف ولولا ما فعل عثمان من ذلك لألحد الناس فى القرآن إلى يوم القيامة وعلى بن أبى طالب حيث قاتل أهل البصرة فلما فرغ منهم قسم بين أصحابه ما حوى عسكرهم فقالوا له يا أمير المؤمنين ألا تقسم بيننا إماءهم ونساءهم فقال أيكم يأخذ عائشة فى سهمه قالوا ومن يأخذ أم المؤمنين فى سهمه قال أفرأيتم هؤلاء اللواتى قتل عنهن أزواجهن يعتددن أربعة أشهر وعشرا ويورثن الربع والثمن قالوا نعم قال فما أراهن إماء ولو كن إماء لم يعتددن ولم يورثن ولولا ما فعل على من ذلك لم يعلم الناس كيف يقاتل أهل القبلة وأما اللذان أفسدا أمر الناس فعمرو بن العاص يوم أشار على معاوية برفع المصاحف فحكمت الخوارج فلا يزال هذا التحكيم إلى يوم القيامة والمغيرة بن شعبة فإنه

كان عامل معاوية على الكوفة فكتب إلى معاوية إذا قرأت كتابي هذا فأقبل معزولا فأبطأ في مسيره فلما ورد عليه قال له يا مغيرة ما الذي أبطأ بك قال أمر والله كنت أوطئه وأهيئه قال وما هو قال البيعة ليزيد من بعدك قال أوفعلت قال نعم قال ارجع إلى عملك فأنت عليه فلما خرج من عند معاوية قال له أصحابه ما وراءك يا مغيرة قال ورائي والله أني قد وضعت رجل معاوية في غرز بغي لا يزال فيه إلى يوم القيامة قال الحسن فمن أجل ذلك بايع هؤلاء لأبنائهم ولولا ذلك لكانت شورى إلى يوم القيامة. (تاريخ دمشق 287/30)

تاریخ دمشق کی عبارت کا ترجمہ و مفہوم جناب فیضی صاحب نے اپنی تحریر میں پیش کیا ہے۔

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

صدوق له أوهام لينه بسببها الدارقطني. (تقريب التهذيب 216/1)

امام دارقطنی لکھتے ہیں:

أبو السكين الكلابي، زكريا بن يحيى؟ قال هو الطائي، كوفي، ليس بالقوي، يحدث بأحاديث ليست بمضيئة. (سؤالات الحاكم، للدارقطني 329)

امام برقانی نقل کرتے ہیں:

وقال البرقاني: سمعت الدَّارَقُطْنِيّ يقول زكريا بن يحيى الطائي، متروك، بصري.

(سؤالات البرقاني للدارقطني 166)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "زحر بن حصن" مجہول راوی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

زحر بن حصن. عن جده. وعنه أبو السكين الطائي، لا يعرف.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 69/2)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

زحر بن حصن عَن جده وَعنهُ أَبُو السكين الطَّائِي لَا يعرف. (المغنی فی الضعفاء 238/1)

مذکورہ روایات میں راوی "حمید بن منہب بن حارثة بن حزم" ضعیف ہے۔

امام دار قطنی فرماتے ہیں۔

وقد روى عن عروة بن مضرس، حميد بن منهب، وعروة بن الزبير، وفي روايتهما نظر.

(الإلزامات والتتبع، صفحة 85)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ایسی متروک اور ضعیف راویوں سے استدلال کرنا جناب فیضی صاحب کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے۔

الزامی جواب:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے چند الفاظ استعمال کیے تو موصوف قاری صاحب نے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف بطور استدلال پیش کیا، مگر قاری صاحب کی پیش کردہ روایت میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو فسادی کہا۔

فیضی صاحب جواب دیں!

موصوف اب جواب دیں کہ اس روایت کو بیان کرنے والے حضرت حسن البصری رضی اللہ عنہ، اس کو لکھنے والے شیخ محقق رحمہ اللہ علیہ پر کیا فتوی لگے گا؟ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے سے سابق صحابہ پر ناراضگی کرنا باعث طعن ہے، تو تابعی کا ۲ جلیل القدر صحابہ کو فسادی کہنا باعث ملامت اور طعن ہے یا نہیں؟

الزام نمبر 18:

شراب پینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 226-227 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور شراب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ ثُمَّ أُتِيْنَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا ، ثُمَّ أُتِيْنَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ : مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

''سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد معاویہ کے ہاں گئے تو انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر ہمارے لیے کھانا لایا گیا تو ہم نے کھایا، پھر شراب لائی گئی تو معاویہ نے پی، پھر میرے والد نے پکڑی تو کہا: جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا''۔

(مسند أحمد [شاکر] ج١٦ ص٤٧٣ حديث ٢٢٨٣٧؛ وط: بتحقيق الأرنؤط وغيره، ج٣٨ ص٢٥، ٢٦؛ تاريخ دمشق ج٢٧ ص١٢٧؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٢ ص٤٥، ٤٦؛ جامع المسانيد والسنن لابن كثير، بتحقيق عبد المعطي أمين قلعجي ج٢ ص١٨٧ حديث ١٧٥١؛ أطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي للعسقلاني ج١ ص٦٢٠ حديث ١٢٤٨)

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو ''مجمع الزوائد'' میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اِس کو امام احمد نے راویت کیا ہے اور اُن کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، لیکن اُنہوں نے اِس جملہ کو حدیث کے اندر سے حذف کر دیا ہے: ''مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. (جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا) اور خود اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَفِيْ كَلَامِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ تَرَكْتُهُ.

''معاویہ کے کلام میں کوئی چیز تھی جس کو میں نے چھوڑ دیا''۔

(مجمع الزوائد ج٥ ص٤٢)

ایسا ہی اُنہوں نے اپنی اُس کتاب میں بھی کیا ہے جس میں اُنہوں نے مسند احمد کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو صحاح ستہ کے علاوہ ہیں۔

(غاية المقصد في زوائد المسند ج٤ ص١١٥ حديث ٤٠٤٥)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ، ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ "أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ :مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا، وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرُ اللَّبَنِ، أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي۔

(مسند أحمد ط الرسالۃ 26/38 أبو زرعۃ الدمشقی فی تاریخہ 102/1 و ابن عساکر 27/27)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

مذکورہ روایت ان الفاظ کے ساتھ منکر وضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن حباب صدوق وحسن الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب اوہام واخطاء تھے جیسا کہ متعدد محدثین نے صراحت کی ہے۔

مثلاامام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رجل صَالح مَا نفذ فِي الحَدِيث إِلَّا بالصلاح لِأَنَّهُ كَانَ كثير الْخَطَأ قلت لَهُ من هُوَ قَالَ زيد بن الْحباب۔ (العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد روایۃ ابنہ عبد اللہ 96/2)

امام أبوداؤد رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

سمعت أحمد قال زيد بن الحباب كان صدوقا وكان يضبط الألفاظ عن معاوية بن صالح ولكن كان كثير الخطأ. (سؤالات أبي داود لأحمد ص: 319)

معلوم ہوا کہ زید بن حباب کے صدوق وحسن الحدیث ہونے کے باوجود بھی ان سے اوہام واخطاء کا صدور ہوتا تھا، لہذا عام حالات میں ان کی مرویات حسن ہوں گی لیکن اگر کسی خاص روایت کے بارے میں محدثین کی صراحت یا قرائن وشواہد مل جائیں کہ یہاں موصوف سے چوک ہوئی ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہو گی۔

اور مذکورہ روایت کا بھی یہی حال ہے کیونکہ زید بن حباب نے ابن ابی شیبہ سے اسی روایت کو اس طرح بیان کیا ہے:

امام ابن أبي شيبة رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأَتَى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا، وَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: «مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ، فَإِنِّي آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ وَالْحَدِيثُ الْحَسَنُ. (مصنف ابن أبي شيبة: 188/6)

ترجمہ: صحابی رسول عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں چار پائی پر بٹھایا، پھر ہمارے سامنے کھانا لائے جسے ہم نے کھایا،
پھر مشروب لائے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتوں کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی، اور آج بھی میرا یہی حال ہے۔

غور کریں یہ روایت بھی "زید بن حباب" ہی کی بیان کردہ ہے لیکن اس میں وہ منکر جملہ قطعا نہیں ہے جو امام احمد کی روایت میں ہے، معلوم ہوا کہ زید بن حباب نے کبھی اس روایت کو صحیح طور سے بیان کیا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے، اور کبھی ان سے چوک ہوگئی ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

اور چونکہ مسند احمد کی روایت میں ایک بے جوڑ اور بے موقع و محل جملہ ہے اس لئے یہی روایت منکر قرار پائے گی۔

چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی جب اس روایت کو مجمع الزوائد میں درج کیا تو منکر جملہ کو چھوڑ دیا۔

امام هيثمي نے لکھا:

عن عبد الله بن بريدة قال: دخلت مع أبي على معاوية فأجلسنا على الفراش ثم أتينا بالطعام فأكلنا ثم أتينا بالشراب فشرب معاوية ثم ناول أبي ثم قال معاوية: كنت أجمل شباب

قریش وأجوده ثغراً وما من شیء أجد له لذة کما کنت أجده وأنا شاب غیر اللبن وإنسان حسن الحدیث یحدثنی.

رواه أحمد ورجاله رجال الصحیح وفی کلام معاویة شیء ترکته.(مجمع الزوائد للهیثمی: 55/5)

فائدہ:

اس روایت کی تخریج کرنے والے امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے، چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

حسین بن واقد، له أشیاء مناکیر (سؤالات المیمونی:444)

ایک اور موقع پر کہا:

ما أنکر حدیث حسین بن واقد وأبی المنیب عن ابن بریدة.(العلل ومعرفة الرجال 301/1)

نیز فرمایا:

عبد الله بن بریدة الذی روی عنه حسین بن واقد ما أنکرها وأبو المنیب أیضا یقولون کأنها من قبل هؤلاء.(العلل ومعرفة الرجال 22/2)

عرض ہے کہ حسین بن واقد ثقہ راوی ہیں اور ان کی مذکورہ روایت ابن ابی شیبہ کے یہاں جن الفاظ میں ہے اس میں کوئی نکارت نہیں ہے لہٰذا وہ روایت صحیح ہے جب کہ مسند احمد کی زیر بحث روایت ضعیف ہے کیونکہ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور آپ نے حسین بن واقد کی مرویات کو منکر قرار دیا ہے۔

نوٹ : اس مقام پر قارئین کرام کو ذہن نشین رہے کہ فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر حدیث "منکر" پر "موضوع ومردود" کا اطلاق کرتے ہیں۔

متنِ روایت کا مفہوم!

اس حدیث کے منکر وضعیف ہونے کے باوجود بھی گرچہ اس میں ایک بے جوڑ اور بے موقع ومحل جملہ ہے، پھر بھی اس جملہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شراب پینا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

واضح رہے کہ سائل نے زیر بحث روایت کا جو ترجمہ پیش کیا ہے وہ قطعاً درست نہیں، اس میں درج ذیل غلطیاں ہیں:

پہلی غلطی:

متن حدیث میں مذکور "شراب" کا ترجمہ اردو والے شراب سے کرنا غلط ہے کیونکہ اردو میں جسے شراب کہتے ہیں اس کے لئے عربی میں "خمر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
صحیح بات یہ ہے کہ "شراب" کا ترجمہ "مشروب" سے کیا جائے یعنی پینے کی کوئی چیز۔

دوسری غلطی:

متن کا یہ جملہ " جب سے نبی ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، میں نے اسے نہیں پیا "صحابی رسول بریدہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ نہیں ہے جیسا کہ سائل کے پیش کردہ ترجمہ میں ہے بلکہ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے جیسا کہ سیاق سے صاف ظاہر ہے۔
ان دونوں غلطیوں کی اصلاح کے بعد حدیث مذکور کا صحیح ترجمہ اس طرح ہوگا:

> صحابی رسول عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر ہمارے سامنے کھانا حاضر کیا جسے ہم نے کھایا، پھر مشروب لائے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا اور پھر میرے والد کو پیش کیا، اور اس کے بعد کہا : میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قریش کے نوجوانوں میں سب سے خوبصورت تھا اور سب سے عمدہ دانتوں والا تھا، جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی۔

مشروب یعنی پینے والی چیز کیا تھی؟

مذکورہ روایت میں "شراب" سے مراد کوئی حلال مشروب یعنی پینے والی چیز تھی اس سے اردو والا شراب یعنی "خمر" مراد لینا کسی بھی صورت میں درست نہیں، نہ سیاق وسباق کے لحاظ سے اس کی گنجائش ہے اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی امید ہے۔
بلکہ اردو والا شراب یعنی "خمر" مراد لینے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بریدہ رضی اللہ عنہ پر بھی حرف

آتا ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایسے مشروب کو کیوں لیا جو حرام تھا، بلکہ ایسے دستر خوان پر بیٹھنا بھی کیونکر گوارا کیا جس پر شراب (خمر) کا دور چلتا ہو، کیونکہ ایسے دستر خوان پر بیٹھنا کسی عام مسلمان کے شایان شان نہیں چہ جائے کہ ایک صحابی اسے گوارا کریں۔

مزید یہ کہ ایسے دستر خوان پر بیٹھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اس سلسلے کی مرفوع حدیث (ترمذی 2801 وغیرہ) اگرچہ ضعیف ہے لیکن خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے موقوفا یہ ممانعت بسند صحیح منقول ہے۔

چنانچہ: امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی 211) نے کہا:

أخبرنا معمر عن زيد بن رفيع عن حرام بن معاوية قال كتب إلينا عمر بن الخطاب لا يجاورنكم خنزير ولا يرفع فيكم صليب ولا تأكلوا على مائدة يشرب عليها الخمر وأدبوا الخيل وامشوا بين الغرضين. (مصنف عبد الرزاق: 61/6 واسناده صحيح)

معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں مشروب سے خمر مراد لینا کسی بھی صورت میں درست نہیں۔

اسی طرح اس سے نبیذ مراد لینا بھی درست نہیں جیسا کہ مسند احمد کے مترجم نے کیا ہے۔

بہر حال ”شراب“ کا ترجمہ نبیذ سے کرنا بھی غلط ہے کیونکہ اول شراب کا معنی نبیذ نہیں ہوتا، دوم روایت کے سیاق وسباق میں بھی ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ یہ پینے والی چیز نبیذ تھی۔

بلکہ روایت کے اخیر میں دودھ کا ذکر ہے اور امیر معایہ رضی اللہ عنہ نے دودھ اپنا پسندیدہ مشروب بتلایا ہے اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دودھ ہی پیا تھا یعنی شراب سے مراد دودھ ہی ہے۔

چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو نقل کرکے اس پر یہ باب قائم کیا ہے:

باب ما جاء في اللبن. (مجمع الزوائد للهيثمي: 55/5)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ وضاحت کیوں کی؟

مذکورہ روایت کی بیچ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو یہ وضاحت ہے کی کہ:

میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا

اس وضاحت میں جس چیز کے پینے کی بات ہو رہی ہے وہ خمر یعنی شراب ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اسے ہی اللہ کے نبی ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

اور "ما شربته " میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع محذوف ہے اور وہ خمر ہے، اہل عرب کبھی کبھی ضمیر کے مرجع کو حذف کر دیتے ہیں، بلاغت کی اصطلاح میں اسے " الإضمار فی مقام الإظهار " کہتے ہیں یعنی جس ضمیر کا مرجع معلوم ہو اس مرجع کو بعض مقاصد کے تحت حذف کر دینا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں ضمیر کے مرجع خمر کو حذف کیا ہے، اور مقصد خمر کی قباحت وشناعت کا بیان ہے یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خمر سے اتنی نفرت تھی کہ آپ نے اس کا نام تک نہیں لیا۔

اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شراب سے ان کی نفرت ظاہر ہوتی ہے۔

اور شراب سے نفرت کا اظہار کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ نے دودھ کو اپنا پسندیدہ مشروب قرار دیا، اس سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بھی وضاحت کہ قبل از اسلام بھی ان کے نزدیک دودھ ہی سب سے پسندیدہ مشروب تھا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، بلکہ اس کے بجائے وہ دودھ ہی نوش فرماتے تھے۔

یاد رہے کہ معراج میں اللہ کے نبی ﷺ کو شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو منتخب کیا، بخاری کے الفاظ ہیں:

ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ: فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الآخَرِ خَمْرٌ، فَقَالَ: اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيلَ: أَخَذْتَ الفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ] بخاری رقم 3394.[

معلوم ہوا کہ دودھ کو پسند کرنے میں معاویہ رضی اللہ عنہ فطرت پر تھے یہ چیز بھی ان کے فضائل میں سے ہے، والحمدللہ۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وضاحت اور محققین؟

مسند احمد کے معلقین لکھتے ہیں:

وقوله: "ثم قال: ما شَرِبتُه منذ حرَّمَه رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أي: معاوية بن أبي سفيان، ولعله قال ذلك لِما رأى من الكراهة والإنكار في وجه بريدة لظنِّه أنه شرابٌ مُحرَّم. والله أعلم.

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ" : میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا "غالباً یہ بات معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی جب انہوں نے بریدہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کراہت وناپسندیدگی کے آثار دیکھے بریدہ رضی اللہ عنہ کے اس گمان کی وجہ سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حرام مشروب دے دیا ہے، واللہ اعلم

(مسند أحمد ط الرسالة 26/38)

یہ بھی ممکن ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ منافقین نے یہ افواہ اُڑا رکھی ہو کہ وہ شراب پیتے تھے اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مہمانوں کے سامنے وضاحت کرتے رہے ہوں، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حالات کیا تھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے دشمنان اسلام اور منافقین نے جو کچھ کیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس لئے بعید نہیں سلف کے کردار کو مجروح کرنے کے لئے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا گیا ہو۔

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کا الزام باطل ومردود ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ محدثین کی تصریح کے مطابق اس روایت میں ایک راوی حسین بن واقد پر مناکیر روایات بیان کرنے کی جرح ہے اور موصوف فیضی کے اصول کے مطابق تو یہ روایت موضوع ثابت ہوتی ہے کیونکہ جناب فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر منکر روایت پر موضوع ہونے کا اطلاق کرتے ہیں۔

فیضی صاحب ایک طرف موضوع روایات پر دعوتِ اسلامی اور مخالفین پر طعنہ زنی کرتے ہیں مگر دوسری طرف اپنی ہی کتاب میں اپنے ہی پیش کردہ اصولوں کے مطابق موضوع روایات کی بھرمار لگاتے ہیں۔ موصوف کو اپنی روش پر خود ہی نظر ثانی کرنی چاہیے، اگر ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی۔

الزام نمبر 11:

صحابہ کرام کو دھمکیاں دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعۃ ص 229 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور صحابہ کو ناجائز دھمکیاں

بخاری شریف کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بیعت کے سلسلے میں کوئی میٹنگ ہو رہی تھی، ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ پر زور دیا کہ وہ اس میں ضرور شریک ہوں۔ وہ فرماتے ہیں: میں اُس میں شریک ہوا تو معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ''جو شخص بھی امارت یا ولی عہد کے معاملہ میں زبان کھولنا چاہتا ہے، وہ ذرا اپنا سینگ تو اُونچا کرے۔ ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں۔ حبیب بن مَسلمہ نے (جو حضرت ابن عمرؓ سے یہ روئیداد سن رہے تھے) پوچھا کہ آپ نے معاویہ کو کوئی جواب کیوں نہ دیا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: میں نے اپنی چادر ڈھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں ان سے کہوں: ''تم سے زیادہ امارت کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ ابوسفیان سے اسلام کی خاطر قتال کیا''۔ پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے زیادہ تفریق پیدا ہوگی، حتیٰ کہ خوں ریزی تک نوبت جا پہنچے گی اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا۔ پس میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (اور خاموشی برتی)۔ حبیب کہنے لگے کہ آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا، بچا لیا''۔

(بخاري ص ٥٦٠ حديث ٤١٠٨)

آیا واقعی معاویہ خلیفۂ ثانی سیدنا عمرؓ اور اُن کے فرزند سے خلافت کا زیادہ حق دار تھا؟ اگر نہیں تھا تو اُس کا یہ دعویٰ اور دھمکی ہدایت ہے یا ضلالت؟ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو اجتہاد قرار دے کر اس پر اجر و ثواب ثابت کر ڈالے لیکن اس مقام پر بعض اہل قلم نے حق بات بیان کر دی ہے۔ چنانچہ اہل حدیث مؤلف علامہ عبداللہ دانش لکھتے ہیں:

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

امام بخاري رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجِنَانِ، قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ.

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمانوں کے مجمع میں جاؤ، لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مزید پھوٹ کا سبب بن جائے۔ آخر حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے۔ پھر جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اس معاملہ میں جسے گفتگو کرنی ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے۔ یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس پر کہا کہ آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اسی وقت اپنے لنگی کھولی (جواب دینے کو تیار ہوا)

اور ارادہ کر چکا تھا کہ ان سے کہوں کہ تم سے زیادہ اس معاملہ کا حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی۔ لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری اس بات سے مسلمانوں میں اختلاف بڑھ نہ جائے اور خونریزی نہ ہو جائے اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔ اس کے بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں۔ حبیب ابن ابی مسلم نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے' آفت میں نہیں پڑے۔ **(صحیح البخاری 110/5 رقم 4108)**

مذکورہ روایت بطور طعن قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس حدیث کے بعض جملوں کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو ان شاء اللہ کوئی اشکال نہیں ہو گا۔ ذیل میں ہم دیگر روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث کے بعض ان جملوں کی تشریح پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت وامارت نہ پانے پر شکوہ کیا؟

پیش کردہ حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

اس کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے:

مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں ملی

حالانکہ اس کا مناسب ترجمہ یہ ہونا چاہئے:

اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں اصل عربی الفاظ میں خلافت وامارت کا لفظ موجود نہیں ہے اس لئے "الامر" سے حکومت ہی مراد ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے مسلمانوں کے معاملات بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

یہ جملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہا ہے۔ یعنی آپ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے تھے کہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے اس لئے ان کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

بعض حضرات اس جملہ کا یہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ انہیں خلافت وامارت کی کوئی ذمہ داری کیوں نہیں دی گئی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی میں کبھی بھی خلافت وامارت کی خواہش کی ہی نہیں۔ لہٰذا خلافت وامارت نہ پانے پر وہ شکوہ کیونکر کر سکتے ہیں۔

علاوہ بریں خود ان کے والد خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی اشارہ تھا کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت وامارت مناسب نہیں۔ لہٰذا یہ کیسے مان لیا جائے کہ اپنے والد محترم کی منشاء کے خلاف بلکہ اپنے معروف مزاج کے خلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خلافت وامارت نہ ملنے پر شکوہ کریں۔

اور بعض روایات میں تو آتا ہے کہ لوگوں نے خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنی چاہئے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

(الطبقات الکبری ط دار صادر 4/ 151 واسنادہ صحیح)

بلکہ بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کے لئے پیسے کا لالچ دیا گیا اس پر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننا منظور نہیں کیا۔

(الطبقات الکبری ط دار صادر 4/ 164)

حتی کی حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يُحَدِّثُ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالُوا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّكَ سَيِّدُ النَّاسِ وَابْنُ سَيِّدٍ، فَاخْرُجْ نُبَايِعْ لَكَ النَّاسَ، قَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَا يُهَرَاقُ فِي سَبَبِي مِحْجَمَةٌ مِنْ دَمٍ، فَقَالُوا: لَتَخْرُجَنَّ أَوْ لَنَقْتُلَنَّكَ عَلَى فِرَاشِكَ، فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ قَوْلِهِ الْأَوَّلِ، قَالَ الْحَسَنُ: فَأَطْمَعُوهُ وَخَوَّفُوهُ، فَمَا اسْتَقْبَلُوا مِنْهُ شَيْئًا حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ.

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنا رہے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو لالچ دی، اور دھمکایا بھی لیکن کسی بھی صورت میں آپ خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوئے۔ (الطبقات الکبری ط دار صادر 4/ 151 واسنادہ صحیح)

غور کریں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ کو بغیر مانگے خلافت دی جارہی تھی لیکن انہوں نے انکار کردیا،اس پر انہیں راضی کرنے کے لئے مال ودولت کی لالچ دی گئی اس پر آپ نے ٹھکرادیا۔ پھر آپ کو دھمکی دی گئی اور جبرا خلیفہ بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کے باوجود بھی آپ تیار نہ ہوئے۔ ایسے جلیل القدر صحابی کے بارے میں بغیر کسی واضح اور صریح دلیل کے ہم کیسے مان لیں کہ وہ خلافت وامارت نہ پانے پر شکوہ کررہے تھے؟

مناسب توجیہ ہے کہ مذکورہ بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بطور شکوہ نہیں بلکہ بطور حکایت کہی تھی۔

دراصل مذکورہ اجتماع میں علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے بیچ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے صحابہ وتابعین اکٹھا ہونے والے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس اجتماع میں شرکت نہیں کرنا چاہتے کیونکہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی۔

اسی لئے انہوں نے اپنی بہن رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر ان کی بہن رضی اللہ عنہا نے انہیں سمجھایا کہ آپ اس اجتماع میں ضرورت شرکت کریں،لوگوں کے لئے آپ کی رائے بہت اہمیت رکھے گی۔ ممکن ہے آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح ہوجائے اس لئے آپ ضرور جائیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس اجتماع میں شریک ہوگئے۔

مذکورہ اجتماع کب ہوا؟

پیش کردہ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے کون سا اجتماع مراد ہے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ کل تین اقوال ملتے ہیں، ملاحظہ ہو:

پہلا قول:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ معاملہ صلح حسن کے وقت کا ہے یہ امام ہیثمی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(مجمع الزوائد للھیثمی: 242/4)

لیکن یہ درست نہیں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے غلط قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر 403/7)

دوسرا قول:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یزید کے لئے بیعت لیتے وقت کا یہ معاملہ ہے۔ یہ ابن الجوزی کا قول ہے۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین 2/576)

لیکن یہ بے دلیل ہونے کے ساتھ انتہائی بعید اور نامعقول ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن الجوزی کے اس رائے کی سختی سے تردید کی ہے۔(فتح الباری لابن حجر 7/403)

تیسرا قول:

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے تحکیم کے وقت کا واقعہ مراد ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس کی تائید دیگر صحیح روایت سے ہوتی ہے۔ چناں چہ مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت اسی سند سے مروی ہے اور اس میں واقعہ تحکیم کی صراحت ہے۔

9779- عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: "دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ، فَقُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، وَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" قَالَتْ: فَالْحَقْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَالَّذِي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ. فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى يَذْهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فَلْيُطْلِعْ قَرْنَهُ"۔

(مصنف عبدالرزاق: 5/ 483 رقم 9779 واسنادہ صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے مراد امیر معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کے مابین تحکیم کا واقعہ ہے جو صفین کے موقع پر ہوا۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے؟

اس حدیث میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں:

فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ

یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں۔

اس جملہ سے متعلق درج ذیل تین چیزیں سمجھنے کی ہیں:

- اس جملے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس کو مراد لیا ہے؟
- اس جملہ میں جسے مراد لیا گیا ہے اس کے باپ کا حوالہ کس معنی میں ہے؟
- اس جملہ میں جس معاملہ سے متعلق بات کہی گی ہے وہ معاملہ کون سا ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے کون مراد ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے بقول حسن اور ان کے والد رضی اللہ عنہما مراد ہیں اور بعض کے بقول ابن عمر اور ان کے والد رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں بے دلیل ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تخصیص کے عمومی طور پر یہ بات کہی ہے۔ کیونکہ اول تو امیر معاویہ رضی اللہ کے الفاظ عام ہیں دوسرے کہ حسن یا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کیوں مراد لے سکتے ہیں۔

اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں جو یہ صراحت ہے کہ اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ (مصنف عبد الرزاق: 5/ 465)

قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا

بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِي هَذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِي قَرْنَهُ، فَوَاللَّهِ لَا يَطْلُعُ فِيهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ- قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ- قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: "فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ إِلَيْهِ فَأَقُولَ: يَتَكَلَّمُ فِيهِ رِجَالٌ قَاتَلُوكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهِ الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهِ عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَتَانِي حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: مَا الَّذِي مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِينَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُ ذَلِكَ ثُمَّ خَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيهَا الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيهَا عَلَى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، فَقَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ"

تو یہ وضاحت صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نیچے کے کسی راوی نے اپنی طرف سے یہ وضاحت کی ہے۔ لہٰذا یہ معتبر نہیں ہے۔

بالخصوص جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈے سے کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ان کے کلام کا ایسا مطلب لے لیا گیا جو ان کی مراد ہی نہیں تھی مثلاً ایک موقع پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے متعلق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہی ہے جس کا مطلب بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن جب دیگر حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں وضاحت طلب کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس افواہ پر حیرانی ظاہر کی اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا ہے میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جب تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں صراحت نہ ملے ہم دوسری کی وضاحت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام قطعاً نہیں لگا سکتے۔

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ ان کی طرف نہیں تھا؟ تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ کے بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی۔ لہذا ان سے یہ سوال بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف تھا۔ رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اصل روایت کے اندر کسی بھی معین شخص کی طرف اشارہ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ للہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جملہ میں بغیر کسی شخص کی تعین کے عمومی طور پر اپنی بات کہی ہے۔

باپ کے حوالہ کا مفہوم!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے جملہ میں عام شخص کی بات کرتے ہوئے اس کے باپ کا بھی ذکر کیا ہے اسے عام طور سے حقیقت پر محمول کیا گیا ہے لیکن یہاں سیاق سے یہی ظاہر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالہ میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ یہ بات کہی ہے۔ چناں چہ اہل عرب کبھی کبھی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لئے بطور مبالغہ کسی شخص کا تذکرہ اس کے باپ کے ساتھ بھی کر دیتے تھے مثلاً کہتے:

فلان افضل منك ومن ابيك۔

یعنی فلاں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی افضل ہے۔ اور یہاں باپ سے موازنہ مقصود نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ ایک بار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ فقیہ نہیں ہیں تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

والله لأنا أفقه منك ومن أبيك

اللہ کی قسم! میں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی زیادہ فقیہ ہوں۔

(أنساب الأشراف للبلاذري، ط، دار الفكر: 4/ 54 واسنادہ صحیح)

یہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالے میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لے لیا ہے ورنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہرگز نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ خود کو مبشر بالجنہ اور جلیل القدر صحابی زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑا فقیہ بتلائیں۔

اسی طرح کی ایک اور مثال کے لئے دیکھئے: (المعجم الکبیر للطبرانی 20/403 واسنادہ صحیح)

خلاصہ یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں پر بطور مبالغہ باپ کا نام لیا ہے حقیقت مراد نہیں ہے۔

متعلقہ معاملہ کی نوعیت!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات جس معاملہ سے متعلق کہی ہے وہ معاملہ کیا ہے یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہاں خلافت کے معاملہ میں بات چل رہی ہے، حالانکہ یہ بات قطعا درست نہیں۔ اس سے انکار نہیں کہ روایات میں ''الأَمْرِ'' خلافت کے لئے بھی بولا گیا ہے لیکن ہر جگہ اس لفظ سے خلافت ہی مراد نہیں ہوتی ہے اور یہاں بھی یہی بات ہے کہ یہ خلافت کے معنی میں نہیں کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن خود کو خلیفہ بنانا نہیں تھا بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا۔ لہٰذا یہاں پر معاملہ سے مراد وہ معاملہ ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشن تھا اور وہ ہے، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص ۔ اسی معاملہ کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بات کہی ہے کہ میں ہر بولنے سے والے اور اس کے باپ سے اس معاملے میں زیادہ حقدار ہوں۔ یعنی خون عثمان کے مطالبہ کے بارے میں۔

اور یہ بات درست ہے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ حق دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإنه ولی عثمان بن عفان والمطالب بدمه وهو أحق الناس

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے اور ان کے خون کے طالب تھے اور اس بابت تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار وہی تھے۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري 17/ 185)

اور بالکل صحیح روایت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتراف واقرار ثابت ہے کہ وہ علی رضی اللہ سے افضل نہیں، نہ ہی خلافت میں علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف قاتلین عثمان سے قصاص لیناہے۔ چناں چہ:

یحیی بن سلیمان الجعفی رحمہ اللہ (المتوفی 238) نے کہا:

حدثنا يعلى بن عبيد، عن أبيه، قال: جاء أبو مسلم الخولاني وأناس إلى معاوية، وقالوا: أنت تنازع عليا، أم أنت مثله؟ فقال: لا والله، إني لأعلم أنه أفضل مني، وأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما، وأنا ابن عمه، والطالب بدمه، فائتوه، فقولوا له، فليدفع إلى قتلة عثمان، وأسلم له. فأتوا عليا، فكلموه، فلم يدفعهم إليه.

ابو مسلم الخولانی اور کئی حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں یا خود کو ان کی طرح سمجھتے ہیں؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! مجھے پتہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں، اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ قتل کئے گئے، اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کا طالب ہوں، لہٰذا تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤاور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کردیں میں ان کی خلافت تسلیم کرلیتاہوں۔ پھر یہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بات کی لیکن علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان کو امیر معاویہ کے حوالے نہیں کیا۔

(کتاب صفین للجعفی بحوالہ سیر أعلام النبلاء للذہبی: 3/140 واسنادہ صحیح)

اس صحیح روایت میں غور کریں کس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاف لفظوں میں کہہ رہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے اور نہ خلافت میں ان سے زیادہ حقدار ہیں بلکہ وہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص چاہتے ہیں۔

اس صاف اور صریح بیان کے ہوتے ہے کیسے ممکن ہے کہ امیر معاویہ خود کو خلافت کاسب سے زیادہ حقدار

سمجھیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ بخاری کی روایت میں انہوں نے جس معاملہ میں خود کو زیادہ حقدار کہا ہے وہ خلافت کا معاملہ نہیں بلکہ خون عثمان کے مطالبہ کا معاملہ ہے اور بے شک اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

اور جو لوگ امیر معاویہ کے جملے میں مستعمل لفظ ''اب'' (باپ) کو حقیقی معنی میں لیتے اور معاملہ کو خلافت کا معاملہ مانتے ہیں اور اس جملہ کا روئے سخن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سمجھتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے جو چوتھے خلیفہ ہیں تو بھلا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عبداللہ بن عمر کے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار کیسے سمجھ سکتے ہیں جو بالاتفاق دوسرے خلیفہ ہیں؟

رہی بات یہ کہ پھر حبیب بن سلمہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہی کی طرف نہیں تھا؟ تو جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ کے بیان کے لہجہ میں عدم اتفاق ظاہر ہوا ہو اس لئے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی گئی۔ لہذا ان سے یہ سوال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہیں کی طرف تھا۔

اور رہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عدم اتفاق تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بھی انہی حضرات کو زیادہ حقدار سمجھتے ہوں جو اسلام لانے کے اعتبار سے پہلے ہوں۔ لیکن جس انداز سے جواب ان کے ذہن میں آیا تھا اس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی اور لوگ کچھ ان کی منشا کے خلاف کچھ اور ہی مطلب اخذ کر سکتے تھے اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی جیسا کہ خود انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا:

وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ،

اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔

جس غلط فہمی سے لوگوں کو بچانے کے لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا آج لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بھلا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ کے سامنے اپنے والد کو

ان سے زیادہ خلافت کا حقدار ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے والد سے اختلاف رہا ہی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اس کج فہمی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل أراد عمر وعرض بابنه عبد الله وفيه بعد لأن معاوية كان يبالغ في تعظيم عمر.

اور کہا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا اور ان کے بیٹے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ بہت بعید ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔(فتح الباری لابن حجر 404/7)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کا بھی احترام کرتے تھے اور انہیں خود سے افضل اور خلافت کے زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح روایت سے ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے درست بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ عمر رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے نہ علی رضی اللہ عنہ کو، بلکہ سرے سے حق خلافت ہی کی بات نہیں کی ہے۔ بلکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی بات کی ہے اور اس معاملہ میں بغیر کسی کی تعین کے خود کو سب سے زیادہ حقدار کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن عمر کو افضل ماننا!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیثیت کے بارے میں اعلان کیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

محدث ابن عساکر اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو السعود بن المجلي أنا أبو منصور بن عبد العزيز أنا أبو الطيب بن خاقان ح قال وأنا أبو محمد بن أيوب أنا أبو بكر بن الجراح قالا أنا أبو بكر بن دريد أنا أبو حاتم عن العتبي قال قال معاوية يا أيها الناس ما أنا بخيركم وإن منكم لمن هو خير مني عبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو وغيرهما من الأفاضل ولكن عسى أن أكون أنفعكم ولاية.(تاريخ دمشق 163/59)

اس روایت کو ابن کثیر نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ دُرَيْدٍ عَنْ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْعُتْبِيِّ قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا أَنَا بِخَيْرِكُمْ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، وَغَيْرُهُمَا مَنَ الْأَفَاضِلِ، وَلَكِنْ عَسَى أَنْ أَكُونَ أَنْفَعَكُمْ وِلَايَةً۔ (البداية والنهاية 134/8)

اے لوگوں: میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں بلکہ تم میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص جیسے کئی لوگ مجھ سے افضل ہیں، لیکن امید ہے کہ کاروبار خلافت چلانے کے اعتبار سے میں ان سب سے زیادہ نفع مند ثابت ہوں گا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام کو دھمکی دینے کا الزام غلط اور باطل ہے۔

الزام نمبر 16:

قتل ناحق

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص230 پر لکھتے ہیں۔

ہادی، مہدی اور قتلِ ناحق

امیر شام نے اپنے دور میں ناجائز، ناحق اور بے قصور کافی لوگوں کو قتل کرایا۔ اکثر لوگوں کو محبتِ مرتضوی کی پاداش میں قتل کرایا۔ اس سلسلے میں انتہائی بھیانک اور طویل واقعات ہیں مگر راقم الحروف فقط دو واقعات کو آپ کے سامنے لانا چاہتا ہے:

۱۔ بحکمِ امیر شام بسر بن اُبی ارطاۃ کی بربریت

۲۔ حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کا قتلِ ناحق

اِن میں سے اول الذکر کی بربریت کا تذکرہ اِس سے قبل ''بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم'' کے عنوان سے آچکا ہے اور مؤخر الذکر کا تذکرہ یہاں پیش کرتا ہوں۔

تبصرہ:

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم کی جو روایات جناب معترض نے پیش کیں ان کی اسنادی حیثیت پیش کردیں گئی ہیں۔ اس لیے ان ضعیف اور واہی احادیث سے استدلال باطل و مردود ہے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایات جناب فیضی نے پیش کیں ہیں اس پر کلام ملاحظہ کریں۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ پر مظالم کا اعتراض!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 233 پر لکھتے ہیں۔

نہی عن المنکر کرتے تھے اور گورنر زیاد ابن ابیہ کو منبر پر ٹوکتے تھے اور ایک مرتبہ اُس کی طرف کنکریاں پھینکیں تو اس نے اس سلسلہ میں معاویہ کو لکھ بھیجا......''

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ٤ ص ١٩٣)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زیاد ابن ابیہ منبر پر ہوتا تھا تو سیدنا حجر بن عدی اس ولد الزنا کو کیوں ٹوکتے تھے؟ اس لیے ٹوکتے تھے کہ بنو امیہ کے خطباء مساجد کے منبروں پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعنت اور سبّ وشتم کرتے تھے۔ زیاد ابن ابیہ سے قبل جو شخص کوفہ کا گورنر تھا وہ بھی اپنی گورنری کو قائم رکھنے کے لیے یہی دھندہ کرتا تھا اور یہ اُسے بھی ٹوکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَإِذَا كَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلَى الْكُوْفَةِ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا فِيْ خُطْبَتِهٖ يَتَنَقَّصُهٗ بَعْدَ مَدْحِ عُثْمَانَ وَشِيْعَتِهٖ ، فَيَغْضَبُ حُجْرٌ هٰذَا ، وَيُنْكِرُ الْإِنْكَارَ عَلَيْهِ ، وَلٰكِنْ كَانَ الْمُغِيْرَةُ فِيْهِ حِلْمٌ وَأَنَاةٌ ، فَكَانَ يَصْفَحُ عَنْهُ وَيَعِظُهٗ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ ، وَيُحَذِّرُهٗ غِبَّ هٰذَا الصَّنِيْعِ ، فَإِنَّ مُعَارَضَةَ السُّلْطَانِ شَدِيْدٌ وَبَالُهَا ، فَلَمْ يَرْجِعْ حُجْرٌ عَنْ ذٰلِكَ.

''جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے تو وہ اپنے خطبہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کے پیروکاروں کی مدح کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے تو اس پر سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو جاتے تھے اور اُن پر برس پڑتے تھے، مغیرہ میں بردباری اور برداشت تھی، سو وہ اُن سے درگذر کر جاتے تھے اور اپنے باہمی تعلق کی بنا پر اُنہیں سمجھاتے تھے اور اس کے انجام سے اُنہیں ڈراتے تھے کہ بادشاہ کے ردِ عمل کا وبال سخت ہوتا ہے، لیکن سیدنا حجر رضی اللہ عنہ اس سے باز نہ آئے''۔

(البداية والنهاية بتحقيق محسن التركي ج ١١ ص ٢٢٩)

سیدنا علی علیہ السلام کی تنقیص کرنا مغیرہ بن شعبہ کا محبوب مشغلہ تو نہیں تھا لیکن یہ اُن کی گورنری کی بقا کے لیے لازمی تھا، حتیٰ کہ علماء نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ معاویہ نے جب اُنہیں گورنر بنانا چاہا تو اُنہیں بطورِ خاص وصیت کی تھی اور کہا تھا:

''میں چاہتا تھا کہ تمہیں بہت سی چیزوں کے بارے میں وصیت کروں تاہم میں اُن باتوں کو

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: قَالَ سَلْمَانُ لِحُجْرٍ: يَا ابْنَ أُمِّ حُجْرٍ، لَوْ تَقَطَّعْتَ أَعْضَاءً مَا بَلَغْتَ الْإِيمَانَ. وَكَانَ، إِذْ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلَى الْكُوفَةِ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا فِي خُطْبَتِهِ يَتَنَقَّصُهُ بَعْدَ مَدْحِ عُثْمَانَ وَشِيعَتِهِ، فَيَغْضَبُ حُجْرٌ هَذَا، وَيُظْهِرُ الْإِنْكَارَ عَلَيْهِ، وَلَكِنْ كَانَ الْمُغِيرَةُ فِيهِ حِلْمٌ وَأَنَاةٌ، فَكَانَ يَصْفَحُ عَنْهُ وَيَعِظُهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَيُحَذِّرُهُ غَبَّ هَذَا الصَّنِيعِ، فَإِنَّ مُعَارَضَةَ السُّلْطَانِ شَدِيدٌ وَبَالُهَا، فَلَمْ يَرْجِعْ حُجْرٌ عَنْ ذَلِكَ.

(البداية والنهاية **229/11**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں اعمش مدلس ہیں اور اور بغیر استثناء کے طبقہ ثالثہ کے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أحد الائمة الثقات، عداده في صغار التابعين، ما نقموا عليه إلا التدليس"

"آپ آئمہ ثقات میں سے تھے۔ آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں ہے سوائے تدلیس کے"۔(میزان الاعتدال: 224/2)

آپ مزید فرماتے ہیں:

"قلت: وهو يدلس، وربما دلس عن ضعيف، ولا يدري به. فمتى قال حدثنا فلا كلام، ومتى قال "عن" تطرق إلى احتمال التدليس"

"میں کہتا ہوں کہ اعمش تدلیس کیا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ ضعیف راوی سے بھی تدلیس کیا کرتے تھے اور آپ کو اس کا علم نہ ہوتا۔ لہٰذا جب آپ حدثنا کہیں تو ان کی روایت کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن جب آپ "عن" کہیں تو اس میں تدلیس کا احتمال موجود ہے۔"

(میزان الاعتدال: 224/2)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب النکت علی کتاب ابن الصلاح میں انہیں تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"الثالثة: من أكثروا من التدليس وعرفوا به، وهم..... وسليمان الاعمش".....

"تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کثرت سے تدلیس کرنے کی وجہ سے جانے جاتے تھے اور وہ ہیں۔۔۔۔اور سلیمان الاعمش۔۔۔"(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: 640/2)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں ابو اسحق السبیعی کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور علم حدیث کے ایک طالبعلم کو یہ معلوم ہے کہ حافظہ خراب یا بھولنے والے راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہوتی۔ جب تک اس سے بیان کرنے والا راوی اس کے حافظہ خراب ہونے یا بھولنے کی عادت سے پہلے کی روایت بیان نہ کرے۔

- محدث ابن الکیال نے ابو اسحاق السبیعی کو مختلف راوی میں بیان کیا ہے۔

(الكواكب النيرات في معرفة من الرواة الثقات 341/1)

- ابن سبط العجمی نے السبیعی کو مختلط راوی میں لکھا ہے۔

(الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط 273/1)

- حافظ صلاح الدین العلائی نے ابا اسحاق السبیعی کو مختلط راویوں میں درج کیا ہے۔(المختلطين 33/1)

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ثقة مكثر عابد من الثالثة اختلط بأخرة. (تقريب التهذيب 423/1)

تیسری علت:

أبي إسحاق عمرو بن عبد الله السبيعي نے یہ روایت حضرت سلیمان بن صرد سے بیان کیا ہے۔ مگر محدثین کرام ابی اسحاق السبیعی کے حضرت سلیمان بن صرد کی سماع کا انکار کرتے ہیں۔

- حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔

وفی کتاب "المتصل والمرسل" للبرديجي: قيل: إن أبا إسحاق لم يسمع من سليمان بن صرد. (إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال 203/10)

- حافظ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

وَقَالَ عبد الرحمن ابن أَبِي حاتم: أنبأنا عَبد الله بن أحمد قال: سمعت أبي يقول: لم يسمع أبو إسحاق من سراقة. وَقَال عبد الرحمن أيضا: سمعت أبي يقول: أبو إسحاق الهمداني قد رأى حجر بن عدى، ولا أعلم سمع منه. (المراسيل: 145-146)

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

لم يسمع منهما وعن سليمان بن صرد وزيد بن أرقم والبراء بن عازب وجابر بن سمرة.

(تهذيب التهذيب 63/8)

- حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں۔

وقال البرديجي في المراسيل قيل أن أبا إسحاق لم يسمع من سليمان بن صرد

(تهذيب التهذيب 66/8)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور منقطع ہے۔ فیضی صاحب اس روایت میں کوئی راویوں کی نشاندہی بھی کر دیں تاکہ موصوف کے بیان کردہ اصول کے تحت یہ روایت بھی موضوع ثابت ہو سکے۔

الزام نمبر 22:

مساجد کے منبروں پر سب و شتم اور لعنت کرنا کرانا

حضرت علی کو سب کرنے کا الزام:

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 234 پر لکھتے ہیں۔

تمہاری عقل مندی کے پیش نظر ترک کر رہا ہوں لیکن میں ایک بات کو ترک نہیں کرتا: لَا تَتْرُکْ شَتْمَ عَلِيٍّ وَذَمَّهُ، وَالتَّرَحُّمَ عَلٰی عُثْمَانَ وَالاسْتِغْفَارَ لَهُ. (علی کو سب و شتم کرنا اور اُس کی مذمت کرنا اور عثمان کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور اُن کے لیے مغفرت مانگنا نہ چھوڑنا"۔

(الكامل في التاريخ لابن أثير جزري ج٣ص٦٩؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ص٢٥٢؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج٧ص٢٢٣)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر طبری نے اس واقعہ کے پوری سند نقل کی ہے۔

قال هشام بن مُحَمَّد، عن أبي مخنف، عن المجالد بن سعيد، والصقعب ابن زهير، وفضيل بن خديج، والحسين بن عُقْبَةَ المرادي، قَالَ: كُلٌّ قَدْ حَدَّثَنِي بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ، فَاجْتَمَعَ حديثهم فِيمَا سقت من حديث حجر ابن عدي الكندي وأَصْحَابه: أن مُعَاوِيَة بن أَبِي سُفْيَانَ لما ولي الْمُغِيرَة بن شُعْبَةَ الْكُوفَة فِي جمادى سنة إحدى وأربعين دعاه، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فإن لذي الحلم قبل الْيَوْم مَا تقرع العصا، وَقَدْ قَالَ المتلمس:

لذي الحلم قبل الْيَوْم مَا تقرع العصا ...وما علم الإنسان إلا ليعلما

وَقَدْ يجزي عنك الحكيم بغير التعليم، وَقَدْ أردت إيصاءك بأشياء كثيرة، فأنا تاركها اعتمادا عَلَى بصرك بِمَا يرضيني ويسعد سلطاني، ويصلح بِهِ رعيتي، ولست تاركا إيصاءك بخصلة: لا تتحم

عن شتم علی وذمه، والترحم عَلَی عُثْمَانَ والاستغفار لَهُ، والعیب عَلَی أَصْحَاب علی، والإقصاء لَهُمْ، وترك الاستماع مِنْهُمْ، وبإطراء شیعة عُثْمَان رضوان اللهِ عَلَیْهِ، والإدناء لهم۔

(تاریخ الطبری 253/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ سند میں "ھشام بن مُحَمَّد الکلبی" رافضی وکذاب راوی ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

وكان غاليا فی التشیع أخبارہ فی الأغلوطات أشهر من أن یحتاج إلی الإغراق فی وصفها۔

(المجروحین لابن حبان: 3/ 91)

ابن تیمیۃ نے کہا:

وأكثر المنقول من المطاعن الصریحة هو من هذا الباب یرویها الكذابون المعروفون بالكذب مثل أبی مخنف لوط بن یحیی ومثل هشام بن محمد بن السائب الكلبی وأمثالهما من الكذابین۔(منهاج السنة النبویة لابن تیمیہ: 5/ 81)۔

امام ذھبی رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبی الحافظ واہ۔

(المعین فی طبقات المحدثین للذھبی: ص: 18)

نیز اسے رافضی قرار دیتے ہوئے کہا:

ومع فرط ذكاء ابن الكلبی لم یكن بثقة، وفیه رفض۔

(تاریخ الإسلام للذھبی: 5/ 211)

امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي الاخباري النسابة اتهم بالكذب۔
(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن العراق: 1/ 123)

دوسری علت:

اس روایت میں راوی "لوط بن يحيي ابو مخنف الغامدي" شیعہ وکذاب ہے۔
امام أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ نے کہا:

متروك الحديث۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 7/ 182)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

أبو مخنف وأبو مريم وعمرو بن شمر ليسوا هم بشيء قلت ليحيى هم مثل عمرو بن شمر قال هم شر من عمرو بن شمر (تاریخ ابن معین - روایۃ الدوري: 3/ 439)

امام ابن عدي رحمہ اللہ نے کہا:

شيعي محترق صاحب أخبارهم۔

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 7/ 241)

اسماعیل الأصبهاني، الملقب بقوام السنۃ نے کہا:

فَأَما مَا رَوَاهُ أَبُو مخنف وَغَيره من الروافض فَلَا اعْتِمَاد برواياتهم۔

(الحجۃ في بیان المحجۃ لقوام السنہ: 2/ 568)

امام ابن الجوزي نے کہا:

وفي حَدِيث ابْن عَبَّاس أَبُو صَالح الْكَلْبِيّ وَأَبُو مخنف وَكلهمْ كذابون۔

(الموضوعات لابن الجوزي 1/ 406)

ابن تیمیۃ نے کہا:

لوط بن يحيى وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب۔

(منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ: 1/ 59)

امام ذهبي رحمہ اللہ نے کہا:

لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به۔

(میزان الاعتدال للذهبي: 3/ 419)

دوسرے مقام پر کہا:

أبو مخنف. اسمه لوط بن يحيى. هالك۔

(میزان الاعتدال للذهبي: 4/ 571)

امام سیوطي رحمہ اللہ نے کہا:

لوط والكلبى كذابان

(اللآلیء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة 1/ 355)

امام ابن العراق الكناني رحمہ اللہ نے کہا:

لوط بن يحيى أبو مخنف كذاب تالف۔

(تنزيه الشريعة المرفوعة 1/ 98)

تیسری علت:

مذکورہ سند میں "كُلٌّ قَدْ حَدَّثَنِي بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ،" مجہول ہیں۔اور ان مجہول راویوں نے یہ روایت کس سے سنی اس کا بھی تذکرہ نہیں اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں رافضی راوی ہیں اور سند، ضعیف، متروک اور منقطع ہے۔اگر ایسی روایات کو پیش کر کے اپنا نام نہاد موقف ثابت کرنا ہے تو جناب فیضی صاحب کو ہماری طرف سے دادِ تحسین۔ موصوف دوسروں کو موضوع حدیث سے اجتناب کا درس دے کر بڑے طریقہ سے موضوع روایات کی بھرمار کرتے ہیں۔

گورنر کا سب وشتم کرنے کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 235-234 پر لکھتے ہیں۔

ایک ہی ملاقات کی مار

ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ مغیرہ بن شعبہ کو وصیت کرتے ہوئے معاویہ نے دوسری وصیتوں کو تو مغیرہ بن شعبہ کی ذہانت کی وجہ سے ترک کردیا تھا مگر شتمِ علی اور مذمتِ علی کی وصیت کو ترک نہیں کیا تھا، لہٰذا خود سوچئے کہ کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اُنہوں نے زیاد کو یہ خصوصی وصیت نہ کی ہوگی، ہرگز نہیں بلکہ وہ ہر گورنر کو یہ ناپاک وصیت کرنا لازم سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اُن کا ہر گورنر سبّ وشتم میں پورا پورا حصہ لیتا تھا اور جو اِس عمل سے گریز کرتا تھا تو اُسے معزول کردیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق نے کہا:

كَانَ مَرْوَانُ أَمِيراً عَلَيْنَا سِتَّ سِنِينَ وَكَانَ يَسُبُّ عَلِيًّا كُلَّ جُمُعَةٍ ، ثُمَّ عُزِلَ ، ثُمَّ اسْتُعْمِلَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ سَنَتَيْنِ فَكَانَ لَايَسُبُّهُ ، ثُمَّ أُعِيدَ مَرْوَانُ فَكَانَ يَسُبُّهُ.

''مروان چھ سال ہم پر گورنر مقرر رہا اور وہ ہر جمعہ کو سیدنا علی ﷺ پر سب وشتم کرتا تھا، پھر اُسے معزول کردیا گیا، پھر سعید بن العاص کو عامل بنایا گیا تو وہ سب وشتم نہیں کرتے تھے، پھر دوبارہ مروان کو مقرر کیا گیا تو وہ سبّ وشتم کرتا تھا''۔

(كتاب العلل للإمام أحمد ج٣ص١٧٦؛تاريخ دمشق ج٢١ص١٢٩،وج٥٧ص٢٤٣؛تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٢٣١،٢٣٢؛سير أعلام النبلاء للذهبي ج٣ص٤٧٧،٤٧٨؛ البداية والنهاية ج١١ص٣١٨،وج ٨ص٣٦٤؛إتحاف الخيرة المهرة ج٨ص٨٢حديث٧٥٢٦؛المطالب العالية ج٤ص٣٢٩،٣٣٠وط: ج١٨ص٢٦٦ حديث٤٤٥٧)

یہ بات اُس کتاب میں بھی موجود ہے جو امیرِ شام کی شان اور دفاع میں انتہائی اہم سمجھی جاتی ہے اور اُس میں اِس کی سند کے راویوں کو بھی ثقہ کہا گیا ہے۔

(تطهير الجنان لابن حجر مكي ص٢١٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

-حدثني أبي قَالَ حدثنا إِسْمَاعِيل قَالَ حدثنا ابن عون عَن عُمَير بْن إِسْحَاق قَالَ كَانَ مَرْوَان أَمِيرا علينا سِتّ سِنِين فَكَانَ يسب عليا كل جُمُعَة ثمَّ عزل ثمَّ اسْتعْمل سعيد بن الْعَاصِ سنتَيْن فَكَانَ لَا يسبه ثمَّ أُعِيد مَرْوَان فَكَانَ يسبه. (العلل ومعرفة الرجال 176/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ کیونکہ سند میں راوی عمیر بن اسحاق کی واضح توثیق موجود نہیں ہے۔ اس کی روایت لکھی تو جاسکتی ہے مگر استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عمیر بن إسحاق أبو محمد مولی بنی هاشم مقبول.

(تقریب التهذیب 431/1)

حافظ ابن جوزی نے "عمیر ابن اسحاق" کو الضعفاء میں لکھا ہے۔

(الضعفاء والمتروکون 234/2 ابن جوزی)

نوٹ: یہ یاد رہے کہ متساہل محدثین کی توثیق معتبر نہیں ہوتی۔ اور اگر بالفرض اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو اس کے برعکس روایات موجود ہیں۔

مروان کے پیچھے نمازیں پڑھنا!

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے مروان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔

حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ۔

"حضرات کریمین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔"

(المصنف لابن ابی شیبۃ، الصلوۃ، باب فی الصلوۃ خلف الامراء، حدیث نمبر 7642)

کوئی شخص یہ کہے کہ فاسق اور فاجر کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، اور صحابہ کرام نے فاسق وفاجر کے پیچھے نمازیں باامر مجبوری پڑھی ہیں۔ مگر یہ نکتہ اہم ہے کہ فاسق وفاجر کے پیچھے نمازیں تو مجبوری کی حالت میں پڑھیں جاسکتی ہیں مگر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک ایسے شخص کے پیچھے کیسے نمازیں ادا کرسکتے ہیں؟ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ان مطلب و معنی میں "سب" کرے جو مخالفین بیان کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 243-244 پر لکھتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی

علامہ سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

''حجر بن عدی کی جلالتِ شان کا اسی سے اندازہ کیجئے کہ کوفہ سے شام گرفتار کر کے بھیجے گئے اور یہ خبر مدینہ پہنچی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد دوڑایا کہ حجر کو ہرگز قتل نہ کرنا، لیکن قاصد اُس وقت پہنچا جب وہ شہید ہو چکے تھے''۔

(تدوین حدیث ص ٤٥٤)

علامہ مناظر احسن نے یہ واقعہ ابن سعد سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح اس واقعہ کو دوسرے ائمہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن ہم بعض اردو کتب کے حوالہ جات درج کر رہے ہیں تا کہ اردو داں قارئین کے لیے استفادہ آسان ہو۔

اس واقعہ کو علامہ سید سلیمان ندوی نے یوں ذکر کیا ہے:

''حجر کا صحابہ میں اُس وقت نہایت اقتدار [مرتبہ] تھا، اس لیے اس واقعہ کو تمام ملک میں ناگواری کے ساتھ سنا گیا، قبائل کے رئیسوں نے ان کے حق میں سفارش کی لیکن قبول نہ ہوئی، مدینہ خبر پہنچی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے ایک قاصد اُن کی سفارش کے لیے روانہ فرمایا، لیکن افسوس کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے حجر کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اُس وقت جب امیر معاویہ ؓ ملنے آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے جو گفتگو اُن سے کی وہ یہ تھی: ''معاویہ! حجر کے معاملہ میں تمہارا تحمل کہاں تھا، حجر کے قتل میں تم خدا سے نہ ڈرے؟ امیر معاویہ ؓ نے جواب دیا: اس میں میرا قصور نہیں، قصور اُن کا ہے جنہوں نے گواہی دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ امیر معاویہ ؓ نے کہا: یا ام المومنین! کوئی صاحب الرائے میرے پاس موجود نہیں تھا۔

مسروق تابعی راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ:

خدا کی قسم: اگر معاویہ کو معلوم ہوتا کہ کوفہ میں کچھ بھی جرأت اور خودداری باقی ہے تو بھی وہ حجر کو ان کے سامنے پکڑ وا کر شام میں قتل نہ کرتے، لیکن جگر خوارۂ ہند [کلیجہ چبانے والی] کے بیٹے نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب لوگ اُٹھ گئے، خدا کی قسم! کوفہ شجاع وخودداری والے عرب رئیسوں کا مسکن تھا۔ لبید نے سچ کہا ہے:

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ أَكْنَافِهِمْ   وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ كَجِلْدِ الْأَجْرَبِ

لَايَنْفَعُوْنَ وَلَا يُرْجٰى خَيْرُهُمْ   وَيُعَابُ قَائِلُهُمْ وَإِنْ لَمْ يُتْعَبُ

وہ لوگ چلے گئے جن کے سائے میں زندگی بسر کی جاتی ہے، اب ایسے اخلاف کے درمیان رہ گیا ہوں جو خارشی اونٹ کی کھال کی طرح ہیں۔
نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں، نہ اُن سے بھلائی کی امید ہے، ان سے باتیں کرنے والوں کی عیب گیری کی جاتی ہے"۔

(سیرتِ عائشہ رضی اللّٰہ عنہا، للندوي ص۱۲۸، ۱۲۹؛ الاستیعاب ج۱ ص۱۹۹؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج۵ ص۲۷۲؛ تاریخ ابن خلدون، مختصراً ج۳ ص۱۷؛ الکامل فی التاریخ ج ص۸۳؛ مرآة الزمان ج۷ ص ۲۳۷)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔
سلیمان ندوی صاحب نے دو روایات نقل کیں ہیں۔ اس میں ایک روایات تاریخ طبری کی ہے اور دوسری روایت الاستیعاب ابن عبد البر کی ہے۔
جناب سلیمان ندوی دیوبندی نے جو بات لکھی اس کا متن ملاحظہ کریں۔

ومؤازرته وإنقاذه من أيدي الأعداء، وكان (ض) يوقره العلماء والصلحاء ويجلونه ويحترمونه، فشق عليهم ذلك، وسمعت عائشة فبعثت عبد الرحمن بن الحارث بن هشام إلى معاوية في حجر وأصحابه فقدم عليه، وقد قتلهم، وقالت: لولا أنا لم نغير شيئا إلا آلت بنا الأمور إلى أشد مما كنا فيه لغيرنا قتل حجر، أما والله إن كان ما علمت لمسلما حجاجا معتمرا.
قال أبو مخنف قال عبد الملك بن نوفل كانت عائشة تقول لولا أنا لم تغير شيئا إلا آلت بنا الأمور إلى أشد مما كنا فيه لغيرنا قتل حجر أما والله إن كان ما علمت لمسلما حجاجا معتمرا.
(تاریخ الطبری-الطبری 232/3)

ولما حج معاوية مر على عائشة فاستأذن عليها فأذنت له فلما قعد قالت له: أأمنت أن أخبئ لك من يقتلك؟ قال: بيت الأمن دخلت، قالت: يامعارية أما خشيت الله في قتل حجر وأصحابه؟ قال: لست أنا قتلتهم، إنما قتلهم من شهد عليهم.

(تاريخ الطبري 3/232 والسيرة الحلبية 3/163.)

قال أبو مخنف وحدثني عبد الملك بن نوفل عن سعيد المقبري أن معاوية حين حج مر على عائشة رضوان الله عليها فاستأذن عليها فأذنت له فلما قعد قالت له يامعاوية أأمت أن أخبأ لك من يقتلك قال بيت الأمن دخلت قالت يامعاوية أما خشيت الله في قتل حجر وأصحابه قال لست أنا قتلتهم إنما قتلهم من شهد عليهم. (تاريخ الطبري-الطبري 3/232)

وفي رواية أخرى: قالت: يامعاوية أين كان حلمك عن حجر؟ فقال لها: يا أم المؤمنين لم يحضرني رشيد (تاريخ الطبري 3/220.)

قَالَ مخلد: قَالَ هِشَام: كَانَ مُحَمَّد إذا سئل عن الشهيد يغسل، حدثهم حديث حجر.

قَالَ مُحَمَّدٌ: فلقيت عَائِشَةَ أم الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَة-قَالَ مخلد: أظنه بمكة-فَقَالَتْ: يَامُعَاوِيَة، أين كَانَ حلمك عن حجر! فَقَالَ لها: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، لم يحضرني رشيد!

وروى مسروق التابعي عن عائشة (ض) قالت: ((أما والله لو علم معاوية أن عند أهل الكوفة منعة ما اجترأ على أن يأخذ حجرا وأصحابه من بينهم حتى يقتلهم بالشام. ولكن ابن آكلة الأكباد علم أنه قد ذهب الناس، أما والله إن كانوا الجمجمة العرب عزا ومنعة وفقها، ولله در لبيد حيث قال:

ذهب الذين يعاش في أكنافهم ... وبقيت في خلف كجلد الأجرب

يتأكلون مغالة وملاذة ... ويعاب قائلهم وإن لم يشغب

(الاستيعاب لابن عبد البر 1/332، انظر ديوان لبيد 156-157)

(سيرة السيدة عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها 1/197)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت جناب قاری فیضی صاحب نے سید سلیمان ندوی دیوبندی کی کتاب سے نقل کی ہے، مگر جناب نے ان روایات کی تحقیق کرنا مناسب نہ سمجھا۔اور وہ اس لیے کہ ان روایات کی حقیقت سامنے نہ آسکے۔ مگر مذکورہ روایات قابل احتجاج نہیں ہے۔

تاریخ طبری کی روایت کا تحقیقی جائزہ!

ابن جریر طبری کی بیان کردہ سند قابل حجت نہیں۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری سے ابو مخنف تک سند موجود نہیں ہے۔اس لیے ایسی بے سر وپا اور منقطع روایات جناب فیضی صاحب ہی سنبھال کر رکھیں۔

دوسری علت:

طبری کی سند مین ابو مخنف رافضی اور کذاب راوی ہے جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

امام أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ نے کہا: متروك الحديث۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 7/ 182)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سند منقطع اور ضعیف و متروک ہے اور ابو مخنف جیسے کذاب و رافضی راویوں کی روایت سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی کمال ہے۔

الاستیعاب کی روایات کا تحقیقی جائزہ!

ابن عبد البر نے جو سند بیان کی ہے اس کی سند مکمل نہیں ہے، جبکہ اس کی مکمل سند علامہ بلازری نے اپنی کتاب الانساب میں نقل کی ہے۔ مگر یہ سند بھی قابل حجت نہیں۔

وَحَدَّثَنِي أَبُو فِرَاسٍ الشَّامِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَسْرُوقًا قَالَ، قَالَتْ عَائِشَةُ حِينَ قُتِلَ حُجْرٌ: لَوْ عَلِمَ مُعَاوِيَةُ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الكوفة منعة وغيرا ما اجترأ على قَتْلِ حُجْرٍ وَأَصْحَابِهِ، وَلَكِنَّ ابْنَ آكِلَةِ الأَكْبَادِ عَلِمَ أَنَّ النَّاسَ قَدْ ذَهَبُوا، لِلَّهِ دَرُّ لَبِيدٍ حِينَ يَقُولُ:
ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ ... وَبَقِيتُ فِي خَلَفٍ كَجِلْدِ الأَجْرَبِ.

(جمل من أنساب الأشراف 263/5، رقم 692)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایات قابل حجت نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں " أَبُو فِرَاسٍ الشَّامِيُّ "ضعیف ومتروک ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

منکر الحدیث. (التاریخ الکبیر 49/8)

نوٹ: موصوف فیضی ذرا غور سے امام بخاری کی جرح منکر الحدیث پڑھ لیں کیونکہ جناب معترض امام بخاری کے منکر الحدیث کو سخت ترین جرح مانتے ہیں۔

محدث ابن الجوزی نے فرمایا:

مُؤَمل بن سعيد بن يُوسُف أَبُو فراس الرَّحبِي الشَّامي يروى عَن أَبِيه وَأسد بن ودَاعَة روى عَنهُ سُلَيْمَان بن سَلمَة الجنائزي قَالَ أَبُو حَاتِم الرَّازِيّ مُنكر الحَدِيث وَقَالَ ابْن حبَان لَا ادري مِنْهُ وَقع الْمُنكر أم من سُلَيْمَان لِأَن سُلَيْمَان كَانَ يروي الموضوعات عَن الْأَثْبَات فقد بَطل الِاحْتِجَاج بِمَا يرويانه. (الضعفاء والمتروكون 31/3)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں ہشام بن محمد الکلبی رافضی ضعیف ومتروک راوی ہے۔ جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

امام ابن العراق الکناني رحمہ اللہ نے کہا:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي الاخباري النسابة اتهم بالكذب۔

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ لابن العراق: 1/ 123)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب کے پیش کردہ روایت ضعیف اور متروک ہیں۔ اور ایسے رافضی اور متروک رایوں کی روایات سے استدلال کرنا جناب فیضی صاحب کا ہی کرشمہ ہے۔ جناب تو دوسروں کو ضعیف اور موضوع روایت سے استدلال نہ کرنے کا درس دیتے ہیں مگر خود جناب ایسی روایات سے استدلال کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں۔ موصوف کو کچھ تو اپنے نام نہاد ریسرچ اسکالر ہونے کا بھرم رکھنا چاہیے تھا۔ اس مقام پر جناب فیضی صاحب کی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 107 کا عکس ہی کافی ہے۔

یعنی بے حیا باش! ہرچہ خواہی کن:

امام حسن بصری کی ناراضگی کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 254 پر لکھتے ہیں۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے وقتاً فوقتاً کئی مقامات پر سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتلِ ناحق پر مختلف الفاظ میں اظہارِ رنج فرمایا۔ چنانچہ مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ : وَ قَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَتْلَهُ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ : وَيْلٌ لِمَنْ قَتَلَ حُجْراً وَأَصْحَابَ حُجْرٍ.

''میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنا، جبکہ انہوں نے معاویہ کا اور اُس کا حجر اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا: حجر بن عدی اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قاتل کے لیے ہلاکت ہے''۔

(الاستيعاب ج ١ ص ١٩٩؛ بغية الطلب ج ٥ ص ٢١١١؛ الأنساب الأشراف للبلاذري ج ٥ ص ٢٧٣)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قَالَ أَحْمَدُ: وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الْوَاسِطِيُّ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا، قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فُضَالَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ- وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَتْلَهُ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ: وَيْلٌ لِمَنْ قَتَلَ حُجْرًا وَأَصْحَابَ حُجْرٍ.

(الاستيعاب فی معرفة الأصحاب 331/1)

الاستیعاب کی سند کی تحقیق!

ابن عبد البر کی نقل کردہ سند قابل حجت نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن عبد البر سے " احمد بن محمد" تک سند نامعلوم ہے۔ اس لیے یہ سند منقطع ہے۔ اور اگر اس کی سند جناب معترض کو معلوم ہے تو اس کے راوی اور ان کی توثیق پیش کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں راوی" احمد بن محمد "ضعیف راوی ہے۔

- علامہ سبط ابن العجمی لکھتے ہیں۔

قَالَ بن عدی کذبوہ وَأنْکرت عَلَيْهِ عَلَيْهِ أَشْيَاء قَالَ الذَّهَبِيّ قلت فَمن أباطيل.

(الکشف الحثیث 28/1)

- امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعیف. «(لسان المیزان 257/1)

- امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

ولم أحدث عنه لما تکلموا فیه. (الجرح والتعدیل 75/2)

- محدث ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

قَالَ ابْن عدی کذبوہ وَأنْکرت عَلَيْهِ أَشْيَاء. (الضعفاء والمترو کون 84/1)

- علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

قال ابن عدی یکتب حدیثه مع ضعفه. (المغنی فی الضعفاء 54/1)

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قال بن عدی کذبوہ. (لسان المیزان 594/1)

اس تحقیق سے معلوا ہوا کہ مذکورہ راوی ضعیف ہے اور اس پر کذب کا الزام بھی ہے۔ **اور فیضی صاحب کی نام نہاد تحقیق کے مطابق تو یہ روایت موضوع بنتی ہے۔**

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی" عثمان بن الھیثم " مختلف فیہ ہونے کے ساتھ، مختلط راوی ہے۔اور یہ ایک طالبعلم پر بھی عیاں ہے کہ حافظ خراب ہونے والے راوی کی حافظہ خراب ہونے کے بعد والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

- محدث ابن الکیال نے عثمان بن الھیثم کو مختلط راویوں میں لکھا ہے۔

عثمان بن الهيثم بن جهم بن عيسى العبدی أبو عمرو البصری المؤذن۔

(الکواکب النیرات فی معرفة من الرواة الثقات 488/1)

- محدث ابن سبط العجمی نے بھی عثمان بن الہیثم کو مختلط راویوں میں شمار کیا ہے۔

(الاغتباط بمن رمی من الرواة بالاختلاط 239/1)

- امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

كان صدوقا غير أنه بأخرة كان يتلقن ما يلقن. (الجرح والتعديل 172/6)

امام دار قطنی فرماتے ہیں:

عثمان بن الهيثم المؤذن؟ قال صدوق، كثير الخطأ. (سؤالاته الحاكم :408)

جناب قاری صاحب ذرا یہ بھی مطالعہ فرمالیں کہ کثیر الخطاء راویوں کی روایت کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ایسے متروک اور ضعیف رایوں کی روایت کے ذریعے ایک صحابی رسول ﷺ کی عظمت اور شان پر اعتراض کرنا ایک عالم کے شان کے مطابق نہیں۔

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں راوی "مبارك بن فضاله" اگرچہ صدوق ہے مگر راوی یہ بھی متکلم فیہ ہے۔

- امام بیہقی لکھتے ہیں:

لا يحتجّ به۔ (السنن الكبرى: 63/8)

- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

وقال ابن هانیء: وسئل (يعني أبا عبد الله) عن الربيع، ومبارك، أيما أحب إليك؟ قال: الربيع أحب إلي، ومبارك كان يرسل، ليس حديثه بالقوي.

(سؤالاته ابن هانیء :2256)

- امام دار قطنی فرماتے ہیں:

مبارك بن فضاله لين كثير الخطأ، بصري، يعتبر به. (البَرْقانِي:477).

- محدث ابن الجوزی فرماتے ہیں:

كان يحيى بن سعيد لا يرضاه وضعفه أحمد بن حنبل وقال لرجل سأله عن مبارك ((دع مبارك)) ولم يعبأ به وقال يحيى بن معين والنسائي ضعيف الحديث وقال السعدي يضعف وقال أبو زرعة يدلس. (الضعفاء والمتروكين 33/3)

- حافظ علاء الدین مغلطائی فرماتے ہیں۔

وذكره العقيلي وابن الجارود والبلخي وأبو العرب والبرقي في «جملة الضعفاء»

(إكمال تهذيب الكمال 58/11)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ الاستیعاب کی روایت منقطع وضعیف اور متروک ہے۔

الانساب کی روایت کا تحقیقی جائزہ!

علامہ بلازری نے اس کی سند اپنی کتاب میں الانساب میں نقل کی ہے۔

حَدَّثَنِي شيبان بْن فروخ عَنْ عثمان البري، قَالَ: [كان الحسن إذا ذكر مُعَاوِيَة قَالَ: ويل مُعَاوِيَة من حجر وأصحاب حجر، يا ويله] (جمل من أنساب الأشراف 265/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ کیونکہ " عُثْمَان بن مقسم الْبري " ضعیف راوی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

كذبه غير وَاحِد عَنهُ مَنَاكِير. (المغني في الضعفاء 430/2)

نوٹ: فیضی صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر مناکیر پر موضوع کا اطلاق کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

عُثْمَان الْبري هُوَ ابْن مقسم مَتْرُوك قد ذكر. (المغني في الضعفاء 430/2)

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

- تركه يحيى القطان، وابن المبارك.
- وقال أحمد: حديثه منكر.
- وقال الجوزجاني: كذاب.
- وقال النسائي والدارقطني: متروك.
- وقال الفلاس: صدوق، لكنه كثير الغلط، صاحب بدعة.
- قال يحيى بن معين: عثمان البري ليس بشئ، هو من المعروفين بالكذب ووضع الحديث.
- قال ابن عدي: عامة حديثه مما لا يتابع عليه إسنادا ومتنا، وهو ممن يغلط الكثير، ونسبه قوم إلى الصدوق، وضعفوه للغلط الكثير، ومع ضعفه يكتب حديثه.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال **58/3**)

امام نسائی فرماتے ہیں:

مَتْرُوك الحَدِيث۔ (الضعفاء والمتروكون 75/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے۔اب ایسی روایات پر اپنی تحریر کی بنیاد رکھنا کون سی علمی روش ہے؟جناب نے جس طرح اپنے ہی مقرر کردہ اصول کے تحت موضوع روایات سے استدلال کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

امام حسن بصری کے مشہور قول کی تحقیق!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص255 پر لکھتے ہیں۔

نیز امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے:

أَرْبَعُ خِصَالٍ كُنَّ فِيْ مُعَاوِيَةَ ، لَوْلَمْ يَكُنْ فِيْهِ مِنْهُنَّ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَكَانَتْ مُوْبِقَةً : اِنْتِزَاءُهُ عَلٰى هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِالسُّفَهَاءِ حَتّٰى ابْتَزَّهَا أَمْرَهَا بِغَيْرِ مَشْوَرَةٍ مِنْهُمْ وَفِيْهِمْ بَقَايَا الصَّحَابَةِ وَذُو الْفَضِيْلَةِ ، وَاِسْتِخْلَافُهُ ابْنَهُ بَعْدَهُ سِكِّيْرًا خَمِيْرًا ، يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيْرِ ، وَاِدِّعَاءُهُ زِيَادًا ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ، وَقَتْلُهُ حُجْرًا ، وَيْلًا لَهُ مِنْ حُجْرٍ مَرَّتَيْنِ.

''چار باتیں معاویہ میں تھیں، اگر اُن میں سے فقط کوئی ایک بات بھی اُن میں ہوتی تو وہ اُن کی ہلاکت کے لیے کافی ہوتی:

۱۔ اُن کا امت پر بلا مشورہ بے وقوف لوگوں کو چڑھا دینا، یہاں تک کہ انہوں نے امت کا حق زبردستی چھین لیا، جبکہ اُمت میں بقایا صحابہ اور ارباب فضیلت بھی موجود تھے۔

۲۔ اُن کا اپنے بعد اپنے نشئی اور شرابی بیٹے کو خلیفہ بنانا، وہ ریشم پہنتا تھا اور مزامیر بجاتا تھا

۳۔ اُن کا زیاد ابن ابیہ کو ابوسفیان کا بیٹا بنا دینا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بچہ شوہر کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہوتے ہیں

۴۔ اور اُن کا سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اُن کے لیے دوہری ہلاکت ہے''۔

(تاریخ الرسل والملوك والأمم ج٥ص ٢٧٩؛مرآة الزمان ج٧ص٢٣٨؛الكامل في التاريخ ج٣ ص٤٨٢؛البداية والنهاية ج١١ ص٤٢٨)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔اس قول کی سند مذکورہ بیان کردہ حوالہ جات میں امام طبری نے تاریخ ابن جریر نقل کی ہے۔

قَالَ أَبُو مخنف: عن الصقعب بن زهير، عن الْحَسَن، قَالَ: أربع خصال كن فِي مُعَاوِيَة، لو لَمْ يَكُنْ فِيهِ منهن إلا واحدة لكانت موبقة: انتزاؤه عَلَى هَذِهِ الأمة بالسفهاء حَتَّى ابتزها أمرها بغير مشورة مِنْهُمْ وفيهم بقايا الصحابة وذو الفضيلة، واستخلافه ابنه بعده سكيرا خميرا، يلبس

الحریر ویضرب بالطنابیر، وادعاؤہ زیادا، وقد قال رسول اللہ ص: الولد للفراش، وللعاهر الحجر، وقتله حجرا، ویلا لَہُ من حجر! مرتین (تاریخ الطبری 279/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت کی سند متروک اور ناقابل احتجاج ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایات میں راوی "لوط بن یحیی، أبو مخنف" رافضی کذاب ہے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

- لوط بن یحیی، أبو مخنف، أخباری تَالِفٌ، لا یُوثَقُ بِهِ.
- ترکه أبو حاتم وغیرہ.
- وقال الدارقطنی: ضعیف.
- وقال ابن معین: لیس بثقة.
- وقال مَرَّةً: لیس بشیء.
- وقال ابنُ عَدِيٍّ: شیعی محترق، صاحب أخبارهم۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 419/3)

دوسری علت:

راقم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ روایت میں راوی "الصقعب بن زهیر" کا سماع "حضرت حسن البصری" سے نہیں یعنی سند بھی مقطع ہے۔ اگر جناب قاری فیضی صاحب پہلے راوی کا سماع ثابت کریں پھر دلیل میں اس روایت کو ذکر کریں تو مناسب رویہ ہوگا۔ وگرنہ ایسی روایات سے استدلال علمی بد دیانتی ہوگی نہ کہ تحقیق۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ پیش کردہ روایت ضعیف و متروک ہے اور رافضی راوی کی کذب بیانی ہے۔

گورنرِ معاویہ کی برہمی کی تحقیق:

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 256 پر لکھتے ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَ الرَّبِيعَ بْنَ زِيَادٍ بِخُرَاسَانَ قَتْلُ حُجْرٍ سَخِطَ لِذٰلِكَ وَقَالَ: لَاتَزَالُ الْعَرَبُ تُقْتَلُ بَعْدَهُ صَبْراً، وَلَوْ نَكَرُوْا قَتْلَهُ مَنَعُوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، لٰكِنَّهُمْ أَقَرُّوْا فَذَلُّوْا، ثُمَّ دَعَا بَعْدَ صَلَاةِ جُمُعَةٍ لِأَيَّامٍ مِّنْ خَبَرِهٖ وَقَالَ لِلنَّاسِ: إِنِّيْ قَدْ مَلِلْتُ الْحَيَاةَ، وَإِنِّيْ دَاعٍ فَأَمِّنُوْا، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ لِيْ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ عَاجِلاً، وَأَمَّنَ النَّاسُ. ثُمَّ خَرَجَ فَمَا تَوَارَتْ ثِيَابُهٗ حَتّٰى سَقَطَ......وَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ.

’’جب ربیع بن زیاد کو خراسان میں قتلِ حجر کی خبر پہنچی تو وہ ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کے بعد عرب ہمیشہ بہیمانہ طور پر قتل کیے جائیں گے، اگر انہوں نے اس قتل پر آواز بلند کی ہوتی تو وہ خود کو محفوظ کر چکے ہوتے، لیکن چونکہ وہ خاموش رہے تو ذلت اُن کا مقدر ہوگئی۔ پھر اُنہوں نے اُن ہی ایام میں نمازِ جمعہ کے بعد لوگوں کو فرمایا: میرا دل زندگی سے بھر چکا ہے، میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ پھر اُنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ بلند کر کے عرض کیا: اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں میرے لیے کچھ خیر ہے تو مجھے جلد ہی اپنی طرف اُٹھا لے، لوگوں نے آمین کہا۔ پھر وہ باہر نکلے تو اپنے کپڑوں کو نہ سنبھال پائے تھے کہ گر گئے، سو اُنہیں اُٹھا کر اُن کے گھر پہنچایا گیا، اور اُسی دن وہ وفات پا گئے‘‘۔

(تاريخ ابن خلدون ج٣ ص١٧؛ تاريخ الطبري ج٥ ص٢٩١؛ الكامل في التاريخ ج٣ ص٤٨٩؛ مرآة الزمان ج٧ ص٢٩٠؛ البداية والنهاية ج١١ ص٢٥٩)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر الطبری لکھتے ہیں:

قَالَ علی: وأخبرنی مُحَمَّد بن الفضل، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بلغنی ان الربيع ابن زياد ذكر يَوْمًا بخراسان حجر بن عدی، فَقَالَ: لا تزال العرب تقتل صبرا بعده، ولو نفرت عِنْدَ قتله لم يقتل رجل مِنْهُمْ صبرا، ولكنها أقرت فذلت، فمكث بعد هَذَا الكلام جمعة، ثُمَّ خرج فِي ثياب بياض فِي يوم جمعة، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاس، إني قَدْ مللت الحياة، وإني داع بدعوة فأمنوا ثُمَّ رفع يده بعد الصَّلاة، وَقَالَ:

اللهم إن كان لي عندك خير فاقبضني إليك عاجلا وأمن الناس فخرج فما توارت ثيابه حتّٰى سقط فحمل إلى بيته، واستخلف ابنه عَبدَاللہِ۔ (تاریخ الطبری 291/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ رویات میں راوی "مُحَمَّدِ بْنِ الفضل العبسی" محدثین کرام کی نزدیک متروک وضعیف راوی ہے۔

- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

،ليس بشيء، حديثه حديث أهل الكذب. «العلل» (3601).

- امام دار قطنی فرماتے ہیں:

محمد بن الفضل بن عطية الخراساني، قال: متروك. (البَرْقانِيّ: 452).

- امام دار قطنی اپنی دیگر تصانیف میں لکھتے ہیں۔

متروك الحديث. (العلل» 1405، و«السنن» 981)

- امام بیہقی لکھتے ہیں:

متروك ۔ (السنن الكبرى: 4/ 348)

- امام بخاری فرماتے ہیں:

سكتوا عَنهُ۔ (الضعفاء الصغير 105/1)

- امام نسائی فرماتے ہیں:

مَتْرُوك الحَدِيث۔ (الضعفاء والمتروكون، رقم: 542)

- امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:

ومحمد بن الفضل بن عطية خراساني كذاب۔

(من كلام أبي زكريا يحيى بن معين في الرجال 106/1)

حافظ علاء الدین مغلطائی لکھتے ہیں:

- قال البخاری فی "التاریخ الکبیر": محمد بن الفضل بن عطیة المخزومی سکن بخاری، سکتوا عنه، رماه ابن أبی شیبة.
- وفی کتاب أبی الفرج: کان ابن أبی شیبة شدید الحمل علیه،
- وقال النسائی: متروك الحدیث.
- وذکره العقیلی وأبو العرب، والبلخی، والفسوی، وابن شاهین فی جملة الضعفاء والبرقی فی جملة الکذابین والقدریة.
- وقال أبو أحمد الحاکم: ذاهب الحدیث.
- وفی کتاب أبی إسحاق الصریفینی: قال الإمام: ومحمد هذا ممن لا یرتاب فی ترکه،
- وقال أبو سعید النقاش: روی عن زید بن أسلم ومنصور الموضوعات.
- وقال أبو عبد الله الحاکم: روی عن أبی إسحاق وداود بن أبی هند أحادیث موضوعة، کتب عنه بالعراق وخراسان.
- وقال ابن سعد: متروك الحدیث.

(إکمال تهذیب الکمال 310/10، رقم: 4256)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

- قال عبد الله بن أحمد عن أبیه لیس بشیء حدیثه حدیث أهل الکذب
- وقال بن معین ضعیف وقال مرة لیس بشیء ولا یکتب حدیثه وقال مرة کان کذابا لم یکن ثقة
- وقال بن المدینی روی عجائب وضعفه
- وقال عمرو بن علی متروك الحدیث کذاب
- وقال المفضل الغلابی لیس بثقة
- وقال أبو زرعة ضعیف الحدیث

- وقال أبو حاتم ذاهب الحديث ترك حديثه
- وقال مسلم والنسائي وابن خراش متروك الحديث
- وقال النسائي وابن خراش أيضا كذاب
- وقال صالح بن محمد كان يضع الحديث
- وقال أبو داود ليس بشيء
- وقال الدارقطني ضعيف وقال مرة متروك
- وقال بن حبان يروي الموضوعات عن الاثبات لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل الاعتبار وقال بن عدي وعامة حديثه مما لا يتابعه الثقات عليه
- وقال عبد السلام بن عاصم سمعت إسحاق بن سليمان وسئل عن حديث من أحاديثه قال تسألوني عن حديث الكذابين
- وقال صالح بن الضريس سمعت يحيى بن الضريس سمعت يحيى بن الضريس يقول لعمرو بن عيسى ألم أنهك عن حديث هذا الكذاب
- وقال الخطيب سكن بخاري وحدث بها بمناكير وأحاديث معضلة
- وقال البخاري سكتوا عنه سكن بخاري رماه بن أبي شيبة يعني بالكذب
- وقال أبو أحمد الحاكم ذاهب الحديث
- وقال الحاكم أبو عبد الله روى عن أبي إسحاق وداود بن أبي هند أحاديث موضوعة۔

(تہذیب التہذیب 401/9)

نوٹ: ایسے کذاب اور متروک راوی کی موضوع روایت سے جناب فیضی استدلال کرتے ہیں اور مخالف پر فقرہ بازی اور جملے کستے ہوئے انہیں کچھ احساس ندامت نہیں ہوتا۔ امیر اہل سنت کی ذات پر جس طرح کی فتوی بازی کی گئی وہ قابل مذمت ہے۔ اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 59 میں امام بخاری کے سکتوا عنہ کے بارے میں موصوف نے جو لکھا ہے انہیں جناب خود بھی پڑھ لیں تو ایسی روایت پیش کرنے کی جسارت نہ کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی "الفضل بن عطیة" راوی بھی مختلف فیہ راوی ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں:

وذکرہ بن حبان فی الثقات وقال یعتبر حدیثه من غیر روایة ابنه عنه لأن ابنه فی الحدیث لیس بشیء۔

(تہذیب التہذیب **281/8**)

اور محدث ابن حبان کی تصریح کے مطابق اس کی حدیث کو بطور اعتبار استدلال کیا جاسکتا ہے، مگر "مُحَمَّدِ بْنِ الفضل العبسی" کی روایت سے نہ ہو۔ مگر یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ اس میں "مُحَمَّدِ بْنِ الفضل العبسی" ہی روایت کرر رہا ہے۔ اس لیے محدث ابن حبان کے قول کے مطابق یہ روایت قابل قبول نہ ہو گی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں کذاب اور متروک راوی ہیں جس کی وجہ سے روایت سے استدلال کرنا باطل اور مردود ہے۔ دوسروں کو کذاب راوی کی روایت پر طعنہ دینا اور خود ایسے کذاب راوی سے استدلال کرنا، یہ مہارت جناب فیضی صاحب کو ہی حاصل ہے۔

گورنر معاویہ کی برہمی کی تحقیق!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 256 پر لکھتے ہیں۔

امام بلاذری کے ہاں حضرت ربیع بن زیاد کے جو الفاظ ہیں، اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اس سے قبل "صَبْرًا" (بغیر جنگ، بغیر حد اور بلا جرم) قتل نہیں ہوتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ قَدْ كَانَتْ تَكُوْنُ وَلَمْ يَكُنْ قَتْلَ الصَّبْرِ.

"سنو! اس سے قبل فتنہ تو تھا لیکن ظلماً بہیمانہ قتل ہوتا نہیں تھا"۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٧٥، ٢٧٦)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وحدثت عَنْ عثمان بْن مقسم البري عن الحسن، وكان مع الربيع بن زياد بناحية خراسان، قَالَ، قَالَ الربيع لما بلغه قتل حجر وأصحابه: ألا إن الفتنة قد كانت تكون ولم يكن قتل الصبر.

جمل من أنساب الأشراف 267/5

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

علامہ بلازری نے "عثمان بن مقسم البری" تک سند نہیں لکھی۔ اس لیے سند میں نامعلوم اور مجہول راوی ہیں۔ شاید موصوف کو یہ معلوم ہو کہ مجہول اور منقطع سند ضعیف ہوتی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عثمان بن مقسم البری" میں متروک و کذاب راوی ہے۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

- ترکہ یحیی القطان،وابن المبارك.
- وقال أحمد:حدیثه منکر.

نوٹ: موصوف فیضی کو الاحادیث الموضوعہ ص 83 پر "منکر" کے بارے میں اپنا اصول تو یاد ہو گا کہ منکر روایت موضوع ہوتی ہے۔

- وقال الجوزجانی: کذاب.
- وقال النسائی والدارقطنی:متروك.
- وقال الفلاس:صدوق،لکنه کثیر الغلط،صاحب بدعة.
- قال یحیی بن معین:عثمان البری لیس بشیء،هو من المعروفین بالکذب ووضع الحدیث.
- قال ابن عدی:عامة حدیثه مما لا یتابع علیه إسنادا ومتنا،وهو ممن یغلط الکثیر،ونسبه قوم إلی الصدوق،وضعفوه للغلط الکثیر،ومع ضعفه یکتب حدیثه.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 58/3)

امام نسائی فرماتے ہیں:

مَتْرُوك الحَدِيث. (الضعفاء والمتروکون 75/1)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے۔ کچھ تو احساس ندامت ہونا چاہیے کہ خود حدیث منکر کو موضوع قرار دیا مگر صحابی کی مخالفت میں یہ اصول بھول گئے۔

قاتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 259-258 پر لکھتے ہیں۔

قاتلِ حجر رضی اللہ عنہ پر اللہ جل جلالہ اور اہل آسماں کا غضب

بعض مرسل اور مرفوع احادیث میں نبوی پیش گوئی آئی ہے کہ عذراء کے مقام پر سات افراد کو ظلماً قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ امام فسوی اور دوسرے محدثین کرام عبداللہ بن رزین غافقی سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا:

سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ سَيُقْتَلُ مِنْكُمْ سَبْعَةُ نَفَرٍ بِعَذْرَاءَ ، مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ أَصْحَابِ الْأُخْدُوْدِ ، فَقُتِلَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَصْحَابُهُ.

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: اے اہل عراق! عنقریب تم میں سے سات افراد کو عذراء کے مقام پر قتل کیا جائے گا، اُن کی مثال ایسی ہے جیسی اصحاب الاخدود کی، پس سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے ساتھی قتل کیے گئے''۔

(المعرفة والتاريخ ج۳ ص۴۱٦؛ تاريخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۷)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

قال يعقوب بن سفيان ثنا ابن بكير، ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ يَزِيدَ عن عبد الله بن [أبي] رزين الغافقي قال: سمعت على بن أبي طالب يقول: يا أهل العراق سيقتل منكم سبعة نفر بعذراء، مثلهم كمثل أصحاب الأخدود. فقتل حجر بن عدى وأصحابه.

(المعرفة والتاريخ 320/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن لهيعة "ضعیف ہے۔

- علامہ بیہقی فرماتے ہیں۔لا يحتجّ به (السنن الكبرى: 302/1 و 343/5).

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

یتفرد بإسناده ابن لهيعة، وابن لهيعة لا يحتجّ به (السنن الكبرى: 108/4).

- امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ وقال الدَّارَقُطنِيّ: لا يحتج به. (العلل: 3475)
- علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔قلت العمل على تضعيف حديثه. (الكاشف 590/1)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن لهيعة "کا حافظہ بھی خراب تھا۔اور اصول حدیث ہے کہ مختلط راوی کی روایت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

محدث سبط ابن العجمی فرماتے ہیں:

الكلام فيه معروف وقال بعض مشايخي فيما قرأت إنه نسب إلى الاختلاط انتهى والعمل على تضعيف حديثه والله أعلم.

(الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط 190/1)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن أبي رزين" مجہول راوی ہے۔اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

لا يدري من هو.(لسان الميزان-ابن حجر 261/7)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب معترض جس روایت کی بنیاد پر اعتراض کر رہے ہیں وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 260-259 پر لکھتے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی علیہ السلام کے موقوف قول کو جس مرفوع ومرسل حدیث سے تقویت دینے کا قصد فرمایا ہے وہ یہ ہے:

عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ : مَا حَمَلَكَ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی علیہ السلام کے موقوف قول کو جس مرفوع ومرسل حدیث سے تقویت دینے کا قصد فرمایا ہے وہ یہ ہے:

عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ : مَا حَمَلَكَ عَلٰى قَتْلِ أَهْلِ عَذْرَاءَ حُجْرٍ وَّأَصْحَابِهِ ؟ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ! إِنِّيْ رَأَيْتُ قَتْلَهُمْ إِصْلَاحًا لِلْأُمَّةِ ، وَأَنَّ بَقَاءَهُمْ فَسَادٌ ، فَقَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : سَيُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ نَاسٌ يَغْضَبُ اللّٰهُ لَهُمْ وَأَهْلُ السَّمَاءِ.

''حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ معاویہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے فرمایا: تمہیں کس بات نے اہل عذراء حجر اور اُن کے ساتھیوں کے قتل پر اُبھارا؟ اُنہوں نے کہا: یا ام المومنین! میں نے اُن کے قتل میں امت کی اصلاح اور اُن کی بقاء میں امت کا فساد سمجھا تھا۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: عنقریب عذراء کے مقام پر کچھ لوگ قتل کیے جائیں گے، اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان غضب ناک ہوں گے''۔

(المعرفة والتاريخ ج٣ص٤١٧؛دلائل النبوة للبيهقي ج٦ص٤٥٧؛تاريخ دمشق ج١٢ص٢٢٧ البداية والنهاية ج٩ص٢٢٦؛الخصائص الكبرى ج٢ص ٢٤٠؛ وط: بتحقيق خليل هراس، ج٢ص ٥٠٠؛سبل الهدى ج١٠ص١٥٦؛كنز العمال ج١١ص١٢٦حديث٣٠٨٨٧ وص١٩٤ حديث ٣١١٩٢وج١٣ص٥٨٨ حديث ٣٧٥١٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند علامہ فسوی نے اپنی کتاب المعرفۃ والتاریخ میں نقل کی ہے۔امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ابن کثیر نے روایت مذکورہ کو علامہ فسوی کی ہی سند سے نقل کیا ہے۔اس لیے علامہ فسوی کی سند پر تحقیق پیش خدمت ہے۔مذکورہ رویات کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وقال يعقوب بن سفيان حدثنا حرملة ثنا ابن وهب أخبرني ابن لهيعة عن أبي الأسود قال: دخل معاوية على عائشة فقالت: ما حملك على قتل أهل عذراء حجرا وأصحابه؟ فقال: يا أم المؤمنين اني رأيت قتلهم إصلاحا للأمة، وأن بقاءهم فساد فقالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «سيقتل بعذراء ناس يغضب الله لهم وأهل السماء».(المعرفة والتاريخ 320/3)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة "ضعیف ہے۔

محدث برہان الدین الحلبی لکھتے ہیں۔

الكلام فيه كثير فاش جرحا وتعديلا والعمل على تضعيف حديثه ساق الذهبي في ترجمته كلاما كثيرا ومنه ما قاله بن حبان سبرت أخباره في رواية المتقدمين والمتاخرين عنه فرأيت التخليط في رواية المتأخرين موجودا وأما الأصل له في رواية المتقدمين كثيرا فرجعت إلى الاعتبار فرأيته كان يدلس عن أقوام ضعفاء على أقوام رآهم بن لهيعة ثقات فألزق تلك الموضوعات بهم فصريح هذا أنه ليس هو وضعها لكن ذكر الذهبي في ميزانه حدثنا حرملة ثنا بن وهب عنه عن عبيد الله بن أبي جعفر عن نافع عن بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال فی مرضه أدعو أخی إلی أن قال فدعی له علی فستره وأکب علیه فلما خرج من عنده قیل له ما قال لك قال علمنی ألف باب کل باب یفتح ألف باب قلت کامل صدوق قال بن عدی لعل البلاء فیه من بن لهیعة فإنه مفرط فی التشیع انتهی۔

(الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث 160/1)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهیعة" مدلس ہے۔اور طبق اولی اور ثانیہ کے علاوہ مدلسین کی عن والی روایات استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الله بن لهیعة الحضرمی قاضی مصر اختلط فی آخر عمره وکثر عنه المناکیر فی روایته وقال بن حبان کان صالح ولکنه کان یدلس عن الضعفاء۔

(تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 54/1،رقم:140،المرتبة الخامسة)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهیعة" غالی شیعہ راوی ہے۔

- علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وقال ابن عدی: لعل البلاء فیه من ابن لهیعة، فإنه مفرط فی التشیع.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال 483/2)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت منقطع ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وروى يعقوب بن سفيان في تاريخه، عن أبي الأسود، قال: دخل معاوية على عائشة فعاتبته في قتل حجر وأصحابه، وقالت: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: «يقتل بعدي أناس يغضب الله لهم وأهل السماء». في سنده انقطاع.

(الإصابة في تمييز الصحابة 33/2)

- حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وهذا اسناد ضعيف منقطع، وقد رواه عبد الله بن المبارك عن أبي لهيعة عن أبي الأسود أن عائشة قالت: «بلغني أنه سيقتل بعذراء أناس يغضب الله لهم وأهل السماء».

(البداية والنهاية 226/6، 55/8)

انساب الاشراف کی سند کا جائزہ!

اس کی ایک سند علامہ بلازری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھی ہے۔

وَحَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلالٍ أَنَّ عائشة قالت لمعاوية، ودخل عليها بالمدينة: [سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ سَبْعَةُ نَفَرٍ يَغْضَبُ اللَّهُ وَأَهْلُ السَّمَاءِ مِنْ قَتْلِهِمْ»].

(جمل من أنساب الأشراف 266/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" ضعیف ہے۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں۔

لا يحتجّ به. (السنن الكبرى: 302/1 و 343/5)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

يتفرد بإسناده ابن لهيعة، وابن لهيعة لا يحتجّ به۔ (السنن الكبرى: 4/108).

امام دار قطنی فرماتے ہیں۔

وقال الدَّارَقُطْنِيّ: لا يحتج به. (العلل: 3475)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

قلت العمل على تضعيف حديثه. (الكاشف 590/1)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الله بن لهيعة" کا حافظہ بھی خراب تھا۔اور اصول حدیث ہے کہ مختلط راوی کی روایت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

- محدث سبط ابن العجمی فرماتے ہیں:

الكلام فيه معروف وقال بعض مشايخي فيما قرأت إنه نسب إلى الاختلاط انتهى والعمل على تضعيف حديثه والله أعلم۔

(الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط 190/1)

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" غالی شیعہ راوی ہے۔

- علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وقال ابن عدي: لعل البلاء فيه من ابن لهيعة، فإنه مفرط في التشيع.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال 483/2)

چوتھی علت:

مذکورہ روایت میں "ابن لهيعة" مدلس ہے۔اور طبق اولی اور ثانیہ کے علاوہ مدلسین کی عن والی روایات استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عبد الله بن لهيعة الحضرمی قاضی مصر اختلط فی آخر عمره و کثر عنه المنا کير فی روايته وقال بن حبان كان صالح ولكنه كان يدلس عن الضعفاء۔

(تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس 54/1، رقم:140، المرتبة الخامسة)

پانچویں علت:

مذکورہ روایت میں "عَبْدُاللّٰہِ بْنِ صَالِحٍ" کا حافظہ خراب تھا۔اور مختلط راوی کی اختلاط میں روایت بیان کرنا روایت کی تضعیف ثابت کرتا ہے۔

- محدث ابن الکیال نے عَبْدُاللّٰہِ بْنِ صَالِحٍ کا مختلط راوی میں لکھا ہے۔(الکواکب النیرات 480/1)

چھٹی علت:

مذکورہ روایت میں "عَبْدُاللّٰہِ بْنِ صَالِحٍ" کثیر الغلط راوی ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق كثير الغلط ثبت فی كتابه وكانت فيه غفلة۔ (تقريب التهذيب 308/1)

ساتویں علت:

مذکورہ روایت میں "سَعِیدِ بْنِ أَبِی هِلَالٍ" کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور ساتھ ہی روایت میں غالی شیعہ راوی بھی ہے۔غالی شیعہ کی روایت کو صحابی کے خلاف کیسے پیش کا جاسکتا ہے؟

موصوف کی تمام روایات علمی میدان میں کسی حیثیت کے حامل نہیں۔اس طرح کی روایات پیش کر کے صحابی کی شان پر اعتراض کرنا مردود عمل ہے۔

حضرت معاویہ پر قتل حجر کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 263-262 پر لکھتے ہیں۔

قتلِ حجر پر امیر شام کا پچھتانا

سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتلِ ناحق کا یہ واقعہ اختصار کی خواہش کے باوجود بڑھتا چلا گیا ہے، لہٰذا اِس عنوان کے تحت جو دو چار روایات آئی ہیں اُنہیں مکمل نقل کرنے کی بجائے فقط اشارہ کر کے آگے نکلتا ہوں۔

۱۔ یہ قتلِ ناحق مسلسل اُن کا ذہنی تعاقب کرتا رہا، وہ رہ رہ کر سوچتے تھے کہ آیا اُنہوں نے یہ درست کیا ہے یا غلط۔ اس پر اُنہوں نے مروان بن حکم کو خط لکھا کہ میں ایسا کر بیٹھا ہوں تو اُس نے جواباً لکھ بھیجا کہ تمہاری عقل اور حلم کہاں چلے گئے تھے؟

(تاریخ مدینة مشق ج۱۲ ص ۲۳۰)

۲۔ حتیٰ کہ بعد از قتل اُنہوں نے کسی اور کو نہیں خود زیاد ہی کو لکھ بھیجا کہ تیرے لکھے پر میں حجر بن عدی کو قتل تو کر بیٹھا لیکن اب اُس کے بارے میں میرے سینے میں اضطراب ہے، لہٰذا تم میرے پاس کسی صالح شخص کو بھیجو تا کہ میں اس معاملہ میں اُس سے تبادلۂ خیال کروں۔ زیاد نے عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ کو بھیجا اور کہا: خبردار! اِس معاملہ میں اُن کی رائے کی قباحت کو اُن پر عیاں نہ کرنا، ورنہ میں تجھے قتل کرا دوں گا۔ وہ شام پہنچے تو اُنہیں کہا گیا: پہلے غسل کر کے کپڑے بدل لو۔ وہ تازہ دم ہو کر تخت پر آ بیٹھے تو معاویہ اور اُن کا یوں مکالمہ ہوا:

> ''میری خواہش تھی کہ میں حجر کو قتل نہ کرتا، میں چاہتا تھا کہ اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو قید میں رکھتا، یا اُنہیں شام کے مختلف مقامات پر ٹھہرا دیتا، یا اُنہیں معاف کر کے اُن کے رشتہ داروں پر احسان کر دیتا۔
>
> عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: کاش! آپ نے اِن تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر عمل کیا ہوتا! وہ کہتے ہیں: یہ کہہ کر میں وہاں سے واپس ہوا، اور مجھے زیاد سے ملاقات کرنا بہت مبغوض تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ روپوش ہو جاؤں گا۔ سو جب میں نے کوفہ پہنچ کر بعض مساجد میں نماز پڑھی تو ایک شخص کی زبان سے سنا کہ زیاد مر چکا ہے۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی''۔

(أنساب الأشراف ج۵ ص ۲۷۵)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔ مگر جناب نے ان روایات سے پچھتانے کے الفاظ کو جو خاص رنگ دیا وہ علمی بددیانتی و تسامح ہے۔ کیونکہ پچھتانے سے مراد تو ندامت ہے۔اور احادیث میں ندامت کو توبہ کہا گیا ہے۔اور کسی کے توبہ کرنے کا بعد اس پر اعتراض کرنا گناہ عظیم ہے۔

- محدث ابن عساکر اس قول کی سند لکھتے ہیں۔

ونبأنا عبد الله قال اخبرت عن محمد بن حميد الرازي حدثنا أبو تميله عن عيسى بن عبيد عن عبد الخالق بن عمرو قال لما قتل معاوية بن أبي سفيان حجرا واصحابه كتب الى مروان بما دخله من الندامة فكتب إليه مروان فأين كان رأيك واين كان حلمك واين كان ما يرجى منك فكتب إليه انك غبت عني واصحابك فى جفاء قيس وطغام اليمن قال وقتله رجل من بنى قيس من بنى مرة ۔(تاریخ دمشق 230/12)

- علامہ بلاذری اس قول کو اپنی کتاب انساب الاشراف میں بلاسند نقل کرتے ہیں۔

الْمَدَائِنِيّ قَالَ: كتب مُعَاوِيَة إلى زياد: أنه قد تلجلج «فِي صدري شيء من أمر حجر، فابعث إلى رجلًا من أهل المصر له فضل ودين وعلم، فأشخص إليه عبد الرحمن بْن أبي ليلى وأوصاه أن لا يقبح له رأيه فِي أمر حجر، وتوعده بالقتل إن فعل، قَالَ ابن أبي ليلى: فلما دخلت عليه رحب بي وقال: اخلع ثياب سفرك والبس ثياب حضرك، ففعلت وأتيته، فَقَالَ: أما والله لوددت «أني لم أكن قتلت حجرًا، ووددت أني كنت حبسته وأصحابه أو فرقتهم فِي كور الشام فكفتنيهم الطواعين، أو مننت بهم على عشائرهم . فقلت: وددت والله أنك فعلت واحدة من هذه الخلال، فوصلني فرجعت وما شيء أبغض إلى من لقاء زياد، وأجمعت على الاستخفاء، فلما قدمت الكوفة صليت فِي بعض المساجد، فلما انفتل الإمام إذا رجل يذكر موت زياد، فما سررت بشيء سروري بموته. (جمل من أنساب الأشراف 267/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں ضعیف ہے۔

- محدث سبط العجمی لکھتے ہیں۔

مُحَمَّد بن حميد د ت ق الرَّازِيّ الْحَافِظ عَن يَعْقُوب القمي قَالَ صَالح جزرة كُنَّا نتهم بن حميد فِي كل شَيْء مَا رَأَيْت أجرأ على الله مِنْهُ كَانَ يَأْخُذ أَحَادِيث النَّاس فيقلب بَعْضهَا على بعض وَقَالَ أَبُو أَحْمد الْعَسَّال سَمِعت فضلك الرَّازِيّ يَقُول دخلت على مُحَمَّد بن حميد وَهُوَ يركب الْأَسَانِيد على الْمُتُون۔ (الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث 227/1)

- علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

مُحَمَّد بن حميد الرَّازِيّ الْحَافِظ عَن يَعْقُوب الْعمي وَجَرِير وَابْن الْمُبَارك ضَعِيف لَا من قبل الْحِفْظ قَالَ يَعْقُوب بن شيبَة كثير الْمَنَاكِير وَقَالَ البُخَارِيّ فِيهِ نظر وَقَالَ ابو زرْعَة يكذب وَقَالَ النَّسَائِيّ لَيْسَ بِثِقَة وَقَالَ صَالح جزرة مَا رَأَيْت أحذق بِالْكَذِبِ مِنْهُ وَمن ابْن الشَّاذكُونِي۔ (المغني في الضعفاء 573/2، رقم:5449)

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حافظ ضعيف وكان ابن معين حسن الرأي فيه۔ (تقريب التهذيب 475/1، رقم:5834)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند کا راوی محمد بن حمید الرزای متکلم فیہ راوی ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبد الخالق بن عمرو" کی توثیق پیش کریں۔ بغیر توثیق کے راوی مجہول ہوتا ہے اور مجہول راوی کی سند ضعیف ہوتی ہے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں "عبدالخالق بن عمرو" سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سند پیش کریں یا پھر عبدالخالق بن عمرو کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں۔اس لیے یہ سند منقطع بھی ہے۔

اس کے علاوہ انساب الاشراف میں علام بلازری نے بغیر سند کی روایت نقل کی ہے۔اور بغیر سند کے اقوال نقل کرنے پر جناب معترض کو سپاس نامہ ہی پیش کرنا چاہیے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ تاریخ دمشق والی روایت ضعیف اور منقطع ہے۔

بالفرض اگر جناب کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو جناب کو ندامت کے بارے میں وارد احادیث کا شاید علم ہو کہ ندامت توبہ ہی ہوتی ہے۔جن روایات کے بل بوتے پر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نام نہاد طعن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان سے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توبہ ثابت ہوتی ہے۔اور توبہ کے بعد کسی ایک مسلمان پر الزام لگانا گناہ عظیم ہے۔

وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ بِنَيْسَابُورَ أَنَّ وَجِيهَ بْنَ طَاهِرٍ أَخْبَرَهُمْ إِجَازَةً أبنا أَبُو حَامِدٍ الأَزْهَرِيُّ أبنا أَبُو مُحَمَّدٍ الْمَخْلَدِيُّ أبنا مُوسَى هُوَ ابْنُ الْعَبَّاسِ الْجُوَيْنِيُّ ثَنَا أَبُو بَكْرٍ الصَّغَانِيُّ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لأَنَسٍ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ النَّدَمُ تَوْبَةٌ قَالَ نعم۔

(الأحاديث المختارة 104/6، رقم: 2091، مسند الحميدی 212/1)

راوی حمید الطویل نے حضرت انس رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی کریم ﷺ نے سنا کہ گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے۔تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی پر عیب لگانے، طنز کرنے، جملے بازی کرنے اور پھبتی کرنے سے منع کیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب لگاؤ. (الحجرات۔۱۱:۴۹)

"تباہی ہے ہر اشارے باز عیب جو کے لئے" (الھمزہ۔۱:۱۰۴)

حدیث شریف میں ہے کہ

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلائے اور اس گناہ کا طعنہ دے جس گناہ سے وہ توبہ کر چکا ہے تو طعنہ دینے والا شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود اس گناہ کے اندر مبتلا نہیں ہو جائے گا۔

(ترمذی، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ، باب منه، حدیث نمبر ۲۴۲۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا!

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔

أنبأنا أبو بكر بن عياش، قال: دخل عبد الله بن يزيد بن أسد على معاوية وهو في مرضه الّذي مات فيه، فرأى منه جزعا، فقال: يا أمير المؤمنين، ما يجزعك؟ إن مت فإلى الجنة، وإن عشت فقد علمت حاجة الناس إليك.

فقال: رحم الله أباك، إنه كان لنا لناصحا، نهاني عن قتل ابن الأدبر يعني حجر بن عديّ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں عبداللہ بن یزید بن اسد حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں، انھوں نے کہا: امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ اگر آپ فوت ہوگئے تو جنت میں جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے والد پر رحمت فرمائے، وہ مجھے نصیحت کرتے تھے اور حجر بن عدی کے قتل سے روکتے تھے۔ (الاصابۃ 507/6)

امام ابن سیرین فرماتے ہیں۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: جَعَلَ مُعَاوِيَةُ لَمَّا احْتُضِرَ يَضَعُ خَدًّا عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ يُقَلِّبُ وَجْهَهُ، وَيَضَعُ الْخَدَّ الْآخَرَ، وَيَبْكِي وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ فِي كِتَابِكَ: {إِنَّ اللَّهَ لَا

يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: 48] . اللَّهُمَّ فَاجْعَلْنِي مِمَّنْ تَشَاءُ أَنْ تَغْفِرَ لَهُ.

اے میرے اللہ! میری خطا معاف فرما، لغزش سے در گزر فرما، اپنے حلم سے میری نادانی پر در گزر فرما، جس کی امید تیرے سوا کسی اور سے نہیں، تجھ سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں، وہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر کہتے تھے اے میرے اللہ! آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ اس کو نہیں بخشتا جس نے اس سے شرک کیا، اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا بخش دے گا، اے اللہ! مجھے ان میں سے کر دے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔(البدایۃ: 467/11، السیر: 158/3)

اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے وہ تمام روایات سے استدلال مخالفین نے کرنا ہے تو ان پیش کردہ روایت کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس لیے یک طرفہ روایات کو پیش کر کے اپنے نام نہاد موقف کو ثابت کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔ اس مقام پر جنگ جمل میں شریک صحابہ کرام میں سے تین صحابہ کرام کا احساس ندامت پیش نظر رہے۔

حضرت معاویہ پر رگِ ہدایت کا طعنہ!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 265 پر لکھتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف جنہیں "اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا" کا مصداق سمجھا جاتا ہے اُن کی رگِ ہدایت اُس وقت بھی نہ پھڑکی جب اُنہیں خود اُنہی کے لوگوں نے منہ پر کہہ دیا تھا کہ قتلِ حجر ہدایت کے منافی ہے۔ چنانچہ علامہ بلاذری لکھتے کہ معاویہ نے عبدالرحمان بن اسود زھری کو بلایا اور کہا:

اِذْهَبْ فَاقْتُلْ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ ، فَقَالَ: أَمَّا وَجَدْتَ رَجُلاً أَجْهَلَ بِاللّٰهِ وَأَعْمىٰ عَنْ أَمْرِهِ مِنِّيْ؟

"جاؤ! حجر اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر دو، اُس نے کہا: کیا آپ کو ایسا شخص نہیں ملتا جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے امر کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ جاہل اور اندھا ہو؟"۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٦٨)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ الْعِجْلِیُّ عَنِ ابن عوانة عن أبیه قَالَ : دعا مُعَاوِیَة عَبْد الرَّحْمَنِ بْن الأسود بْن عَبْدِ یغوث الزهری فَقَالَ: اذهب فاقتل حجرا وأصحابه. فَقَالَ: أما وجدت رجلًا أجهل باللّٰہ وأعمی عَنْ أمره منی. (جمل من أنساب الأشراف 260/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "الحکم بن عوانۃ الکلبی" کی توثیق و تعرف پیش کریں۔ و گرنہ مجہول راوی کی روایت پر کنزالعلماء پر طنز کرتے ہوئے جو تحریر لکھی ہے اس سے رجوع کر لیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں" عن أبیه"کا تعارف و توثیق ثابت کریں تاکہ راوی کے حالات واضح ہوسکیں کہ وہ ثقہ ہے یاضعیف ومتروک۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت میں"عن أبیه"کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں۔ورنہ یہ روایت منقطع ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند ضعیف اور منقطع ہے۔ایسی روایات سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی قلم کر سکتا ہے۔دوسروں پر فقرے بولنااور طعنے دیناآسان ہے مگر تحقیق کرناالگ معاملہ ہے۔

سب وشتم کا طعنہ!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 269 پر لکھتے ہیں۔

دورِ معاویہ سے شروع ہونے والی یہ بدعت سیئہ اس قدر رائج، شائع اور عام ہوگئی تھی کہ اس سے خود سیدنا عمر بن عبدالعزیز ﷺ بھی نہیں بچ سکے تھے۔ چنانچہ سابقہ دور میں کبھی وہ بھی سیدنا علی ﷺ پر سب وشتم کرتے تھے، پھر انہیں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے نصیحت فرمائی تو باز آ گئے تھے، توبہ فرمائی تھی اور خلافت سنبھالنے کے بعد اس بدعت سیئہ کو ختم بھی فرمادیا تھا۔

(الکامل فی التاریخ ج٤ ص٩٨، ٩٩)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

محدث فسوی روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ ابْنَهُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى الْمَدِينَةِ يَتَأَدَّبُ بِهَا فَكَتَبَ إِلَى صالح ابن كَيْسَانَ يَتَعَاهَدُهُ ، «فَكَانَ عُمَرُ يَخْتَلِفُ إِلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَسْمَعُ مِنْهُ الْعِلْمَ، فَبَلَغَ عُبَيْدَ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ يَنْتَقِصُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَأَتَاهُ عُمَرُ فَقَامَ يُصَلِّي، فَجَلَسَ عُمَرُ فَلَمْ يَبْرَحْ حَتَّى سَلَّمَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: مَتَّى بَلَغَكَ أَنَّ اللَّهَ سَخِطَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ بَعْدَ أَنْ رَضِيَ عَنْهُمْ؟ قَالَ: فَعَرَفَ عُمَرُ مَا أَرَادَ، فَقَالَ: مَعْذِرَةً إِلَيْكَ وَاللَّهِ لَا أَعُودُ. قَالَ: فَمَا سُمِعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ ذَاكِرًا عَلِيًّا إِلَّا بِخَيْرٍ». (المعرفة والتاريخ 568/1)

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو بكر بن الطبري أنا أبو الحسين بن الفضل أنا عبد الله بن جعفر نا يعقوب بن سفيان نا سعيد بن عفير حدثني يعقوب عن أبيه أن عبد

العزيز بن مروان بعث ابنه عمر بن عبد العزيز إلى المدينة يتأدب بها فكتب إلى صالح بن كيسان يتعاهده فكان يلزمه الصلوات فأبطيوما عن الصلاة فقال ما حبسك قال كانت مرجلتي تسكن شعري فقال بلغ منك حبك تسكين شعرك أن تؤثره على الصلاة فكتب إلى عبد العزيز يذكر ذلك فبعث إليه عبد العزيز رسولا فلم يكلمه حتى حلق شعره وكان عمر يختلف إلى عبيد الله بن عبد الله يسمع منه العلم فبلغ عبيد الله أن عمر ينتقص علي بن أبي طالب فأتاه عمر فقام يصلي فجلس عمر فلم يبرح حتى سلم من ركعتين ثم أقبل على عمر بن عبد العزيز فقال متى بلغك أن الله سخط على أهل بدر بعد أن رضي عنهم قال قال فعرف عمر ما أرافقال معذرة إلى الله وإليك والله لا أعود قال فما سمع عمر بن عبد العزيز بعد ذلك ذاكرا عليا إلا بخير. (تاريخ دمشق 136/45)

روایت کی حیثیت:

مذکورہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہے۔اس لیے کہ روایت مذکورہ کے متن میں سب و شتم کے الفاظ نہیں ہیں۔ جبکہ تنقیص کے الفاظ بھی حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ تک پہنچے جس پر انہوں نے تنبیہ کی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تذکرہِ خیر ہی کیا۔تاریخ کی مستند کتب میں تنقیص اور سب و شتم کی وضاحت نہیں ہے کہ کن الفاظ کو سب و شتم سمجھا جاتا تھا۔اس لیے مذکورہ روایت سے استدلال کرنا مردود اور باطل ہے۔

الزام نمبر: 19

عیدین سے قبل اذان کی بدعت کا مرتکب ہونا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 271-270 پر لکھتے ہیں۔

''وَاھْدِ بِہٖ'' کا مصداق پھر بدعات؟

کثیر تعداد میں ایسے بزرگ ہو گذرے ہیں جو سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے تھے، حالانکہ اُن کے حق میں ''اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کی دعا منقول نہیں ہوئی، جبکہ ''وَاهْدِ بِهٖ'' کے نام نہاد مصداق کا معاملہ یہ رہا کہ وہ حرام تک کے مرتکب ہو گئے، مثلاً شراب، سود، رشوت وغیرہ۔ پھر وہ سنت میں کمی بیشی اور تبدیلی کے بھی مرتکب ہوئے۔ مثلاً امام سیوطی لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ :أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الأَذَانَ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ. أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَقَالَ: أَوَّلُ مَنْ نَقَصَ التَّكْبِيرَ مُعَاوِيَةُ.

''پہلا شخص جس نے عید میں اذان کی بدعت نکالی معاویہ ہے۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اور فرمایا ہے: اول شخص جس نے عیدین کی تکبیریں کم کی تھیں وہ بھی معاویہ ہے''۔

(تاريخ الخلفاء للسيوطي ص ٣٣٢)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ مُعَاوِيَةُ. (المصنف فی الأحادیث والآثار 491/1 ، رقم: 5556)

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے. حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قتادۃ بن دعامۃ السدوسی البصری .... کان حافظ عصرہ وھو مشھور بالتدلیس۔

(تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس 43/1، رقم: 92 المرتبۃ الثالثۃ)

اس تحقیق سے معلوم کہ یہ روایت طبقہ ثالثہ کے مدلس قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور بدعتِ صحابی پر تو اہل سنت میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اس لیے جناب کا یہ اعتراض پیش کرنا ہی مردود ہے۔

الزام نمبر 20:

تکبیرات عیدین میں کمی کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 271 پر لکھتے ہیں۔

کیا ہے، اور فرمایا ہے: اول شخص جس نے عیدین کی تکبیریں کم کی تھیں وہ بھی معاویہ ہے"۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطي ص ٣٣٢)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اگر جناب موصوف دے دیں تو تحقیق کی جاسکتی ہے کہ امام سیوطی کے نقل کردہ قول کی سند صحیح ہے یا ضعیف۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی تاریخ الخلفاء میں اس کی سند نہیں دی۔ مگر اس کی سند کتاب الاوائل میں موجود ہے۔

روایت کی اسنادی حیثیت:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو أحمد، عن الجوهري، عن أبي زيد، عن رجاله، عن إبراهيم، عن الشعبي قال: أول من خطب جالساً معاوية، حين كثر شحمه وعظمت بطنه، وهو أول من نقص التكبير كان إذا قال: سمع الله لمن حمده انحط إلى السجود ولم يكبر۔ (الأوائل 72/1)

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں " الجوہری " کا تعین کیجئے تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا علم ہو سکے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں "عن رجالہ" مجہول ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اور یہ کہ تکبیرات کو کم کرنا عید کی نماز میں نہیں بلکہ عام نماز میں ہر رفع اور وضع میں یعنی نماز میں اٹھتے اور جھکتے تکبیر پڑھنا ہے۔

جناب موصوف اگر اوائل کے متن کا مکمل ترجمہ کرتے تو ان کو معلوم ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ بالفرض صحت سند روایت امام شعبی نے کہا: سب سے پہلے جس نے تکبیرات کم پڑھیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد سجدے کے لیے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

موصوف کو یہ نہیں معلوم کہ یہ فعل تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ اس لیے حضرت معاویہ پر یہ الزام لگانا کہ اول شخص جس نے نماز کی تکبیریں کم کیں یہ دلائل کی رو سے ثابت نہیں۔ اور اس معاملہ میں صحابہ کرام کا اختلاف موجود ہے۔

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: نا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ»

ترجمہ: سعید بن عبدالرحمن بن ابزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔

(المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا عمل!

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَانَ «لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ»

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تمام تکبیرات نہیں پڑتے۔

(المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ.

حمید الطویل بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھی مگر ہو تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔(المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حضرت سالم تابعی کا عمل!

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ الْقَاسِمِ، وَسَالِمٍ، فَكَانَا لَا يُتِمَّانِ التَّكْبِيرَ».

حضرت عبید اللہ بن عمر فرماتے ہیں: قاسم اور سالم کے پیچھے نمازیں پڑھیں مگر وہ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔(المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حضرت سعید بن جبیر کا عمل!

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ»

حضرت عمرو بن مرۃ کہتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔(المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل!

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ، قَالَ: «كَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُنْقِصُ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ مِسْعَرٌ، إِذَا انْحَطَّ بَعْدَ الرُّكُوعِ وَلَمْ يُكَبِّرْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ الثَّانِيَةَ لَمْ يُكَبِّرْ»

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے۔ مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔ اور جب دوسرے سجدے کا ارادہ کرتے تو تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔ (المصنف فی الأحادیث والآثار 218/1)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل!

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: " صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَلَاةً ذَكَّرَنِي صَلَاةً صَلَّيْتُهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَلِيفَتَيْنِ. قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، فَإِذَا هُوَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا سَجَدَ وَكُلَّمَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. فَقُلْتُ يَا أَبَا نُجَيْدٍ: مَنْ أَوَّلُ مَنْ تَرَكَهُ؟ قَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حِينَ كَبِرَ وَضَعُفَ صَوْتُهُ تَرَكَهُ.

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے ترک کیا۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل 112/3، رقم: 19881)

ابن بطال کی تحقیق!

محدث ابن بطال فرماتے ہیں۔

وقد فعله جماعة من السلف وتركه جماعة ، ولم يقل أحد ممن فعله للذى لم يفعله إن صلاتك لا تتم إلا به . فممّن كان يُتم التكبير ولا ينقصه فى الصلاة فى كل خفض ورفع.

ترجمہ: سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور سلف صالحین کی ایک جماعت نے اس تکبیرات کو ترک بھی کیا ہے۔ اور جنہوں نے ان تکبیرات کو ترک کیا ہے، ان سے کسی نے نہیں کہا کہ ان تکبیرات کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال 480/2)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق!

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

عن مطرف قال قلنا يعني لعمران بن حصين يا أبا نجيد هو بالنون والجيم مصغر من أول من ترك التكبير قال عثمان بن عفان حين كبر وضعف صوته وهذا يحتمل إرادة ترك الجهر وروى الطبراني عن أبي هريرة أن أول من ترك التكبير معاوية وروى أبو عبيد أن أول من تركه زياد وهذا لا ينافي الذي قبله لأن زيادا تركه بترك معاوية وكان معاوية تركه بترك عثمان وقد حمل ذلك جماعة من أهل العلم على الإخفاء ويرشحه حديث أبي سعيد الآتي في باب يكبر وهو ينهض من السجدتين لكن حكى الطحاوي أن قوما كانوا يتركون التكبير في الخفض دون الرفع قال وكذلك كانت بنو أمية تفعل وروى بن المنذر نحوه عن بن عمر وعن بعض السلف أنه كان لا يكبر سوى تكبيرة الإحرام وفرق بعضهم بين المنفرد وغيره ووجهه بأن التكبير شرع للايذان بحركة الإمام۔

ترجمہ: مطرف بیان کرتے ہیں : ہم نے حضرت عمران بن حصین سے پوچھا:ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا۔انہوں نے کہا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو۔امام طبرانی نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کو ترک کیا۔اور ابو عبید نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے تکبیرات زیاد نے ترک کی۔اور یہ پہلی روایت کی منافی نہیں ہے۔کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا۔اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا۔بعض اہل علم نے کہا کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھااور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر

اسلاف تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تاکہ اس کے عمل کا معلوم ہو سکے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو، اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔(فتح الباری-ابن حجر **270/2**)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف فیضی کے تمام اعتراضات غلط اور لغو ہیں۔ اور موصوف کے اختلافات کی سطح بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے،ایک فروعی اور فقہیہ مسئلہ کی آڑ میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالا گیا۔

الزام نمبر 21:

خطبہ عید کو نماز عیدین پر مقدم کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 271 پر لکھتے ہیں۔

بدعت برائے لعنت

نہ صرف یہ کہ مذکورہ بدعت نکالی تھی بلکہ عیدین کے خطبہ کو بھی نماز عیدین سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔
چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ.

''امام زھری فرماتے ہیں: اول شخص جس نے عید کی نماز سے قبل خطبہ کی بدعت نکالی وہ معاویہ ہے''۔

(فتح الباري ج ٣ ص ٢٧٨؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص ٣٣١)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

وروی عبد الرَّزَّاق عَن بن جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ (فتح الباری شرح صحیح البخاری 452/2)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مُعَاوِيَةُ».

(المصنف 284/3 رقم الحدیث: 5646)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''محدث عبد الرزاق'' کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح 641/2)

مذکورہ روایت میں عبدالرزاق طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اوران کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہیں۔

دوسری علت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے" ابن جریج"کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح 641/2)

مذکورہ روایت میں" ابن جریج: بھی طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں۔اور یہ روایت ابن جریج کی عن سے روایت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کے سند ضعیف ہے۔ صحابہ کے عمل پر بدعت کا اطلاق پر تو اہل سنت و جماعت میں تصانیف معروف و مشہور ہیں۔اس لیے بدعات لغوی کی آڑ لے کر صحابی پر طعن مردود ہے۔

دیگر روایات!

جناب معترض نے یک طرفہ روایات پیش کر کے جو الزامی سلسلہ چالایا ہوا، اگر اس کے برعکس کچھ مطالعہ کرلیں تو چند حقائق معلوم ہو جائیں گے۔

مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے.

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ. (مصنف عبدالرزاق: 5644)

يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ کہتے ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دینا عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کیا جب دیکھا کہ لوگ کم ہونے لگے ہیں۔

- یہی بات یوسف نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی بولی۔
- اور امام الزہری کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو شروع کیا.
- معمر کہتے ہیں ان کو پہنچا کہ عثمان اپنی خلافت کے آخری دور میں ایسا کرتے تھے۔
- ابن حجر فتح الباری ج2 ص450 میں لکھتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ عثمان بھی دیتے تھے۔

وَسَيَأْتِي فِي الْبَابِ الَّذِي بَعْدَهُ أَنَّ عُثْمَانَ فَعَلَ ذَلِكَ أَيْضًا لَكِنْ لِعِلَّةٍ أُخْرَى

اور آگے باب میں ہے کہ عثمان بھی ایسا کرتے تھے لیکن اس کی وجہ اور ہے۔

سن ۳۱ ہجری کا واقعہ ہے جو صحیح البخاری میں ہی ہے

حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ: أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتَّى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَأَوْصَى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ: «اسْتَخْلِفْ، قَالَ: وَقَالُوهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ، فَقَالَ: اسْتَخْلِفْ، فَقَالَ: عُثْمَانُ وَقَالُوا، فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ، قَالَ: فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرَ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ مجھے مروان بن حکم نے خبر دی کہ جس سال نکسیر پھوٹنے کی بیماری پھوٹ پڑی تھی اس سال عثمان رضی اللہ عنہ کو اتنی سخت نکسیر پھوٹی کہ آپ حج کے لیے بھی نہ جا سکے، اور (زندگی سے مایوس ہو کر) وصیت بھی کر دی، پھر ان کی خدمت میں قریش کے ایک صاحب گئے اور کہا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا یہ سب کی خواہش ہے، انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کسے بناؤں؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صاحب گئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حارث تھے،۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیں، آپ نے ان سے بھی پوچھا کیا یہ سب کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: لوگوں کی رائے کس کے لیے ہے؟ اس پر وہ بھی خاموش ہو گئے، تو آپ نے خود فرمایا: غالباً زبیر کی طرف لوگوں کا رجحان ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے علم کے مطابق بھی وہی ان میں سب سے بہتر ہیں اور بلاشبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں بھی ان میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (صحیح البخاری: 3717)

یعنی یہ خطبہ کو پہلے کرنے کا واقعہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیماری کی وجہ سے پیش آیا جس میں آپ حج پر نہ جا سکے اور اتنے بیمار ہوئے کہ وصیت تک کر دی۔ عقبة بن عمرو بن ثعلبة الخزرجي، أبو مسعود البدري کی وجہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ واقعہ دور عثمان کا ہے اور مدینہ کا ہے تو خطبہ عید دینا عثمان رضی اللہ عنہ کا کام ہے مروان کا نہیں ہے— مروان کا یہ کام کرنا بطور علت ہے جس کی وجہ نکسیر پھوٹنے کی بیماری ہے اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی۔

مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ. (المصنف 283/3، رقم: 5644)

یوسف بن عبد اللہ نے کہا جس نے عید کی نماز میں خطبہ پہلے کیا وہ عمر ہیں جب دیکھا کہ لوگ کم ہو گئے ہیں۔

تاریخ أبي زرعة الدمشقي میں ہے۔

حدثنا أبو زرعة قَالَ: حدثنا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ المقرىء قال: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: غَدَوْتُ مَعَ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّامٍ فِي يَوْمِ عيد، نقلت لَهُ: كَيْفَ كَانَتِ الصَّلَاةُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ؟ قَالَ: كَانَ يَبْدَأُ بالخطبة، قبل الصلاة.

(تاريخ أبي زرعة الدمشقي 528/1)

یحیی بن سعید نے کہا میں نے یوسف بن عبد اللہ بن سلام کے ساتھ عید کے دن پوچھا کہ عہد عمر میں عید کی نماز کیسی تھی؟ کہا عمر بن خطاب خطبہ دیتے نماز عید سے پہلے۔

سند میں کوئی ایسی علت نہیں کہ ان کو غیر صحیح قرار دیا جائے— معلوم ہوا کہ عموم یہ ہے کہ نماز پہلے پھر خطبہ دیا جاتا تھا لیکن کسی وجہ سے اس کو آگے پیچھے عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کیا ہے۔

الاوسط از ابن المنذر میں ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: ثنا حَجَّاجٌ قَالَ: ثنا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَابَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ كَانُوا يُصَلُّونَ ثُمَّ يَخْطُبُونَ، فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ عُثْمَانَ رَأَى أَنَّهُمْ لَا يُدْرِكُونَ الصَّلَاةَ خَطَبَ ثُمَّ صَلَّى۔ (الأوسط ج4 ص 270 - 273)

حضرت حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابی بکر کے دور میں عمر کے دور میں عثمان کے دور میں نماز ہوتی پھر خطبہ لیکن جب لوگ زیادہ ہوئے دور عثمان میں تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ نماز کو نہیں پاتے تو انہوں نے خطبہ کیا پھر نماز۔

یعنی لوگوں کو آتے آتے وقت لگتا اور نماز چھوٹ جاتی لہذا آسانی کی وجہ سے ہوا — بہر حال حسن بصری نے ان تمام ادوار کو نہیں دیکھا لہذا کسی نے ان کو خبر دی ہو گی اس کے بر عکس یوسف نے ان ادوار کو دیکھا ہے

کتاب الام میں شافعی نے جو روایت دی وہ ہے۔

أخبرنا الرَّبِيعُ قال أخبرنا الشَّافِعِيُّ قال أخبرنا إِبْرَاهِيمُ قال حدثني دَاوُدبن الْحُصَيْنِ عن عبد اللهِ بن يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ أَنَّ النبى صلى اللهُ عليه وسلم وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَبْتَدِئُونَ بِالصَّلَاةِ قبل الْخُطْبَةِ حتى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فَقَدَّمَ الْخُطْبَةَ.

رسول اللہ، ابو بکر عمر اور عثمان سب نماز کے بعد خطبہ عید دیتے لیکن جب معاویہ آئے تو انہوں نے خطبہ پہلے کر دیا۔

اس کی سند میں إبراهيم بن أبي يحيى الأسلمي ہے جو متروک الحدیث ہے۔

فتح الباری میں ابن حجر نے لکھا ہے۔

وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ عُثْمَانُ فَعَلَ ذَلِكَ أَحْيَانًا بِخِلَافِ مَرْوَانَ فَوَاظَبَ عَلَيْهِ فَلِذَلِكَ نُسِبَ إِلَيْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ مِثْلُ فِعْلِ عُثْمَانَ قَالَ عِيَاضٌ وَمَنْ تَبِعَهُ لَا يَصِحُّ عَنْهُ وَفِيمَا قَالُوهُ نَظَرٌ لِأَنَّ عَبْدَ الرَّزَّاقِ وبن أبي شيبة روياه جميعًا عَن بن عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری 452/2)

اور احتمال ہے اس طرح خطبہ پہلے کرنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی کبھی کیا ہے... اور روایت کیا گیا ہے کہ ایسا عمر نے بھی کیا ہے اور قاضی عیاضؒ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے کہا ہے یہ صحیح نہیں اس پر نظر ہے اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں دونوں نے اس کو.. یوسف بن عبد اللہ بن سلام کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

امام قرطبیؒ کی تحقیق!

امام أبو العبّاس أحمدُ بنُ الشیخ کتاب المفهم لما أشكل میں کہتے ہیں۔

وقد رُوِيَ أنَّ أوَّلَ مَنْ فعل ذلك عمر بن الخطّاب، وقيل: عثمان، وقيل: عمّار، وقيل: ابن الزبير، وقيل: معاوية رضی الله عنهم.... فإنْ صحَّ عن واحدٍ مِنْ هؤلاء أنَّه قدَّم ذلك فلعلَّه إنما فعل؛ لمَا رأى من انصرافِ الناسِ عن الخُطْبة، تاركين لسماعها مستعجلين،، أو ليدرك الصلاةَ مَنْ تأخَّر وبَعُدَ منزلُهُ.

اور روایت کیا گیا ہے سب سے عید کی نماز کرنا بھر خطبہ دینا عمر نے کیا اور کہا جاتا ہے عثمان نے کیا اور کہا جاتا ہے عمار نے کیا اور کہا جاتا ہے ابن زبیر نے کیا اور کہا جاتا ہے معاویہ نے کیا پس اگر یہ ان سب سے صحیح ہے جن کا ذکر کیا تو ہو سکتا ہے انہوں نے ایسا کیا ہو جب دیکھا کہ لوگ خطبہ پر جا رہے ہیں اور جلدی میں خطبہ نہیں سن رہے اور نماز میں دیر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی بیماری عام ہو یا کوئی اور وجہ ہو مثلا قحط وغیرہ تو ایسا کیا جا سکتا ہے.

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس پیش کردہ روایت سے استدلال باطل و مردود ہے۔ کیونکہ عیدین کے نماز سے قبل خطبہ کی بدعت کا اطلاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کرنا غلط ہے۔

خطبہ عیدین کو مقدم کرنے پر اعتراض!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 272 پر لکھتے ہیں۔

اِس سبّ وشتم اور لعنت کی خاطر خطبۂ عیدین کو نمازِ عیدین پر مقدم کرنے کی بدعت کا موجد کون تھا؟ آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ ہی تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان اور زیاد نے یہ بدعت نکالی تھی لیکن یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ صدر کے حکم کے بغیر گورنر اتنی بڑی تبدیلی کر سکتے ہیں؟ اوپر کے آرڈر کے بغیر ایسا ممکن ہی نہیں، اسی لیے قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اور الفاظ حافظ کے ہیں:

وَلَا مُخَالَفَةَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْأَثَرَيْنِ وَ أَثَرِ مَرْوَانَ ، لِأَنَّ كُلًّا مِنْ مَرْوَانَ وَزِيَادَ كَانَ عَامِلًا لِمُعَاوِيَةَ ، فَيُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهُ ابْتَدَأَ ذٰلِكَ وَتَبِعَهُ عُمَّالُهُ.

''اِن دونوں قولوں اور اثرِ مروان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ مروان اور زیاد دونوں معاویہ کے گورنر تھے، لہٰذا اس بدعت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی ابتدا معاویہ نے کی تھی اور اُس کے گورنروں نے اس کی پیروی کی تھی''۔

(فتح الباري ج٣ ص٢٧٨؛ إكمال المعلم ج٣ ص٢٩٠)

تبصرہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو مروان اور ابن سیرین کے اثر پر تبصرہ کیا ہے اس پر کلام پیش کیا جائے گا۔

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ ابن المنذر کے حوالہ سے جو ابن سیرین کا قول ہے کہ صلوٰۃ العید سے قبل سب سے پہلے خطبہ زیاد بن ابوسفیانؓ نے بصرہ میں دیا تھا۔ اس قول کی سند موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس سے استدلال مناسب نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض سند ثابت ہو جائے تو بدعتِ لغوی کی آڑ میں اعتراض فضول اور باطل ہے۔ بدعت کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے کتب لکھی گئی ہیں۔ خاص طور پر میلاد پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کریں۔

مروان کا خطبہ عید کو صلوۃ پر مقدم کرنا بدعت تھا؟

صحیح بخاری میں مروی ہے۔

-حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ وَالأَضْحَى إِلَى المُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلاَةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ، وَيُوصِيهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ» قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: «فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ -وَهُوَ أَمِيرُ المَدِينَةِ- فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا المُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ، فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلاَةِ»، فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللَّهِ، فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ: «قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ»، فَقُلْتُ: مَا أَعْلَمُ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا لاَ أَعْلَمُ، فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ»

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 452/2)

جبکہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن (مدینہ کے باہر) عید گاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ ﷺ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لیے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر قائم رہے لیکن معاویہ کے زمانہ میں مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحی کی نماز کے لیے نکلا ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لیے) چڑھے اس لیے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم ﷺ کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ

اے ابوسعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابوسعید نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لیے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔

احادیث کی کتب میں ایسی کئی روایات موجود ہیں جن میں اس فعل کو سب سے پہلے کرنے کی بابت دوسرے کئی حضرات کے بھی نام آتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروقؓ کا عمل!

مصنف عبدالرزاق الجزالثالث، باب اول من خطب ثم صلیٰ رقم الحدیث ۵۶۴۴ میں تصریح موجود ہے کہ عیدالفطر کی صلوۃ سے قبل جنہوں نے سب پہلے خطبہ دیا وہ سیدنا عمر بن خطابؓ تھے.

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، لَمَّا رَأَى النَّاسَ يَنْقُصُونَ فَلَمَّا صَلَّى حَبَسَهُمْ فِي الْخُطْبَةِ». (المصنف عبد الرزاق 283/3)

مصنف ابن ابی شیبہ تحت رخص ان یتخطب قبل الصلوٰۃ میں تصریح موجود ہے۔

حَدَّثنا عَبْدَةُ بْنَ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَبْدَؤُونَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ يُثَنُّونَ بِالْخُطْبَةِ، حَتَّى إِذَا كَانَ عُمَرُ وَكَثُرَ النَّاسُ فِي زَمَانِهِ، فَكَانَ إِذَا ذَهَبَ لِيَخْطُبُ ذَهَبَ جُفَاةُ النَّاسِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عُمَرُ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ حَتَّى خَتَمَ بِالصَّلَاةِ. (المصنف 221/4، رقم الحدیث: 5806-5734)

سیدنا عثمان غنیؓ کا عمل!

جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری الجز الثانی تحت کتاب العیدین صفحہ ۴۵۵ میں لکھتے ہیں:

وَقِيلَ بَلْ سَبَقَهُ إِلَى ذَلِكَ عُثْمَانُ وروى بن الْمُنْذِرِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ أَوَّلُ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ عُثْمَانُ صَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ خَطَبَهُمْ يَعْنِي عَلَى الْعَادَةِ فَرَأَى نَاسًا لَمْ يُدْرِكُوا الصَّلَاةَ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری 452/2)

ابن ابی شیبہ نے بھی اس قول کی سند نقل کی ہے۔

السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ الْحَسَنَ: مَنْ أَوَّلُ مَنْ خَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ صَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ خَطَبَهُمْ فَرَأَى نَاسًا كَثِيرًا لَمْ يُدْرِكُوا الصَّلَاةَ، فَفَعَلُوا ذَلِكَ».

(المصنف فی الأحادیث والآثار 270/7 ،رقم الحدیث: 35986)

کہ ابن منذر نے حسن بصری سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ صلوۃ سے قبل سب سے پہلے جس نے خطبہ دیا وہ سیدنا عثمانؓ تھے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کا عمل!

امام احمد بن حنبل روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، مَوْلَى آلِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، فِي يَوْمِ الْعِيدِ يَقُولُ حِينَ " صَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَامَ يَخْطُبُ النَّاسَ: أَيُّهَا النَّاسُ، كُلًّا كَذَا سُنَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔(مسند الإمام أحمد بن حنبل 33/26 ،رقم الحدیث: 16108)

جبکہ مسند احمد کی روایت کے تحت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ صلوۃ العید سے قبل یا بعد میں دونوں مواقع پر خطبہ دینے کو سنت رسول ﷺ جانا کرتے تھے۔(جلد ۱۲، رقم الحدیث ۱۶۰۵۳)

محدث ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ، حَدَّثنا أَبِي، عن عَاصِمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ ابنُ الزُّبَيْرِ.(المصنف 124/20 ،رقم الحدیث: 38500 - 36906)

سوم معترض کیا فرماتے ہیں کیا مروان کے ساتھ ساتھ وہ سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا معاویہؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ پر بھی اس بدعت کے اجراء کا الزام لگائینگے۔

خیر القرون کے افراد کے فقہی اجتہادات کو بدعت کے زمرے میں پیش کرنے والے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے اس اجتہاد کو کیا بدعت کہنے کی جرات کر سکتے ہیں جس کے تحت انہوں نے صلوۃ العید میں اذان واقامت کہلائی۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد دوم میں "واختلف فی اول من احداث الاذان فیھا" کے تحت لکھتے ہیں کہ

" وروی بن الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ "

اور صحیح بخاری کی ہی روایت سے ابن حجر کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ

قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الفِطْرِ، إِنَّمَا الخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ»

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 453/2)

"سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو کہلا بھیجا کہ عیدالفطر کے دن صلوٰۃ کے لئے اذان نہیں ہے اور خطبہ صلوٰۃ کے بعد ہوتا ہے (صحیح البخاری، کتاب العیدین)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جناب فیضی صاحب کے پاس نام نہاد یک طرفہ تحریر کے علاوہ کچھ نہیں، کیونکہ صحابہ کرام کی بدعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اہل سنت کے اکابرین نے اس پر واضح تحریر لکھیں ہیں۔ اس لیے موصوف کا اعتراض فضول اور مردود ہے۔

الزام نمبر 22:

مساجد کے منبروں پر سب و شتم اور لعنت کرنا کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 272 پر لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بعض علماء نے بنوامیہ کے اِس عمل کا مقصد یہ بیان کیا ہے اور اِسی پر اتفاق کیا ہے کہ بنوامیہ نے دونوں خطبوں میں اُن ہستیوں پر لعنت بھیجنے کی بدعت نکال لی تھی جن پر لعنت بھیجنا جائز نہیں تھا، پس جونہی نماز مکمل ہوتی تو لوگ دوڑ لگا دیتے اور اُنہیں تنہا چھوڑ جاتے، سو اِس لیے اُنہوں نے خطبہ کو مقدم کر دیا''۔

(إكمال المعلم ج٣ ص ٢٩٠)

تبصرہ:

جناب معترض کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سب و شتم کے الفاظ کیا تھے؟ کسی روایت میں واضح نہیں ہے۔ خود جناب فیضی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ادب و تعظیم کرنے کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ بات عیاں ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کے حامی ہوتے تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت و فضیلت کے قائل نہ ہوتے۔

جناب قاری فیضی صاحب اپنی کتاب شرح خصائص علی ص 938 پر جو لکھتے ہیں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

کچھ حضرت معاویہ کے بارے میں

جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے اس کی روشنی میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت معاویہ مجموعی طور پر اسلام کے خیر خواہ تھے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ان کے دل میں ایک عظمت اور فضیلت موجود تھی مگر وہ اس کا اظہارِ عام نہیں کرتے تھے، البتہ شاذ و نادر موقعوں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کسی وفادار ساتھی یا اپنے ہی کسی ہم راز کے سامنے ان کے علم و زہد وغیرہ کا اعتراف یا اظہار کر دیتے تھے، جیسا کہ حضرت ضرار صدائی سے فرمائش کر کے عظمتِ مرتضوی سنی تھی اور سننے کے بعد کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ علی پر رحمت فرمائے وہ ایسے ہی تھے۔ یا جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے بعد رو پڑے تھے تو ان کی زوجہ نے کہا تھا: اب روتے ہو،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان کا اعتراف!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو متعدد مقامات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان کا اعتراف کیا ہے۔
علامہ ابن عبد البر روایت نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ: رحم الله أَبَا الْحَسَن، كَانَ والله كذلك، فكيف حزنك عَلَيْهِ يَا ضرار؟۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب 1107/3)

محدث ابن عساکر ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

وقد اختنق القوم بالبكاء فقال هكذا كان أبو الحسن رحمه الله فكيف وجدك عليه يا ضرار (تاریخ دمشق 401/24)

ایک دفعہ ضرار ہمدانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کی جسے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور حضرت ضرار ہمدانی کی باتوں کی تصدیق کی۔

علامہ ابو العباس القرطبیؒ کا بیان!

علامہ ابو العباس القرطبیؒ لکھتے ہیں۔

قلت: وهذا الحديث: يدل على معرفة معاوية بفضل علي. رضي الله عنه. ومنزلته، وعظيم حقه، ومكانته، وعند ذلك يبعد على معاوية أن يصرح بلعنه وسبه؛ لما كان معاوية موصوفًا به من الفضل والدين، والحلم، وكرم الأخلاق، وما يروى عنه من ذلك فأكثره كذب لا يصح. وأصح ما فيها قوله لسعد بن أبي وقاص: ما يمنعك أن تسب أبا التراب؟ وهذا ليس بتصريح بالشيء؛ وإنَّما هو سؤال عن سبب امتناعه ليستخرج ما عنده من ذلك، أو من نقيضه، كما قد ظهر من جوابه، ولما سمع ذلك معاوية سكت، وأذعن، وعرف الحق لمستحقه.

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت اور ان کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھے۔ جب یہ صورت حال ہے کہ تو پھر ان کی طرف سے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صراحتاً سب وشتم کرنے کے حوالے سے ان کے بارے میں جو کچھ مروی ہے اس کا زیادہ تر حصہ جھوٹ اور غیر صحیح ہے۔اس میں سب سے زیادہ صحیح ان کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کا مذکورہ بالا ارشاد ہے۔ مگر وہ سب وشتم میں صریح نہیں ہے۔وہ اس بارے میں محض ایک سوال تھا کہ ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب وشتم دینے سے کون سے چیز مانع ہے؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کا جواب سنا تو پر سکون ہو کر اپنا سر جھکا لیا اور سمجھ گئے کہ حق حقدار کو ملا ہے۔ (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم 30/20)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمت کا اقرار!

صحابی رسول ﷺ حضرت سیدنا جابر ؓ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي نا عبد الله بن ناجية نا أبو عمرو عثمان بن عبد الله بن عمرو بن عثمان العثماني نا ابن لهيعة قال سمعت أبا الزبير عن جابر قال كنا عند معاوية فذكر علي أحسن ذكره وذكر أبيه وأمه ثم قال وكيف لا أقول هذا لهم هم خيار خلق الله وعنده بنيه أخيار أبناء أخيار.

''ہم معاوِیہ ؓ کے پاس تھے،انہوں نے سیدنا علی ؓ کا ذکر اچھے انداز میں کیا، پھر کہا میں اس طرح کیوں نہ کہوں جبکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین شخص تھے،ان کے گھر میں نبی کریم ﷺ کا جگر گوشہ تھا،وہ بہترین نسب کے حامل تھے۔'' (تاریخ دمشق 415/42)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شان وفضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے۔اس لیے منبر پر سب وشتم بمعنی گالیاں یا تنقیص کرنے کا کیا جواز ہو سکتا تھا؟اس کی سند اگرچہ کمزور مگر فضائل میں منکر تو جناب فیضی صاحب بھی نہیں ہیں۔اس لیے اس سے احتجاج دیگر روایات کی روشنی میں جائز ہے۔

الزام نمبر 23:

یزید کی ولی عہدی میں قرآن وسنت اور خلفاء راشدین کی خلاف ورزی کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 273 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی تقرری سنت یا بدعت؟

علماءِ حدیث کا کہنا ہے کہ اور تو اور مسلم امہ پر ظالم ملوکیت کا تسلط بھی سنتِ نبوی ﷺ میں تبدیلی کی وجہ سے ہوا، اور اس کا ارتکاب بھی اُسی شخص سے ہوا جسے "وَاهْدِ بِهِ" کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی عاصم لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِيْ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ أُمَيَّةَ.

"اول شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا بنوامیہ سے ہوگا"۔

(الأوائل لابن أبي عاصم ص ٧٧ حديث ٦٣؛ المصنف لابن أبي شيبة ج ١٩ ص ٥٥٤، ٥٥٥ حديث ٣٧٠٢٧)

امام سیوطی کی "الجامع الصغیر" میں یہ حدیث "يُغَيِّرُ" کی بجائے "يُبَدِّلُ" کے لفظ سے ہے۔ علامہ البانی نے وہاں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(صحيح الجامع الصغير للألباني ٥٠٤ حديث ٢٥٨٢؛ جمع الجوامع للسيوطي ج ٣ ص ٢٥٥ حديث ٨٨١٩)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن ابی عاصم روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ ثنا أَبِي ثنا عَوْفٌ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مَخْلَدٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ لِيَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ» (الأوائل لابن أبي عاصم **78/1**)

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي خَلْدَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلى اللهُ عَلَيهِ وسَلمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ.

(المصنف 156/20، رقم الحدیث: 37027-38623)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت کی سند قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں عوف بن أبي جميلة شیعہ اور قدری راوی ہے۔

- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

كانت فيه بدعتان: كان قدريًا، وكان شيعيًا. (العلل: 2913)

- محدث بندار فرماتے ہیں۔

وقال بندار -وهو يقرأ لهم حديث عوف: والله لقد كان عوف قدريا رافضيا شيطانا.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال 305/3)

- ابن سعد فرماتے ہیں۔

وَكَانَ يَتَشَيَّعُ». (الطبقات الكبرى 258/7)

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

ثقة رمي بالقدر وبالتشيع. (تقريب التهذيب 433/1)

- محدث عقیلی نقل کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن أحمد قال سمعت بندار وهو يقرأ علينا حديث عوف فقال يقولون عوف والله لقد كان عوف قدريا رافضيا شيطانا. (ضعفاء العقيلي 429/3)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی مہاجر ابن مخلد کی روایت متابعت کی بغیر قبول نہیں ہوتی۔اس لیے ابن حجر عسقلانی نے اسے مقبول لکھا ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

مقبول۔(تقریب التہذیب 548/1)

- علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

لینہ وھیب بن خَالِد. (المغنی فی الضعفاء 680/2)

- محدث ابو حاتم لکھتے ہیں۔

لین الحدیث،لیس بذاك،ولیس بالمتین،شیخ یکتب حدیثه.(الجرح والتعدیل 262/8)

محدث عقیلی فرماتے ہیں۔

قال کان وھیب بن خالد یعیب المھاجر أبا مخلد ویقول لا یحفظ وھو الذی روی عنه عوف وعبد الوھاب الثقفی.(ضعفاء العقیلی 208/4)

محدثین کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مہاجر ابن مخلد کی روایات بغیر متابعت کے قابل قبول نہیں ہوتی اور ساتھ متکلم فیہ راوی بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ اس میں ضعیف اور شیعہ راوی ہیں۔جب حمصی راوی کی روایت موصوف کی تحقیق کے مطابق موضوع ہوسکتی ہے تو صحابہ کرام کے خلاف کوفیوں اور شیعہ راوی کی روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سنت کی تبدیلی کاالزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 275-274 پر لکھتے ہیں۔

لیکن بادی النظر میں ''یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ'' کا تفسیری جملہ مدرج معلوم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو کچھ محدثین نے نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ امام ابن عدی جیسے ماہر محدث کے کلام سے بھی یہ تأثر ملتا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اور نہ ہی یہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں بلکہ یہ کسی اور شخص نے اپنی طرف سے وضاحتاً شامل کر دیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَ فِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ مُفَسَّرًا زَادَ يُقَالُ لَهُ : يَزِيْدُ.

''بعض روایات میں وضاحتی اضافہ ہے کہ اُس کو یزید کہا جائے گا''۔

(الكامل في ضعفاء الرجال ج٤ ص٩٧)

بعد میں اِن الفاظ کے شامل کرنے کی اہم دلیل ایک اور حدیث سے ملتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جب یزید بن ابوسفیان شام پر امیر تھا تو مسلمانوں نے ایک جنگ کی، اُس میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اُس میں ایک خوبصورت لڑکی تھی جو کسی مسلمان کے حصہ میں آئی۔ یزید بن ابوسفیان نے اُس کو اپنے پاس منگوالیا، اُن دِنوں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے، اُس شخص نے اُن کے ہاں شکایت کی تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اُس کی مدد کے لیے یزید بن ابی سفیان کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ وہ لونڈی اس شخص کو واپس کر دو۔ یزید نے پس و پیش سے کام لیا تو اُنہوں نے فرمایا: اگر تم پس و پیش ایسا کرتے ہو تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِيْ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ أُمَيَّةَ.

پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنوامیہ سے ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ چل دیے تو یزید بن ابی سفیان اُن کے پیچھے گیا اور کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس پر یزید نے وہ لونڈی اُس شخص کو لوٹا دی''۔

(تاريخ دمشق ج٦٥ ص٢٥٠؛ إتحاف الخيرة المهرة ج٦ ص٤٠٨ حديث ٦١٦٠)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو سهل محمد بن إبراهيم أنا أبو الفضل الرازي أنا جعفر بن عبد الله نا محمد بن هارون نا محمد بن بشار نا عبد الوهاب نا عوف ثنا مهاجر أبو مخلد حدثني أبو العالية حدثني أبو مسلم قال غزا يزيد بن أبي سفيان بالناس فغنموا فوقعت جارية نفيسة في سهم رجل فاغتصبها يزيد فأتى الرجل أبا ذر فاستعان (2) به عليه فقال له رد على الرجل جاريته فتلكأ عليه ثلاثا فقال إني فعلت ذاك لقد سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد فقال له يزيد بن أبي سفيان نشدتك بالله أنا منهم قال لا قال فرد على الرجل جاريته. (تاریخ دمشق 250/65)

حافظ ابن حجر عسقلانی روایت لکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: ثَنَا هوذة بن خليفة، عن عوف، عن (أَبِي خَالِدٍ) عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: "لَمَّا كان زمن يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَمِيرًا بِالشَّامِ قَالَ: غزا المسلمون فسلموا وغنموا، فَكَانَ فِي غَنِيمَتِهِمْ جَارِيَةٌ نَفِيسَةٌ، فَصَارَتْ لِرَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ يَزِيدُ فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، وأبو ذَرٍّ يَوْمَئِذٍ بِالشَّامِ قَالَ: فَاسْتَعَانَ الرَّجُلُ بِأَبِي ذَرٍّ عَلَى يَزِيدَ فَانْطَلَقَ مَعَهُ، فَقَالَ لِيَزِيدَ: رُدَّ عَلَيْهِ جَارِيَتَهُ. فَتَلَكَّأَ ثلاث مرار، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يَتْرُكُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. قَالَ: ثُمَّ وَلَّى عَنْهُ. فَلَحِقَهُ يَزِيدُ فَقَالَ: أُذَكِّرُكَ بِاللَّهِ أَنَا هُوَ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ لَا، وَرَدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتِهِ".

(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة 188/5)

جناب کو یہ نہیں معلوم کہ یزید بن معاویہ اور یزید بن ابی سفیان میں فرق ہے؟

یزید بن ابی سفیان تو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول صحابی رسول یزید بن ابی سفیان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے۔

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں صحابی یزید بن ابی سفیان پر بھی انتہائی گھناؤنا الزام لگایا گیا ہے اور وہ یہ کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان نے (معاذاللہ) کسی اور کی لونڈی کو زبردستی چھین لیا اور جب انہیں یزید سے متعلق حدیث رسول سنائی گئی تو انہوں نے غصب کردہ لونڈی واپس کی۔

روایت کے مذکورہ کی تمام اسانید سے معلوم ہوتا کہ ابوالعالیہ اور ابوذر کے بیچ سے ایک رواى ساقط ہے۔

دوسری علت:

عبدالوہاب کے علاوہ تمام رواۃ نے اس سند کو انقطاع کے ساتھ بیان کیا ملاحظہ ہو:

صرف عبدالوہاب نے وصل کیا ہے اور یہ گرچہ ثقہ ہیں لیکن ان کے حافظہ پر جرح ہوئی ہے

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

عبد الوهاب بن عبد المجيد الثقفي. ويكنى أبا محمد. وكان ثقة وفيه ضعف

(.الطبقات لابن سعد: 7/ 212)

اور اخیر عمر میں ان کا حافظہ اس حد تک خراب ہو گیا تھا کہ یہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ثقة تغير قبل موته بثلاث سنين

(تقریب التھذیب لابن حجر: رقم 1/ 284)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

كان عبد الوهاب الثقفي قد اختلط بآخرة(تاریخ ابن معین: 4/ 106)

یعنی امام ابن معین اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صرف اختلاط کی جرح کی لیکن یہ نہیں کہا کہ انہوں نے اختلاط کے بعد کچھ روایت نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ عبدالوہاب ثقہ ہونے کے باوجود متکلم فیہ تھے۔

تیسری علت:

ان کے وصل والی روایت کے ہوتے ہوئے بھی بہت سارے محدثین نے ان زیر بحث روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

- ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:

رواہ عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أنا مسلم (تاریخ دمشق لابن عساکر: 18/ 160)

- امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس سند میں ابو مسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

أخرجه الروياني في مسنده، عن بندار، وروی من وجه آخر، عن عوف، وليس فيه أبو مسلم. (تاریخ الإسلام للذهبي ت تدمري 5/ 273)

- امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اس سند کو منقطع قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وفي هذا الإسناد إرسال بين أبي العالية وأبي ذر. (دلائل النبوة للبيهقي: 6/ 467)

- امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس سند پر انقطاع ہی کا حکم لگایا ہے چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عساکر کی مذکورہ روایت اور اس جیسی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد أورد ابن عساكر أحاديث في ذم يزيد بن معاوية كلها موضوعة لا يصح شيء منها وأجود ما ورد ما ذكرناه على ضعف أسانيده وانقطاع بعضه

(البداية والنهاية 8/ 231)

یعنی ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عساکر میں موجود یزید کی مذمت کرنے والی تمام روایات کو مردود قرار دیا ہے ان میں زیر بحث روایت بھی ہے۔

نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کے کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ سے تضعیف کا قول نقل کیا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و کذا رواہ البخاری فی التاریخ وأبو یعلی عن محمد بن المثنی عن عبد الوھاب ثم قال البخاری والحدیث معلول(البدایۃ والنھایۃ 8/ 231)

- ابن طولون نے بھی ابن کثیر رحمہ اللہ کے حوالہ سے امام بخاری کی تضعیف نقل کرتے ہوئے کہا:

قال البخاری : ((والحدیث معلول(قید الشرید لابن طولون ص38)

- امام بخاري رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنی محمد، قال: حَدَّثَنَا عَبد الوھاب قال: حدثنا عوف عن المھاجر بن مخلد: ،قال : حَدَّثَنَا أبو العالیۃ ,قال: وحدثنی أبو مسلم قال: کان أبو ذر بالشام وعلیھا یزید بن أبی سفیان فغزا الناس فغنموا.والمعروف أن أبا ذر کان بالشام زمن عثمان وعلیھا معاویۃ ومات یزید فی زمن عُمَر ولا یعرف لأبی ذر قدوم الشام زمن عُمَر رضی اللہ عنہ (التاریخ الأوسط للبخاري 1/ 397)

- یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول صحابی رسول یزید بن ابی سفیان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے اور عہد فاروقی ہی میں وفات پاگئے اور عہد فاروقی میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا شام آنا ثابت ہی نہیں ہے اور زیر بحث روایت میں اسی دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو شام میں بتلایا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ انہوں نے شام میں صحابی رسول یزید بن ابی سفیان کو زیر بحث حدیث سنائی۔

- امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ اشکال پیش کیا ہے کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان جن دنوں شام کے امیر تھے ان دنوں ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے ہی نہیں کیونکہ یہ تو عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام آئے اور صحابی رسول یزید بن ابی سفیان شام میں صرف حضرت ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنھم کے دور تک زندہ تھے چنانچہ:

- امام بیھقي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: يزيد بن أبي سفيان كان من أمراء الأجناد بالشام في أيام أبي بكر وعمر .لكن سميه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو- والله أعلم- وفي هذا الإسناد إرسال بين أبي العالية وأبي ذر(.دلائل النبوة للبيهقي/ 467)

یعنی صحابی رسول یزید بن سفیان تو ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں لشکر شام کے امیر ہوا کرتے تھے (اور اس دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ شام آئے ہی نہیں) ۔

امام بیہقی نے جو یہ کہا:

لکن سميه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو- والله أعلم (دلائل النبوة للبيهقي/ 467)

عرض ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ تمام تر روایات میں یزید بن ابی سفیان ہی کی صراحت ہے، نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس حدیث میں لونڈی غصب کرنے کا جو واقعہ ہے وہ یزید بن معاویہ کا واقعہ ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے جب ایک لونڈی غصب کی تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث سنادی لیکن جب انہوں نے مسند خلافت غصب کی کما یقال تو اس وقت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث لوگوں کو کیوں نہ سنائی گئی کیونکہ ظاہر ہے یہ واقعہ پیش آنے کے بعد یہ حدیث کئی لوگوں کے علم میں آچکی ہو گی۔

نیز اسی حدیث میں ہے کہ یزید نے جب ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ میں ہوں تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لہٰذا اگر یہ واقعہ یزید بن معاویہ کا ہے تب تو بتصریح ابوذر رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ اس کے مصداق ہیں ہی نہیں ہے۔

الغرض یہ کہ امام بخاری وامام بیہقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق شام میں ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ملے ہی نہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی اسی تحقیق کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی برضاء ورغبت نقل کیا ہے۔

چوتھی علت:

محدثین کرام نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے۔

(1) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلول بھی کہا ہے:

(التاریخ الأوسط للبخاري 1/ 397، البدایۃ والنھایۃ 8/ 231)

(2) امام ابن عدي رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے۔

(الکامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 4/ 97)

واضح رہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعفاء میں اس روایت کو نقل کرکے یہ بھی فرمایا:

وفی بعض الأخبار مفسرا زاد. یقال له: یزید

یعنی بعض روایات میں رجل کی اس وضاحت کے ساتھ اضافہ ہے کہ اس آدمی کو یزید کہا جائے گا۔

(الکامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 4/ 97)

یہ اضافہ زیر بحث روایت ہی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے سامنے ہر طرح کی روایات تھیں اس کے باوجود بھی امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔

(الذخیرۃ في الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: 1/ 540)

(3) امام بیھقي رحمہ اللہ نے اسے منقطع قرار دیا ہے، اور اس کے متن کو بھی منکر بتلایا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیھقي: 6/ 467)

واضح رہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ حدیث پر حکم لگاتے وقت حدیث کے دیگر طرق کو بھی پیش نظر رکھتے تھے لیکن یہاں پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے منقطع قرار دیا گویا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت اصلا منقطع ہی ہے۔

(4) امام ابن القیسراني رحمہ اللہ نے ابن عدی کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

لم یذکر علیه کلاما. وأورده فی ذکر أبي العالیة، وکأنه استنکره، فذکره

امام ابن عدی نے اس پر کوئی کلام ذکر نہیں کیا ہے اور ابو العالیہ کے تذکرہ میں اسے ذکر کیا ہے گویا کہ آپ نے اسے منکر مان کر ذکر کیا ہے۔ (الذخیرۃ في الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: 1/ 540)

(5) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، (البدایۃ والنھایۃ 8/ 231)

(6)امام سیوطی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے.

(الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر 1/ 244)

واضح رہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ شواہد اور دیگر اسناد کے پیش نظر روایات کو حسن قرار دینے میں معروف ہیں لیکن اس کے باجود بھی یہاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے ضعیف قرار دیا گویا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔

(7)حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کو نقل کرنے کے بعد سند میں ابو مسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

رواه معاوية بن هشام، عن سفيان، عن عوف، فلم يذكر بين أبي العالية وأبي ذر أحدا.

اس روایت کو معاویہ بن ہشام نے سفیان عن عوف کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابوالعایہ اور ابوذرر رضی اللہ عنہ کے بیچ کسی کو ذکر نہیں کیا.(إتحاف المهرة لابن حجر: 14/ 224)

(8)امام ذهبي رحمہ اللہ نے بھی زیر بحث روایت کی سند میں ابو مسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

أخرجه الروياني في مسنده، عن بندار، وروى من وجه آخر، عن عوف، وليس فيه أبو مسلم.

اسے امام رویانی نے مسند میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں ابو مسلم کا ذکر نہیں ہے،(تاريخ الإسلام للذهبي ت تدمري 5/ 273)

(9)امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:

رواه عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أنا مسلم

اسی روایت کو عبدالوھاب الثقفی نے بھی عوف عن أبي مھاجر عن أبي العالیۃ عن أبي مسلم عن أبي ذر کے طریق سے روایت کیا اس میں اس نے ابو مسلم کا اضافہ کر دیا ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 18/ 160)

امام ابوالقاسم بغوي رحمہ اللہ نے کہا:

بلغني أن أبا ذر كان ينزل المدينة فلما قتل عمر رضى الله عنه تحول إلى الشام ثم قدم المدينة على عهد عثمان رضى الله عنه

مجھ تک یہ بات پہونچی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں قیام کیا کرتے تھے لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ شام منتقل ہو گئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں دوبارہ شام میں آئے۔(معجم الصحابة للبغوي 1/ 533)

امام بغوی رحمہ اللہ کے اس قدیم قول سے معلوم ہوا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی شام منتقلی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کے بعد نہیں بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئی،اس قدیم حوالے کے بہت عرصہ بعد پیدا ہونے والے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا حوالہ قطعا غیر مسموع ہے۔

خود ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اسی کتاب میں یہ بھی کہا کہ :

له حديث واحد، أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول: الجائر من الولاة تلتهب به النار التهابًا، فى حديث ذكره اختصرته، رواه عنه أبو هلال مُحَمَّد بن سليم الراسبى، ذكره ابن أبي شيبة وغيره.(الِاستیعاب لابن عبدالبر: 1/ 172)

بشر بن عاصم کی ایک روایت ہے جس میں اس نے اللہ کے نبی ﷺ سے سنا ہے یہ روایت کرتا ہے کہ ''والیوں میں سے جو ظالم ہو گا وہ آگ میں بری طرح جلے گا'' یہ اس کی روایت کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے میں نے مختصر ذکر کیا ہے۔اس سے اس روایت کو ابو ہلال محمد بن سلیم راسبی نے بیان کیا ہے،اسے امام ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ وغیرہ کی جس روایت کو مختصرا نقل کیا ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ ہی میں تھے نہ کہ شام میں۔

ابن ابی شیبہ کی یہ روایت (مسند ابن أبي شيبة:2/ 87) میں ہے۔

نیزاسی روایت کو عبد بن حمید نے دوسری سند سے روایت کیا ہے.
(المنتخب من مسند عبد بن حمید ت صبحي السامرائي ص: 160 رقم 430)
نیز امام بیہقی رحمہ للہ نے اسے ایک تیسری سند سے روایت کیا ہے (. شعب الإیمان 9/ 487)
نیز امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے ایک چوتھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے.
(المعجم الکبیر للطبراني 2/ 38- 39 رقم 1219)
اس کے علاوہ اس کی اور بھی سندیں اور طرق ہیں۔ بلکہ یہ رویات مسند رویانی میں بھی ہے جیسا کہ ابن المبرد الحنبلي نے ''محض الصواب فی فضائل أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب'' میں ذکر کیا ہے۔
معلوم ہوا کہ امام ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعلق امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے دو متضاد باتیں ذکر کی ہیں۔ ایک جگہ بغیر کسی حوالہ کے یہ ذکر کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد یہ شام چلے گئے اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں واپس آئے جب کہ دوسری جگہ ایسی روایت کا حوالہ دیا جس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں بتلایا گیا ہے۔
ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد ہی ابوذر رضی اللہ عنہ کے شام جانے سے متعلق ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جو بات کہی ہے وہ بے سند و بے حوالہ ہے جبکہ دیگر باسند روایات میں یہ ملتا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں ہی تھے۔ اس سلسلے کی ایک روایت کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے۔
امام أبو بکر محمد بن الحسین الآجُرّيُّ رحمہ اللہ نے کہا:

حدثنا أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبد الحميد الواسطي قال: حدثنا هارون بن عبد الله البزاز قال: حدثنا سيار بن حاتم قال: حدثنا جعفر بن سليمان قال: حدثنا المعلى بن زياد, عن الحسن قال: بينما عمر بن الخطاب رضي الله عنه آخذا بيد أبي ذر رحمه الله إذ غمزها , فقال له أبو ذر: مه يا قفل الإسلام أوجعتني فقال: ما هذا يا أبا ذر؟ فقال: يا أمير المؤمنين, تذكر يوم كذا وكذا؟ يذكره إذ أقبلت فأشرفت على الوادي؛ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لن تصيبكم فتنة ما كان هذا بين أظهركم» فأنت قفل الإسلام يا عمر .(الشريعة للآجري: 4/ 1911 رقم 1388)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے کہا:

أخبرنا أبو غالب وأبو عبدالله ابنا البنا قالا أنا أبو الحسين بن الآبنوسی أنا أبو الطيب عثمان بن عمرو بن المنتاب نا يحيى بن محمد بن صاعد نا الحسين بن الحسن بن حرب نا ابن المبارك أنا رشدين بن سعد عن عبدالله بن الوليد عن وائل المدنی أنه حدث عن نجدة وكان مولى لعمر بن الخطاب عن عمر أنه كان فی سوق المدينة يوما فطأطأ رأسه فأخذ شق تمرة فمسحها من التراب ثم مر أسود عليه قربة فمشى إليه عمر وقال اطرح هذه فی فيك فقال له أبو ذر ما هذه يا أمير المؤمنين قال هذه أثقل أو ذرة قال بل هذه أثقل من ذرة قال فهل فهمت ما أنزل الله فی سورة النساء {إن الله لا يظلم مثقال ذرة وإن تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه أجرا عظيما} كان بدء الأمر مثقال ذرة وكان عاقبته أجرا عظيما(تاریخ دمشق لابن عساکر: 44/ 314)

ان دونوں روایات میں ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ اے امیر المؤمنین، اس سے پتہ چلا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہی تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

أخبرنا يزيد بن هارون قال: أخبرنا أبو أمية بن يعلى عن سالم أبي النضر قال: لما كثر المسلمون فی عهد عمر ضاق بهم المسجد فاشترى عمر ما حول المسجد من الدور ....فجاء يقوده حتى أدخله المسجد فأوقفه على حلقة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم أبو ذر فقال: إنی نشدت الله رجلا سمع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يذكر حديث بيت المقدس حين أمر الله داود أن يبنيه إلا ذكره.فقال أبو ذر :أنا سمعته من رسول الله-صلى الله عليه وسلم (الطبقات لابن سعد: 4/ 15)

ان تمام روایات میں اس بات کا ذکر ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں ہی تھے یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن باسند ہیں جبکہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی ذکر دہ بات بے سند و بے اصل

ہے لہٰذا یہ باسند روایات ابن عبدالبر کی ذکر کردہ بے سند بات سے زیادہ قوی ہیں۔اور زیادہ قوی ضعیف روایات کو بے اصل یا کم قوی روایات کے خلاف پیش کیا جاسکتا ہے.

دیگر سندوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ میں تھے۔

امام حمیدی رحمہ اللہ نے کہا:

ثنا سُفْيَانُ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، وَحَكِيمُ بْنُ جُبَيْرٍ، سَمِعَاهُ مِنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ أَخْوَالِهِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْحَوْتَكِيَّةِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ حَاضَرَنَا يَوْمَ الْقَاحَةِ إِذْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْنَبٍ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: أَنَا...

ابن حویتکہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یوم قاحہ کے موقع پر تم میں سے کون موجود تھا جب اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے ایک خرگوش لایا گیا تھا؟ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔(مسند الحمیدی 1/227 و الضیاء فی الأحادیث المختار :1/421)

اس حدیث میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کے درمیان یہ سوال پیش کیا،اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ عہد خلافت ہی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی مجلس میں یہ سوال کیااور ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔

ابن عبدالبر کی کتاب سے پیش کردہ بات بے سند ہونے کے ساتھ ساتھ صرف منفرد بات ہے جب کی دوسری طرف ایک سے زائد بلکہ بہت ساری باسند روایات ہیں جو پیش کردہ بات کے خلاف ہیں لہٰذا کثیر روایات میں جو بات ہے اس کے خلاف ایک منفرد اور بے سند بات کی کوئی حیثیت نہیں۔

ولی عہد کے محبت کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص280 پر لکھتے ہیں۔

وہ مدینہ منورہ اور مکۃ المکرمہ میں تو اس مقصد کی خاطر ۵۱ھ میں آئے تھے مگر دوسرے مقامات پر وہ یہ کام اس سے قبل شروع کر چکے تھے، کیونکہ یزید کو ولی عہد بنانے میں اُنہوں نے مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ بھی قبول کیا تھا اور مغیرہ کی وفات ۵۰ میں ہوئی تھی، اور چونکہ اسی مشورہ کی بدولت مغیرہ کو تا حیات گورنری پر بحال کر دیا گیا تھا، لہٰذا ظاہر ہے کہ مغیرہ کی وفات یعنی [۵۰ھ] سے قبل ہی یزید کی ولی عہدی کے لیے بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی تھی۔ امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ ۵۶ھ میں لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی اور اُس کی ابتدا مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی تھی۔ جبکہ امام ابن اثیر اس سے قبل سنہ ۵۰ھ میں مغیرہ کی وفات لکھ چکے ہیں۔

(الکامل فی التاریخ ج۳ ص ۵۹، ۹۷)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

أخبرنا أبو القاسم عن العقدی عن أبی جعفر عن المدائنی عن الهيثم عن عدی عن الشعبی قال: كتب المغيرة بن شعبة الى معاوية حين كبر وخاف العزل، فكتب اليه معاوية. أما ما ذكرت من كبر سنك، فأنت أكملت عمرك، وأما ما ذكرت من اقتراب أجلك، فانی لو أستطيع دفع المنية لدفعتها عن آل أبی سفيان، وأما ما ذكرت من سفهاء قريش، فان حلماء قريش أنزلوك هذا المنزل، وأما ما ذكرت من العمل فصح رويدا تدرك الهيجاء جمل، فاستأذن معاوية فی القدوم فاذن له، فقال الربيع ابن هريم: فخرج المغيرة وخرجنا معه إلى معاوية، فقال له: يا مغيرة! كبرت سنك، واقترب أجلك، ولم خرجنا معه الى معاوية، فقال له: يا مغيرة! كبرت سنك، واقترب أجلك، ولم يبق منك شئ، ولا أظننی الا مستبدلا بك، قال: فانصرف الينا، ونحن نعرف الكآبة فی وجهه، فقلنا ما يريد أن يصنع؟ قال: ستعلمون قال: فأتی معاوية فقال: يا أمير المؤمنين، ان الانفس يغدى عليها ويراح، فلو نصبت لنا علما نصير اليه، مع أنی قد دعوت

أهل العراق الی یزید فرکنوا الیه، حتی جاءنی کتابك، فقال: یا أبا محمد، انصرف الی عملك، فأحکم هذا الأمر لابن أخیك، فأقبلنا علی البرید فرکض، فقال: یا مغیرة! وضعت رجلك فی رکاب طویل، ألقی علی أمة محمد، قال: فذاك الذی دعا الی البیعة لیزید. (الأوائل 233/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت میں راوی " أبو القاسم " مجہول راوی ہے۔

دوسری علت:

پیش کردہ روایت میں راوی " أبی جعفر " مجہول راوی ہے۔

تیسری علت:

پیش کردہ روایت میں " الهیثم عن عدی " متروک ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں مجہول و متروک راوی ہیں اور ایسی روایات سے استدلال جناب فیضی صاحب کا ہی طرہ امتیاز ہے۔ دوسروں کو طعنہ دینے والا خود متروک روایات سے استدلال کرنے کا مرتکب ہے۔

ولی عہد کے محبت کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 281 پر لکھتے ہیں۔

نیز خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اِس ولی عہدی کو محبت ِ پدری کا شاخسانہ بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ ہیں:

وَمَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ إِلَّا كَرَامَةً لِوَلَدِهِ.

''معاویہ نے یہ معاملہ فقط اپنے بیٹے کے وقار کے لیے کیا ہے''۔

(تفسير ابن أبي حاتم ج ١٠ ص ٣٢٩٥؛ تفسير ابن كثير ج ٤ ص ١٧١؛ الكافي الشاف ص ٢٥٥؛ تاريخ الخلفاء ص ١٥٦)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ المينى قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مَرْوَانُ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا، وَإِنْ يَسْتَخْلِفْهُ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: أَهِرَقْلِيَّةٌ؟! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَاللَّهِ مَا جَعَلَهَا فِي أَحَدٍ مِنْ وَلَدِهِ وَلَا أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ فِي وَلَدِهِ إِلَّا رَحْمَةً وَكَرَامَةً لِوَلَدِهِ. فَقَالَ مَرْوَانُ: أَلَسْتَ الَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ: أُفٍّ لَكُمَا؟ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَلَسْتَ ابْنَ اللَّعِينِ الَّذِي لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَبَاكَ. قَالَ: وَسَمِعَتْهُمَا عَائِشَةُ فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ، أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ كَذَا وَكَذَا؟ كَذَبْتَ، مَا فِيهِ نَزَلَتْ، وَلَكِنْ نَزَلَتْ فِي فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ. ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ، ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتَّى أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ. (تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم 3295/10)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

پیش کردہ روایت میں راوی "عَبْدُاللّٰہِ بْنُ المینی" کی توثیق اوران کا سماع ثابت کریں۔

دوسری علت:

بالفرض مذکورہ روایت کومان لیاجائے توایسے الفاظ متعدد صحابہ کرام نے ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیے ہیں۔ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے بارے میں ذاتی آراء کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول!

صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے سخت خلاف تھے بلکہ اس لڑائی کوملوکیت کی لڑائی بتاتے تھے، چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ: قُلْتُ لِجُنْدُبٍ: إِنِّي قَدْ بَايَعْتُ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَقَالَ: أَمْسِكْ، فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ، فَقَالَ: افْتَدِ بِمَالِكَ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ إِلَّا أَنْ أَضْرِبَ مَعَهُمْ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ جُنْدُبٌ، حَدَّثَنِي فُلَانٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِقَاتِلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، سَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلَنِي - قَالَ: شُعْبَةُ فَأَحْسِبُهُ قَالَ -: فَيَقُولُ: عَلَامَ قَتَلْتَهُ؟ فَيَقُولُ: قَتَلْتُهُ عَلَى مُلْكِ فُلَانٍ "، قَالَ: فَقَالَ جُنْدُبٌ: فَاتَّقِهَا۔

ابوعمران عبدالملک بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ شام جاؤں، تو جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسامت کرنا، میں نے کہا: وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہیں، جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مالی فدیہ دے کر بس کرو، میں نے کہا وہ لوگ اس کے علاوہ کسی بات پر راضی نہیں کہ میں ان کے ساتھ تلوار لے کر نکلوں، اس پر

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا، تو اللہ تعالی اس سے پوچھے گا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے اسے فلاں شخص کی ملوکیت کے لئے قتل کیا، اس کے بعد جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لئے ابو عمران تم اس سے بچو۔

(مسند أحمد: 145/27 وقال المعلقون: واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین،)

موصوف قاری صاحب کیا اس روایت کی آڑ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض یا ان کو بادشاہ کہنے کی جرات کر سکتے ہیں؟

صحابی رسول ابو برزۃ الأسلمي رضی اللہ عنہ کا قول!

صحابی رسول ابو برزۃ الأسلمي رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے اس قدر خلاف تھے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس کے اخیر میں ہے:

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاللّٰهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

(مصنف ابن أبي شيبة: 7/ 449 واسنادہ صحیح)

اور وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

نیز یہی روایت مستدرک حاکم میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس میں ہے:

ان ذلك الذي بمكة يعني ابن الزبير أن يقاتل إلا على الدنيا۔

(المستدرک للحاکم: 4/ 517 واسنادہ صحیح)

وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے

صحابی رسول جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے سخت خلاف تھے بلکہ اس لڑائی کو ملوکیت کی لڑائی بتاتے تھے، چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ: قُلْتُ لِجُنْدُبٍ: إِنِّي قَدْ بَايَعْتُ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّهُمْ يُرِيدُونَ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَقَالَ: أَمْسِكْ، فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ، فَقَالَ: افْتَدِ بِمَالِكَ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَأْبَوْنَ إِلَّا أَنْ أَضْرِبَ مَعَهُمْ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ جُنْدُبٌ، حَدَّثَنِي فُلَانٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِقَاتِلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، سَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلَنِي - قَالَ: شُعْبَةُ فَأَحْسِبُهُ قَالَ -: فَيَقُولُ: عَلَامَ قَتَلْتَهُ؟ فَيَقُولُ: قَتَلْتُهُ عَلَى مُلْكِ فُلَانٍ "، قَالَ: فَقَالَ جُنْدُبٌ: فَاتَّقِهَا۔

(مسند أحمد: 27/ 145 و قال المعلقون علی المسند: واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین، وھو کذلک)

ابو عمران عبدالملک بن حبیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ شام جاؤں، تو جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسامت کرنا، میں نے کہا: وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہیں، جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مالی فدیہ دے کر بس کرو، میں نے کہا وہ لوگ اس کے علاوہ کسی بات پر راضی نہیں کہ میں ان کے ساتھ تلوار لے کر نکلوں، اس پر جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب ! اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا، تو اللہ تعالی اس سے پوچھے گا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے اسے فلاں شخص کی ملوکیت کے لئے قتل کیا، اس کے بعد جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لئے ابو عمران تم اس سے بچو۔

صحابی رسول ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول!

اور صحابی رسول ابن زبیر نے ابن عباس کے لئے کہا: "اللہ نے ان کے دلوں کو بھی اندھا کر دیا ہے۔"
(صحیح مسلم: حدیث 3429، دار السلام)

صحابی رسول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول!

ایک اور صحیح روایت میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تنگ نظر اور متعصب قرار دیا ہے چنانچہ:

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے کہا:

أنا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقَ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ كَانَ النَّاسُ يَرِدُونَ مِنْهُ عَلَى أَرْجَاءِ وَادٍ رَحْبٍ لَيْسَ كَالضَّيِّقِ[الْحَصِصِ] الْحَصِرِ الْمُتَعَصِّبِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حکومت کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہیں دیکھا آپ کو تمام لوگوں نے حد درجہ سخی اور کشادہ دل پایا، آپ عبد اللہ بن زبیر کی طرح تنگ نظر، تنگ دل، بخیل اور متعصب نہ تھے۔

(الأمالی فی آثار الصحابة لعبد الرزاق ص: 74 واسنادہ صحیح، المصنف لعبد الرزاق: 11/ 453 رقم 20985 واخرجه ایضا ابن سعد فی الطبقات الکبری: 10/ 48 من طریق معمر به واسنادہ صحیح)

صحابہ کرام کے ایسے تمام اقوال ایک دوسرے کے بارے میں نہ کوئی نفسانی خواہش پر مبنی تھی اور نہ دنیاوی حرص پر محمول تھے بلکہ ایسے اقوال تو خالص دینی محبت اور شریعت کے بالادستی کی وجہ سے تھے۔اس لیے اس طرح کے اقوال کی آڑ میں صحابہ کرام کی عظمت پر اعتراض کرنا موصوف قاری فیضی صاحب کی ہی عادت ہو سکتی ہے مگر اس کا حقیقت اور اصول سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔

خواہش نفسانی کاالزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 283 پر لکھتے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ معاویہ کا اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کرنے کی سعی کرنا خواہش نفسانی پر مبنی تھا تو پھر اُن کا یہ اقدام سراسر قرآن مجید کے خلاف ہوا، کیونکہ قرآن میں خواہشِ نفسانیہ کی اتباع سے ممانعت آئی ہے؟ اگر امیر اہل سنت کو انکار ہو کہ یہ خواہش نفسانی نہیں تھی تو پھر اُن سے سوال ہے کہ اُس ولی عہدی کی تکمیل کے لیے معاویہ نے رشوتیں کیوں دی تھیں؟ تفصیل کے لیے گزشتہ صفحات میں ''ہادی مہدی اور رشوت'' کا عنوان ملاحظہ فرمائیں۔

نیز اس خلافِ شرع کام کی تکمیل کے لیے موصوف نے صحابہ کرام ﷺ کو دھمکیاں بھی دی تھیں اور کذب بیانی بھی کی تھی۔ اس سلسلے میں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے معتمد علماء کرام کی تصریحات ''یزید کی بیعت اتنا آسان؟'' کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

تبصرہ:

قاری صاحب کو شاید یہ معلوم ہو گا کہ صحابہ کرام نے ایک دوسرے کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے اس سے استدلال کر کے ان کی شان کے بارے میں اعتراض کرنا باطل اور غلط ہے۔

صحابی رسول ابو برزۃ الأسلمي رضی اللہ عنہ کا قول!

صحابی رسول ابو برزۃ الأسلمي رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑائی کے اس قدر خلاف تھے کہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس کے اخیر میں ہے:

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاللّٰهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا۔

اور وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة: 7/449 واسناده صحيح)

مستدرک حاکم میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اور اس میں ہے:

ان ذلك الذی بمكة یعنی ابن الزبیر أن یقاتل إلا علی الدنیا۔

وہ جو مکہ میں ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے۔
(المستدرک للحاکم: 4/ 517 واسنادہ صحیح)

کیا جناب قاری فیضی صاحب اس روایت کی آڑ لے کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دنیادار کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موصوف نے تو دنیا کی طلب اور دنیادار ہونے کا فتوی، ضعیف ومتروک روایات سے استدلال کر کے پیش کیا ہے۔ ایسی روایات سے استدلال کرنا علمی میدان میں باطل اور مردود ہے۔

ولی عہدی کی خواہش کاالزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 284-283 پر لکھتے ہیں۔

یزید کی ولی عہدی: خواہش یا سنت؟

ہمارے لوگوں نے تو یزید کی باطل ولی عہدی کو سنت انبیاء بنا ڈالا ہے، لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ اللہ ﷻ نے خود یزید کے باپ کی زبان سے "هَــوى" (خواہش) کا لفظ صادر کرا دیا تھا۔ چنانچہ مصعب زبیری متوفی ۲۳۶ھ لکھتے ہیں:

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَقُوْلُ : لَوْلَا هَوَانِيْ فِيْ يَزِيْدَ لَأَبْصَرْتُ طَرِيْقِيْ.

"معاویہ کہا کرتے تھے: اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں اپنی راہ دیکھ لیتا"۔

(نسب قریش ص۱۲۷؛ تاریخ دمشق ج۶۵ ص۳۹۵)

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن عساکر اس قول کی سند نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو الحسين بن الفراء وأبو غالب وأبو عبد الله ابنا أبي على قالوا أنا أبو جعفر بن المسلمة أنا أبو طاهر المخلص نا أحمد بن سليمان ثنا الزبير قال ولد معاوية بن أبي سفيان يزيد وأمه ميسون بنت بحدل بن أنيف بن دلجة بن قنافة بن عدى بن زهير بن حارثة بن جناب بايع له معاوية من بعده وكان أول من جعل ولى العهد فى صحته وكان معاوية يقول لولا هوائى فى يزيد لأبصرت قصدى (. تاريخ دمشق 395/65)

مصعب الزبیری لکھتے ہیں۔

وكان معاوية يقول: "لولا هوائى فى يزيد لأبصرت طريقى" (. نسب قريش 127/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ کیونکہ "مصعب الزبیری" کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ درمیان میں بہت سارے راوی موجود نہیں ہیں۔ مصعب الزبیری نے اس قول کی سند بیان نہیں کی کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کس سے سنا؟ اس لیے یہ روایت بغیر سند کے قابل قبول نہیں اور نہ اس سے استدلال کرنا درست ہے۔ ایسی مردود اور باطل روایت سے استدلال کرنا جناب معترض قاری فیضی صاحب کی عادت تو ہو سکتی ہے مگر علمی و تحقیقی میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

خواہش کاالزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 284 پر لکھتے ہیں۔

علامہ بلاذری نے تو ایسے الفاظ نقل کیے ہیں کہ کسی تشریح کی حاجت ہی نہیں رہتی۔وہ لکھتے ہیں کہ امیر شام نے بوقتِ وفات ایک مکالمہ میں مروان بن الحکم کو کہا تھا:

وَلَوْلَا هَوَايَ فِيْ يَزِيْدَ لَأَبْصَرْتُ رُشْدِيْ.

''اگر میری خواہش آڑے نہ آتی تو میں یزید کے معاملہ میں ہدایت کو پالیتا''۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج ٥ ص ٣٥)

یادرہے کہ یہ جملہ ایک طویل روایت سے لیا گیا ہے اور اُس کی سند میں کلام ہے۔علامہ ابن حجر مکی وغیرہ

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

-حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سعد عن الواقدي عن ابن أبي الزناد عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا صَارَ مُعَاوِيَةُ بِالأَبْوَاءِ فِي حَجَّتِهِ اطَّلَعَ فِي بِئْرٍ فَأَصَابَتْهُ اللِّقْوَةُ فَقَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لبعرض خَيْرٍ، إِمَّا ابْتُلِيَ فأجر، وإمّا عُوفِيَ فَشَكَرَ، وَإِمَّا عُوقِبَ بِذَنْبٍ فَمُحِّصَ، وَلَئِنِ ابْتُلِيتُ لَقَدِ ابْتُلِيَ الصَّالِحُونَ، وَلَئِنْ مَرِضَ عُضْوٌ مِنِّي فَمَا أُحْصِي صَحِيحِي، وَلَمَّا عُوفِيتُ أَكْثَرُ، وإنّي اليوم ابن بضع وسبعين سنة، وما لي عَلَى رَبِّي أَكْثَرُ مِمَّا أَعْطَانِي، فَرَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا دَعَا لِي بِالْعَافِيَةِ. فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: جَزِعْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: يَا مَرْوَانُ إِنِّي قَدْ رَقَقْتُ وَذَكَرْتُ مَا كُنْتُ عَنْهُ عَزُوفًا، وَقَدِ ابْتُلِيتُ فِي أَحْسَنِي، وَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ عُقُوبَةً مِنْ رَبِّي، وَلَوْلا هَوَايَ فِي يَزِيدَ لأَبْصَرْتُ رُشْدِي. (جمل من أنساب الأشراف 28/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔

- احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔
- ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔
- بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔
- ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔
- دار قطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔
- ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم:7999)

اگر کسی کو اعلی حضرت کے فتوی رضویہ کے عبارت پیش کرنی ہے تو بہت شوق سے پیش کرے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعلی حضرت کا موقف بھی تسلیم کرے اور ساتھ اس روایت میں دیگر علت کو بھی ملحوظ خاطر رکھے۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں "عبد الرحمن بن أبي الزناد "ضعیف راوی ہے۔

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا: مضطرب الحدیث ۔(الجرح والتعدیل: 5/الترجمة **1201**).
- امام یحیی بن معین نے فرمایا: ضعیف. (تاریخ بغداد: **228/10**.)
- امام علی بن المدینی نے فرمایا: کَانَ عند أصحابنا ضعیفا. (سؤالاته: الترجمة **165**.)
- امام نسائی نے فرمایا: لا یحتج بحدیثه ۔ (الضعفاء والمتروکین: الترجمة **367**)

تیسری علت:

مذکورہ سند میں "عبد الرحمن بن أبي الزناد "کا حافظہ خراب تھا۔ محدث ابن الکیال نے اس راوی کو مختلط راوی میں لکھا ہے۔(الکواکب النیرات 477/1)

حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت ضعیف ہوتی ہے۔جناب موصوف اس کے بارے میں بھی اگر مطالعہ فرما لیتے تو ایسی روایات نقل کرنے کی زحمت نہ کرتے۔

جناب فیضی اور ابن ابی الزناد کی روایت کا موضوع ہونا!

جناب قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص90 پر عبد الرحمن بن ابی الزناد کی روایت کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دوسری روایت میں عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے۔اس کے بارے میں ابن الجوزی لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ لَايَصِحُّ ، وَفِيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَانِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ ، قَالَ أَحْمَدُ : هُوَ مُضْطَرَبُ الْحَدِيْثِ ، وَقَالَ يَحْيىٰ وَالرَّازِيْ : لَا يَحْتَجُّ بِهٖ.

''یہ حدیث موضوع ہے،اس میں عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے،امام احمد فرماتے ہیں: وہ مضطرب الحدیث ہےاور محدث یحیٰی اور ابو حاتم رازی نے کہا:اس سے دلیل نہیں لی جاتی''۔

(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية ج ١ ص ٢٢٧، ٢٧٨ حديث ٤٤٥، ٤٤٦)

مخالفتِ صحابہ کا ایسا خبط ہے کہ جس راوی کی روایت کو موضوع قرار دیا اسی راوی کی روایت سے استدلال بھی کیا۔

چوتھی علت:

مذکورہ رویات میں " عبد اللہ بن ذکوان "کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت کریں۔

اس لیے یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔

اس طرح کی روایات کی تمام اسانید جو کہ تاریخ دمشق 214/59 میں موجود ہیں ضعیف اور متروک ہیں۔اس لیے اس روایت کے ضعف کو خود قاری فیضی صاحب نے مانا ہے۔

تحریری معاہدہ کی تحقیق!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 292 پر لکھتے ہیں۔

اتباعِ سنت یا منافیِ ایمان؟

امیر اہلِ سنت نے جس ظالمانہ ولی عہدی کو سنتِ انبیاء قرار دے ڈالا، وہ تقرری خلاف شریعت تو ویسے بھی تھی لیکن امیر شام نے اُس کو خود پر مزید شدید کرلیا تھا۔ وہ اس طرح کہ اُنہوں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کر کے اُخروی لحاظ سے اپنے آپ کو مزید پھنسالیا تھا۔ اُس معاہدہ میں دوسری شقوں کے ساتھ ایک شق یہ بھی تھی:

هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضي الله عنه مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ ، صَالَحَهُ عَلٰى أَنْ يُسَلِّمَ إِلَيْهِ وِلَايَةَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنْ يَعْمَلَ فِيْهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسِيْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ أَنْ يَعْهَدَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا ، بَلْ يَكُوْنُ الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰى بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

''یہ صلح نامہ ہے جس پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح کی ہے، اُنہوں نے اس بات پر اُن سے صلح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت اُنہیں سونپ دیں گے، اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں میں کتابِ الٰہی، سنتِ نبوی اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے، اور معاویہ بن ابوسفیان کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ کسی سے اپنے بعد ولی عہدی کا معاہدہ کریں بلکہ یہ معاملہ اُن کے بعد مسلمانوں کی مجلس شوریٰ میں طے ہوگا''۔

(الصواعق المحرقۃ ص ۳۹۸، ۳۹۹، وط: ص ۳۹۹)

اس عبارت میں اگر فقط اتنا مذکور ہوتا کہ معاویہ بن ابوسفیان کتاب وسنت اور خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے تو تب بھی معاویہ پر لازم ہوتا کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر نہ کریں، کیونکہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی اپنی اولاد کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا، لیکن اس عبارت میں تو باقاعدہ الفاظ شامل کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے بعد کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کریں گے، مگر افسوس کہ اُنہوں نے اپنی وفات سے کئی برس قبل اپنے بیٹے کی ولی عہدی کی بیعت لینا شروع کردی تھی۔ یوں وہ باقاعدہ ایک لکھے ہوئے معاہدے کو توڑ کر امانت

تبصرہ:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ ابن حجر مکی نے اس معاہدہ کی سند نہیں دی۔ تحقیق کے میدان میں حیثیت اصول کی ہوتی ہے، جس قول کی سند ہی بیان نہیں کی گئی اس سے استدلال باطل اور مردود ہے۔جناب معترض پہلے اس قول کی سند پیش کریں تاکہ اصول کے تحت اس کی تحقیق پیش کی جاسکے۔ایسی روایات سے معترض قاری فیضی صاحب اپنے حوارین کو توخوش کر سکتے ہیں مگر علمی میدان میں اس کو پیش کرنا باطل ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 300 پر لکھتے ہیں۔

خواہش کا متبع بھی قابلِ مدحت؟

1۔ اُن خط کشیدہ باتوں میں سے پہلی بات وہ ہے جس کو امیر شام نے اِن الفاظ میں ادا کیا:

لَوْلَا هَوَايَ فِيْ يَزِيْدَ لَأَبْصَرْتُ قَصْدِيْ.

''اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں راہِ اعتدال دیکھ لیتا''۔

میں عرض کرتا ہوں کہ جب امیر شام خود اعتراف کر رہے ہیں کہ یزید کے معاملہ میں وہ خواہش کا شکار ہو گئے تو یہ بات قابلِ تعریف کیسے ہوگئی؟ قرآن وسنت میں ''هَوٰی'' (خواہش) کی پیروی کی مذمت آئی ہے، حتیٰ کہ

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

محدث ابن عساکر نے اس روایت کی ۳ مختلف اسانید بیان کی ہیں۔

قال ونا يعقوب نا شهاب بن عباد نا محمد بن الحسن بن أبي يزيد الهمداني عن مجالد عن الشعبي قال لما أصاب معاوية اللقوة بكى فقال له مروان ما يبكيك يا أمير المؤمنين فقال راجعت عنه عزوفا كبرت سني ورق عظمي و كثر الدمع في عيني ورميت في أحسني وما يبدو مني ولولا هواي في يزيد لأبصرت قصدي۔ (تاریخ دمشق 214/59)

أخبرنا أبو بكر بن كرتيلا أنا أبو بكر الخياط أنا أبو الحسين السوسنجردي أنا أحمد بن أبي طالب حدثني أبي حدثني السعيدي حدثني عمر بن علي بن عمر بن مسلم أنا محمد بن إسحاق العثماني نا أبو يوسف محمد بن أحمد ووصفه بفضله نا فياض بن محمد القرشي عن جعفر بن برقان عن يزيد بن أبي زياد قال خرج معاوية خاجا فاطلع في بئر عادية ......وإما آمن أن تكون عقوبة من ربي ولولا هواي في يزيد لأبصرت۔

(تاریخ دمشق 214/59)

أخبرنا أبو الحسن الفرضی أنا أبو الفتح الرازی وأبو محمد بن فضیل قالا أنا أبو الحسن بن عوف أنا أبو علی بن منیر أنا أبو بکر بن خریم نا هشام بن عمار نا عبد المؤمن بن مهلهل القرشی حدثنی رجل من الزیادیین قال حج معاویة بن أبی سفیان عاما .....وخشیت أن تکون عقوبة من ربی ولولا هوای فی یزید لأبصرت رشدی۔ (تاریخ دمشق 215/59)

پہلی روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں " محمد بن الحسن بن أبی یزید الهمدانی " ضعیف ومتروک ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

محمد بن الحسن بن أبی یزید الهمدانی أبو الحسن الکوفی ثم الواسطی عن الاعمش وطبقته وعنه أحمد بن منیع وآخرون ضعفه جماعة وقال النسائی متروك۔

(الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة، رقم:4799)

دوسری علت:

اس کی سند میں "مجالد بن سعید همدانی کوفی "ضعیف ہے۔

مجالد بن سعید ہمدانی کوفی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، نیز یہ آخری عمر میں ''اختلاط'' کا شکار بھی ہو گیا تھا.

امام ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجَالِدٌ حَدِيثُهُ عَنْ أَصْحَابِهِ كَأَنَّهُ حُلْمٌ ۔

''مجالد کی اپنے اصحاب سے بیان کردہ حدیث ایسے ہے، جیسے خواب۔''

نیز فرماتے ہیں: حَدِيثُ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، كَأَنَّهُ حُلْمٌ ۔

''مجالد کی شعبی سے بیان کردہ روایت گویا خواب ہے۔''(المجروحین لابن حبّان: 3/11)

ابو سعید، عبد اللہ بن سعید، اشجع، کندی کہتے ہیں:

ذَكَرَ رَجُلٌ عُثْمَانَ عِنْدَ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، فَقَالَ: مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ لِغُلَامِهِ: جُرَّهُ وَاطْرَحْهُ فِي الْبِئْرِ

''مجالد بن سعید کے پاس ایک آدمی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو وہ اپنے غلام سے کہنے لگا: اس کو کھینچ کر کنویں میں پھینک دو۔'' (الضعفاء الکبیر للعقیلی: 4/234)

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے،

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آخری عمر میں حافظے کا بگاڑ ہے۔

(الجرح والتعديل: 8/361)

حافظ عبد الرحیم بن حسین، عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ، وَقَدِ اخْتَلَطَ أَخِيرًا.

''جمہور محدثین کرام نے اسے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ یہ آخری عمر میں مختلط بھی ہو گیا تھا۔''

(طرح التثريب في شرح التقريب: 2/389)

حافظ، ابو الحسن، علی بن ابو بکر، ہیثمی فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ۔ ''اسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 5/33، 190)

علامہ، محمود بن احمد، عینی، حنفی لکھتے ہیں:

وَمُجَالِدٌ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ۔ ''مجالد کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: 6/240، تحت الحديث: 934)

علامہ ابن مُفلح فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ۔ ''اسے اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔'' (المبدع في شرح المقنع: 7/345)

علامہ عبدالروف مناوی رحمہ اللہ حافظ عراقی سے نقل کرتے ہیں:

"اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔" (فیض القدیر: 6/14، ح: 8247)

علامہ، احمد بن محمد بن علی، شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ۔ "اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔"

(نیل الأوطار: 2/273)

دوسری روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں "فیاض بن محمد القرشی" کی توثیق پیش کریں اور پھر استدلال کریں۔

دوسری علت:

اس کی سند میں "یزید بن أبی زیاد" کا حافظہ خراب تھا، مذکورہ روایت میں شاگرد کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی سماع ثابت کریں۔

تیسری روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

اس کی سند میں "عبد المؤمن بن مهلهل القرشی" کی توثیق پیش کریں۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں "حدثنی رجل من الزیادیین" کا تعیین اور توثیق پیش کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی تینوں اسانید ضعیف اور متروک اور استدلال مردود ہے۔

الزام نمبر: 24

نکاح کے بعد اور وطی سے قبل بیوی کے پورے جسم کا معائنہ کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 313-314 پر لکھتے ہیں۔

رہے ہیں، کیا واقعۃً وہ ایسی پارسا تھی؟ ہرگز نہیں تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امیر شام نے میسون کی موجودگی میں ایک اور عورت سے شادی کی تو میسون کو اُس کے جسم کا معائنہ کرنے کا حکم دیا۔ میسون نے اُس عورت کی شرمگاہ تک کا معائنہ کیا۔ چنانچہ ابن کثیر ہی لکھتے ہیں:

> ''اور اُنہوں [معاویہ] نے نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ سے بھی نکاح کیا جس کا حُسن اُنہیں اچھا لگا اور اُنہوں نے میسون بنت بحدل سے کہا: جا کر اپنی عم زادی کو دیکھو۔ وہ اندر گئی تو معاویہ نے اُس سے اُس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: وہ حسن و جمال میں کامل ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک تل دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا خاوند قتل ہو جائے گا اور اُس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا تو حضرت معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور اُن کے بعد حبیب بن سلمہ فہری نے اس سے نکاح کر لیا پھر اس کے بعد نعمان بن بشیر نے اُس سے نکاح کیا اور قتل ہو گئے اور اُن کا سر اُس کی گود میں رکھا گیا''۔

(البداية والنهاية مترجم اردو ج۸ ص۱۸۹، وبتحقيق أكرم عبداللطيف البوشي ج۸ ص۲۱۰، و بتحقيق محسن التركي ج۱۱ ص۴۶۳)

کیا عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے؟

اس عبارت میں دو ایسی باتوں کا ذکر ہے جو شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے خلاف ہیں:

۱۔ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسری عورت کی ناف کے نیچے دیکھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کی تحقیق

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها، فطلقها مُعَاوِيَة، فتزوجها حبيب بن

مسلمة الفهری، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبیب النُّعْمَان بن بشیر الأَنْصَارِیّ، فقتل، ووضع رأسه فِی حجرها.(تاریخ الطبری 329/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری نے جو سند أحمد، عَنْ عَلِيّ نقل کی ہے۔اس سند میں راوی "احمد" اور راوی "علی" کا تعین جناب قاری صاحب ہی کریں تاکہ اسماءالرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق وتعریف معلوم ہوسکے۔

دوسری علت:

ابن جریر کی سند میں راوی "علی" کا تعین اور اس راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود ہونا اور اس عمل کا مشاہدہ کرنے والا کا ثبوت پیش کریں۔یہ بات تو ثابت ہے کہ راوی "علی" کا تعین جو بھی ہو، اس کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر گز نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے۔پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندرجات پر بحث کریں۔خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے عورتوں کی شرم گاہ دیکھنے کے الزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے۔

جناب فیضی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات لگانے میں اتنے مست ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ناف کے نیچے اور شرمگاہ میں بہت فرق ہے۔جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اور واہیات زبان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کی وہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

الزام نمبر: 25

بیوی کی شرم کے نیچے تل کی وجہ سے طلاق دے دینا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 315 پر لکھتے ہیں۔

۲۔ مذکورہ بالا عبارت میں دوسری خلاف شرع بات یہ ہے کہ میسون نے اپنی بن جانے والی سوکن نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ کی ناف کے نیچے تل دیکھ کر اپنے شوہر معاویہ بن ابوسفیان کو بتایا کہ اس کے تل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر قتل کیا جائے گا اور اُس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا۔اس پر امیر شام نے اس حد تک یقین کر لیا کہ اُسی وقت نائلہ کو طلاق دے ڈالی، حالانکہ نائلہ معاویہ کے بعد حبیب بن سلمہ فہری کی زوجہ رہی مگر وہ قتل ہوا اور نہ ہی اُس کا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا۔خدا جانے کہ معاویہ قتل سے اس قدر کیوں ڈر گئے تھے؟ اگر وہ قتل ہو جاتے تو حق

تبصرہ:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها، فطلقها مُعَاوِيَة، فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها.(تاریخ الطبری 329/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

ابن جریر طبری نے جو سند أحمد، عَنْ عَلِيٍّ نقل کی ہے۔اس سند میں راوی "احمد" اور راوی "علی" کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔

دوسری علت:

ابن جریر کی سند میں راوی "علی" کا تعین اور اس راوی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود ہونا کا ثبوت پیش کریں۔ یہ بات تو ثابت ہے کہ راوی "علی" کا تعین جو بھی ہو، اس کا سماع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر گز نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے۔ پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندجات پر بحث کریں۔ خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے الزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے۔

جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اور واہیات زبان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال کی وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔

الزام نمبر:26

جسم پر تل کی وجہ سے یزید کی ماں میسون کا غیبی خبر دینا اور موصوف کا اس پر یقین کرنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 315 پر لکھتے ہیں۔

مگر افسوس کہ اُنہوں نے اپنی بیوی کی غیبی خبر پر یقین کر لیا اور "کَامِلَةُ الْجَمَال" خاتون کے ساتھ نکاح کر لینے کے بعد اُس کی ناف کے نیچے ایک تل کو سببِ قتل یقین کرتے ہوئے اُسے چلتا کیا۔ گویا اُن پر اُن کی بیوی کی غیب دانی کا سکہ چل گیا اور "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا" کا اثر رہ گیا۔ یہاں حافظ ابن کثیر اور امیر اہل سنت

تبصرہ:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها، فطلقها مُعَاوِيَة، فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها.(تاریخ الطبری 329/5)

مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے۔ پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندرجات پر بحث کریں۔ اس سند میں راوی "احمد" اور راوی "علی" کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تاکہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔ خوامخواہ ایک ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے الزام لگانا خود ایک شرم والی بات ہے۔

جناب قاری فیضی صاحب نے اس ضعیف اور منقطع روایت کے سہارے جو فضول اعتراضات لگائے ہیں وہ علمی خیانت ہے۔

الزام نمبر: 27

فقط میسون کی خبر کی وجہ سے اپنی تازہ منکوحہ کو طلاق دے ڈالنا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 316 پر لکھتے ہیں۔

اب یہ وضاحت تو امیر اہل سنت ہی کر سکتے ہیں کہ اُن کی فیض دہندہ ہستی نے محض ایک تل کی وجہ سے جو طلاق دی وہ طلاقِ احسن تھی، طلاقِ حسن تھی، طلاقِ بدعی تھی یا پھر اجتہاد تھا، اور اگر اجتہاد تھا تو کون سا، دو اجروں والا

تبصرہ:

ابن جریر طبری نے اس روایت کی منقطع سند نقل کی ہے۔

فَحَدَّثَنِي أحمد، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لما تزوج مُعَاوِيَة نائلة قَالَ لميسون: انطلقي فانظري إِلَى ابنة عمك، فنظرت إِلَيْهَا، فَقَالَ: كيف رأيتها؟ فَقَالَتْ: جميلة كاملة، ولكن رأيت تحت سرتها خالا ليوضعن رأس زوجها فِي حجرها، فطلقها مُعَاوِيَة، فتزوجها حبيب بن مسلمة الفهري، ثُمَّ خلف عَلَيْهَا بعد حبيب النُّعْمَان بن بشير الأَنْصَارِيّ، فقتل، ووضع رأسه فِي حجرها. (تاريخ الطبری 329/5)

مذکورہ سند منقطع اور ضعیف ہے۔ پہلے روایت کی سند متصل صحیح ثابت کریں پھر جناب قاری فیضی صاحب اس کے مندجات پر بحث کریں۔ اس سند میں راوی "احمد" اور راوی "علی" کا تعین جناب قاری فیضی صاحب ہی کریں تا کہ اسماء الرجال کی کتب سے ان راویوں کی توثیق و تعریف معلوم ہو سکے۔

موصوف نے حدیث کی اسانید کی توثیق پیش نہیں کی اور متروک اور منقطع روایت کی وجہ سے الزام پر الزام لگائے جا رہے ہیں۔ موصوف نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ اسانید اور اس کی توثیق پر بحث کی ہے مگر جو الزام لگائے ان روایات کی تحقیق پیش نہیں کی۔ اس لیے کی حقائق قارئین کے سامنے آجائیں گے۔ جناب قاری صاحب پہلے روایت ثابت کریں پھر طلاق حسن اور اجتہاد کے بارے میں پوچھیے گا۔

الزام نمبر:28

آدمیوں کا خصی کرانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 317 پر لکھتے ہیں۔

کیا مرد کو خصی کرنا جائز ہے؟

البدایہ والنہایہ کے اسی مقام پر شاید میسون کے تقوی کو ظاہر کرنے کے لیے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے، ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت معاویہؓ اُس کے ہاں آئے تو اُن کے ساتھ ایک خصی خادم بھی تھا، اس نے اُس سے پردہ کیا اور کہنے لگی آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے کہا: یہ خصی ہے اس کے سامنے آجاؤ۔ اس نے کہا: اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے مثلہ اُسے حلال نہیں کرسکتا، اور اس نے اُس سے حجاب کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُس نے معاویہ سے کہا: محض آپ کا اسے مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے''۔

(البدایۃ والنھایۃ مترجم اردو ج۸ ص ۱۸۹)

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اُس کے یہ الفاظ ''إِنَّ مُجَرَّدَ مُثْلَتِکَ لَهُ لَنْ تُحِلَّ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ'' (آپ کا اس کا مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے) بتارہے ہیں کہ اُس شخص کو امیر شام کے حکم سے خصی کیا گیا تھا، لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ شرعاً کسی شخص کو خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند پیش کرنا جناب معترض قاری فیضی کی ذمہ داری ہے۔ بغیر سند کے اقوال کو پیش کرنا تو جناب معترض کے اپنے اصول کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے اس روایت کی سند اور اس کی توثیق پیش کریں اس کے بعد متن پر کلام کیا جاسکتا ہے وگرنہ اس قول سے استدلال کرنا تحقیق کے اصولوں کے منافی ہے۔

موصوف تو میسون کے اسلام پر بات کررہے تھے، مذکورہ روایت سے تو میسون کا اسلام ثابت ہورہا ہے۔ میسون کا قران سے استدلال اور اس پر میسون کا عمل اس کے اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 318 پر لکھتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں خصی خادم رکھنے والے پہلے شخص معاویہ ہی ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اُن کی اوّلیات کے بیان میں زبیر بن بکار سے نقل کرتے ہیں:

وَأَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الْخُدَّامَ الْخِصْيَانَ فِي الإِسْلَامِ.

''وہ اول شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں خصی نوکر رکھے''۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ص١٥٧؛الأوائل للعسكري ص٢٤٧؛تاريخ الخلفاء للسيوطي ص٢٣٢)

جناب معترض نے جو الاوائل ص 247 اور سیر اعلام النبلاء **157/3** سے زبیر بن بکار کا قول پیش کیا ہے۔

کیا زبیر بن بکار نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا؟ اس کی سند اور ان کے راویوں کی توثیق پیش کردیں تو اس پر کلام کیا جاسکتا ہے وگرنہ بغیر سند کے اقوال پیش کرنا دھوکہ تو ہو سکتا ہے مگر تحقیق نہیں۔ موصوف فیضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف متروک و منکر روایات کو پیش کرنے کے ساتھ بغیر سند کے اقوال پیش کرنے میں بھی ماہر ہیں۔ مگر ایک طالبعلم پر آپ کی یہ مناظرانہ چال مخفی نہیں۔

الزام نمبر: 29

قران مجید کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل کتاب کو اپنا رازدار بنانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 324 پر لکھتے ہیں۔

امیر شام اور اہلِ کتاب

قارئین کرام! آپ سے التماس ہے کہ ایک طرف آپ مذکور الصدر مفسرین کرام کی مشاہدات و تجربات پر مبنی تحریر کو اپنے سامنے رکھیں اور دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فراست پر مبنی ارشادات کو اپنے سامنے رکھ کر سوچیں کہ اگر کسی شخص کو تمام عالم اسلام پر حکومت کرنے کا موقعہ مل جائے اور پھر کوئی کتابی عورت نکاح کے ذریعے اُس کے بستر تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ کیا کیا گل کھلائے گی؟

تبصرہ:

پاک دامن اہل کتاب عورتوں کے بارے میں مفسرین اور علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حکم ہر پاک دامن کتابی عورت کے لئے ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام جیسا کہ ابن جریر نے سلف کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ محصنہ سے مراد عفیفہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسرائیلی عورتیں ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ذمی عورتیں ہیں حربی نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قَٰتِلُوا ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ...٢٩﴾...سورۃ التوبۃ

''جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ان سے جنگ کرو۔''

ابن عمرؓ نصرانی عورت سے نکاح کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے بڑا اور شرک کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَنكِحُوا ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ...٢٢١﴾...سورۃ البقرۃ

''اور تم (اے مومنو!) مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔''

ابن ابی حاتمؒ نے اپنے والد گرامی، محمد بن حاتم بن سلیمان مودب، قاسم بن مالک مزنی، اسماعیل بن سمیعؒ کی سند کے ساتھ ابومالک غفاریؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ...٢٢١﴾...سورۃ البقرۃ

"اور تم (اے مومنو!) مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح مت کرو۔"

نازل ہوئی تو لوگ ان سے نکاح کرنے سے رک گئے حتیٰ کہ اس کے بعد یہ آیت

﴿وَالْمُحْصَنَٰتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ...﴿٥﴾﴾...سورۃ المائدۃ

"اور پاکدامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں۔"

نازل ہوئی تو لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع کر دیا۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے نصرانی عورتوں سے نکاح کیا اور اس مذکورہ آیت کے پیش نظر انہوں نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اور انہوں نے اسے سورۃ بقرہ کی اس آیت کے لئے مخصص قرار دیا جس میں مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے بشرطیکہ یہ کہا جائے کہ کتابی عورتیں بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں ورنہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہوگا کہ قرآن حکیم میں کئی ایک مقامات پر اہل کتاب کا مشرکین سے الگ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾﴾...سورۃ البینۃ

"جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔"

نیز فرمایا۔

﴿وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا...٢٠﴾...سورۃ آل عمران

"اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم (بھی اللہ کے فرماں بردار بنتے اور) اسلام لاتے ہوئے پس اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پائیں گے۔"

امام ابن قدامہ حنبلی کی تحقیق!

ابو محمد موافق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلیؒ اپنی کتاب "المغنی" میں فرماتے ہیں کہ

مَسْأَلَةٌ، قَالَ: (وَحَرَائِرُ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَذَبَائِحُهُمْ حَلَالٌ لِلْمُسْلِمِينَ) لَيْسَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، بِحَمْدِ اللَّهِ، اخْتِلَافٌ فِي حِلِّ حَرَائِرِ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ ذَلِكَ عُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَطَلْحَةُ، وَحُذَيْفَةُ وَسَلْمَانُ، وَجَابِرٌ، وَغَيْرُهُمْ. قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ مِنْ الْأَوَائِلِ أَنَّهُ حَرَّمَ ذَلِكَ. وَرَوَى الْخَلَّالُ، بِإِسْنَادِهِ، أَنَّ حُذَيْفَةَ، وَطَلْحَةَ، وَالْجَارُودَ بْنَ الْمُعَلَّى، وَأُذَيْنَةَ الْعَبْدِيَّ، تَزَوَّجُوا نِسَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ. وَبِهِ قَالَ سَائِرُ أَهْلِ الْعِلْمِ.

وَحَرَّمَتْهُ الْإِمَامِيَّةُ، تَمَسُّكًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ} [البقرة: 221]، {وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ} [الممتحنة: 10]، وَلَنَا، قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى {الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ} [المائدة: 5] إلَى قَوْلِهِ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ} [المائدة: 5]. وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ. فَأَمَّا قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ {وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ} [البقرة: 221]. فَرُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهَا نُسِخَتْ بِالْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ.

وَكَذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى؛ لِأَنَّهُمَا مُتَقَدِّمَتَانِ، وَالْآيَةُ الَّتِي فِي أَوَّلِ الْمَائِدَةِ مُتَأَخِّرَةٌ عَنْهُمَا. وَقَالَ آخَرُونَ:

لَيْسَ هَذَا نَسْخًا، فَإِنَّ لَفْظَةَ الْمُشْرِكِينَ بِإِطْلَاقِهَا لَا تَتَنَاوَلُ أَهْلَ الْكِتَابِ، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ} [البينة: 1]. وَقَالَ {إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ} [البينة: 6]. وَقَالَ {لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا} [المائدة: 82]. وَقَالَ {مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ} [البقرة: 105].

وَسَائِرُ آيِ الْقُرْآنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ لَفْظَةَ الْمُشْرِكِينَ بِإِطْلَاقِهَا غَيْرُ مُتَنَاوِلَةٍ لِأَهْلِ الْكِتَابِ، وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَقَتَادَةَ، وَلِأَنَّ مَا احْتَجُّوا بِهِ عَامٌّ فِي كُلِّ كَافِرَةٍ، وَآيَتُنَا خَاصَّةٌ فِي حِلِّ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَالْخَاصُّ يَجِبُ تَقْدِيمُهُ. إِذَا ثَبَتَ هَذَا، فَالْأَوْلَى أَنْ لَا يَتَزَوَّجَ كِتَابِيَّةً، لِأَنَّ عُمَرَ قَالَ لِلَّذِينَ تَزَوَّجُوا مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ: طَلِّقُوهُنَّ. فَطَلَّقُوهُنَّ إِلَّا حُذَيْفَةَ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: طَلِّقْهَا. قَالَ: تَشْهَدُ أَنَّهَا حَرَامٌ؟ قَالَ: هِيَ جَمْرَةٌ، طَلِّقْهَا. قَالَ: تَشْهَدُ أَنَّهَا حَرَامٌ؟ قَالَ: هِيَ جَمْرَةٌ. قَالَ: قَدْ عَلِمْت أَنَّهَا جَمْرَةٌ، وَلَكِنَّهَا لِي حَلَالٌ. فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ طَلَّقَهَا، فَقِيلَ لَهُ: أَلَا طَلَّقْتهَا حِينَ أَمَرَك عُمَرُ؟ قَالَ: كَرِهْت أَنْ يَرَى النَّاسُ أَنِّي رَكِبْت أَمْرًا لَا يَنْبَغِي لِي. وَلِأَنَّهُ رُبَّمَا مَالَ إِلَيْهَا قَلْبُهُ فَفَتَنَتْهُ، وَرُبَّمَا كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فَيَمِيلُ إِلَيْهَا. (5387) فَصْلٌ: وَأَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِينَ هَذَا حُكْمُهُمْ، هُمْ أَهْلُ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا} [الأنعام: 156] . فَأَهْلُ التَّوْرَاةِ الْيَهُودُ وَالسَّامِرَةُ، وَأَهْلُ الْإِنْجِيلِ النَّصَارَى، وَمَنْ وَافَقَهُمْ فِي أَصْلِ دِينِهِمْ مِنْ الْإِفْرِنْجِ وَالْأَرْمَنِ وَغَيْرِهِمْ.

ترجمہ: بحمد اللہ اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آزاد اہل کتاب عورتیں حلال ہیں، چنانچہ حضرت عمر عثمان، طلحہ، حذیفہ، سلمان، جابر اور دیگر صحابہ کرامؓ سے یہی مروی ہے۔

ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ اوائل میں سے کسی سے بھی صحیح طور پر یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے اسے حرام قرار دیا ہو۔ خلال نے اپنی سند کے ساتھ حذیفہ، طلحہ، جارود بن معلیٰ اور اذینہ عبدیؓ کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی تھی چنانچہ دیگر تمام اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔

ہاں البتہ امامیہ نے اسے درج ذیل آیات کے پیش نظر حرام قرار دیا ہے:۔

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ...۲۲۱﴾...سورۃ البقرۃ

"اور تم (اے مومنو!) شرک کرنے والی عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔"

﴿وَلَا تُمۡسِكُوا۟ بِعِصَمِ ٱلۡكَوَافِرِ...١٠﴾...سورۃ الممتحنۃ

"اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو(یعنی کفار کو واپس دے دو)۔"

﴿ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلۡكِتَٰبَ حِلࣱّ لَّكُمۡ وَطَعَامُكُمۡ حِلࣱّ لَّهُمۡۖ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...٥﴾...سورۃ المائدۃ

"آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں جب تم ان کا مہر دے دو۔"

نیز امامیہ کا استدلال اجماع صحابہؓ سے بھی ہے۔

(اب ان کے دلائل کا جواب سنیے) چنانچہ آیت کریمہ (ولا تنکحو المشرکت) کے بارے میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت سورۃ مائدہ کی آیت ان سے بعد کی ہے۔ دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات منسوخ، تو نہیں ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مشرکین کا لفظ جب مطلقاً استعمال ہو تو اہل کتاب اس میں شامل نہیں ہوتے جیسا کہ درج ذیل آیات میں مشرکین کے ساتھ اہل کتاب کو الگ سے مستقل طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

﴿لَمۡ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَٱلۡمُشۡرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأۡتِيَهُمُ ٱلۡبَيِّنَةُ ١﴾...سورۃ البینۃ

"جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر) سے باز رہنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی۔"

اور فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَٱلۡمُشۡرِكِينَ...٦﴾...سورۃ البینۃ

"بے شک وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں اور مشرک ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ...١٠٥﴾...سورۃ البقرۃ

''جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے۔''

اسی طرح دیگر سارے قرآن مجید میں بھی مشرکین اور اہل کتاب کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا لفظ اہل کتاب کو شامل نہیں ہوتا چنانچہ سعید بن جبیر اور قتادہ سے یہی مروی ہے ان لوگوں نے جو استدلال کیا ہے وہ ہر کافر کے بارے میں عام ہے جبکہ ہمارے سامنے اس وقت مسئلہ خاص اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی حلت کا ہے اور اصول یہ ہے کہ خاص کو مقدم کرنا واجب ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو پھر زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ کتابیہ سے شادی نہ کی جائے کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ان لوگوں سے کہا تھا جنہوں نے اہل کتاب خواتین سے شادی کی تھی کہ انہیں طلاق دے دو تو حضرت حذیفہؓ کے سوا دیگر تمام لوگوں نے انہیں طلاق دے دی حضرت عمرؓ نے ان سے بھی فرمایا کہ اسے طلاق دے دو تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا، کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ مست کر دینے والی ہے اسے طلاق دے دو۔ انہوں نے پھر کہا کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ مست کر دینے والی ہے تو حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مشکوک اور ناقابل اعتماد ہے لیکن یہ مجھ پر حلال ہے۔ لیکن بعد میں جب انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے پوچھا گیا کہ جب حضرت عمرؓ نے آپ کو حکم دیا تو آپ نے اس وقت طلاق کیوں نہ دی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کتابیہ عورت سے شادی کرنے میں اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ کہیں اس کی طرف دل کا میلان اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ وہ فتنہ ہی میں مبتلا کر دے یا ہو سکتا ہے کہ دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد کا رجحان (میلان) ماں کی طرف ہو جائے''(. المغنی لابن قدامة 129/7)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے نکاح میں خاص علت ہے اس کو مطلقاً حرام کہہ دینا غلط ہے۔ اور جب اہل کتاب نکاح کے بعد اسلام لائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عیسائی درباری کا الزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 325 پر لکھتے ہیں۔

''امیر معاویہ کے عیسائی وزیر و درباری:

۱۔ یوحنا وزیر تعلیم

۲۔ ابن اثال شاہی طبیب

۳۔ سرجون بن منصور رومی عیسائی، مشیر اعلیٰ۔

۴۔ ابن اخطل (بلکہ اخطل) درباری شاعر''۔

تبصرہ:

موصوف معترض نے ہر بات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنے میں ایک خاص رنگ دیا ہے۔اور حقائق کو پیش کرنے میں بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔جناب کو شریعت کے قانون اور اصول کا یا تو علم نہیں یا پھر جان بوجھ کر ایسی لایعنی باتیں تحریر کرتے ہیں۔

عیسائی یا غیر مسلم شہری مسلمان شہریوں کی طرح حکومتی عہدوں پر فائز ہو سکیں گے،البتہ وہ عہدے جن کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ ہے،وہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوں گے، جیسے امامت، موذن، قاضی (البتہ غیر مسلم شہریوں کا الگ قاضی بنانے میں کوئی حرج نہیں) وغیرہ،

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ابن آثال حمص کا فنانشل کمشنر اور وہاں کا حاکم تھا۔

عبد الملک بن مروان کے دور میں اس کا چیف سیکرٹری ابن سرجون عیسائی تھا۔

حجاج بن یوسف کے شعبہ خراج کا میر منشی فرخ زاد آتش پرست تھا۔

پوری دولت عباسیہ کا چیف کاتب ابو اسحاق صابی تھا۔

ہارون الرشید کا خصوصی سیکرٹری جبریل بن بختیشوع عیسائی تھا۔

سلطنت دیلم کے شہنشاہ کا وزیر اعظم نصر بن ہارون عیسائی تھا۔

سلطنت مغلیہ میں پنج ہزاری اور چار ہزاری عہدوں پر متعدد ہندو اور سکھ براجمان تھے، یہ چند نام پچھلی صدی کے نامور مورخ علامہ شبلی کے ایک مقالے سے لیے گئے ہیں۔ ورنہ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور اس میں اسلامی اندلس کو شامل کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ان غیر مسلم شہریوں کے ناموں پر تیار ہو سکتی ہے جو اسلامی ریاستوں میں مختلف عہدوں پر فائز کیے گئے۔

کیا یہ اعتراض بنو عباس کے خلفاء پر بھی کریں گے؟

اموی عہد میں متعدد پہلوؤں سے طب کا فروغ ہوا۔ علامہ شبلی حضرت معاویہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''امیر معاویہؓ نے ایک عیسائی کو دربار کا میر منشی مقرر کیا اور ابن آثال ایک عیسائی کو ضلع حمص کی کلکٹری کی خدمت دی۔ ابن آثال طبیب بھی تھا۔ اس نے امیر معاویہؓ کے لیے طب کی بعض کتابیں یونانی زبان سے ترجمہ کیں اور گویا یہ ترجمہ کے رواج کا پہلا دیباچہ تھا''۔
>
> (مقالات شبلی، سوم، ص ۳، مقالہ: تراجم)

عہدِ اموی میں علوم وفنون کی ترقی اصلاً حضرت معاویہؓ کے پوتے خالد بن یزید کی مرہون منت ہے۔ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد خالد نے جانشینی قبول کرنے اور تختِ سلطنت پر مسند نشین ہونے سے انکار کر دیا اور اپنا پورا وقت علمی مصروفیات میں گزارا۔

شبلی نے اپنے متعدد مقالات میں خالد بن یزید کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اس کی علمی خدمات کو سراہا ہے:

> ''خاندانِ امیہ میں اول جس شخص نے قدیم تصنیفات کی جستجو اور تلاش کی وہ خالد بن یزید تھا۔ یہ قیاس یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے کہ کتب خانہ کی اول جس نے بنیاد ڈالی وہ یہی خالد تھا۔ خالد کے بعد تالیفات اور تصنیفات کو بے انتہا ترقی ہوئی۔ خالد خود بھی مصنف تھا اور اس کی تصنیفات میں سے جو کتابیں مورخ ابن الندیم کے زمانہ تک موجود تھیں اور خود اس مورخ کی نظر سے گزریں ان کے نام یہ ہیں: الحرارۃ، کتاب الصحیفۃ الکبیر، کتاب الصحیفۃ الصغیر'' (مقالات ششم: ص ۱۲۴۔۱۲۵)

مورخین نے تاریخ طب کے حوالے سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔

شبلی نے بیان کیا ہے:

''علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں حکیم ماسر جویہ کے حال میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ماسر جویہ کی ایک کتاب، جو اس نے سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی تھی، خزانۃ الکتب (کتب خانہ) میں پائی اور کتب خانہ سے نکلوا کر اس کے نسخے شائع کرائے۔''

(مقالات، ششم: ص ۱۲۴، مزید ملاحظہ کیجیے ص ۱۴۴)

علمِ طب عہدِ عباسی میں!

مختلف علوم وفنون، جن میں علم طب بھی شامل ہے، ان میں غیر معمولی ترقی عہد عباسی میں ہوئی۔ خلیفہ منصور کے زمانے سے ہی دیگر زبانوں سے عربی زبان میں ترجمے کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس دور میں طب اور بیطرہ (معالجۂ حیوانات) کی متعدد کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ پھر ہارون رشید اور اس کے بعد مامون رشید کے دور میں ترجمے کا کام اپنے عروج پر پہنچا۔ مختلف ممالک سے یونانی اور دیگر زبانوں کی کتابیں منگوائی گئیں، مترجمین کی خدمات حاصل کی گئیں اور 'بیت الحکمۃ' کے نام سے دار الترجمہ قائم کیا گیا۔ یہ خدمات مامون کے بعد معتصم، واثق، متوکل، معتضد اور مابعد عباسی خلفاء کے دور میں بھی انجام پاتی رہیں۔

شبلی نے اپنے مقالات (مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم، اسلامی کتب خانے، اسلامی حکومتیں اور شفاخانے، تراجم) میں عہد عباسی میں دیگر علوم وفنون کے ساتھ طب میں ہونے والے کاموں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ انھوں نے ان مترجمین کے نام بھی گنوائے ہیں جنھوں نے ترجمے کی خدمت انجام دی، مثلاً یوحنا بن ماسویہ، حنین بن اسحاق، اسحاق بن حنین، جیش بن الحسن، ثابت بن قرۃ، قسطا بن لوقا، یعقوب کندی وغیرہ۔ اس ضمن میں انھوں نے بیت الحکمۃ کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور مترجمین میں خاص طور پر حنین بن اسحاق کی خدمات کو سراہا ہے۔ خاندانِ برامکہ، جس کے پاس عہد عباسی میں وزارت کا منصب تھا، اس نے بھی فروغِ علم میں دلچسپی لی۔ انھوں نے بعض ہند و اطباء کو ہندوستان سے بلایا، انھیں اسپتالوں میں رکھ کر ان سے علاج معالجہ کی خدمات لیں اور سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ بھی کروایا۔ شبلی نے متعدد مقامات پر برامکہ کی خدمات کا تذکرہ کیا۔

(مقالات ششم: ص ۱۳۸، ۸۳۔۱۴۴، ۱۳۹۔۱۴۵)

غرض عہد عباسی میں مختلف علوم وفنون اور بالخصوص علم طب کے فروغ میں مسلمانوں نے جو خدمات انجام دیں.

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ شریعت میں یہودی یا نصرانی کا کسی حکومتی عہدے پر فائز ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء اور حکمران جو بنو امیہ کے تھے یا بنو عباس کے، انہوں نے غیر مسلموں کو اپنا مشیر رکھا۔

موصوف فیضی صاحب ایسے فضول اعتراض لا کر اپنی علمی استعداد کا جو مظاہرہ کر رہے ہیں، وہ مدرسہ کے ایک طالبعلم پر بھی عیاں ہے۔ ایسے فضول اعتراض کر کے ایک صحابی رسول ﷺ پر طعن کرنا باطل اور مردود ہے۔

الزام نمبر: 30

نصرانی طبیب سے مسلمانوں کے سر برآوردہ لوگوں کو زہر دلا کر انہیں راہ سے ہٹانا

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 327 پر لکھتے ہیں۔

ہوگئی تھی جب لوگوں نے اُنہیں اُن کی توقع کے برعکس جواب دیا تھا۔ چنانچہ امام ابن عبدالبر، امام ابن اثیر جزری اور دوسرے حضرات اُس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عبدالرحمان بن خالد بن ولید قریش کے شہسواروں اور بہادروں میں سے تھے، وہ حسن ہدایت، فضیلت والے اور صاحب کرم تھے مگر اپنے بھائی مہاجر بن خالد کی ضد میں سیدنا علی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے منحرف تھے، جبکہ حضرت مہاجر بن خالد سیدنا علی علیہ السلام کے محبّ تھے اور جنگ جمل وصفین میں اُن کے ساتھ تھے اور عبدالرحمان معاویہ کے ساتھ تھے۔ پھر جب معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطاب میں کہا: اے اہل شام! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری اجل قریب آن لگی ہے اور میں تم میں سے ہی ایک شخص ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو ولی عہد بنادوں تاکہ تمہارا نظام چلتا رہے، لہٰذا تم مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ اِس پر سب کے سب نے بیک آواز کہا: ہم عبدالرحمان بن خالد کو پسند کرتے ہیں۔ یہ جواب معاویہ کو ناگوار گذرا تو اُنہوں نے اس کو اپنے دل میں رکھ لیا، پھر عبدالرحمان بیمار ہوئے تو معاویہ نے اپنے طبیب ابن آثال کو حکم دیا کہ وہ اس کا کام تمام کردے۔ اُس نے اُنہیں زہر پلا دیا تو اُن کا انتقال ہوگیا"۔

(الاستيعاب ج١ ص٤٩٩؛ أسد الغابة ج٣ ص٤٣٦؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص١١٨؛ الأوائل للعسكري ص٢٣٤؛ المنتظم لابن الجوزي ج٥ ص٢١٧؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج٧ ص٩٥؛ عيون الأنباء في طبقات الأطباء ج١ ص١١٧؛ الوافي بالوفيات ج١٨ ص٨٦؛ العقد الثمين في تاريخ البلد الأمين ج٥ ص٣٤٩؛ شذرات الذهب ج١ ص٢٣٩)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

"بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابن آثال نے یہ کام معاویہ کے امر سے کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے"۔

(البداية والنهاية ج١١ ص١٧٤)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیر اور اُن کی مانند دوسرے وکلاءِ طلقاء کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ واقعہ محض "قِیْلَ" یا "قَالُوْا" صیغہ ہائے تمریض سے منقول نہیں بلکہ بعض حضرات نے اس کی مکمل سند بھی نقل کی ہے، جیسا کہ ابن عساکر اور ابن ابی اصیبعہ، جبکہ سبط ابن الجوزی نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے، لہٰذا حافظ ابن کثیر اگر اس کی سند

تبصرہ:

پیش کردہ روایت کی سند اور متن ملاحظہ کریں۔

ابن جریر طبری روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عمر، قال: حدثني علي، عن مسلمه ابن محارب، أن عبد الرَّحْمَنِ بن خَالِد بن الْوَلِيد كَانَ قَدْ عظم شأنه بِالشَّامِ، ومال إِلَيْهِ أهلها، لما كَانَ عندهم من آثار أَبِيهِ خَالِد بن الْوَلِيد، ولغنائه عن الْمُسْلِمِينَ فِي أرض الروم وبأسه، حَتَّى خافه مُعَاوِيَة، وخشي عَلَى نفسه مِنْهُ، لميل الناس إِلَيْهِ، فأمر ابن أثال أن يحتال فِي قتله، وضمن لَهُ إن هُوَ فعل ذَلِكَ أن يضع عنه خراجه مَا عاش، وأن يوليه جباية خراج حمص، فلما قدم عبد الرَّحْمَنِ بن خَالِد حمص منصرفا من بلاد الروم دس إِلَيْهِ ابن أثال شربة مسمومة مع بعض مماليكه، فشربها فمات بحمص، فوفى لَهُ مُعَاوِيَة بِمَا ضمن لَهُ، وولاه خراج حمص، ووضع عنه خراجه. (تاریخ الطبری 227/5)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "مسلمہ بن محارب" کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

دوسری علت:

مذکورہ سند میں "مسلم بن محارب" کا سماع "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" سے ثابت کریں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کی سند ضعیف اور منقطع ہے۔

علامہ بلازری روایت نقل کرتے ہیں۔

فحدثني مُحَمَّد بْن سَعْد عَنِ الْوَاقِدِيّ فِي إِسْنَادِهِ قَالَ: تُوُفِّيَ خَالِد بْن الْوَلِيد بحمص سنة عشرين، أَو إحدى وعشرين، وَكَانَ عَبْد الرَّحْمَنِ بْن خَالِد يلي الصوائف فيبلي ويحسن أثره فعظم شأنه

بالشام، ومال النَّاس إِلَيْهِ فحسده مُعَاوِيَة وخافه، فدس إِلَيْهِ متطببا يقال لَهُ: ابْن أثال، وجعل لَهُ خراج حِمْص فسقاه شربة فمات، فاعترض خَالِد بْن المهاجر بْن خَالِد بْن الْوَلِيد، ويقال خَالِد بْن عَبْد الرَّحْمَنِ، ابْن أثال وَكَانَ يعرف بالأركون، والأركون كالرئيس فِي الناحية، فقتله فرفع ذَلِكَ إِلَى مُعَاوِيَة فحبسه أياما ثُمَّ أغرمه ديته ولم يقده. (جمل من أنساب الأشراف 209/10)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں واقدی کذاب اور متروک ہے۔

اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔

- احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔
- ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔
- بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔
- ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔
- دار قطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔
- ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم: 7999)

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں واقدی سے سند نقل نہیں کی۔ اس لیے یہ روایت منقطع بھی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی سند متروک اور ضعیف ہے۔

ابن ابی اصیبعہ روایت لکھتے ہیں۔

أَبُو عبد الله مُحَمَّد بن الحسن بن مُحَمَّد الْكَاتِب الْبَغْدَادِيّ ابْن الْكَرِيم قَالَ حَدثنَا أَبُو غَالب مُحَمَّد بن الْمُبَارك بن مُحَمَّد بن مَيْمُون عَن أبي الْحسن عَليّ بن أَحْمد بن الْحُسَيْن بن محمويه الشَّافِعِي اليزدي عَن أبي سعد أَحْمد بن عبد الْجَبَّار بن أَحْمد بن أبي الْقَاسِم الصَّيْرَفِي الْبَغْدَادِيّ عَن أبي غَالب مُحَمَّد بن أَحْمد بن سهل بن بَشرَان النَّحْوِيّ الوَاسِطِيّ عَن أبي الْحُسَيْن عَليّ بن مُحَمَّد بن عبد الرَّحِيم بن دِينَار الْكَاتِب عَن أبي الْفرج عَليّ بن الْحُسَيْن الْأَصْبَهَانِيّ الْكَاتِب قَالَ فِي كِتَابه الْمَعْرُوف بالأغاني الْكَبِير أَخْبرنِي عمي قَالَ حَدثنَا أَحْمد بن الْحَرْث الخزاز قَالَ حَدثنَا الْمَدَائِنِي عَن شيخ أهل الْحجاز عَن زيد بن رَافع مولى الْمُهَاجِرين خَالِد بن الْوَلِيد عَن أبي ذِئْب عَن أبي سُهَيْل أَن مُعَاوِيَة لما أَرَادَ أَن يظْهر العقد ليزِيد قَالَ لأهل الشَّام إِن أَمِير الْمُؤمنِينَ قد كبرت سنه ورق جلده ودق عظمه واقترب أَجله يُرِيد أَن يسْتَخْلف عَلَيْكُم فَمن ترَوْنَ فَقَالُوا عبد الرَّحْمَن بن خَالِد بن الْوَلِيد فَسكت وأضمرها ودس ابْن أثال النَّصْرَانِي الطَّبِيب.

(عیون الأنباء فی طبقات الأطباء 172/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

علامہ ابن ابی اصیبعیہ نے یہ رویات "ابو الفرج الاصبہانی" کی کتاب الاغانی سے روایت کی ہے۔ابو الفرج الاصبہانی شیعہ تھا جس کی روایت نا قابل قبول ہیں۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت میں راوی " أَحْمد بن الْحَرْث الخزاز " کی توثیق پیش کریں، تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا علم ہو سکے۔

تیسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں " عَن شيخ أهل الْحجاز " مجہول ہے۔اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند ضعیف اور متروک ہے۔

محدث ابن عساکر روایت نقل کرتے ہیں۔

أنبأنا أبو بكر محمد بن عبد الباقي عن أبي محمد الجوهري عن أبي عمر بن حيوية أنا سليمان بن إسحاق بن إبراهيم أنا الحارث بن محمد بن أبي أسامة أنا محمد بن سعد أنا محمد بن عمر الواقدي نا عبد الله بن جعفر عن صالح بن كيسان قال كانت غزوة أبي عبد الرحمن القيني مبلغا إلى عبد الرحمن وكان شاتيا بأرض الروم يعني سنة ست وأربعين وقدم عبد الرحمن بن خالد بن الوليد حمص قافلا ودس ابن أثال بعض أولئك المماليك فسقاه شربة فمات عبد الرحمن بحمص فاستعمل معاوية ابن أثال على خراج حمص. (تاریخ دمشق **163/16**)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں واقدی کذاب اور متروک ہے۔

اس کی سند میں واقدی ضعیف ہے۔

- احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔
- ابن معین انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔
- بخاری اور ابو حاتم انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔
- ابن المدینی، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے۔
- دار قطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔
- ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، رقم:7999)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف اور متروک ہے۔

الاوائل للعسکری میں روایت نقل ہے۔

أخبرنا أبو أحمد عن الجوهري عن أبي زيد عن عبد الله بن محمد بن حكيم عن خالد بن سعد عن أبيه قال: لما أراد معاوية ان يعقد البيعة ليزيد قال لاهل الشام: أن أمير المؤمنين قد كبر، ودنا من أجله، فما ترون؟ وقد أردت أن أولي أمركم رجلا من بعدي، قالوا: عليك بعبد الرحمن بن خالد، فأضمرها، واشتكى عبد الرحمن بن خالد، فأمر ابن أثال طبيبا من عظماء الروم فسقاه شربة فمات، فبلغ معاوية موته، فقال: ما أنجد إلا من أنقص عنك من تكره۔

(الأوائل 234/1)

روایت کی اسنادی حیثیت:

مذکورہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

پہلی علت:

مذکورہ روایت میں "الجوهري" کا تعارف و توثیق ثابت کریں۔ تاکہ اس کی توثیق یا تضعیف کا قارئین کرام کو علم ہو سکے۔

دوسری علت:

مذکورہ روایت کی سند میں "عبد الله بن محمد بن حكيم" کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔اس طرح کی روایت پیش کرنا تو جناب فیضی صاحب کا ہی کام ہے مگر علمی میدان میں ایسی روایت سے استدلال کرنا مردود ہے۔

عیسائیوں کااقتدار میں شرکت کاالزام!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 328 پر لکھتے ہیں۔

عیسائیوں کی اقتدارِ بنوامیہ میں شرکت

سرجون بن منصور عیسائی امیر شام کا وزیر مالیات اور مشیر اعلیٰ تھا۔ چنانچہ ابن کثیر وغیرہ لکھتے ہیں:

وَكَانَ كَاتِبَهُ وَصَاحِبَ أَمْرِهِ سَرْجُوْنُ بْنُ مَنْصُوْرِ الرُّوْمِيُّ۔

''اور معاویہ کا وزیر مال اور مشیر اعلیٰ سرجون بن منصور رومی تھا۔

(البداية والنهاية[قطر] ج۸ص۸وص ۲۱۱؛أثر أهل الكتاب فی الفتن ص۴۳۶)

تبصرہ:

سرجون بن منصور پہلے عیسائی تھا مگر بعد میں اس نے اسلام قبول کیا۔

محدث ابوالحسین الرازی لکھتے ہیں۔

أنه كان نصرانيا فأسلم۔(تاريخ دمشق 161/20)

محدث ابن عساکر لکھتے ہیں۔

كان كاتبا لمعاوية بن أبي سفيان ثم أسلم على يديه۔(تاريخ دمشق 161/20)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سرجون نے حضرت معاویہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔اس لیے فیضی صاحب کا مذکورہ پیش کردہ حوالہ سے استدلال بھی غلط ہے۔

میسون کے نصرانی ہونے کا اعتراض!

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 330-329 پر لکھتے ہیں۔

کیا اُم یزید (میسون) مسلمان تھی؟

ہمارے مؤرخین اور علماء انساب میں سے کسی نے بھی میسون کے مسلمان ہونے کی تصریح نہیں کی، ماسوا اِس کے کہ علامہ صغانی لاہوری نے اُسے تابعیہ لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اُنہوں نے فقط اصطلاحی طور پر لکھا ہے، ورنہ عند الشریعہ تو اُس کے شوہر بھی تابعین بالاحسان میں سے نہیں تھے، جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں اشارہ کر چکے ہیں

اور ہماری کتاب "اَلصَّحَابَۃُ وَالطُّلَقَاءُ" میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ اس کے برعکس اُس کے عیسائی ہونے کے شواہد زیادہ ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر رضوان علی ندوی مشہور مؤرخ فلپ ہٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''یزید کی ماں کے حوالے سے یہ بات تمام قدیم عربی تواریخ میں لکھی ہوئی ہے کہ وہ شام کے عرب قبیلے بنی کلب (جس کے اکثر لوگ قدیم سے عیسائی ہوگئے تھے) کے ایک سردار کی بیٹی میسون بنت بحدل تھی۔ ہمارے مؤرخ اس کے مذہب کی تصریح نہیں کرتے لیکن لبنان کے اس عیسائی عرب نے تصریح کی ہے کہ وہ نصرانی تھی''۔

(حدیث قسطنطنیہ، حقائق واوھام، ص ۱۱۸)

تبصرہ:

پیش کردہ استدلال غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ اول تو حافظ ابن کثیر نے ان کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے۔

علامہ زبیدی نے بھی میسون بنت بحدل کے تابعیہ ہونے پر علامہ صاغانی سے استدلال کیا ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں۔

ومیسون بنت بحدل بن أنیف۔.... قال الصاغانی: وھی من التابعیات۔ (تاج العروس 483/8)

اس لیے موصوف کا یہ استدلال اور ڈاکٹر رضوان ندوی کی یہ بات غلط ہوئی کہ مسلم مورخین نے ان کے اسلام کی تصریح نہیں کی، اگر جناب ابن کثیر، علامہ صغانی اور علامہ زبیدی رحمہ اللہ علیہ کی تحریر سے استفادہ کرتے تو یہ کم علمی والی بات نہ کرتے۔

موصوف قاری صاحب الاحادیث الموضوعہ ص 317 کے حوالہ سے قارئین کے سامنے حقائق پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ کے اسی مقام پر شاید میسون کے تقویٰ کو ظاہر کرنے کے لیے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے، ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"ایک روز حضرت معاویہؓ اس کے ہاں آئے تو اُن کے ساتھ ایک خصی خادم بھی تھا، اس نے اُس سے پردہ کیا اور کہنے لگی آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے کہا: یہ خصی ہے اس کے سامنے آجاؤ۔ اس نے کہا: اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے مثلہ اُسے حلال نہیں کرسکتا، اور اس نے اُس سے حجاب کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُس نے معاویہ سے کہا: محض آپ کا اسے مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے"۔

(البدایة والنهایة مترجم اردو ج۸ ص ۱۸۹)

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اُس کے یہ الفاظ "إِنَّ مُجَرَّدَ مُثْلَتِکَ لَهُ لَنْ تُحِلَّ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ" (آپ کا اس کا مثلہ کردینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے) بتارہے ہیں کہ اُس شخص کو امیر شام کے حکم سے خصی کیا گیا تھا، لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ شرعاً کسی شخص کو خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں

اب موصوف جس حوالہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کررہے ہیں، اسی حوالہ سے میسون بنت بحدل کا شریعت اور اسلام پر عمل کرنا ثابت ہو رہا۔ جناب موصوف فیضی صاحب کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ جناب کے پیش کردہ حوالہ، نہ صرف عمل بلکہ استنباط دلائل کی اہم مثال ہے۔ میسون بنت بحدل کا پردہ کرنا اسلام پر عمل ہے نہ کہ صرف اسلام کے بارے میں معلومات۔ قارئین کرام خود ان حوالہ جات سے نتیجہ اخذ کریں۔

فیضی کے دلائل کا خلاصہ:

''اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا'' پر کلام کا خلاصہ

حدیث ''اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کے موضوع ہونے پر جو تفصیلی دلائل پیش کیے گئے، آخر میں ایک مرتبہ اُن کے خلاصہ میں غور فرمالیجیے

۱۔ اسلام میں مسلم خواتین کو لونڈی بنانا اور اُنہیں بازار میں برائے فروخت کھڑا کرنا

۲۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن وغیرہ مقامات پر افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کرنا

۳۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نابالغ بھتیجوں کو ناحق قتل کرانا

۴۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام کی شہادتِ فاجعہ کو مصیبت نہ سمجھنا

۵۔ اُن کی وصال کی خبر پر خوش ہونا

۶۔ اُنہیں انگارہ کہنے والے کو ڈانٹنے کی بجائے پیسے دینا

۷۔ ممانعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود سونا، ریشم اور درندوں کی کھالوں کا استعمال کرنا

۸۔ انصار رضی اللہ عنہم کے بارے میں نصیحتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود اُن پر دوسروں کو ترجیح دینا

۹۔ میزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کر کے اُن کی توہین کرنا

۱۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھوکہ کی نسبت کرنے پر خاموش رہنا

۱۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھمکیاں دینا

۱۲۔ اپنے سے سابق بعض صحابہ کرام کو غصے کے ساتھ پاگل کہنا

۱۳۔ حدیث نبوی کو ''هنة'' فساد کی بات کہنا

۱۴۔ رشوت لینا دینا (مغیرہ بن شعبہ سے تبادلۂ رشوت کرنا)

۱۵۔ باطل طریقے سے مال کھانا

۱۶۔ ناحق قتل کرنا

۱۷۔ بیعتِ یزید کے معاملہ میں کھلے بندوں جھوٹ بولنا

۱۸۔ شراب پینا

۱۹۔ عیدین سے پہلے اذان کی بدعت کا مرتکب ہونا

۲۰۔ تکبیراتِ عیدین میں کمی کرنا

۲۱۔ خطبۂ عید کو نمازِ عیدین پر مقدم کرنا

۲۲۔ مساجد کے منبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا

۲۳۔ یزید کی ولی عہدی میں قرآن وسنت اور خلفاء راشدین کی خلاف ورزی کرنا

۲۴۔ نکاح کے بعد اور وطی سے قبل بیوی کے پورے جسم کا معائنہ کرانا

۲۵۔ بیوی کی شرمگاہ کے نیچے تِل کی وجہ سے اُسے طلاق دے دینا

۲۶۔ جسم پر تِل کی وجہ یزید کی ماں میسون کا غیبی خبر دینا اور موصوف کا اُس پر یقین کرنا

۲۷۔ فقط میسون کی خبر کی وجہ سے اپنی تازہ منکوحہ کو طلاق دے ڈالنا

۲۸۔ آدمیوں کو خصی کرانا

۲۹۔ قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل کتاب کو اپنا رازدار بنانا

۳۰۔ نصرانی طبیب سے مسلمانوں کے سربرآوردہ لوگوں کو زہر دلا کر انہیں راہ سے ہٹانا

ایمان وانصاف سے بتائیے کہ جس شخص کے حق میں ھادی اور مہدی ہونے کی دعائے نبوی ﷺ کا دعویٰ کیا گیا ہو، کیا اُس سے درج بالا کبائر، ارتکابِ حرام، منافیٔ عدل وانصاف معاملات اور بدعات پر مبنی اُمور سرزد ہو سکتے ہیں؟

نوٹ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان تمام الزامات کی حقیقت کے بارے میں تفصیل لکھی گئی ہے جس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایسی تمام راویات ضعیف ومتروک اور نا قابل استدلال ہیں۔

بالفرض موصوف قاری صاحب کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام الزامات درست بھی مان لیے جائیں تو پھر بھی ان روایات کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر طعن نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اسلام میں ندامت اور استغفار کرنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا!

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں۔

أنبأنا أبو بكر بن عياش، قال: دخل عبد الله بن يزيد بن أسد على معاوية وهو في مرضه الّذي مات فيه، فرأى منه جزعا، فقال: يا أمير المؤمنين، ما يجزعك؟ إن مت فإلى الجنة، وإن عشت فقد علمت حاجة الناس إليك.

فقال: رحم الله أباك، إنه كان لنا ناصحا، نهاني عن قتل ابن الأدبر يعني حجر بن عديّ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں عبد اللہ بن یزید بن اسد حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں، انھوں نے کہا: امیر المومنین! آپ کیوں روتے

ہیں؟ اگر آپ فوت ہو گئے تو جنت میں جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے والد پر رحمت فرمائے، وہ مجھے نصیحت کرتے تھے اور حجر بن عدی کے قتل سے روکتے تھے۔(الاصابۃ 507/6)

بالفرض ثبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر پچھتانا تو قاری فیضی صاحب اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ ص 263-262 پر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب یا تو ضد ہے یا ہٹ دھرمی کہ ندامت کو توبہ نہ مانا جائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا توبہ استغفار کرنا!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی میں مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہوئے۔ اپنے آخری ایام میں اپنے رب کریم سے عرض کرتے تھے۔

امام ابن سیرین فرماتے ہیں۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: جَعَلَ مُعَاوِيَةُ لَمَّا احْتُضِرَ يَضَعُ خَدًّا عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ يُقَلِّبُ وَجْهَهُ، وَيَضَعُ الْخَدَّ الْآخَرَ، وَيَبْكِي وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ فِي كِتَابِكَ: {إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ} [النساء: 48] اللَّهُمَّ فَاجْعَلْنِي مِمَّنْ تَشَاءُ أَنْ تَغْفِرَ لَهُ.

اے میرے اللہ! میری خطا معاف فرما، لغزش سے در گزر فرما، اپنے حلم سے میری نادانی پر در گزر فرما، جس کی امید تیرے سوا کسی اور سے نہیں، تجھ سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں، وہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ کر کہتے تھے اے میرے اللہ! آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ اس کو نہیں بخشتا جس نے اس سے شرک کیا، اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا بخش دے گا، اے اللہ! مجھے ان میں سے کردے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔(البدایۃ: 467/11)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول ﷺ حضرت مسور بن مخرمہ کے سامنے اپنے تمام سابقہ اعمال پر استغفار کیا اور استغفار کے بعد کسی کے سابق گناہ پر عار دلانا گناہ عظیم ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے اعمال پر استغفار کرنا!

جلیل القدر تابعی، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ قَدِمَ وَافِدًا عَلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ دَعَاهُ فَأَخْلَاهُ، فَقَالَ: يَا مِسْوَرُ! مَا فَعَلَ طَعْنُكَ عَلَى الْأَئِمَّةِ؟ فَقَالَ الْمِسْوَرُ: دَعْنَا مِنْ هٰذَا، وَأَحْسِنْ فِيمَا قَدِمْنَا لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا، وَاللهِ! وَلَتُكَلِّمَنَّ بِذَاتِ نَفْسِكَ، وَالَّذِي تَعِيبُ عَلَيَّ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَلَمْ أَتْرُكْ شَيْئًا أَعِيبُهُ عَلَيْهِ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَهُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: لَا بَرِيءَ مِنَ الذَّنْبِ، فَهَلْ تَعُدُّ يَا مِسْوَرُ! مَا نَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا؟ أَمْ تَعُدُّ الذُّنُوبَ وَتَتْرُكُ الْحَسَنَاتِ؟ قَالَ الْمِسْوَرُ: لَا، وَاللهِ! مَا نَذْكُرُ إِلَّا مَا تَرٰى مِنْ هٰذِهِ الذُّنُوبِ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَإِنَّا نَعْتَرِفُ لِلّٰهِ بِكُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْنَاهُ، فَهَلْ لَكَ يَا مِسْوَرُ! ذُنُوبٌ فِي خَاصَّتِكَ، تَخْشٰى أَنْ تُهْلِكَكَ إِنْ لَمْ يَغْفِرْهَا اللهُ؟ قَالَ مِسْوَرٌ: نَعَمْ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا يَجْعَلُكَ أَحَقَّ أَنْ تَرْجُوَ الْمَغْفِرَةَ مِنِّي؟ فَوَاللهِ لَمَا أَلِي مِنَ الْإِصْلَاحِ أَكْثَرُ مِمَّا تَلِي، وَلٰكِنْ وَاللهِ لَا أُخَيَّرُ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، إِلَّا اخْتَرْتُ اللهَ تَعَالٰى عَلٰى مَا سِوَاهُ، وَإِنَّا عَلٰى دِينٍ يَقْبَلُ اللهُ فِيهِ الْعَمَلَ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالْحَسَنَاتِ، وَيُجْزِي فِيهِ بِالذُّنُوبِ، إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ عَمَّنْ يَشَاءُ، فَأَنَا أَحْتَسِبُ كُلَّ حَسَنَةٍ عَمِلْتُهَا بِأَضْعَافِهَا، وَأُوَازِي أُمُورًا عِظَامًا لَا أُحْصِيهَا وَلَا تُحْصِيهَا، مِنْ عَمَلٍ لِلّٰهِ فِي إِقَامَةِ صَلَوَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى، وَالْأُمُورِ الَّتِي لَسْتَ تُحْصِيهَا وَإِنْ عَدَدْتُهَا لَكَ، فَتَفَكَّرْ فِي ذٰلِكَ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَعَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ خَصَمَنِي حِينَ ذَكَرَ لِي مَا ذَكَرَ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمْ يَسْمَعِ الْمِسْوَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَذْكُرُ مُعَاوِيَةَ إِلَّا اسْتَغْفَرَ لَهُ.

''سیدنا مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بن کر گئے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا کام کر دیا، پھر انہیں علیحدہ بلا کر فرمایا: مِسْوَر! حکمرانوں پر تمہاری عیب جوئی کا کیا بنا؟ مِسْوَر کہنے لگے: اس بات کو چھوڑیں اور ہمارے موجودہ طرز عمل کی بنا پر ہم سے حسنِ سلوک روا رکھیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تمہیں ضرور اپنے دل کی بات کہنا ہو گی اور اپنے خیال کے مطابق میرے عیوب بیان کرنا ہوں گے۔
مِسْور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل کی تمام بھڑاس نکال ڈالی۔
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی انسان (ماسوائے انبیاء) غلطی سے معصوم نہیں۔اے مسور! عوام کے معاملے میں جو اصلاحات ہم نے کی ہیں، کیا آپ انہیں کچھ وقعت دیتے ہیں؟ نیکی تو دس گنا شمار ہوتی ہے۔ کیا آپ غلطیوں کو شمار کرتے ہیں اور نیکیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں؟
مِسْور نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو صرف ان غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جو نظر آتی ہیں۔
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہر اس غلطی کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم سے ہوئی، لیکن اے مسور! کیا تم سے اپنے خاص لوگوں کے بارے میں کوئی ایسی غلطی نہیں ہوئی، جس کو اگر اللہ معاف نہ کرے تو تمہیں اپنی ہلاکت کا ڈر ہو؟
مسور کہتے ہیں: بالکل ہم سے ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تمہیں اپنے بارے میں مجھ سے بڑھ کر مغفرت کی امید کیوں ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے بڑھ کر اصلاح کی کوشش میں رہتا ہوں اور اگر مجھے اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی نافرمانی میں سے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ترجیح دوں گا۔ ہم ایسے دین کے پیروکار ہیں جس کے مطابق اللہ تعالیٰ عمل کو قبول کرتا ہے، نیکی کی جزا دیتا ہے اور بُرائی کی سزا دیتا ہے، ہاں جسے چاہے معاف بھی کر دیتا ہے۔ میں نے جو بھی نیکیاں کی ہیں، مجھے ان کے کئی گنا ثواب کی امید ہے اور میں ان امور کو سامنے رکھتا ہوں جنہیں نہ میں شمار کر سکتا ہوں، نہ تم، مثلاً اللہ کی رضا کے لیے مسلمانوں میں نظام صلاۃ کا قیام، اللہ کے راستے میں جہاد، اللہ کے نازل کردہ نظام کا نفاذ اور اسی طرح کے دوسرے امور جن کو میں ذکر بھی کروں تو تم شمار نہیں کر پاؤ گے۔ اس بارے میں غور کرو۔
مِسْور کہتے ہیں: مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ بیان کر کے مجھے (میرے خیالات کو) مات دے دی ہے۔

عروہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی سیدنا مسور رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا، انہوں نے ان کے لیے استغفار فرمایا۔"

(تاریخ بغداد للخطیب: 1/223، وسندہٗ صحیحٌ)

اس روایت کرنے کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن یا اعتراض کرنا شریعت کے اصول کی مخالفت تو ہے ہی مگر ساتھ گناہ عظیم بھی ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے:

کہ اگر کسی صحابی سے امورِ فسق میں سے کوئی عمل ثابت ہوتا ہے تو اس کے یہ معنیٰ قطعاً نہیں کہ وہ اسی فسق پر فوت ہوئے ہیں، ہم توبہ سے پہلے تو اسے فاسق کہیں گے لیکن یہ نہیں کہ وہ اس فسق پر قائم رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کی برکت اور ان اوصاف کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بیان فرمائے ہیں وہ اس پر قائم نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔

(روح المعانی: 26/133)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

"إنه ما مات من ابتلی منهم بمفسق إلا تائبا عدلا ببركة نور الصحبة"

"ان میں سے جس سے بھی کوئی غلطی ہوئی وہ نور صحبت کی برکت سے اس وقت تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک کہ وہ توبہ کرکے پاک وصاف نہ ہو گیا ہو۔"

ان حوالہ جات کے مطالعہ میں آجانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی قسم کے اعتراض سے پہلے مذکورہ روایت ذہن میں رہے۔ آقا ﷺ کی وہ احادیث بھی پڑھ لیں جس میں ندامت کو توبہ کہا گیا ہے اور کسی شخص کے سابقہ گناہ پر عار دلانا گناہ ہے۔

ہمیں اپنی فہم وفراست پر ناز کرنے کی بجائے اپنے اکابرین کی راجح تحقیق پر بھروسہ اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔